عیون اخبار الرضاؑ

جلد دوم

از

شیخ اقدم محدث اکبر ابی جعفر الصدوق محمد
بن علی بن الحسین بن بابویه القمی قده
المتوفٰی سنہ ۳۸۱ھ

مترجم

محمد حسن جعفری

ناشر

اکبر حسین جیوانی ٹرسٹ کراچی

نام کتاب	عیون اخبار الرضاؑ
جلد	دوم
مصنف	شیخ صدوقؒ
مترجم	محمد حسن جعفری
کمپوزنگ	سجاد خان اینڈ ملک محمد ساجد
ناشر	اکبر حسین جیوانی ٹرسٹ کراچی
تعداد :	پانچ سو
طبع	اول
قیمت	۲۰۰ روپے

ملنے کا پتہ

رحمت اللہ بک ایجنسی کھارادر کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

فون نمبر: 2431577

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہٖ نستعین

باب 30

امام علی رضا علیہ السلام سے مروی اخبار منشورہ (۱)

۱۔ ابوالحسن محمد بن قاسم مفسر جرجانی نے ہم سے بیان کیا، ان سے احمد بن حسن حسینی نے بیان کیا، انہوں نے حسن بن علی سے سنا، انہوں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے محمد تقی علیہ السلام سے سنا، انہوں اپنے والد امام علی رضا علیہ السلام سے سنا، انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا، انہوں نے فرمایا:۔

"امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے دوستوں کے ساتھ دستر خوان پر کھانا کھانے کے لیے بیٹھے کہ انہیں ان کے بڑے فرزند اسماعیل بن جعفر کی موت کی اطلاع ملی۔ آپؑ یہ سن کر مسکرا دیئے پھر آپؑ نے طعام حاضر کرنے کا حکم دیا اور اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے لگے اور اس دن آپ نے دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ سکون سے کھانا کھایا اور اپنے دوستوں کو بھی کھانا کھانے کی ترغیب دیتے رہے اور ان کے سامنے کھانا رکھتے رہے۔ آپؑ کے دوست یہ دیکھ کر تعجب کرنے لگے کہ آپؑ پر غم کا کوئی اثر تک نہیں ہے، جب آپؑ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو انہوں نے فرمایا:۔

فرزند رسولؐ! ہم نے عجیب ماجرا دیکھا آپؑ کا فرزند انتقال کر گیا اور آپؑ کی یہ حالت ہے!

---

(۱)۔ یہ باب باون (۵۲) احادیث پر مشتمل ہے۔ قدیم نسخے میں بسملہ موجود نہیں ہے اور اس میں شیخ صدوق کے یہ الفاظ بھی مرقوم ہیں۔ "ان میں سے چند روایات کی توضیح میں نے اپنی کتاب معانی الاخبار میں نقل کی ہے۔"

آپؑ نے فرمایا :۔

"میری ایسی حالت آخر کیونکر نہ ہو ؟ کیونکہ اصدق الصادقین خدا نے یہ خبر دی ہے کہ میں نے مرنا ہے اور تم نے بھی مرنا ہے"۔

اس خبر کے بعد ایک گروہ نے موت کو اپنی نگاہوں میں جگہ دی اور اسے خوب پہچانا اور اسی لیئے وہ موت کے وارد ہونے کو ہرگز عجیب نہیں سمجھتے اور انہوں نے اپنے امر کو خدا کے حوالے کردیا"۔

۲۔ اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے فرمایا:۔

" ایک چاندنی رات میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے خواص آپؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ آپؑ کے ساتھیوں نے کہا:۔

فرزند رسولؐ ! آسمانی چہرہ اور نجوم و کواکب کا نور کتنا خوبصورت ہے ؟

امام جعفرصادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

" تم یہ بات کہتے ہولیکن مدبرات اربعہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل و ملک الموت جب زمین پر نگاہ کرتے ہیں اور تمہیں اور تمہارے بھائیوں کو زمین کے گوشوں میں دیکھتے ہیں اور تمہارے نور کی کرنوں کو آسمان اور خود اپنی جانب بلند ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ بھی تمہاری طرح سے کہتے ہیں ۔

ان مومنین کا نور کتنا ہی حسین ہے !"

۳۔اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ، آپؑ نے فرمایا:۔

" ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا:۔

" میں زندگی سے اکتا گیا ہوں ، میں اللہ سے موت کی تمنا کرتا ہوں "۔

امام جعفرصادق علیہ السلام نے فرمایا :۔

زندگی کی قیمت یہ ہے کہ تم اطاعت کرو اور نافرمانی نہ کرو۔ لہذا اگر تم زندہ رہو اور اطاعت کرو تو یہ تمہارے لیئے موت سے بہتر ہے جس میں تم نہ تو اطاعت کرسکتے ہو اور نہ ہی نافرمانی کرسکتے ہو"۔

۴۔ اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے اپنے والد امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی، انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:۔

"کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کے گناہوں کی وجہ سے جنت کا فاصلہ زمین سے عرش جتنا ہوتا ہے لیکن وہ اپنے گناہوں پر ندامت محسوس کرتے ہوئے خوف خدا سے رو پڑتا ہے تو جنت اس کے اتنا قریب ہوجاتی ہے جتنا کہ آنکھ کی سفیدی آنکھ کی سیاہی کے قریب ہے"۔

۵۔ اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:۔

"امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ ہمیں طاعون کے متعلق خبر دیں

آپؑ نے فرمایا:۔

"طاعون ایک قوم کے لیئے اللہ کا عذاب اور دوسروں کیلیے رحمت ہے"۔

لوگوں نے کہا :۔

بھلا رحمت عذاب کیسے بن سکتی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"دوزخ کی آگ کفار کے لیے عذاب ہوگی اور دوزخ کے خازن فرشتے بھی ان کے ساتھ ہوں گے مگر وہی آگ ان کے لیے رحمت ہوگی"۔

۶۔ اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

"بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دنیا میں زیادہ ہنستے ہیں اور لہو و لعب میں مصروف رہتے ہیں ، انھیں قیامت کے دن زیادہ رونا پڑے گا ۔ اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے گناہوں پر زیادہ روتے ہیں اور خائف رہتے ہیں ایسے لوگ قیامت کے دن جنت میں بہت سی خوشیاں حاصل کریں گے اور زیادہ ہنسیں گے"۔

۷۔ اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے ، انھوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ، انھوں نے فرمایا :۔

" امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک اہل مجلس کے متعلق پوچھا تو آپؑ کو بتایا گیا کہ وہ بیمار ہے ۔

• آپؑ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے اسے قریب المرگ پایا تو آپ نے فرمایا :۔

خدا پر حسن ظن رکھو !

اس نے کہا :۔

خدا کے متعلق میرا اچھا گمان ہے لیکن میں اپنی بیٹیوں کے متعلق سخت پریشان ہوں ، مجھے ان کی پریشانی نے ہی بیمار کیا ہے ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :۔

جس ذات سے تم اپنی نیکیوں کے دگنا ہونے اور برائیوں کے مٹانے کی امید رکھتے ہو ، اسی ذات سے ہی اپنی بیٹیوں کی اصلاح کی امید رکھو ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا :۔

"جب میرا گزر سدرۃ المنتھیٰ سے ہوا اور میں اس کی ٹہنیوں کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کی بعض بیریوں سے دودھ ٹپک رہا تھا اور بعض سے شہد ٹپک رہا تھا اور بعض سے تیل ٹپک رہا تھا اور بعض سے میدے کی طرح سے آٹا ٹپک رہا تھا ۔ اور بعض سے شکر ٹپک رہی تھی اور بعض سے شیرہ ٹپک رہا تھا اور یہ

تمام چیزیں زمین کی طرف جارہی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ سب کچھ زمین کے کس مقام پر جا رہے ہونگے ۔ اس وقت جبریل امینؑ بھی میرے ساتھ موجود نہیں تھے ۔کیونکہ میں ان سے آگے گزر گیا تھا اور وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ گئے تھے ۔ اس وقت خداوند عالم نے میرے دل میں مجھے ندا دی

" محمدؐ ! میں نے اس بلند و بالا مقام پر اسے اگایا ہے اور ان نعمتوں سے میں آپؐ کی امت کے مومنین کی لڑکیوں اور لڑکوں کی پرورش کرتا ہوں ۔ آپؐ لڑکیوں کے والد سے کہہ دیں کہ وہ اپنی لڑکیوں کے فقروفاقہ کے لیئے تنگ دل نہ ہوں جس طرح سے میں نے انہیں پیدا کیا ہے اسی طرح سے انہیں رزق بھی دیتا ہوں"۔

۸۔ اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے ۔آپؑ نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ۔ آپؑ نے فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کو تحریر فرمایا :۔

" اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا خاتمہ تمہارے بہترین عمل پر ہو اور افضل ترین عمل کی حالت میں تمہیں موت نصیب ہو تو پھر خدا کے حق کی تعظیم کرو اور اس کی عطاکردہ نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں خرچ نہ کرو اور خدا کے حلم کو دیکھ کر کسی دھوکہ میں مبتلا نہ ہو ۔ اور ہر اس شخص کی عزت کرو جسے تم ہمارا ذکر کرتے ہوئے پاؤ یا جو بھی ہماری مودت کا دعویٰ کرے ۔اور تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا ہے ۔ تمہیں اپنی نیت کی جزا ملے گی اور اسے اس کے جھوٹ کی سزا ملے گی"۔

۹۔ اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے ۔ آپ نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ، آپؑ نے فرمایا :۔

" امام جعفر صادق علیہ السلام سفر کر رہے تھے آپؑ کے ساتھ کچھ دوسرے

لوگ تھے جن کے پاس سامان تجارت تھا ۔ اور راستے میں انہیں پتہ چلا کہ آگے کچھ ڈاکو قافلوں کو لوٹ رہے ہیں ۔ یہ خبر سن کر وہ کانپنے لگے ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

" تم لوگ کیوں رک گئے ہو ؟"

انہوں نے کہا:۔

ہمارے پاس بہت سامال اور سامان ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں سب کچھ لٹ نہ جائے ۔ تو کیا ہمارا سارا مال و متاع آپ ہم سے لینا پسند کریں گے ؟ اور ممکن ہے جب ڈاکوؤں کو یہ علم ہو کہ یہ سارا سامان آپ کا ہے تو وہ نہ لوٹیں ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

" مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ صرف مجھے ہی لوٹنا چاہتے ہوں اور میری وجہ سے تمہارا سارا مال بھی لٹ جائے"۔

اہل قافلہ نے کہا:۔

پھر آپؑ ہی ہمیں مشورہ دیں اگر آپؑ کہیں تو ہم سارا مال اور سامان زمین میں دفن کر دیتے ہیں ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"یہ تجویز زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ ممکن ہے کسی کو اس کا پتہ چل جائے تو وہ زمین کھود کر تمہارا سارا مال ہی نکال لے جائے اور یہ بھی ممکن ہے تمہیں دوبارہ یہاں آنا ہی نصیب نہ ہو"۔

اہل قافلہ نے کہا:۔

پھر آپ ہی بتائیں ہم کیا کریں ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

تم اپنا سامان اس کے حوالے کرو جو اس کی حفاظت کرے اور اس کی

پرورش کرکے اسے دنیا و مافیھا سے بڑا بنائے اور جب تمہیں اس کی ضرورت ہو تو وہ اسے تمہیں واپس بھی کردے"۔

اہل قافلہ نے کہا:۔

"بتائیں وہ کون ہے؟"

آپؑ نے فرمایا:۔

"وہ رب العالمین ہے"۔

اہل قافلہ نے کہا:۔

بھلا ہم اپنا سامان اس کے سپرد کیسے کریں؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"اس کی صورت یہ ہے کہ تم اپنا مال غریب اور کمزور مسلمانوں پر صدقہ کرو"۔

انہوں نے کہا:۔

مگر اس وقت ہم غرباء و مساکین کو کہاں سے لائیں؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"تم یہ ارادہ کرلو کہ تم اس مال کی تہائی خدا کی راہ میں صدقہ کرو گے اور وہ تم سے تمام خطرات دور کرے گا"۔

اہل قافلہ نے کہا:۔

ہم نے ارادہ کر لیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"اب تم خدا کی امان میں ہو، اب چل پڑو"۔

قافلہ چل پڑا۔ کچھ دیر کے بعد ڈاکوؤں کی ٹولی ظاہر ہوئی تو اہل قافلہ خوف زدہ ہوگئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

"تمہیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے تم تو خدا کی امان میں ہو؟"

اتنے میں ڈاکوؤں کا گروہ آگے آیا اور وہ اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور امام علیہ السلام کے ہاتھوں کو بوسے دینے لگے۔ اورانہوں نے کہا:۔

ہم نے آج رات خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور آنحضرتؐ نے ہمیں آپ کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اسی لیئے ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اب ہم آپ کے آگے چلیں گے اور آپؑ کا دفاع کریں گے اور آپؑ کے قافلے کو چوروں اور ڈاکوؤں سے محفوظ رکھیں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

"مگر ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جس خدا نے ہمیں تم سے محفوظ رکھا ہے وہی ہمیں دوسروں سے بھی محفوظ رکھے گا"۔

الغرض قافلہ صحیح سلامت اپنی منزل پر پہنچ گیا اور انہوں نے ایک تہائی مال خدا کی راہ میں صدقہ کیا اور خدا نے انہیں تجارت میں برکت عطا کی اور ایک درہم کے بدلے انہیں دس درہم منافع ملا۔

اہل قافلہ نے کہا:۔

امام جعفر صادقؑ کتنے ہی بابرکت ہیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"اب تم نے خدا کے ساتھ معاملہ کرنے کی برکت کو جان لیا ہے اور آئندہ بھی اسی پر قائم رہنا"۔

۱۰۔ اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:۔

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے فرزند کی

موت پر سخت جزع فزع کررہا تھا تو آپؑ نے اس سے فرمایا:۔

"اے شخص! تم چھوٹی مصیبت پر واویلا کررہے ہو اور بڑی مصیبت سے غافل ہو۔ اگر تم نے اس سفر کی تیاری کی ہوتی جس کی طرف تمہارا فرزند روانہ ہوچکا ہے تو تم اتنا زیادہ واویلا نہ کرتے۔ اور یاد رکھو! تمہارا آخرت کی تیاری کو چھوڑ دینا تمہارے فرزند کی موت سے بڑی مصیبت ہے"۔

۱۱۔ ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے روایت کی، انہوں نے محمد بن یحییٰ عطار سے روایت کی، انہوں نے احمد بن عیسٰی سے روایت کی، انہوں نے محمد بن سنان سے روایت کی انہوں نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اسم اعظم کے لیے آنکھ کی سفیدی سے بھی زیادہ قریب ہے۔

راوی کا بیان ہے جب امام علی رضا علیہ السلام اپنے گھر سے برآمد ہوتے تو آپؑ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خَرَجْتُ بِحَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهٖ لَا بِحَوْلِيْ وَقُوَّتِيْ بَلْ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ يَارَبِّ مُتَعَرِّضًا بِهٖ لِرِزْقِكَ فَأْتِنِيْ بِهٖ فِيْ عَافِيَةٍ۔

"رحمٰن و رحیم اللہ کے نام کا سہارا لے کر میں خدا کی قوت وطاقت کے بل بوتے پر نکل رہا ہوں نہ کہ اپنی قوت و طاقت کے سہارے پر۔ پروردگار میں تیرے رزق کی جستجو کرنا چاہتا ہوں، مجھے خیر و عافیت سے رزق عطا کر"۔

۱۲۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے فرمایا میں نے اپنے والد سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ان کے والد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

"سب سے پہلے **بسم اللہ الرحمن الرحیم اقراء باسم ربك الذی خلق** ۔۔۔۔کی سورہ نازل ہوئی اور سب سے آخر میں سورۂ **اذا جاء نصراللہ والفتح** نازل ہوئی"۔

۱۳۔ (محذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے فرمایا:۔

یا علی انت حجة الله و انت باب الله و انت الطریق الی الله و انت النباء العظیم و انت الصراط المستقیم و انت المثل الاعلی۔ یاعلی انت امام المسلمین وامیرالمومنین وخیر الوصیین و سید الصدیقین ، یا علی انت الفاروق الاعظم و انت الصدیق الاکبر یا علی انت خلیفتی علی امتی و انت قاضی دینی و انت منجز عداتی یا علی انت المظلوم بعدی یاعلی وانت المفارق بعدی یا علی انت المحجور بعدی اشهدالله تعالیٰ ومن حضر من امتی ان حزبك حزبی و حزبی حزب الله وان حزب اعدائك حزب الشیطان ۔

"یاعلیؑ! تم خدا کی حجت ہو اور تم اللہ کا دروازہ ہو اور تم خدا کا راستہ ہو اور تم عظیم خبر ہو اور تم صراط مستقیم ہو اور تم مثل اعلیٰ ہو۔

یاعلیؑ! تم مسلمانوں کے امام اور مومنوں کے امیر اور تمام وصیوں کے سرداراور صدیقین کے آقا ہو۔ یاعلیؑ! تم ہی فاروق اعظم اور صدیق اکبر ہو۔ یاعلیؑ! تم میری امت میں میرے جانشین ہو اور تم ہی میرے قرض کو ادا کرنے والے ہو اور تم ہی میرے وعدوں کو پورا کرنے والے ہو۔ یاعلیؑ! میرے بعد تم پر ظلم کیا

جائے گا۔ یا علیؑ ! میرے بعد تمہیں چھوڑ دیا جائے گا اور میرے بعد تم سے قطع تعلق کرلیا جائے گا ۔ میں خدا کو اور اس وقت میری امت کے جوافراد موجود ہیں ان کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ تمہارا گروہ میرا گروہ ہے اور میرا گروہ خدا کا گروہ ہے اور تمہارے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے "۔

۱۴۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"تاریک اور سخت فتنہ ضرور واقع ہوگا جس میں تمام قسم کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور یہ فتنہ اس وقت واقع ہوگا جب شیعہ میرے تیسرے فرزند کو کھو دیں گے (یعنی امام حسن عسکریؑ کی وفات ہوگی) اس پر آسمان اور اہل زمین روئیں گے اور تمام غمزدہ مرد اور عورتیں روئیں گی ۔ پھر آپؑ نے فرمایا۔

میرے ماں باپ قربان ہوں اس پر جو میرے نانا کا ہم نام ہے جو میری شبیہ اور موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی شبیہ ہے۔ ان سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہوں گی ۔ اوران سے تقدس کی روشنی پھوٹ رہی ہوگی اور میٹھے پانی کے گم ہونے پر بہت سے مومن مرد اور عورتیں غمگین ہوکر غم کریں گے گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ سخت مایوس ہیں اور انہیں اس وقت ایک ندا سنائی دے گی جو کہ دور اور قریب سے یکساں ہو گی ۔ وہ مومنوں کے لیے رحمت اور کافروں کے لیے عذاب ہوگی"۔

۱۵۔ سعد بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ، انہوں نے حسن بن علی و شا سے روایت کی ، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا ، آپؑ نے فرمایا:۔

" انسان حالت سجدہ میں خدا کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ" "سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ" میں اسی طرف اشارہ کیا ہے ۔

۱۶۔ (محذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"نماز ہر متقی کے لیئے ذریعۂ تقرب ہے"۔

۱۷۔ (محذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

(ایک بار)"آندھی آئی ہر شخص چھپنے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگا اور میں اس وقت حالت سجدہ میں تھا اور خدا سے گڑگڑا کر دعا مانگ رہا تھا اور میں اسی طرح سے سجدہ میں پڑا رہا یہاں تک کہ آندھی تھم گئی"۔

(اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آندھی تھمنے کی دعا مانگنا مستحب ہے)

۱۸۔ (محذف اسناد)"محمد بن اسماعیل بن بزیع نے بیان کیا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو دیکھا جب وہ سجدہ کرتے تو آہستہ سے اپنی تین انگلیوں کو یکے بعد دیگرے حرکت دیتے تھے گویا آپؑ ذکر تسبیح کو شمار کر رہے ہوتے تھے۔ پھر آپؑ اپنا سر بلند کرتے تھے۔ راوی کہتا ہے میں نے امام علیہ السلام کو رکوع کرتے ہوئے دیکھا اور میں نے آپؑ کو تمام رکوع کرنے والوں سے زیادہ جھک کر رکوع کرنے والا پایا۔ آپؑ جب بھی رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو پھیلاتے تھے"۔

۱۹۔ (محذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام فرمایا کرتے تھے :۔

"جب کسی شخص کو سجدے کی حالت میں نیند آجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔ میرے بندہ کو دیکھو میں نے اپنی اطاعت میں اس کی روح کو قبض کیا ہے"۔

۲۰۔ (محذف اسناد) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کا خط پڑھا جو انہوں نے ابو جعفر کو تحریر کیا تھا۔

"ابو جعفر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب تم اپنے گھر سے سوار ہو کر باہر نکلتے ہو تو تمہارے غلام تمہیں چھوٹے دروازے سے باہر نکالتے ہیں۔ تمہارے غلام دراصل بخل کر رہے ہیں۔اور وہ چاہتے ہیں کہ تمہاری طرف سے کسی کو بھلائی نہ ملے۔

لہذا میں تمہیں اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں آئندہ بڑے دروازے سے داخل ہوا کرو اور بڑے دروازے سے ہی نکلا کرو۔ جب آپ گھر سے سوار ہو کر نکلیں تو اس وقت آپؑ کے پاس سونا چاندی کی خاصی مقدار ہونی چاہیے اور جب بھی کوئی سائل آپ سے کچھ مانگے تو اسے عطا کرو اور جو بھی تمہارا چچا تم سے کوئی سوال کرے تو اسے پچاس دینار سے کم نہ دو اور اس سے زیادہ دینا چاہو تو وہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ اور جو بھی تمہاری پھوپھی تم سے سوال کرے تو اسے پچیس دینار سے کم نہ دو اور اگر اس سے زیادہ دینا چاہو تو وہ تمہاری مرضی پر موقوف ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ خدا تمہیں ترقی دے۔ لہذا دولت خرچ کرو اور صاحب عرش سے تنگی کا خوف نہ رکھو"۔

۲۱۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن میری دختر حضرت فاطمہؑ اس حالت میں محشور ہوں گی کہ ان کے پاس خون آلود کپڑے ہوں گے اور وہ ستونِ عرش کو پکڑ کر کہیں گی۔

" احکم الحاکمین! میرے اور میرے فرزند کے قاتل کے درمیان فیصلہ فرما"۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

رب کعبہ کی قسم! اللہ میری دختر فاطمہؑ کے حق میں فیصلہ فرمائے گا"۔

۲۲۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، آپؐ نے فرمایا:۔

"جس نے کچھ سنے بغیر عقیدہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے سرگردانی اور پریشانی میں مبتلا کرے گا اور جس نے خدا کے دروازے کو چھوڑ کر کسی اور دروازے سے سن کر عقیدہ رکھا وہ مشرک ہے اور جو دروازہ وحی الٰہی کے لیے قابل اعتماد ہے وہ محمدؐ ہے"۔

علیؑ چوتھا خلیفہ ہے

۲۳۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:۔

ایک مرتبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی ایک گلی میں سے گزر رہا تھا کہ ایک گھنی داڑھی اور چوڑے کندھوں والا بزرگ ہمیں ملا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کیا اور آپؐ کو خوش آمدید کہا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور مجھے سلام کرتے ہوئے کہا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَابِعَ الْخُلَفَآءِ۔

چوتھے خلیفہ آپؑ پر سلام ہو۔ اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

پھر اس نے آنحضرتؐ کی طرف دیکھ کر کہا:۔

یارسول اللہؐ! کیا ایسا نہیں ہے؟

رسول خداؐ نے فرمایا:۔

جی ہاں! ایسا ہی ہے۔ پھر وہ بزرگ چلے گئے۔

میں نے آنحضرتؐ سے عرض کی:۔

یارسول اللہؐ! اس بزرگ نے آپؐ سے کیا کہا اور آپؐ نے اس کی تائید کیسے فرمائی؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

الحمد لله تم ایسے ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں چار خلفاء کا تذکرہ کیا ہے اور تم چوتھے خلیفہ ہو۔

1۔ پہلی خلافت آدمؑ کی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔ (البقرہ۔۳۰)

"میں زمین پر خلیفہ بنا رہا ہوں"۔

2۔ دوسری خلافت ہارونؑ کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کا قول نقل کیا ہے۔

اُخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۔
(اعراف ۱۴۲)

"تم میری قوم میں میرے خلیفہ بن جاؤ اور اصلاح کرو اور فساد کرنے والوں کے راستوں کی پیروی نہ کرو"۔

3۔ تیسری خلافت حضرت داؤد کی ہے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ۔ (ص ۲۶)

" داؤد ! ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا ہے "۔

4۔چوتھی خلافت تمہاری ہے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ (التوبہ ۳)

" اور خدا اور ان کے رسولؐ کی طرف سے حج اکبر کے دن لوگوں کے لیے اعلان کیا جاتا ہے "۔

اور تم ہی خدا اور ان کے رسولؐ کی طرف سے تبلیغ کرنے والے ہو اور تم میرے وصی اور میرے وزیر اور میرے قرض کے ادا کرنے والے اور میرے وعدے کو پورے کرنے والے اور تمہیں مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ھارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ۔ تم چوتھے خلیفہ ہو جیسا کہ اس بزرگ نے تمہیں سلام کیا ہے ۔اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ بزرگ کون تھے ؟

میں نے کہا:۔

نہیں ! میں نہیں جانتا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے وہ تمہارے بھائی خضر علیہ السلام تھے"۔

عورتوں کو مختلف سزائیں

۲۴۔ ہم سے علی بن عبداللہ وراق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ابو عبداللہ کوفی سے سنا، انہوں نے سہل بن زیاد ادمی سے سنا، انہوں نے حضرت عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے سنا، انہوں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی انہوں نے اپنے والد امام علی رضا علیہ السلام سے انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:۔

"ایک مرتبہ میں اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ کو بے تحاشہ روتے ہوئے پایا۔

میں نے عرض کی:۔

میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

"علیؑ! میں نے شب معراج اپنی امت کی عورتوں کو شدید عذاب میں دیکھا اور ان کے عذاب کی شدت نے مجھے رلادیا۔ (وہ عذاب کچھ اس طرح کے تھے)

1۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو بالوں سے لٹکی ہوئی تھی اور اس کے سر کا دماغ جوش کھا رہا تھا۔

2۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنی زبان سے لٹکی ہوئی تھی اور دوزخ کا گرم پانی اس کے حلق میں انڈیلا جا رہا تھا۔

3۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے پستانوں سے لٹکی ہوئی تھی۔

4۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے جسم کا گوشت نوچ رہی تھی اور اس کے نیچے آگ جلائی جارہی تھی۔

5۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے ہاتھ اور پاؤں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے بندھے ہوئے تھے اور سانپ اور بچھو اس پر مسلط تھے۔

6۔ میں نے ایک گونگی بہری اندھی عورت کو دوزخ کے صندوق میں دیکھا جس کا دماغ اس کے نتھنوں سے باہر نکل رہا تھا اور جذام و برص کی وجہ سے اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے تھا۔

7۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو پاؤں کے ذریعے سے دوزخ کے تنور میں لٹکی ہوئی تھی۔

8۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے جسم کے اوپر اور نیچے کے حصے کو دوزخ کے متراضوں سے کاٹا جارہا تھا۔

9۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے ہاتھ اور چہرے کو جلایا جا رہا تھا۔ اور وہ اپنی انتڑیوں کو کھا رہی تھی۔

10۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا سر خنزیر کا اور بدن گدھے کا تھا اور اس پر ہزاروں طرح کے مختلف عذاب تھے۔

11۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کی شکل کتے کی تھی اور اس کی دبر سے دوزخ کی آگ داخل ہو رہی تھی اور اس کے منہ سے نکل رہی تھی اور فرشتے دوزخ کے گرز لے کر اس کے سر پر مار رہے تھے۔"

حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیھا نے عرض کی:

پیارے ابو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک! مجھے بتائیں ان عورتوں کا کیا قصور تھا جس کی وجہ سے انہیں مذکورہ عذاب دیئے جا رہے تھے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"میری پیاری دختر سنو!

1۔ جو عورت اپنے سر کے بالوں سے لٹکی ہوئی تھی تو وہ ایسی عورت جو مردوں سے اپنے بال نہیں چھپاتی تھی۔

2۔ اور جو عورت اپنی زبان سے لٹکی ہوئی تھی وہ اپنے ہمسایوں کو اذیت پہنچایا

کرتی تھی۔

3۔اور جو عورت اپنے پستانوں سے لٹکی ہوئی تھی وہ اپنے شوہر کو حقوق زوجیت سے محروم رکھتی تھی ۔

4۔جو عورت اپنی ٹانگوں سے دوزخ میں لٹکی ہوئی تھی تو وہ ایسی عورت تھی جو اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جاتی تھی ۔

5۔جو عورت اپنے جسم کو نوچ رہی تھی تو وہ ایسی عورت تھی جو لوگوں کے لیے بناؤ سنگار کیا کرتی تھی ۔

6۔جس عورت کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے اس پر سانپ اور بچھو مسلط تھے وہ ایسی عورت تھی جو طہارت کا خیال نہیں رکھتی تھی اور جو گندے کپڑے پہنتی تھی اور جنابت اور حیض کا غسل نہیں کرتی تھی اور صفائی کا بالکل خیال نہ رکھتی تھی اور نماز کی پرواہ نہ کرتی تھی ۔

7۔اندھی گونگی اور بہری عورت وہ تھی جو حرام کا بچہ جن کر اپنے شوہر کے گلے منڈھ دیتی تھی ۔

8۔جس عورت کا گوشت مقراضوں سے کاٹا جارہا تھا تو وہ ایسی عورت تھی جو اپنے آپ کو مردوں کے لیے پیش کرتی تھی ۔

9۔جس عورت کے ہاتھ اور چہرے کو آگ لگی ہوئی تھی اور وہ اپنی انتڑیوں کو کھا رہی تھی تو وہ دلالہ تھی ۔

10۔جس عورت کا سر خنزیر اور باقی بدن گدھے کا تھا تو وہ چغل خور اور جھوٹ بولنے والی عورت تھی ۔

11۔جس عورت کی شکل کتے کی تھی اور دوزخ کی آگ اس کی دبر میں سے جاکر اس کے منہ سے نکل رہی تھی تو وہ گانے بجانے اور لوگوں کے مُردوں پر نوحہ کرنے والی حاسد عورت تھی"۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"ہلاکت ہے اس عورت کے لیے جس نے اپنے شوہر کو ناراض کیا اور خوشخبری ہے اس عورت کے لیئے جس سے اس کا شوہر راضی ہو"۔

۲۵۔ (محذف اسناد) محمد بن عرفہ سے روایت ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ابن عرفہ! نعمتوں کی مثال ان اچھی رفتار والے اونٹوں کی ہے جنہیں پانی کے حوض اور گھاس کے پاس باندھا جاتا ہے اور جب اونٹ اپنی رفتار خراب کرلیں تو انہیں حوض سے ہٹا دیا جاتا ہے"۔

۲۶۔ (محذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"سخی لوگوں کے ہاں کھانا کھاتا ہے تاکہ لوگ اس کے ہاں کھانا کھائیں اور بخیل لوگوں کے ہاں کھانا اس خوف سے نہیں کھاتا کہ مبادا لوگ اس کے ہاں سے کھانا کھائیں"۔

۲۷۔ (محذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"سخی اللہ کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے اور لوگوں کے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل جنت سے دور، لوگوں سے دور اور دوزخ کے قریب ہے"۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"سخاوت جنت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں اور جو کوئی اس کی شاخ سے پیوستہ ہوگا تو وہ جنت میں داخل ہو گا"۔

۲۸۔ (محذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"بنی اسرائیل میں کوئی شخص اس وقت تک عابد نہیں کہلاتا تھا جب تک وہ دس سال تک خاموشی اختیار نہ کرلیتا"۔

۲۹۔ (محذف اسناد) امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے آپؑ نے

اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ،
آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (البقرہ ۲۹)

" وہ خدا ہے جس نے زمین کے تمام ذخیروں کو تم ہی لوگوں کے لیئے پیدا کیا ہے اس کے بعد اس نے آسمان کا رخ کیا تو سات مستحکم آسمان بنادیئے اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے "۔

آپؑ نے فرمایا کہ مقصد یہ ہے کہ تم عبرت حاصل کرو تاکہ اس کی رضاحاصل کر کے عذاب سے بچ جاؤ ۔ اور خدا نے آسمانوں کو بہتر اور محکم طریقے سے پیدا کیا اوراس نےسات آسمان پیدا کیے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۔یعنی وہ تمام اشیاء کی مصلحتوں سے آگاہ ہےاسی لیئے اس نے زمین کی تمام اشیاء کو انسانوں کی مصلحتوں کے واسطے پیدا کیا ۔

فضائل علی علیہ السلام

۳۰۔ (بحذف اسناد) امام علی رضاعلیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ، آپؑ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

لكل امة صديق و فاروق وصديق هذه الامة و فاروقها علي ابن ابي طالب وانه سفينة نجاتها وباب حطتها و انه يوشعها و شمعونها و ذوقرينها ۔

معاشر الناس ! ان عليا خليفة الله و خليفتي عليكم بعدي وانه لاميرالمومنين وخيرالوصيين من نازعه فقد نازعني ومن ظلمه فقد ظلمني و من غالبه فقد غالبني ومن بره فقدبرني و

من جفاه فقد جفاني ومن عاداه فقد عاداني ومن والاه فقد و الاني و ذلك انه اخي و وزيري و مخلوق من طينتي و كنت انا وهو نورا واحد " كنت انا واياه من نور واحد خ ل"۔

" ہر امت میں کوئی نہ کوئی صدیق اور فاروق ہوتا ہے اور اس امت کا صدیق اور فاروق علی ابن ابی طالب" اور وہ امت کے لیے نجات کی کشتی ہے اور اس کے لیئے باب حطہ اور وہ امت کا یوشع ، شمعون اور ذوالقرنین ہے۔

لوگو ! بے شک علیؑ خليفة الله ہے اور میرے بعد تم میں میرا جانشین ہے ۔ اور وہ امیرالمومنین اور خیر الوصیین ہے جس نے ان سے جھگڑا کیا اس نے مجھ سے جھگڑا کیا اور جس نے ان پر ظلم کیا اس نے مجھ پر ظلم کیا اور جس نے ان سے مقابلہ کیا ، اس نے مجھ سے مقابلہ کیا ، جس نے ان سے بھلائی کی اس نے مجھ سے بھلائی کی اور جس نے ان پر جفا کی اس نے مجھ پر جفا کی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی، اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے ان سے دوستی کی ، اس نے مجھ سے دوستی کی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ میرا بھائی اور میرا وزیر ہے اور وہ میری طینت سے پیدا ہوا ہے ۔ اور میں اور وہ ایک ہی نور سے ہیں"۔

بنی اسرائیل کی گائے کا قصہ

۳۱۔ (محذوف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اپنے ایک قرابت دار کو قتل کیا اور اس کی لاش کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے بہترین اسباط کے راستے میں ڈال دیا ۔ پھر وہی قاتل خون کا مطالبہ کرنے لگا اور کہا کہ فلاں خاندان کے فرد نے میرے فلاں رشتہ دار کو قتل کیا ہے لہٰذا ان سے مقتول کا قصاص لیا جائے ۔

بنی اسرائیل یہ واقعہ دیکھ کر پریشان ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا فلاں خاندان والوں نے فلاں کو قتل کیا ہے آپ

ہمیں قاتل کے متعلق خبر دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۔(البقرہ ٦٧)

"خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ اور ذبح شدہ گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے بدن سے لگاؤ وہ زندہ ہو جائے گا اور تمہیں اپنے قاتل کے متعلق خود بتائے گا"۔

اور اگر بنی اسرائیل خدا کے حکم کو مان کر کوئی سی گائے ذبح کر دیتے تو کافی تھی۔ لیکن انہوں نے اس پر عمل کرنے کی بجائے حضرت موسیٰ سے کہا:۔

قَالُوْآ اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ۔ (البقرہ ٦٧)

" ان لوگوں نے کہا آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں حضرت موسیٰؑ نے کہا پناہ بخدا کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں"۔

ان لوگوں نے خدا کے سیدھے سادے فرمان پر عمل نہ کیا انہوں نے سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کر دی اور انہوں نے کہا:۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَاهِيَ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۔

(البقرہ ٦٨)

" انہوں نے کہا اچھا خدا سے دعا کیجیئے کہ ہمیں اس کی حقیقت بتائے، انہوں نے کہا ایسی گائے چاہیے جو نہ بوڑھی ہو نہ بچہ۔ درمیانی قسم کی ہو، اب تم حکم خدا پر عمل کرو"۔

اگر بنی اسرائیل خدا کا یہ حکم سن کر اس کی تعمیل کر لیتے تو بھی کوئی سی بھی گائے ذبح کر سکتے تھے لیکن انہوں نے خود سختی کی تو خدا نے بھی ان پر سختی کی۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَالَوْنُهَا قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّالنّٰظِرِيْنَ ۔ (البقرہ ۶۹)

" ان لوگوں نے کہا یہ بھی پوچھیے کہ رنگ کیا ہوگا ، کہا کہ حکم خدا ہے کہ زرد بھڑک دار رنگ کی ہو جو دیکھنے میں بھلی معلوم ہو "۔

اس حکم کے بعد اگر بنی اسرائیل کوئی سی درمیانی عمر کی زرد گائے ذبح کردیتے تو وہ ان کے لیے کافی ہوتی لیکن انہوں نے سختی کی تو خدا نے بھی ان پر سختی کی ۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَاهِيَ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا وَ اِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۔(البقرہ ۷۰،۷۱)

" ان لوگوں نے کہا ایسی تو بہت سی گائیں ہیں اب ہم کون سی ذبح کریں اسے بیان کیا جائے ہم انشاء اللہ تلاش کرلیں گے ۔ حکم ہوا کہ ایسی گائے جو کاروباری نہ ہو ، نہ زمین جوتے اور نہ کھیت سینچے ، ایسی صاف ستھری کہ اس میں کوئی دھبہ بھی نہ ہو ان لوگوں نے کہا اب آپ نے بالکل ٹھیک بیان کیا ہے "۔

مذکورہ نشانیاں سننے کے بعد بنی اسرائیل اس گائے کی تلاش کو نکلے تو مذکورہ نشانیوں والی گائے ایک اسرائیلی نو جوان کے پاس موجود تھی ۔ مگراس جوان نے کہا اس گائے کی قیمت یہ ہے کہ اس کی کھال کو تم سونے سے بھر دو گے ۔

گائے کی اتنی بڑی قیمت سن کر وہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے پاس آئے اور گائے کی قیمت کی ان سے شکایت کی ۔

آپؑ نے فرمایا کہ کچھ بھی ہو تم اسے ضرور خریدو ۔

آخرکار اسرائیلیوں نے وہ گراں قدر قیمت گائے خریدی اور وہ گائے لے

کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور اس کے گوشت کا ٹکڑا مقتول کے جسم سے مس کیا تو مقتول زندہ ہو گیا اور کہنے لگا۔

" اللہ کے پیغمبر! میرا چچا زاد بھائی ہی میرا قاتل ہے اور جس پر اس نے الزام لگایا ہے وہ میرا قاتل نہیں ہے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:۔

اس گائے کا بھی ایک پس منظر ہے۔

لوگوں نے پوچھا:۔

حضرت اس کا پس منظر کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

"بنی اسرائیل کا وہ جوان اپنے والد کا فرماں بردار فرزند تھا اور اس نے گائے کا ایک بچھڑا خریدا اور اپنے والد کے پاس آیا۔ رقم کی چابیاں اس کے والد کے پاس تھیں اور والد خواب آلودہ (نیند میں بھرے ہوئے) سو رہے تھے۔ اس نے اپنے والد کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس نے اس سودے کو منسوخ کر دیا۔

جب اس کے والد بیدار ہوئے تو اس نے اپنے والد کو اپنے معاملے کی خبر سنائی۔

اس کے والد نے کہا:۔

تم نے اچھا کیا تمہارے اس سودے کے بدلے میں میں تمہیں یہ گائے دیتا ہوں"۔

اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

" لوگو! دیکھو والد سے نیکی نے جوان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟"

حرمتِ غنا

۳۲۔ (حذف اسناد) ریان بن صلت کا بیان ہے کہ میں نے خراسان میں امام علی رضا علیہ السلام سے ایک دن پوچھا کہ ابراہیم بن ہاشم (ہشام بن ابراہیم ختل) عباسی کہتا ہے کہ آپ نے اسے راگ سننے کی اجازت دی ہے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"وہ زندیق جھوٹ بولتا ہے اس نے مجھ سے اس کے متعلق پوچھا تھا تو میں نے اس سے کہا تھا کہ ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا تھا:۔

"جب خدا حق وباطل میں تمیز کرے گا تو اس وقت راگ کہاں ہو گا؟"

اس شخص نے کہا:۔

راگ باطل کے ساتھ ہو گا۔

یہ سن کر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:۔

"تم نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے"۔

۳۳۔ (حذف اسناد) ریان بن صلت کہتے ہیں میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا:۔

"اللہ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر شراب کی حرمت کا پیغام دے کر مبعوث فرمایا اور یہ کہ وہ اس بات کا اقرار کرے اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور یہ کہ اس کی میراث میں کندر ہو گا"۔ (کندر ایک خار دار درخت کے گوند کو کہا جاتا ہے)

ریان کہتے ہیں کہ میں نے آپؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رات کے وقت تاریک گھر میں چراغ کے بغیر نہیں جانا چاہیے۔

۳۴۔ احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے ہم سے روایت کی،

انہوں نے علی بن ابراھیم بنی ہاشم سے روایت کی ، انہوں نے یاسر خادم سے روایت کی کہ مامون کے فوج کے ایک سالار نے امام علی رضا علیہ السلام سے مٹی کھانے کے متعلق دریافت کیا اور کہا کہ اس کی چند کنیزیں مٹی کھاتی ہیں۔

امام علیہ السلام یہ سن کر غضبناک ہوئے پھر آپ نے فرمایا:۔

"مٹی کھانا مردار اور خنزیر کے گوشت کی طرح سے حرام ہے ۔ تم اپنی کنیزوں کو مٹی کھانے سے منع کرو"۔

یاسر نے مجھے بتایا جب امام علیہ السلام جمعہ کے دن جامع مسجد سے تشریف لائے تو آپؑ کے چہرے پر غبار اور پسینہ تھا آپؑ نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور کہا:۔

"خدایا ! اگر میری کشائش اور آسائش موت کے ذریعے سے ممکن ہے تو اسی وقت ہی مجھے جلدی سے موت دے دے"۔

آپؑ شہادت تک اسی طرح مغموم اور پریشان رہے ۔

یاسر کا بیان ہے نیشا پور سے مامون کو ایک شخص نے خط لکھ کر بتایا کہ ایک مجوسی نے موت کے وقت وصیت کی کہ اس کے مال کا ایک بڑا حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کیا جائے ۔ اور اس کے مرنے کے بعد نیشا پور کے قاضی نے اس کے مال کا بڑا حصہ مسلمان غرباء و مساکین میں تقسیم کردیا ۔

جب مامون کو یہ خط ملا تو اس نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا:۔

آپ اس مسئلے میں کیا حکم دیتے ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

" مجوسی مسلمان فقراء میں اپنی دولت خرچ نہیں کرتے ۔ لہذا آپ نیشاپور کے والی کو لکھیں کہ وہ مذکورہ مقدار میں صدقات مسلمین میں سے نکال کر مجوسی فقراء میں تقسیم کردے"۔

علی بن ابراھیم کہتے ہیں یاسر خادم نے مجھے اور بھی بہت سی احادیث سنائی تھیں لیکن وہ

مجھے یاد نہیں رہیں کیونکہ انہیں سنے ہوئے ایک زمانہ بیت چکا ہے ۔

احکام حج

۳۵۔ میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا ، انہوں نے سعد بن عبداللہ سے روایت کی ، انہوں نے احمد بن عیسیٰ سے روایت کی ، انہوں نے حسن علی وشاء ابن بنت الیاس سے روایت کی ، انہوں نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"جب ہم مدینہ والوں کو ذی الحجہ کا چاند مدینہ میں نظر آجائے تو ہم صرف حج کا ہی احرام باندھ سکتے ہیں ۔ کیونکہ ہم شجرہ سے احرام باندھتے ہیں اور شجرہ کو ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لیئے میقات قرار دیا ہے"۔

اور تم اہل عراق جب عراق سے آؤ اور چاند دکھائی دے تو تمہیں عمرہ کرنے کا اختیار ہے کیونکہ تمہارے سامنے ذات عرق وغیرہ ہے جسے رسول خدا نے تمہارے لیے میقات مقرر کیا ہے۔

فضل نے کہا :۔

میں طواف کرچکا ہوں تو کیا میں احرام کھول سکتا ہوں ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

جی ہاں !

محمد بن جعفر ، سفیان بن عینہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ فلاں نے ایسا ایسا کہا ہے تو اس نے امام علی رضا علیہ السلام پر تنقید کی"۔

کتاب ہذا کے مصنف رحمۃ اللہ عرض پر داز ہے کہ سفیان بن عینہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی تھی اور انہوں نے آپ سے روایات بھی نقل کی تھیں اور وہ امام علی رضا علیہ السلام کے زمانہ امامت تک زندہ تھے ۔

۳۶۔ محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ انہوں نے محمد بن حسن صفار سے ، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ، انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے روایت کی ، انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا :۔

آپؑ نے اس سال (حج و عمرہ) کیسے کیا تھا ؟

آپؑ نے جواب میں فرمایا :۔

میں نے رجب میں عمرہ کیا پھر میں آزاد ہوگیا اور حالت متعۃ الحج میں داخل ہوا اور جب بھی میں عمرہ کروں گا تو ایسے ہی کرونگا"۔

۳۷۔ (محذوف اسناد)" احمد بن موسیٰ بن سعد کا بیان ہے کہ میں طواف میں امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا جب ہم رکن یمانی کے سامنے پہنچے تو آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیئے اور یہ دعا پڑھی ۔

يَآ اَللّٰهُ يَا وَلِيَّ الْعَافِيَةِ وَ يَا خَالِقَ النِّعْمَةِ وَ يَا رَازِقَ الْعَافِيَةِ الْمُنْعِمُ بِالْعَافِيَةِ وَالْمَنَّانُ بِالْعَافِيَةِ وَ الْمُتَفَضِّلُ بِالْعَافِيَةِ عَلَيَّ وَ عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِكَ يَارَحْمَانَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ رَحِيْمَهُمَا صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَارْزُقْنَا الْعَافِيَةَ وَ دَوَامَ الْعَافِيَةِ وَ تَمَامَ الْعَافِيَةِ وَ شُكْرَ الْعَافِيَةِ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔

" اے اللہ ، اے عافیت عطا کرنے والے ، اے نعمتوں کے خالق ، اے عافیت دینے والے ، اے نعمتوں کو عافیت عطا کرنے والے ، اے عافیت کا احسان کرنے والے ، مجھ پر اور اپنی تمام مخلوق پر عافیت کا فضل کرنے والے ، اے دنیا و آخرت کے رحمٰن و رحیم !

محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج اور ہمیں عافیت اور عافیت کا تسلسل و دوام عطا فرما اور ہم پر عافیت کی تکمیل فرما ۔ دنیا و آخرت میں عافیت اور عافیت کے شکر

کرنے کی توفیق عنایت فرما۔ اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے "۔

۳۸۔ (حذف اسناد) مقاتل بن مقاتل سے روایت ہے ۔انہوں نے کہا
"میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو سڑک کے کنارے جمعہ کے دن زوال
کے وقت حالت احرام میں پچھنے لگوائے ہوئے دیکھا"۔

کتاب ہذا کے مصنف رحمہ اللہ عرض پرداز ہے اس حدیث سے تین مسائل
کا استفادہ ہوتا ہے۔

1۔ جمعہ کے دن ضرورت کے تحت پچھنے لگوانا جائز ہے اور جن روایات میں
اس کی کراہت وارد ہوئی ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ حالت اختیار میں پچھنے لگوانا
مکروہ ہیں ۔

2۔ زوال کے وقت پچھنے لگوانا جائز ہے ۔

3۔ حالت احرام میں ضرورت اور مجبوری کے تحت پچھنے لگوانا جائز ہے مگر
پچھنے کی بجائے سر منڈوانے کی اجازت نہیں ہے ۔

۳۹۔ (حذف اسناد) "فضل بن شاذان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں
نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے
حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
حالت احرام و روزہ میں پچھنے لگوائے"۔

کتاب ہذا کے مصنف رحمہ اللہ عرض پرداز ہے کہ یہ حدیث اس دوسری
حدیث کے معارض نہیں ہے جس میں کہا گیا **"اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَ الْمَحْجُوْمُ"**
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوانے کا حکم دیا ہے ۔
اور آپؐ نے ہی اس عمل کو جاری کیا اور **"اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَ الْمَحْجُوْمُ"** کا
یہ مفہوم نہیں ہے فصد کھولنے والے اور کھلوانے والے کا روزہ باطل ہے ۔ اس
حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ فصد کھولنے والا اور کھلوانے والا دونوں میری سنت اور

فطرت میں داخل ہو جاتے ہیں ۔ (۱)

۴۰۔ میرے والد رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا ، انہوں نے سعد بن عبداللہ سے روایت کی ، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ، انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے روایت کی ، انہوں نے کہا:۔

" میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو دیکھا وہ عمرہ کے لیے روانہ ہونا چاہتے تھے تو وہ مغرب کے بعد رسول خداؐ کی قبر اطہر پر آئے اور سر مبارک کے سامنے کھڑے ہوئے اور رسول خداؐ پر سلام کیا اور قبر اطہر سے چمٹ گئے پھر واپس چلے گئے بعد ازاں قبر مبارک پر آئے اور قبر کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور ان کا بایاں پہلو قبر کے ساتھ ، ستون کے ساتھ چمٹا ہوا تھا ۔ اس سے وہ ستون مراد نہیں ہے جو آنحضرتؐ کے سر مبارک کے پاس ہے ۔ پھر آپؑ نے آنحضرتؐ کے قدموں کے پاس چھ یا آٹھ رکعات نماز پڑھی اور آپؑ کے رکوع اور سجدے کی مقدار تین تسبیحات یا اس سے زیادہ کے برابر تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؑ نے طویل سجدہ کیا یہاں تک کہ آپؑ کے پسینہ سے سنگریزے بھیگ گئے ۔ راوی کہتا ہے کہ آپؑ کے بعض اصحاب کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنا رخسار زمینِ مسجد سے چپکا دیا تھا"۔

۴۱۔ (حذف اسناد) " محمد بن اسمٰعیل بن بزیع کہتے ہیں کہ میں نے حالت احرام میں امام علی رضا علیہ السلام کو انگشتری پہنے ہوئے دیکھا"

۴۲۔ (حذف اسناد) موسیٰ بن سلام نے کہا:۔

" امام علی رضا علیہ السلام نے عمرہ کیا جب آپؑ نے خانۂ کعبہ کو الوداع کہا اور باہر نکلنے کے لیے باب حناطین (۲) پہنچے تو کعبہ کی پشت کی طرف صحنِ مسجد

---

(۱) اس سے مراد اسلام اور فطرت اللہ ہے ۔ اہل بیت طاہرینؑ کی تفسیر میں اس سے اسلام مراد لیا گیا ہے ۔

(۲) مسجد الحرام میں بنی امیہ نے اضافہ کیا تھا اور باب الحناطین اسی توسیع شدہ صحن کا ایک دروازہ ہے ۔ یہ دروازہ باب السلام اور باب الزیارت کے درمیان ہے اور صحن کے ایک کونے میں واقع ہے ۔

میں بیٹھ گئے اور ہاتھ بلند کر کے دعا مانگی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہاں حاجت طلب کرنا انتہائی پسندیدہ ہے اور یہاں نماز پڑھنے کی دوسرے مقامات سے زیادہ فضیلت ہے یہاں ایک نماز ساٹھ ماہ یا ساٹھ سال کی نمازوں سے بہتر ہے اور جب آپ دروازے کے پاس پہنچے تو کہا:۔

اللھم انی خرجت علی ان لااله الا انت ۔

پروردگار میں دروازے سے اس عقیدے کی حالت میں نکل رہا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے"۔

۴۳۔ (محذوف اسناد) " ابراہیم بن ابی محمود نے کہا میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے کعبہ کو وداع کیا اور جب مسجد الحرام کے دروازے سے نکلنے لگے تو سجدہ میں گر گئے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے کہا:۔

اللھم انی انقلب علی ان لااله الاالله ۔

خدایا ! میں **لااله الاالله** کا عقیدہ لے کر واپس جا رہا ہوں"۔

متفرق مسائل

۴۴۔ (محذوف اسناد) " محمد بن اسماعیل بن بزیع کا بیان ہے

1۔ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے فجر اور وتر کی قنوت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا رکوع سے پہلے قنوت پڑھنی چاہیے ۔

2۔ میں نے آپؑ سے " فقاع " کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے اسے سخت ناپسندیدہ کہا ۔ (۱)

3۔ میں نے آپؑ سے منقش کپڑے میں نماز کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا جس میں تصاویر ہوں وہ مکروہ ہے ۔

میں نے آپؑ سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کا عقد کیا، ابھی

(۱) یہاں کراہت سے مراد حرمت ہے اور اکثر روایات میں کراہت سے حرمت مراد لی گئی ہے ۔

لڑکی چھوٹی تھی کہ اس کے والد کا انتقال ہو گیا تو کیا بالغہ ہونے کے بعد وہ نوجوان لڑکی خود مختار ہو گی یا اس کے والد کا کیا ہوا عقد قائم رہے گا ؟

آپؑ نے فرمایا، اس کے والد کا کیا ہوا عقد قائم رہے گا۔

5۔آپؑ نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا :۔

وضو صرف اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو تمہارے ان دو راستوں سے خارج ہو جن کے ذریعے سے خدا نے تم پر احسان کیا (یعنی قبل و دبر سے جو چیز نکلے اس سے وضو باطل ہو جاتا ہے)۔

6۔میں نے آپؑ سے مکہ اور مدینہ میں نماز کے متعلق پوچھا کہ ان دو شہروں میں نماز قصر پڑھی جائے یا پوری پڑھی جائے ؟

آپؑ نے فرمایا، جب تک دس دن قیام کرنے کا ارادہ نہ ہو تو قصر پڑھنی چاہیے ۔ (۱)

7۔میں نے آپؑ سے پوچھا کہ کیا عورتوں کو خواجہ سراؤں سے پردہ کرنا چاہیے ؟

آپؑ نے فرمایا :۔ خواجہ سرا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بیٹیوں کے ہاں آیا کرتے تھے اور وہ ان سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ (۲)

8۔ میں نے آپؑ سے ام ولد لونڈی کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ مردول

---

(۱) واضح رہے کہ علمائے امامیہ اثنا عشریہ کا نظریہ یہ رہا ہے جب قصر کے شرائط مکمل ہوں تو قصر پڑھنی چاہیے اور شیخ کے دور سے مشہور فتویٰ یہ ہے کہ چار مقامات پر قصر اور تمام پڑھنے کا اختیار ہے ۔ اور بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ ائمہ علیھم السلام کے اصحاب کے ہاں قصر کا فتویٰ معروف رہا ہے

بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے پوشیدہ علم میں چار مقامات حرم خدا ، حرم رسولؐ ، حرم امیرالمومنینؑ اور حرم امام حسینؑ میں پوری نماز پڑھنے کا حکم موجود ہے ۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ سراؤں سے پردہ کرنا واجب نہیں ہے ۔ جیسا کہ علامہ نے " مختلف " میں اس کی وضاحت کی ہے ۔ لیکن فخر العلماء نے اپنی کتاب شرح قواعد میں لکھا ہے کہ علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ خواجہ سرا کے لیئے اپنی مالکہ کا دیکھنا حرام ہے ۔

کے سامنے کھلے سر آسکتی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا: ، اسے کپڑے سے سر ڈھانپنا چاہیے ۔

9۔میں نے آپؑ سے سونے اور چاندی کے برتنوں کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

10۔میں نے آپؑ سے عرض کی کہ ہمارے بعض اصحاب کی روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس ایسا آئینہ تھا جس کے گرداگرد چاندی لگی ہوئی تھی۔

آپؑ نے فرمایا:۔

الحمداللہ ! ایسا نہیں۔ البتہ اس کا کڑا چاندی کا تھا اور وہ آئینہ اب میرے پاس موجود ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا:۔

جب میرے بھائی عباس کا ختنہ ہوا تو ان کے لیے ایک لکڑی پر چاندی کا خول چڑھایا گیا تھا جس پر دس درہم کی مقدار میں چاندی لگی ہوئی تھی مگر میرے والد نے حکم دیا تھا کہ اس لکڑی کو توڑ دیا جائے۔

11۔میں نے آپؑ سے پوچھا کہ ایک شخص اپنی کنیز کو بوسہ دیتا ہے تو کیا وہی کنیز اس کے فرزند کے لیئے حلال ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

کیا اس نے شہوت سے بوسہ دیا ؟

میں نے کہا:۔

جی ہاں ! اس نے شہوت سے بوسہ دیا ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

جب وہ شہوت سے بوسہ دے چکا تو اس نے کچھ بھی نہیں چھوڑا (یعنی ایسی

کنیز اس کے فرزند کے لیئے حلال نہیں ہے)۔

پھر آپؑ نے خود ہی ابتدا کرتے ہوئے فرمایا:۔

اگر کوئی شخص اپنی کنیز کو ننگا کر کے نگاہ شہوت سے دیکھے تو وہ کنیز اس شخص کے بیٹے اور باپ پر حرام ہو گی۔

میں نے کہا:۔

کیا صرف بدن کو دیکھنے سے اس کے باپ اور بیٹے پر حرام ہو جائے گی ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

صرف بدن دیکھنے سے نہیں بلکہ شرم گاہ دیکھنے سے حرام ہو جائے گی۔

12۔میں نے آپؑ سے پوچھا کہ گر کنیز کم سن اور نا بالغہ ہو تو کیا مرد کو اس کی ماہواری کا انتظار کرنا چاہیے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

نا بالغہ کنیز کے لیئے ایک ماہ تک ماہواری کا انتظار کرنا چاہیے (یہ حکم استحباب کے تقاضوں پر مبنی ہے)۔

13۔میں نے کہا اگر کنیز کی عمر سات برس یا اس کے لگ بھگ ہو اور اس کے حاملہ ہونے کی کوئی توقع نہ ہو تو پھر کیا حکم ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

جب وہ چھوٹی ہو تو ماہواری کا انتظار نہ کرنے سے تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔

14۔میں نے پوچھا کہ اگر اس کی عمر سات سے نو سال کے درمیان ہو تو کیا حکم ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

ہاں اگر وہ نو سال کی بھی ہو (تو بھی یہی حکم ہے)۔

15۔میں نے آپؑ سے پوچھا کہ ایک عورت نے نبیذ پی، جس کی وجہ سے اسے نشہ چڑھ گیا اور اس نے نشہ کی حالت میں ایک شخص سے نکاح کرلیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے اس عقد سے انکار کردیا پھر اس نے گمان کیا کہ وہ نکاح نافذ ہوچکا ہے۔ اور وہ اس کی زوجہ بن گئی ہے تو اس نے اس مرد کے ساتھ رہائش اختیار کرلی تو کیا یہ نکاح حلال ہے یا باطل ہے۔ کیونکہ نکاح کے وقت وہ نشہ میں تھی اور اس شخص کو اس پر کوئی اختیار نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"ہوش میں آنے کے بعد جب اس نے اس مرد کے ساتھ رہائش اختیار کرلی تو وہ رہائش اس کی رضامندی شمار ہو گی۔ اور اس کی شادی جائز ہو گی"۔

16۔میں نے آپؑ سے پوچھا کہ اگر ایک کنیز دو اشخاص کی ملکیت میں ہو اور دونوں آزاد کردیں اور کنیز کا ایک بھائی بھی ہو جو اس سے غائب ہو اور کنیز کنواری ہو، تو کیا ان دو مالکوں میں سے کوئی ایک اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا اس کے بھائی کی اجازت کے بغیر عقد نہیں ہو سکتا؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جی ہاں! مالکوں میں سے اگر ایک اس سے عقد کرنا چاہے تو جائز ہے"۔

17۔میں نے کہا تو کیا اگر سابقہ مالکوں میں سے کوئی ایک اس سے عقد کرنا چاہے تو جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جی ہاں!"

راوی کہتا ہے پھر امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا:۔

"خدا کے متعلق اچھا گمان رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" میں اپنے

بندے سے اس کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں اگر اچھا گمان رکھتا ہے تو اچھا سلوک کرتا ہوں اگر برا گمان رکھتا ہے تو اس سے برا سلوک کرتا ہوں "۔

18۔ آپؑ نے ائمہ علیھم السلام کے متعلق فرمایا:۔

"وہ عالم ، صادق ، مفہم اور محدث ہوتے ہیں"۔

19۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کو خط لکھا جس میں مَیں نے آپؑ سے " ربیثا " (ا) کے متعلق پوچھا کہ آپؑ اس کے متعلق مجھے کیا حکم دیتے ہیں ؟

آپؑ نے تحریر فرمایا:۔

" اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔

اختلافِ حدیث کا بیان

۴۵۔ مجھ سے میرے والد محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انہوں نے سعد بن عبداللہ سے روایت کی ،انہوں نے محمد بن عبداللہ مسمعی سے روایت کی ، انہوں نے احمد بن حسن میثمی سے روایت کی ، انہوں نے کہا:۔

"ایک دن امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بہت سے اصحاب موجود تھے اور حکم واحد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی دو مختلف احادیث کے متعلق جھگڑ رہے تھے ۔آخر کار آپؑ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے حرام کی حرمت اور حلال کی حلت کا اعلان کیا اور فرائض مقرر کیے ۔ جو روایت حرام خدا کی حلت یا حلال خدا کی حرمت کے متعلق ہو ، کتاب خدا میں بیان کردہ کسی ایسے فریضہ کو جس کے احکام واضح ہوں اور قرآن

(ا) ربیثا ایک مخصوص مچھلی کا نام ہے اور روایت سے اس کے کھانے کی حلت ثابت ہوتی ہے شاید یہ روایت تقیہ پر محمول ہے ۔

مجید میں اسے کہیں منسوخ بھی نہ کیا گیا ہو چنانچہ ایسے فریضے کے خلاف اگر کوئی حدیث بیان کی جائے تو ایسی حدیث پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام اور خدا کے قائم کردہ فریضہ کو ختم کرنے والے نہیں تھے۔ آپؐ حکم خداوندی کے مقابل سر تسلیم خم کرنے والے تھے اور خدا کا پیغام پہنچانے والے تھے اور قرآن مجید کی اس آیت میں اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔(الانعام ۵۰) "میں تو بس اپنی طرف آنے والی وحی کی پیروی کرتا ہوں"۔ یہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

آپؐ خدا کے فرماں بردار تھے اور خدا کی طرف سے انہیں جو پیغام ملتا تھا آپ اس کی تبلیغ کرنے والے تھے۔

میں (راوی) نے کہا:۔

کسی حکم کے متعلق ہمارے پاس آپؐ کی طرف سے رسول خداؐ کی ایک حدیث وارد ہوتی ہے جس کا تذکرہ کتاب میں نہیں صرف سنت میں ہے۔ پھر ہمارے پاس دوسری حدیث پہلی حدیث کے خلاف وارد ہوتی ہے۔ (یعنی امر واحد کے متعلق دو مختلف احادیث وارد ہوتی ہیں تو اس کے متعلق ہماری تکلیف شرعی کیا ہے؟)

آپؐ نے فرمایا:۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اشیاء کے متعلق نہی حرمت فرمائی اور آپؐ کی نہی خدا کی نہی سے مطابقت کر گئی۔ اور اسی طرح سے آنحضرتؐ نے بعض اشیاء کا حکم نافذ کیا تو آپؐ کا فرمان امر خداوندی سے مطابقت کر گیا تو وہ بھی فریضہ خداوندی کی طرح سے واجب اور لازم ہے۔

لہذا آنحضرتؐ سے جس چیز کے متعلق نہی حرمت وارد ہو تو ہم (اہل بیتؑ) اس کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے اور اسی طرح سے آپؐ نے جس کام کے متعلق

امر وجوبی ارشاد فرمایا ہو ہم اس سے روک نہیں سکتے ۔ کیونکہ جس کے متعلق آنحضرتؐ نے رخصت نہیں دی ہم بھی اس کے متعلق رخصت نہیں دیتے اور امر رسول کے خلاف کوئی حکم جاری نہیں کرتے مگر کسی ضرورت (احتیاج) کے خوف سے ایسا کرتے ہیں ۔ پس ہم حلالِ محمدؐ کو حرام اور حرامِ محمدؐ کو ہرگز حلال نہیں کرتے ۔ کیونکہ ہم پیغمبر خداؐ کے پیرو کار ہیں اور ہم ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں اور رسول خداؐ ، حکم خداوندی کے سامنے سر جھکانے والے تھے اور خدا کے فرمان کی اتباع کرنے والے تھے ۔ اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر۔۷)

" جو کچھ رسولؐ تمہیں دے دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ "۔

رسول خداؐ نے بعض اشیاء کے متعلق نہی فرمائی مگر وہ حرمت پر مبنی نہیں تھی بلکہ کراہت و احتیاط پر مبنی تھی ۔

اسی طرح سے آپؐ نے چند اشیاء کے متعلق حکم دیا اور وہ وجوب پر مبنی نہ تھا بلکہ فضیلت اور دینی رجحان پر مبنی تھا پھر آپؐ نے اس میں مجبور اور غیر مجبور کو رخصت عنایت فرمائی ۔

آنحضرتؐ کی نہی کراہت اور امر فضیلت کے متعلق رخصت کی گنجائش موجود ہے۔اور جب تمہارے پاس ہماری طرف سے ایسی دو حدیثیں وارد ہوں اور دونوں روایات کے راوی بھی ثقہ ہوں تو ان میں سے ایک یا دونوں پر عمل کرنا ضروری ہے یا ان میں سے جس روایت پر تم چاہو اس پر عمل کر سکتے ہو ۔ اس کے متعلق مکمل گنجائش موجود ہے اور ان احادیث پر عمل کرنا رسول خداؐ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے مترادف ہے اور جو عناد وانکار کی وجہ سے ایسی احادیث پر عمل ترک کردے

تو وہ رسول خداؐ کے حضور سر تسلیم خم کرنے والا نہیں ہے اور وہ خدائے عظیم کے ساتھ شرک کرنے والا ہے۔

جب تمہارے پاس دو متضاد خبریں وارد ہوں تو ان دونوں روایات کو خدا کی کتاب کے سامنے پیش کرو۔اور کتاب خدا میں جس کے حلال یا حرام ہونے کا ذکر موجود نہ ہو تو تم اس حدیث کی پیروی کرو جو کتاب اللہ کے موافق ہو۔اور کتاب خدا میں جس کا تذکرہ موجود نہ ہو تو اس حدیث کو سنت نبویؐ کے سامنے پیش کرو۔ اگر سنت پیغمبرؐ میں اس کے متعلق نہی حرمت یاامر وجوبی وارد ہو تو تم اس حدیث کی پیروی کرو جو پیغمبر اکرمؐ کے امر و نہی کے مطابق ہو۔

اور اگر سنت میں نہی تنزیہی وارد ہو اور دوسری خبر اس کے خلاف ہو تو اس کے لیے رخصت و گنجائش موجود ہے کیونکہ رسول خداؐ نے اس سے کراہت کی تھی اور اسے حرام قرار نہیں دیا تھا۔ اس صورت میں دونوں روایات پر عمل کرنے کی گنجائش ہے یا کسی ایک خبر پر جسے تم پسند کرو۔ اور یہ رسول خداؐ کے حضور تسلیم اور اتباع اور حضور کی طرف معاملات کو پلٹانے کے دائرہ کار میں شامل ہے ۔ اور اگر تمہیں کتاب خدا اور سنت رسولؐ میں اس کا کہیں بھی کوئی حکم دکھائی نہ دے تو اس کا علم ہماری طرف پلٹاؤ ۔ ہم اسکے زیادہ حقدار ہیں اور اپنی آراء سے کچھ نہ کہو ۔ ایسی صورت میں جب تک ہماری طرف سے تمہارے پاس کوئی وضاحت نہ پہنچے اس وقت تک تمہیں رک جانا چاہیے اور ٹھہر جانا چاہیے"۔

مصنف کتاب ہذا رضی اللہ عنہ عرض پرداز ہے کہ ہمارے شیخ محمد بن حسن بن احمد بن الولید رضی اللہ عنہ ، محمد بن عبداللہ مسمعی راوی حدیث ہذا کے متعلق بری رائے رکھتے تھے اور میں نے کتاب ہذا میں یہ حدیث اس لیئے ذکر کی ہے کیونکہ یہ حدیث "کتاب الرحمۃ" میں موجود تھی اور میں نے وہ کتاب شیخ کے سامنے پڑھی تھی اور شیخ نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔

۴۷۔ (حذف اسناد) زکریا بن آدم نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے ناسور (۱) کے متعلق پوچھا کہ کیا اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"وضو کو صرف تین چیزیں پیشاب ، پاخانہ اور ریح توڑتی ہیں"۔

۴۸۔ (حذف اسناد) حسن بن علی الوشاد سے مروی ہے انہوں نے کہا:۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

اگر کسی شخص کے ہاتھ پر دوائی لگی ہوئی ہو اور وہ وضو میں صرف اس پر ہاتھ پھیر دے تو کیا اس کا وضو درست ہوگا ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جی ہاں ! اس پر ہاتھ پھیر دے اس کا وضو ہوجائے گا"۔

۴۹۔ (حذف اسناد) محمد بن سہل نے اپنے والد سے روایت کی ۔ انہوں نے کہا:۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

اگر وضو میں منہ کا کچھ حصہ باقی بچ جائے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"اپنے باقی جسم کی تری سے اسے تر کرلے"۔ (۲)

فقاع اور شطرنج فعل یزید ہے

۵۰ ۔ ہم سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار نے بیان کیا انہوں نے علی بن محمد قتیبہ سے سنا ، انہوں نے فضل بن شاذان سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا :۔

"جب امام حسین علیہ السلام کا سر اطہر یزید لعین کے پاس شام لایا گیا

(۱) بعض نسخوں میں ناسور کی بجائے بواسیر مرقوم ہے (۲) یہ حکم وضو سے فارغ ہونے کے بعد پر محمول کیا جائے گا

یزید لعین نے حکم دیا کہ اسے تخت کے نیچے ایک طشت میں رکھا جائے۔ پھر اس نے شطرنج کی بازی لگائی اور شطرنج کھیلنے لگ گیا۔ اور امام حسین علیہ السلام اور ان کے والد اور ان کے نانا کو برا بھلا کہتا رہا اور ان کا ذکر کر کے ان کا مذاق اڑاتا رہا اور جیسے وہ اپنے کسی ساتھی سے بازی جیتتا تھا تو وہ فقاع (ایک مخصوص قسم کی شراب) کے تین گھونٹ پیتا تھا اور اس کی چھٹ طشت کے قریب انڈیلتا تھا۔ جو بھی ہمارا شیعہ ہو انہیں فقاع اور شطرنج سے پرہیز کرنا چاہیے اور جن کی نظر فقاع اور شطرنج پر پڑے تو اسے چاہیے کہ امام حسین علیہ السلام کو یاد کرے اور یزید اور آل یزید پر لعنت کرے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ مٹائے گا اگرچہ وہ ستاروں کی تعداد میں بھی ہوں گے"۔

۵۱۔ (بحذف اسناد) عبدالسلام بن صالح الہروی نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا:

"دور اسلام میں یزید بن معاویہ لعین وہ پہلا شخص ہے جس کے لیے فقاع (ایک مخصوص شراب) تیار کی گئی۔ یزید لعین اور اس کے ساتھی دستر خوان پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس کے پاس "فقاع" رکھی ہوئی تھی اور اس لعین نے امام حسین علیہ السلام کے سر پر دستر خوان بچھایا ہوا تھا۔ وہ لعین خود بھی فقاع پیتا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلا کر کہتا تھا

اس شراب کو پیو یہ بابرکت شراب ہے اگر اس میں برکت نہ ہوتی تو بھی اس کی برکت کے لیئے یہی بات کافی ہے کہ سب سے پہلے میں نے یہ شرابا ستعمال کی اور میرے دشمن کا سر میرے پاس ہے اور ہم نے ان پر دستر خوان بچھا رکھا ہے اور ہم پر سکون اور مطمئن ہو کر کھا پی رہے ہیں۔

جو بھی ہمارا شیعہ ہو انہیں فقاع سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ ہمارے دشمنوں کا مشروب ہے اور جنہوں نے ایسا نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہو گا۔ میرے

والد نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے رسول خداؐ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا :۔

"میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنو اور میرے دشمنوں کے کھانے مت کھاؤ اور میرے دشمنوں کے راستوں پر مت چلو، ورنہ تم بھی ان کی طرح سے میرے دشمن قرار پاؤ گے"۔

مصنف کتاب ہذا رحمہ اللہ عرض پرداز ہے

دشمنوں کے لباس سے سیاہ لباس اور دشمنوں کے کھانوں سے نشہ آور نبیذ، فقاع، مٹی، ملی مچھلی، سانپ مچھلی "زمیر اور طافی" اور ہر وہ مچھلی مراد ہے جس پر چھلکا نہ ہو اور اس کے ساتھ گوہ (سوسمار) کا گوشت، خرگوش اور وہ انڈا جس کے دونوں سرے برابر ہوں اور ٹڈی دل میں سے "دبا" اور یہ ٹڈی دل کی وہ قسم ہے جو پوری طرح سے پرواز نہیں کرتی اور تلی مراد ہیں۔

اور دشمنوں کے راستوں سے تہمت کے مقامات اور شراب نوشی کی محفلیں اور راگ رنگ کی مجلسیں اور ایسی مجلسیں جن میں حق کا فیصلہ نہ کیا جاتا ہو اور ایسی مجالس جس میں ائمہ ہدیٰ علیہم السلام اور مومنین کا شکوہ کیا جاتا ہو۔ اور اہل معاصی و ظلم اور فساد اور قمار بازی کی تمام تر مجلسیں مراد ہیں۔

"(مجھے معلوم ہوا ہے کہ فقاع کی اقسام میں ایسی قسمیں بھی ہیں جن کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہے اور وہ تمام اشیاء جو زیادہ مقدار میں نشہ پیدا کرتی ہیں ان کی قلیل مقدار بھی حرام ہے)"۔ (۱)

۵۲۔ عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے علی بن محمد بن قتیبہ نیشا پوری سے روایت کی، انہوں نے فضل بن شاذان سے روایت کی، انہوں نے کہا میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا، آپؑ فرمایا

(۱) قوسین میں دی ہوئی عبارت بعض نسخوں میں موجود ہے اور اصل نسخہ میں موجود نہیں ہے۔

کرتے تھے :۔

"عدل و احسان کا استعمال نعمت کے ہمیشہ رہنے کا اعلان کرتا ہے"۔

ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

باب 31

امام علی رضا علیہ السلام سے مروی اخبار کا مجموعہ (۱)

شیخ فقیہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی نزیل رے قدس اللہ روحہ نے کہا:۔

۱۔ہم سے یہ حدیث ہمارے والد رضی اللہ عنہ اور محمد بن حسن بن احمد بن الولید رضی اللہ عنھما نے بیان کی ۔ انہوں نے یہ حدیث سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری سے سنی ، انہوں نے یہ حدیث ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے حسن بن جہم سے یہ حدیث سنی ، انہوں نے کہا میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا آپؑ فرمایا کرتے تھے۔

"ہر شخص کا دوست اس کی عقل ہوتی ہے اور جہالت اس کی دشمن ہوتی ہے"۔

۲۔ (محذوف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جس نے مخلوق میں سے احسان کرنے والے کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ بھی ادا نہیں کیا"۔

۳۔ (محذوف اسناد) ابراہیم بن ابی محمود سے روایت ہے ۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"مومن وہ ہے جب اس سے بھلائی صادر ہو تو وہ خوشی محسوس کرے اور جب اس سے کوئی برائی صادر ہو تو وہ استغفار کرے ۔ اور مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان سلامتی محسوس کریں ۔ اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جس کے شر سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو ۔

۴۔ (محذوف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے

---

(۱) یہ باب تین سو اکیاون ۳۵۱ احادیث پر مشتمل ہے ۔ بعض نسخوں میں باب ۳۰ جلد اول میں شامل ہے اور جلد دوم باب ۳۱ سے شروع کیا گیا ہے ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"میں چار قسم کے لوگوں کی قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔

1۔ میری اولاد کا احترام کرنے والا 2۔ ان کی حاجات پوری کرنے والا

3۔ جب وہ پریشان اور مضطر ہوں تو ان کے امور کے لیئے بھاگ دوڑ کرنے والا

4۔ اپنے دل اور زبان سے ان سے محبت رکھنے والا"۔

۵۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے اسماء بنت عمیسؓ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا سے روایت کی، انہوں نے فرمایا:۔

"جب حسن علیہ السلام میرے شکم میں آئے اور میں نے انہیں جنم دیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:۔

اسماء ! میرا فرزند میرے حوالے کرو۔

اسماء کہتی ہیں کہ میں نے حسن علیہ السلام کو اٹھا کر آنحضرتؐ کے حوالے کیا اور اس وقت امام حسن علیہ السلام زرد قسم کے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے زرد کپڑا اتار کر پھینک دیا اور امام حسن علیہ السلام کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:۔

آپؑ نے میرے فرزند کا کیا نام رکھا ؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی:۔

یارسول اللہؐ ! میں آپؐ پر سبقت نہیں کر سکتا ویسے میں چاہتا تھا کہ نومولود فرزند کا نام حرب رکھوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔

پھر میں بھی اس کے نام کے لیئے اپنے خدا پر سبقت نہیں کروں گا۔

اتنے میں جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا:۔

محمدؐ ! علی الاعلیٰ آپؐ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے۔

علیؑ کو آپؐ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے حاصل تھی اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے آپؐ اس نومولود فرزند کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔

ہارونؑ کے فرزند کا کیا نام تھا ؟

جبریل نے عرض کی:۔

ہارونؑ کے فرزند کا نام شبر تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔

میری زبان عربی ہے۔

جبریلؑ نے کہا:۔

آپؐ اس کا نام حسن رکھیں۔

اسماء کہتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے اس کا نام حسنؑ رکھا۔ جب امام حسنؑ کی ولادت کو سات دن گزرے تو رسول خداؐ نے دو موٹے تازے گوسفند عقیقہ میں ذبح کیئے اور دایہ کو آپؐ نے ایک ران اور ایک دینار دیا۔ پھر آپؐ نے امام حسن علیہ السلام کا سر منڈوایا اور بالوں کے وزن کے مطابق چاندی بطور صدقہ دی اور بچے کے سر پر " خلوق" لگائی اور فرمایا، اسماء ! خون لگانا فعل جاہلیت ہے۔

اسماء کہتی ہیں کہ ایک سال بعد امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے اور رسول خداؐ گھر میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا:۔

میرا فرزند مجھے دے دو۔

میں حسینؑ کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر لائی۔ آپؐ نے اس کے دائیں کان

میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی پھر حسینؑ کو گود میں لٹا کر روئے۔

اسماء کہتی ہیں میں نے عرض کی:۔

یارسول اللہؐ ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ کیوں روتے ہیں ؟

آپؐ نے فرمایا:۔

میں اپنے اس فرزند پر روتا ہوں۔

میں نے کہا:۔

مگر یہ بچہ تو ابھی پیدا ہوا ہے (اس میں بھلا رونے کی کیا حکمت ہے؟)

آپؐ نے فرمایا:۔

میرے بعد ایک باغی گروہ اسے قتل کرے گا خدا انہیں میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

پھر آپؐ نے فرمایا:۔

اسماء ! فاطمہ(س) کو اس کی خبر نہ دینا کیونکہ وہ تازہ زچگی سے فارغ ہوئی ہے۔

پھر آپؐ نے علیؑ سے فرمایا:۔

آپؑ نے میرے اس فرزند کا کیا نام رکھا ؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:۔

یارسول اللہؐ! میں نام کے لیئے آپؐ پر سبقت نہیں کر سکتا ویسے میرا ارادہ تھا کہ اس نومولود فرزند کا نام حرب رکھوں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔

نام کے لیئے میں بھی اپنے خدا پر سبقت نہیں کروں گا۔

اتنے میں جبریل امینؑ نازل ہوئے اور کہا:۔

محمدؐ ! علی الاعلیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے۔

علیؑ کو آپؐ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی آپؐ اپنے نومولود فرزند کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

ہارونؑ کے فرزند کا کیانام تھا؟

جبریل امینؑ نے کہا:۔

ہارونؑ کے فرزند کا نام شبیر تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

مگر میری زبان عربی ہے۔

جبریل امینؑ نے کہا:۔

آپؐ اپنے فرزند کانام حسینؑ رکھیں۔

ساتویں دن آپؐ نے دو موٹے گوسفند عقیقہ میں ذبح فرمائے اور دایہ کو ایک ران اور ایک دینار عطا فرمایا۔ پھر آپؐ نے حسینؑ کا سر منڈوایا اور بالوں کے وزن کے مطابق چاندی تصدق فرمائی اور حسینؑ کے سر پر "خلوق" (۱) کا لیپ کیا اور فرمایا۔

اسماء! خون لگانا رسم جاہلیت ہے۔ (۲)

---

(۱) خلوق ایک خوشبو دار بوٹی ہے۔

(۲) اس حدیث پر ایک اہم اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث کی روایت اسماء بنت عمیسؓ سے ہے اور اسماء بنت عمیسؓ حضرت جعفر طیارؓ کی زوجہ تھیں اور وہ ہجرت حبشہ میں ان کے ہمراہ تھیں۔ حضرت جعفر طیارؓ ۷ھ کو فتح خیبر کے دن واپس تشریف لائے تو ان کے ساتھ اسماء بنت عمیسؓ بھی مدینہ آئیں۔

جب کہ شہید اول دروس میں لکھتے ہیں کہ امام حسن مجتبیٰؑ پندرہ رمضان ۲ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور شیخ مفید لکھتے ہیں کہ آپؑ کی ولادت ۳ھ کو ہوئی اور اس وقت اسماء حبشہ میں موجود تھیں۔

بعض محققین نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ امام حسن و حسین علیھما السلام کی دایہ سلمیٰ بنت عمیس تھیں اور رواۃ کو نام بیان کرنے میں تسامح ہوا ہے۔ واللہ اعلم

بعض نسخوں کے حاشیہ پر اس حدیث کے متعلق تحریر ہے کہ اس حدیث کو بہت سے حفاظ اور ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے۔

۷۔ اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا:۔

" شب معراج جبریل امین نے مجھے جنت کے ایک قالین پر بٹھایا اور پھر انہوں نے مجھے ایک بہی دی ۔ میں اس بہی کو اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ رہا تھا کہ وہ پھٹ گئی اور اس سے ایک خوبصورت نو خیز لڑکی برآمد ہوئی جس سے زیادہ حسین چہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ اس نے مجھ سے کہا:۔

السلام علیك یامحمدؐ !

میں نے پوچھا:۔

تم کون ہو ؟

اس نے کہا:۔

میں راضیہ مرضیہ ہوں۔ جبار نے میرے جسم کو تین طرح سے بنایا ۔ میرے جسم کے نچلے حصہ کو مسک سے بنایا اور میرے درمیانی حصہ کو کافور سے بنایا اور میرے اوپر والے دھڑ کو عنبر سے پیدا کیا اور آبِ حیات سے میرا خمیر اٹھایا ۔ پھر خدا نے مجھ سے کہا ۔ ہو جا۔ میں بن گئی ۔ اللہ نے مجھے آپ کے بھائی اور ابن عم علی بن ابی طالبؑ کے لیئے پیدا کیا ہے"۔

۸۔ اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"فرزند پھول ہوتا ہے اور حسنؑ و حسینؑ میرے پھول ہیں"۔

۹۔ اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

" علیؑ ! تم جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو اور تم جنت کے دروازے کو کھٹکھٹاؤ گے اور حساب کے بغیر جنت میں داخل ہو گے"۔

۱۰۔ اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"تمہارے درمیان میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ جیسی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو پیچھے رہ گیا اسے تیزی سے دوزخ میں ڈال دیا

جائے گا"۔

۱۱۔اسی اسناد سے رسول خداؑ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"خدا اور اس کے رسولؐ کا غضب اس پر سخت ہو گا جو میرا خون بہائے گا اور مجھے میری عترت کے متعلق اذیت پہنچائے گا"۔

۱۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

" میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا۔ محمدؐ ! اللہ آپؐ پر درود و سلام بھیجتا ہے اور آپؐ کو پیغام دیتا ہے۔

میں نے فاطمہؑ کا عقد علیؑ سے کر دیا ہے آپؐ بھی ان کا عقد علیؑ سے کردیں۔ اور میں نے اس عقد کی خوشی میں شجرۂ طوبیٰ کو حکم دیا کہ وہ دُر اور یاقوت و مرجان نچھاور کرے۔ اس عقد سے اہل آسمان خوش ہیں اور عنقریب ان سے دو فرزند پیدا ہوں گے جو جوانان جنت کے سردار ہوں گے اور اہل جنت ان سے زینت حاصل کریں گے۔ محمدؐ ! آپ کو بشارت ہو آپؐ اولین و آخرین سے بہتر ہیں"۔

۱۳۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"چھ چیزیں جواں مردی میں شامل ہیں ان میں سے تین کا تعلق حضر سے ہے اور تین کا تعلق سفر سے ہے ۔ جن کا تعلق حضر سے ہے ۔ وہ یہ ہیں ۔

1۔ کتاب اللہ کی تلاوت 2۔ مساجد کو آباد رکھنا ۳۔ خدا کے لیئے بھائی مقرر کرنا اور جن تین کا تعلق سفر سے ہے وہ یہ ہیں ۔

1۔زاد راہ خرچ کرنا 2۔حسن اخلاق 3۔ ایسا مزاح جس میں خدا کی نافرمانی نہ ہو"۔

۱۴۔ اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

"ستارے آسمان والوں کے لیئے باعث امان ہیں اور میرے اہل بیتؑ میری امت کے لیئے باعث امان ہے"۔

۱۵۔اسی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا:۔
"امام محمد باقر علیہ السلام کی انگشتری کا نقش یہ تھا۔

ظنی باللہ حسن و بالنبی المؤتمن ولوصی ذی المنن و بالحسین والحسن"۔

۱۶۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ ان سے "**اَکّٰالُوْنَ لِلسُّحْتِ**" (المائدہ ۔۴۲)۔ سود کے کھانے والے کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:۔

"اس سے وہ شخص مراد ہے جو اپنی بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے پھر اس سے ہدیہ قبول کرتا ہے"۔

۱۷۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔
"ایمان زبان سے اقرار اور دل سے معرفت اور اعضاء سے عمل کرنے کے مجموعہ کا نام ہے"۔

۱۸۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کہتا ہے:۔
"فرزند آدم! میں تم پر نعمتیں نازل کرکے تمہاری محبت چاہتا ہوں اور تم نافرمانیاں کرکے میری ناراضگی چاہتے ہو۔ میری طرف سے تم پر خیر کا نزول ہوتا ہے اور تمہاری طرف سے تمہارا شر میری طرف بلند ہوتا ہے اور ہمیشہ معزز فرشتہ شب و روز تمہارے برے عمل لے کر میرے پاس آتا رہتا ہے۔

فرزند آدم! اگر تم اپنے اوصاف و اطوار کسی غیر کی زبان سے سنو اور تمہیں یہ پتہ نہ ہو کہ اس سے مراد کون ہے تو تم بہت جلدی سے اس کے ساتھ بغض رکھو گے"۔

۱۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔
"بچوں کی پیدائش کے ساتویں دن ان کا ختنہ کراؤ کیونکہ وہ پاکیزگی کا ذریعہ

ہے اور اس سے بچے کا گوشت جلد پیدا ہوتا ہے"۔

۲۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

اللہ کے نزدیک افضل ترین عمل یہ ہیں ۔

1۔ایسا ایمان جس میں شک نہ ہو 2۔ ایسا جہاد جس میں خیانت نہ ہو

3۔مقبول حج

اور سب سے پہلے جنت میں یہ لوگ جائیں گے ۔

1۔راہ خدا میں قتل ہونے والا 2۔ وہ مملوک غلام جو اپنے رب کی عبادت احسن انداز سے بجالائے اور اپنے مالک سے خیر خواہی کرے 3۔ باعفت صاحبِ اہل وعیال

اور سب سے پہلے دوزخ میں یہ جائیں گے ۔

1۔وہ حاکم جو بزور لوگوں پر مسلط ہو جائے اور عدل نہ کرے 2۔ وہ دولت مند جو دولت کا حقوق ادا نہ کرے 3۔فخر کرنے والا غریب"۔

۲۱۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے ۔آپؐ نے فرمایا:۔

"جب تک مومن نماز پنجگانہ کی محافظت کرتا رہتا ہے تو شیطان اس سے خوف زدہ رہتا ہے اور جب وہ نمازوں کو ضائع کردیتا ہے تو شیطان اس پر جرات حاصل کر لیتا ہے اور اسے گناہان کبیرہ میں ڈال دیتا ہے"۔

۲۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے ۔آپؐ نے فرمایا :۔

"جس نے فرض ادا کیا تو اللہ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے"۔

۲۳۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے ۔آپؐ نے فرمایا:۔

" علم کئی خزانوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ان خزانوں کی چابی سوال ہے ۔ سوال کرو خدا تم پر رحم کرے ۔ علم کے متعلق چار افراد کو اجر ملتا ہے ۔

1۔سوال کرنے والا 2۔ تعلیم دینے والا 3۔ توجہ سے سننے والا

4۔جس کے لیئے جواب دیا جائے"۔

۲۴۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"اللہ اس شخص سے بغض رکھتا ہے جس کے گھر میں کوئی داخل ہو جائے اور وہ اس سے جنگ نہ کرے"۔

۲۵۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"میری امت اس وقت تک اچھائی سے رہے گی جب تک میری امت کے افراد ایک دوسرے سے محبت کرتے رہیں گے اور ایک دوسرے کو ہدیے دیتے رہیں گے اور امانت ادا کرتے رہیں گے اور حرام سے پرہیز کرتے رہیں گے اور مہمان کا احترام کرتے رہیں گے اور نماز قائم کرتے رہیں گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں گے اور جب میری امت ان کاموں کو ترک کردے گی تو وہ قحط اور خشک سالی میں مبتلا ہو جائے گی"۔

۲۶۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے مسلمان کو دھوکہ دیا یا اسے نقصان پہنچایا یا اس سے فریب کیا"۔

۲۷۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"فرزند آدم! لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر اپنے گناہوں کے متعلق دھوکے میں نہ آنا۔ لوگوں کی نعمتیں اپنے اوپر دیکھ کر خدا کی نعمتوں کو فراموش نہ کرنا۔ اور خود رحمت کی امید رکھ کر لوگوں کو خدا کی رحمت سے مایوس نہ کرنا"۔

۲۸۔ اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا:۔

"مجھے اپنے بعد اپنی امت کے متعلق تین باتوں کا خوف ہے۔

1۔ معرفت کے بعد گمراہی 2۔ گمراہ کرنے والے فتنے (۱) 3۔ شکم اور فرج

(۱) نہج البلاغہ میں حضرت امیرالمومنینؑ کا فرمان ہے۔

تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں۔ بقیہ صفحہ 55 پر ملاحظہ کریں

کی شہوت"۔

۲۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔
"جب تم اپنے فرزند کا نام محمد رکھو تو اس کا احترام کرو اور مجلس میں اسے کشادہ جگہ دو اور اسے کبھی روسیاہ نہ کہو"۔

۳۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔
"جب کوئی گروہ کسی بات پر مشورہ کیلیۓ جمع ہو تو ان میں ایسا شخص آجاۓ جس کا نام محمد یا احمد ہو اور وہ لوگ اسے مشورہ میں شامل کر لیں تو انہیں بھلائی نصیب ہو گی"۔

۳۱۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔
"جس دستر خوان پر محمد یا احمد نامی شخص موجود ہو تو وہ گھر ایک دن میں دومرتبہ پاک و پاکیزہ قرار دیا جاۓ گا"۔

۳۲۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔
"ہم ایسے خاندان سے ہیں جس کے لیۓ صدقہ حلال نہیں ہے اور ہمیں کامل وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم گدھے کی اعلیٰ نسل کی گھوڑی سے جفتی نہ کرائیں"(۱)۔

۳۳۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔
"مومن کا مقام خدا کے ہاں ملک مقرب کے مقام کے برابر ہے بلکہ مومن کا درجہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔خدا کو تائب مومن اور تائب مومنہ سے

صفحہ 54 کا بقیہ حاشیہ: اس لیۓ کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۔(الانفال۲۸) " اور اس بات کو جانتے رہو کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے۔۔۔۔۔۔" (نہج البلاغہ قول ۹۳)

(۱) اس سے ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی سے نکاح مراد ہے۔

زیادہ پسند اور کوئی نہیں ہے"۔

۳۴۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے ۔آپؐ نے فرمایا:۔

"جو لوگوں کا حاکم بنا اور اس نے ان پر ظلم نہ کیا اور لوگوں سے بات کی تو ان سے جھوٹ نہ بولا اورلوگوں سے وعدہ کیا اور وعدہ خلافی نہ کی تو ایسا شخص ان میں سے ہےجن کی مردانگی کامل، عدالت واضح ، جس کی اخوت واجب اور غیبت حرام ہے"۔

حضرت علی علیہ السلام کے لیے پانچ دعائیں

۳۵۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے ۔آپؐ نے فرمایا:۔

"یا علیؑ ! میں نے تمہارے متعلق اپنے رب سے پانچ باتوں کا سوال کیا ،اللہ نے مجھے وہ عطا فرمائیں ۔

1۔ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ سب سے پہلے میری قبر شگافتہ ہو اور جب میں اپنے سر کی مٹی جھاڑتا ہوا باہر آؤں تو اس وقت تم میرے ساتھ ہو ۔ اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی ۔

2۔ میں نے اللہ سے دعا مانگی کہ میزان کے وقت تم میرے ساتھ رہو ۔ اللہ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی۔

3۔ میں نے اللہ سے دعا مانگی کہ وہ میرے لواءالحمد کا اٹھانے والا تمہیں بنائے اوروہ خدا کا دیا ہوا بہت بڑا پرچم ہے جس پر لکھا ہوگا " کامیاب وہ ہیں جو جنت حاصل کرنے والے ہیں" اللہ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی ۔

4۔ میں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ میرے حوض کا ساقی تمہیں مقرر کرے اور میری امت تمہارے ہاتھ سے سیراب ہو ۔ تو اللہ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی ۔

5۔ میں نے اللہ سے دعا مانگی کہ وہ تمہیں جنت کے لیے میری امت کا

سیدہ بتولؑ یوں آراستہ پیراستہ ہو کر جنت میں داخل ہوں گی جیسا کہ دلہن کو آراستہ کیا جاتا ہے ان کے ساتھ ستر ہزار کنیزیں مؤکل ہوں گی"۔

۳۹۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن عرش کے درمیان سے مجھے یہ ندا دی جائے گی محمدؐ ! ابراہیم خلیل اللہ آپؐ کے بہترین والد ہیں اور علی بن ابی طالبؑ آپؐ کے بہترین بھائی ہیں"۔

حدیث ثقلین

۴۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"مجھے بلایا جائے گا میں لبیک کہوں گا اور میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے ۔

1۔ اللہ کی کتاب آسمان سے زمین پر لٹکی ہوئی رسی ہے ۔

2۔اور میری عترت اہل بیتؑ ۔

دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کیا سلوک روا رکھتے ہو"۔

۴۱۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"تمہیں حسن خلق اپنانا چاہیے کیونکہ حسن خلق لازمی طور پر جنت میں ہوگا اور تمہیں بد خلقی سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ بد خلقی لازمی طور پر دوزخ میں ہوگی"۔

۴۲۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی پوری مخلوق کی مقدار کے برابر اجر عطا فرمائے گا ۔ دعا یہ ہے ۔

سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر "۔

کلمۂ توحید کا ثواب

۴۳۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے سرخ یاقوت کا ایک ستون پیدا کیا ہے جس کا سرا عرش کے نیچے ہے اور جس کا نچلا حصہ ساتویں زمین کے نیچے مچھلی کی پشت پر ہے اور جب کوئی بندہ **لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریك له** کہتا ہے تو عرش کانپنے لگ جاتا ہے اور وہ ستون حرکت میں آجاتا ہے اور مچھلی بھی حرکت میں آجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اے عرش! سکون میں آ۔

عرش کہتا ہے:۔

پروردگار! میں سکون میں آؤں تو بھلا کیسے۔ کیونکہ ابھی تک تو نے اس جملہ کہنے والے کی مغفرت نہیں کی ہے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

میرے آسمانوں کے رہنے والو! گواہ رہو میں نے کلمۂ توحید کہنے والے کی مغفرت کردی ہے"۔

۴۴۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل تقدیر کا فیصلہ کردیا اور تدابیر کو مقرر کردیا تھا"۔

۴۵۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"جب قیامت کا دن ہو گا اور بندہ پیش کیا جائے گا تو سب سے پہلے اس سے نماز کے متعلق پوچھا جائے گا اگر وہ مکمل نماز لے کر آیا ہو گا تو بہتر ورنہ اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا"۔

۴۶۔اسی اسناد سے آنحضرت ؐ سے مروی ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا:۔

"تم اپنی نمازیں برباد نہ کرو۔ جس نے اپنی نماز کو ضائع کیا تو وہ قارون اور ہامان کے ساتھ محشور ہوگا اور اللہ پر حق ہوگا کہ اسے منافقین کے ساتھ دوزخ میں ڈال دے ۔ لہٰذا ہلاکت ہے اس کے لیے جو اپنی نماز کی محافظت نہ کرے اور اپنے نبیؐ کی سنت کو ادا نہ کرے"۔

۴۷۔اسی اسناد سے آنحضرت ؐ سے مروی ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا:۔

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ وہ اسے امت محمدؐ سے بنائے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی تھی کہ تم وہاں تک نہیں پہنچ پاؤ گے"۔(۱)

۴۸۔اسی اسناد سے آنحضرت ؐ سے مروی ہے ۔آپ ؐ نے فرمایا:۔

"جس رات مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی تو میں نے تیسرے آسمان پر ایک مرد کو بیٹھا ہوا دیکھا جس کا ایک پاؤں مشرق اور ایک پاؤں مغرب میں تھا اور اس کے سامنے ایک تختی رکھی تھی جسے وہ دیکھ رہا تھا اور اپنے سر کو حرکت دے رہا تھا۔

میں نے جبریلؑ سے پوچھا ۔یہ کون ہے؟

جبریلؑ نے کہا ۔ یہ ملک الموت ہے"۔

۴۹۔ اسی اسناد سے آنحضرت ؐ سے مروی ہے ۔آپ ؐ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے میرے لیے براق مسخر کیا اور وہ جنت کے جانوروں میں سے ایک جانور ہے ۔ جو نہ تو چھوٹا ہے اور نہ ہی بہت لمبا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اسے اجازت دیتا تو وہ دنیا و آخرت کو ایک ہی زقند میں پار کرلیتا اور تمام جانوروں سے اس کا رنگ بہت خوبصورت ہے"۔

---

(۱) مقصود حدیث یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ ان کی عمر کو اتنا لمبا کردے کہ وہ محمد مصطفیٰؐ کو دیکھ سکیں اور ان کی امت کے فرد کہلا سکیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا نہیں تم اتنی مدت تک زندہ نہ رہ سکو گے ۔

۵۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالٰی ملک الموت سے فرمائے گا ملک الموت ! مجھے اپنی عزت و جلال اور عظمت و بلندی کی قسم ! میں تمہیں ضرور بالضرور موت کا ذائقہ چکھاؤں گا جیسا کہ تم نے میری امت کو موت کا ذائقہ چکھایا ہے"۔

۵۱۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

جب اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔ (الزمر ۔۳۰)

" پیغمبرؐ ! آپ کو بھی موت آنے والی ہے اور یہ سب مر جانے والے ہیں "۔نازل ہوئی تو میں نے کہا:۔

پروردگار ! کیا تمام مخلوق مر جائے گی اور انبیاء (۱) باقی رہ جائیں گے ؟

اس پر یہ آیت نازل ہوئی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۔(العنکبوت۔۵۷)

" ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے پھر تم ہماری طرف پلٹائے جاؤ گے"۔

۵۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جنت کو دوزخ پر اختیار کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو ورنہ تمہیں دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیا جائے گا جہاں تم ہمیشہ کے لیئے رہو گے"۔

۵۳۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالٰی نے چار افراد علیؑ ، سلمانؓ ، ابوذرؓ اور مقداد بن اسودؓ کی محبت کا حکم دیا ہے"۔

۵۴۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

---

(۱)۔صحیفۃ الرضا میں ہے کہ میں نے کہا پروردگار کیا تمام مخلوق مر جائے گی اور ملائکہ باقی رہیں گے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ لفظ "ملائکہ" زیادہ مناسب ہے۔

"ہوا میں کسی بھی پرندے کا پَر بھی ادھر ادھر نہیں ہوتا مگر یہ کہ ہمارے پاس اس کا علم ہوتا ہے"۔

مقامِ بتول سلام اللہ علیہا و حسنین علیہما السلام

۵۵۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا دے گا۔

اے گروہ خلائق! اپنی نگاہوں کو جھکا لو تا کہ فاطمہؑ بنت محمدؐ گزر جائیں"۔(۱)

۵۶۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان دونوں کے والد ان سے بہتر ہیں"۔

۵۷۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ اپنے بندہ مومن کے لیئے تجلی فرمائے گا اور اسے اس کا ایک ایک گناہ یاد کرائے گا۔ پھر اللہ اسے معاف کردے گا اور اس کے گناہوں کی کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کو خبر نہ دے گا اور اس کی تمام غلطیوں کو چھپا دے گا جن کے اظہار کو وہ پسند نہیں کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں سے فرمائے گا تم نیکیوں میں تبدیل ہو جاؤ"۔

مصنف کتاب ہذا رحمۃ اللہ عرض پرداز ہے " **تَجَلّی اللّٰهُ لِعَبْدِہٖ** " کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی نشانیوں میں سے کوئی نشانی اس کے لیئے ظاہر کرے گا جس سے اسے معلوم ہوگا کہ اس سے خدا خطاب کررہا ہے۔

(۱) دوسری روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں۔
"جب قیامت کا دن ہو گا تو کہا جائے گا۔ اے اہل مجمع! تم اپنی نگاہیں جھکا لو فاطمہؑ بنت محمدؐ گزر رہی ہے۔ آپؑ کا گزر ہو گا اس وقت آپؑ نے دوسرخ چادریں پہنی ہوئی ہو گی"۔

۵۸۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جو شخص کسی مومن کو ذلیل تصور کرے یا اس کی غربت و اخلاص کی تحقیر کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ظاہر کرے گا پھر اسے رسوا کرے گا"۔

۵۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"ابتدا سے لے کر قیامت تک جہاں بھی کوئی مومن ہوگا تو اس کے ساتھ اسے اذیت دینے والا ہمسایہ ضرور ہوگا"۔

۶۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف کردے گا لیکن جس نے نیا دین بنایا یا جس نے کسی مزدور کی مزدوری غصب کی یا جس نے کسی آزاد شخص کو فروخت کیا، انہیں خدا معاف نہیں کرے گا"۔

۶۱۔ اسی اسناد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے "**يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ**" (بنی اسرائیل۔ ۷۱) "اس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ پکاریں گے" کے متعلق فرمایا:۔

"ہر قوم کو اپنے زمانے کے امام اور اپنے رب کی کتاب اور اپنے پیغمبر کی سنت کے نام سے پکارا جائے گا"۔

۶۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"آسمان میں مومن کو ایسے جانا پہچانا جاتا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے اہل و عیال کو جانتا پہچانتا ہے اور ایک مومن خدا کو ملک مقرب سے زیادہ عزیز ہوتا ہے"۔

۶۳۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جو کسی مومن مرد یا مومن عورت پر بہتان تراشے یا ان کے متعلق ایسی بات کرے جو ان میں موجود نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن دوزخ کے ایک ٹیلے پر کھڑا کرے گا۔ یہاں تک کہ جو اس نے مومن کے متعلق کہا ہو اس سے

باہر نکلے ۔ (۱)

۶۴۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"میرے پروردگار کی طرف سے جبریلؑ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا آپؐ کا رب آپؐ پر درودو سلام کہتا ہے اور فرما رہا ہے۔

محمدؐ ! آپؐ ان مومنین کو جنت کی بشارت دیں جو نیک عمل کرتے ہیں اور جو آپؐ پر اور آپؐ کی اہل بیتؑ پر ایمان رکھتے ہیں ۔ بے شک میرے ہاں ان کے لیئے اچھی جزا ہے اور وہ جنت میں داخل ہوں گے"۔

۶۵۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جس نے میرے اہل بیتؑ پر ظلم کیا، جس نے ان سے جنگ کی، جس نے ان کے خلاف ظالم کی مدد کی اور جس نے انہیں گالیاں دیں ، ان کے لیئے جنت کو حرام قرار دیا گیا ہے اور قیامت کے دن خدا ایسے لوگوں کی طرف نگاہ (کرم) نہیں کرے گا اور انہیں پاک نہ کرے گا اور ان کے لیئے دردناک عذاب ہے"۔

۶۶۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ پوری مخلوق کا حساب کرے گا مگر جس نے خدا کے ساتھ شرک کیا ہوگا ۔ قیامت کے دن ایسے شخص کا کوئی حساب نہ کیا جائے گا اور اسے دوزخ میں بھیجنے کا حکم دیا جائے گا"۔

۶۷۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے ۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"اپنے بچوں کو احمق اور کمزور نظر والی عورتوں سے دودھ نہ پلواؤ ۔ کیونکہ دودھ کے اثرات بچوں پر مرتب ہوتے ہیں"۔

۶۸۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"دستر خوان سے گرے ہوئے ٹکڑے اٹھا کر کھانا حور عین کا حق مہر ہے"۔

---

(۱) ممکن ہے کہ یہاں "حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِيَاطِ" جیسی ناممکن شرط عائد کی گئی ہو ۔

۶۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"بچے کے لیئے اس کی ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں ہے"۔

۷۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جن کی فقہ (سمجھ بوجھ) بہتر ہوئی اس کے لیئے ایک نیکی ہے"۔

۷۱۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جب تم ثرید کھاؤ تو اطراف سے کھاؤ۔ کیونکہ درمیان والے بلند حصے میں برکت ہوتی ہے"۔

۷۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"سرکہ بہترین سالن ہے اور وہ خاندان غریب نہ ہوگا جن کے پاس سرکہ ہوگا"۔

۷۳۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"پروردگار! میری امت کے لیئے ہفتہ اور جمعرات کی صبح کو بابرکت بنا"۔

۷۴۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"بنفشہ کا تیل لگاؤ کیونکہ روغن بنفشہ گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم ہے"۔

۷۵۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"توحید نصف دین ہے اور صدقہ دے کر رزق کو نیچے اتارو"۔

۷۶۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جو نیکی کے لائق ہو ان سے نیکی کرو اور جو نیکی کے لائق نہ ہو ان سے بھی نیکی کرو اگر تمہیں نیکی کا اہل نہ مل سکے تو تم خود ہی اس کے اہل بن جاؤ"۔

۷۷۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"خدا پر ایمان لانے کے بعد عقل کا سرچشمہ لوگوں سے محبت اور ہر نیک

و بد سے بھلائی کرتا ہے"۔

۷۸۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"گوشت دنیا اور آخرت کے تمام کھانوں کا سردار ہے اور پانی دنیا و آخرت کے تمام مشروبات کا سردار ہے اور میں تمام نسل آدم کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں ہے"۔ (۱)

۷۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"گوشت دنیا و آخرت کے تمام کھانوں کا سردار ہے پھر چاول سردار ہے"۔

۸۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"انار کھاؤ کیونکہ انار کا ہر دانہ معدہ میں جا کر دل کو روشن کرتا ہے اور چالیس دنوں کے لیئے شیطان کو نکال دیتا ہے"۔

۸۱۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"تمہیں تیل (۲) استعمال کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے تلخی ہٹ جاتی ہے اور اس سے بلغم دور ہوتا ہے اور اعصاب کو مضبوطی دیتا ہے اور کمزوری کو دور کرتا ہے اور خوش خلقی پیدا کرتا ہے اور سانسوں کو خوشبو دار بناتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے"۔

۸۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"انگور کا ایک ایک دانہ کر کے کھاؤ اس طرح وہ خوشگوار اور خوش ذائقہ ہوتا ہے"۔

---

(۱)۔ ممکن ہے اس جملے سے یہ مراد ہو کہ میں افتخار و تکبر کے لیے ہی اپنی سرداری کا اعلان نہیں کر رہا ہوں بلکہ یہ حقیقت واقعیہ ہے۔ علاوہ ازیں اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ صرف نسل آدم کا سردار ہونا ہی میرے لیے سرمایہ فخر نہیں ہے کیونکہ میں تو ملائکہ و جنات سمیت تمام مخلوقات کا سردار ہوں۔

(۲)۔ دوسری روایت میں " زبیب " کے الفاظ وارد ہیں جس کے معنی خشک انگور اور سوکھی انجیر کے ہوتے ہیں۔

۸۳۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"اگر کسی چیز میں شفا ہو سکتی ہے تو فصد کھولنے والے کے نشتر یا شہد کے شربت میں شفا ہے"۔

۸۴۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جب تمہیں کوئی شخص شہد کا شربت پیش کرے تو اسے واپس نہ کرو"۔

۸۵۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جب تم سالن پکاؤ تو کدو زیادہ پکایا کرو کیونکہ کدو غم زدہ شخص کے دل کو تسلی فراہم کرتا ہے"۔

۸۶۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"تم کدو استعمال کرو اس سے دماغ میں اضافہ ہوتا ہے"۔

۸۷۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"میری امت کا افضل ترین عمل خدا کی کشائش کا انتظار کرنا ہے"۔

۸۸۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"مجھ میں کمزوری پیدا ہو گئی یہاں تک کہ میں نماز اور جماع سے بھی کمزور ہو گیا۔ آسمان سے ایک دیگچی مجھ پر اتاری گئی جسے میں نے تناول کیا تو مجھ میں چالیس افراد کی طاقت اور جماع کی قوت پیدا ہو گئی اور وہ غذا ہریسہ تھی"۔ (۱)

۸۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"بھرے ہوئے شکم سے زیادہ اللہ کو کوئی چیز مبغوض نہیں ہے"۔

۹۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"یا علیؑ! مومن اللہ کو اتنا پیارا ہوتا ہے کہ اللہ اس کی موت کا کوئی وقت تک مقرر نہیں کرتا اور جب مومن کسی ہلاک کنندہ فعل کا قصد کرتا ہے تو

(۱) ہریسہ ایک مخصوص پکوان ہے جسے دلیہ اور گوشت سے تیار کیا جاتا ہے۔

خدا مومن کو اپنے پاس بلا لیتا ہے“۔

امام علی رضا علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے تھے :۔

”ہلاک کرنے والے اعمال سے پرہیز کرو تمہاری عمر دارز ہو گی“۔

۹۱۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

”جب انسان کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکتا ہو تو لیٹ کر پڑھے ۔ اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف کرے اور اشاروں سے پڑھے“۔

۹۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

”جو شخص جمعہ کے دن صبر اور ثواب کی غرض سے روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے دس بھر پور روشن دنوں کے روزوں کا ثواب عطا کرے گا جو کہ ایام دنیا کے مشابہ نہیں ہوں گے“۔

۹۳۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

”جو مجھے ایک بات کی ضمانت دے میں اسے چار باتوں کی ضمانت دوں گا۔

1۔جو صلہ رحمی کرے ، اس سے خدا محبت رکھے گا۔

2۔اس کے رزق میں وسعت پیدا کرے گا۔

3۔اس کی عمر میں اضافہ کرے گا۔

4۔اپنے وعدے کے مطابق اسے جنت میں داخل کرے گا“۔

۹۴۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

”خدایا ! میرے خلفاء پر رحم فرما۔آپؐ نے تین بار یہی جملے ارشاد فرمائے۔

آپؐ سے پوچھا گیا۔ یا رسول اللہؐ ! آپؐ کے خلفاء کون ہیں ؟

آپؐ نے فرمایا:۔

(میرے خلفاء وہ ہیں)”جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث اور

میری سنت کی روایت کریں گے اور میرے بعد لوگوں کو ان کی تعلیم دیں گے"۔

۹۵۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"دعا مومن کا ہتھیار، دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے"۔

۹۶۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"بد خلقی عمل کو ایسے ہی خراب کر دیتی ہے جیساکہ سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے"۔

۹۷۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"انسان اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے روزہ دار اور شب زندہ دار کا مقام حاصل کر لیتا ہے"۔

۹۸۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"حسن اخلاق سے میزان عمل میں کوئی چیز زیادہ وزنی نہیں ہے"۔

۹۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"میری امت میں سے جو شخص چالیس احادیث یاد کرے جس سے لوگ نفع حاصل کریں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے فقیہ عالم بنا کر اٹھائے گا"۔

۱۰۰۔ اسی اسناد سے مروی ہے کہ

"رسول خداؐ جمعرات کے دن سفر کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اس دن اعمال خدا کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور اسی میں ولایت قائم کی جاتی ہے"۔

۱۰۱۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ

"رسول خداؐ نے ہمیں قصر نماز پڑھائی تو آپؐ نے پہلی رکعت میں **قل یا ایھا الکافرون** کی تلاوت کی اور دوسری رکعت میں **قل ھو اللہ احد** کی تلاوت کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا میں نے تمہارے لیئے قرآن کی تہائی اور چوتھائی کی تلاوت کی ہے"۔

۱۰۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔
"جو شخص سورۃ اذا زلزلت الارض کو چار مرتبہ پڑھے گا تو گویا اس نے سارا قرآن پڑھا ہے"۔

۱۰۳۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"روزہ کے بغیر اعتکاف جائز نہیں ہے"۔

۱۰۴۔ اسی اسناد سے امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"ایمان کے اعتبار سے تم میں زیادہ کامل وہ ہے جس کا اخلاق تم میں سے زیادہ بہتر ہے"۔

۱۰۵۔ اسی اسناد سے امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"عمل کا مخفی رکھنا، مصائب پر صبر کرنا اور مصائب کے چھپانے کا تعلق نیکی کے خزانوں سے ہے"۔

۱۰۶۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"خوش خلقی بہترین ساتھی ہے"۔

۱۰۷۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا:۔
کس عمل کی وجہ سے لوگوں کی اکثریت جنت میں داخل ہوگی؟
آپؐ نے فرمایا:۔
"خدا کا تقویٰ اور خوش خلقی"۔
آنحضرتؐ سے پوچھا گیا:۔
کس عمل کی وجہ سے لوگوں کی اکثریت دوزخ میں جائے گی؟
آپؐ نے فرمایا:۔
"شکم اور شرم گاہ کے دو گڑھوں کی وجہ سے" (لوگوں کی اکثریت دوز

میں جائے گی)۔

۱۰۸۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن تم میں سے میرے زیادہ قریب وہ بیٹھے گا جس کا خلق اچھا ہوگا اور جو اپنے خاندان کے لیئے اچھا ہوگا"۔

۱۰۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"لوگوں میں سے ایمان کے لحاظ سے زیادہ اچھا وہ ہے جس کا خلق اچھا ہواور جو اپنے اہل پر زیادہ شفقت کرتا ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل پر شفیق ہوں"۔

۱۱۰۔ اسی اسناد سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے **ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ** (التکاثر۔۸) "پھر اس دن تم سے ضرور نعمت کے متعلق پوچھا جائے گا" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا اس سے مراد تازہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی ہے۔

۱۱۱۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"تین چیزیں حافظہ میں اضافہ کرتی ہیں اور بلغم کو دور کرتی ہیں۔

1۔ تلاوت قرآن 2۔ شہد 3۔ کندر"

۱۱۲۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جو شخص باقی رہنا چاہتا ہو، ویسے تو کسی کے لیئے بقا نہیں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ جلد ناشتہ کرے اور اچھا جوتا پہنے اور کم سے کم قرض لے اور عورتوں سے کم سے کم مباشرت کرے"۔

۱۱۳۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا :۔

"ایک دن ابو جحیفہ (۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور بار بار ڈکار لی ۔ رسول خداؐ نے فرمایا، اپنی ڈکار کو روک ! کیونکہ اس

(۱) ۔ ابو جحیفہ کا نام وہب بن عبداللہ تھا وہ حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں سے تھے

دنیا میں پیٹ بھرنے والے افراد کی اکثریت قیامت کے دن بھوکی ہوگی"۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:۔

"پھر اس کے بعد ابوحنیفہ نے مرتے دم تک پیٹ بھر کر کبھی کھانا نہ کھایا"۔

۱۱۴۔ اسی اسناد سے حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے فرمایا:۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانا کھاتے تو کہتے:۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَارْزُقْنَا خَیْرًا مِّنْہُ۔

"خدایا ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بہتر عطا فرما"۔

اور جب آپؐ دودھ یا کوئی اور شربت پیتے تو کہتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَارْزُقْنَا فِیْہِ

"خدایا! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں اس میں سے عطا فرما"۔

۱۱۵۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"روزہ دار کو روزہ کی حالت میں ان تین چیزوں کے سامنے اپنے آپ کو پیش نہیں کرنا چاہیے۔ 1۔ حمام 2۔ فصد 3۔ خوبصورت عورت"

۱۱۶۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"عورت میں دس قابل ستر مقامات ہیں جب اس کا عقد ہوتا ہے تو ایک قابل ستر مقام چھپ جاتا ہے اور جب عورت کی موت واقع ہوتی ہے تو اس کے تمام قابل ستر مقامات چھپ جاتے ہیں"۔

۱۱۷۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک عورت لائی گئی جس پر زنا کا الزام تھا اور عورت نے کہا کہ وہ ابھی تک کنواری ہے۔ آنحضرتؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں عورتوں کو بلا کر اس کی بکارت کی تصدیق کراؤں۔

عورتوں نے اس کو ملاحظہ کیا تو اسے باکرہ پایا۔ اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا:۔
میں بھلا اس عورت کو سزا کیسے دے سکتا ہوں جس پر خدا کی طرف سے مہر موجود ہے۔ آنحضرتؐ ایسے امور میں عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیتے تھے"۔

۱۱۸۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"جب کسی عورت سے پوچھا جائے کہ تم سے بدکاری کس نے کی تھی تو اگر وہ کہہ دے کہ فلاں نے مجھ سے بدکاری کی تھی تو اس عورت پر دو طرح کی حدود نافذ کی جائیں گی۔ ایک تو اس پر حد قذف نافذ ہوگی اور دوسری اس پر حد زنا نافذ ہوگی"۔

۱۱۹۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مذکور ہے آپؑ نے فرمایا:۔
"جس طرح قرآن مجید میں "**یا ایھاالذین امنوا**" "اے ایمان والو!" سے خطاب کیا گیا ہے اسی طرح تورات میں "**یا ایھاالناس**" "اے لوگو" کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔
ایک دوسری روایت کے مطابق "**یا ایھاالمساکین**" "اے مسکینو" کہہ کر خطاب کیا گیا ہے"۔

۱۲۰۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"اگر بندہ اپنی موت اور اس کی جلدی کو دیکھ لیتا تو وہ امیدوں کو ناپسند کرتا اور طلب دنیا چھوڑ دیتا"۔

۱۲۱۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"حسنؑ و حسینؑ رسول اکرمؐ کے پاس کھیلتے رہے یہاں تک کہ اچھی خاصی رات ہوگئی پھر آنحضرتؐ نے بچوں سے فرمایا، اب تم اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ۔ (بچے گھر کی طرف چلے تو) ایک چمک سی ظاہر ہوئی اور مسلسل ظاہر ہوتی رہی یہاں تک دونوں بچے اپنی والدہ فاطمہؑ کے پاس آگئے اور رسول خداؐ اس چمک کو دیکھتے

رہے اور فرمایا:۔

"اللہ کی حمد ہے جس نے ہم اہل بیت کو عزت عطا فرمائی"۔

۱۲۲۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"میں نے رسول اکرمؐ سے دو کتابیں میراث میں پائیں (ایک) اللہ کی کتاب اور (دوسری) میری وہ کتاب جو میری تلوار کی نیام میں ہے"۔

آپؑ سے پوچھا گیا:۔

امیرالمومنینؑ! آپؑ کی تلوار کے نیام میں کون سی کتاب ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

(وہ ایک تحریر ہے جس میں لکھا ہے) "جو اپنے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کرے یا اپنے زد و کوب کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے کو زد وکوب کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے"۔

۱۲۳۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ خندق کھودنے میں مصروف تھے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا آنحضرتؐ کے پاس آئیں اور ان کے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور انہوں نے وہ ٹکڑا آنحضرتؐ کو دیا"۔

رسول خداؐ نے فرمایا:۔

یہ ٹکڑا کیسا ہے؟

فاطمہؑ نے عرض کی:۔

میں نے حسنؑ و حسینؑ کے لیئے روٹی پکائی تو اس میں سے ایک ٹکڑا آپؐ کے لیئے لے کر آئی ہوں۔

آپؐ نے فرمایا:۔

تین دن کے بعد آج یہ پہلا ٹکڑا ہے جو تمہارے والد کے منہ میں داخل

ہو رہا ہے"۔

۱۲۴۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"آنحضرتؐ کے پاس کھانا لایا گیا تو آپؐ نے اپنی ایک انگلی اس پر رکھی تو کھانا گرم محسوس ہوا۔ آپؐ نے فرمایا اسے رکھ دو تاکہ ٹھنڈا ہو جائے اور ٹھنڈا کھانا زیادہ برکت والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں گرم کھانا نہیں کھلایا"۔

۱۲۵۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"جب تم میں کوئی شخص کسی حاجت کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کی تلاش کے لیے جمعرات کی صبح کو نکل پڑے اور گھر سے روانہ ہوتے وقت سورہ آل عمران کی آخری آیات اور آیت الکرسی اور سورۃ القدر اور سورۂ فاتحہ پڑھے۔ جو کوئی ایسا کرے گا اس کی دنیا و آخرت کی حاجات پوری ہوں گی"۔

۱۲۶۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"خوشبو علاج ہے، شہد علاج ہے، سوار ہونا علاج ہے اور سبزے کو دیکھنا علاج ہے"۔

۱۲۷۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"شراب کا سرکہ کھاؤ، اس سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا جو شراب خود بخود خراب ہو کر سرکہ بن جائے تم وہ سرکہ استعمال کرو اور جس شراب کو تم خراب کر کے سرکہ بناؤ وہ مت کھاؤ"۔

۱۲۸۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"رسول خداؐ نے گلاب کا پھول اپنے دونوں ہاتھ پر رکھ کر مجھے بطور تحفہ دیا جب میں اس پھول کو اپنے ناک کے قریب لے گیا تو آپؐ نے فرمایا:۔
"اُس" کے بعد گلاب ہی جنت کے تمام خوشبودار پودوں کا سردار ہے"۔

۱۲۹۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"تمہیں گوشت کھانا چاہیے، کیونکہ گوشت کھانے سے جسم میں گوشت پیدا ہوتا ہے اور جو شخص چالیس دن تک گوشت استعمال نہ کرے تو وہ بد خلق بن جاتا ہے"۔

۱۳۰۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے گوشت اور چربی کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا گوشت اور چربی کا معدہ میں جانے والا ہر ٹکڑا اپنی جگہ پر شفا پیدا کرتا ہے اور بیماری دور کرتا ہے"۔

۱۳۱۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گردے نہیں کھاتے تھے اور انہیں حرام بھی قرار نہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ گردے پیشاب کے قریب ہوتے ہیں"۔

۱۳۲۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"طلحہ بن عبیداللہ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ کے ہاتھ میں بہی تھی آپؐ نے اسے بہی دے کر فرمایا:۔

اسے پکڑو! یہ دل کو مضبوط کرتی ہے"۔

۱۳۳۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جو شخص نہار منہ اکیس سرخ منقیٰ کھائے تو وہ اپنے جسم میں کوئی ایسی چیز نہ پائے گا جو اسے ناگوار محسوس کرے"۔

۱۳۴۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔

"جب آنحضرتؐ کھجوریں کھاتے تو اس کی گٹھلیاں ہتھیلی کی پشت پر جمع کرتے تھے پھر انہیں دور پھینک دیتے تھے"۔

۱۳۵۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے فرمایا:۔

"جبرئیل امین رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ سے کہا، "آپؐ برنی کھجوریں استعمال کریں کیونکہ یہ تمہاری بہترین کھجور ہے یہ خدا کے قریب

کرتی ہے اور دوزخ سے دور کرتی ہے"۔

۱۳۶۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے فرمایا:۔
"پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
تم مسور کی دال استعمال کرو وہ مبارک اور مقدس ہے۔ دل میں رقت پیدا کرتی ہے اور زیادہ سے زیادہ آنسو پیدا کرتی ہے اسے ستر انبیاء نے برکت دی ہے۔ جس میں آخری عیسیٰ بن مریمؑ تھے"۔

۱۳۷۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"تمہیں کدو استعمال کرنا چاہیے کیونکہ اس سے دماغ میں اضافہ ہوتا ہے"۔

۱۳۸۔ اسی اسناد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام کو دعوت طعام دی تو آپؑ نے فرمایا:۔
"اگر تم تین باتوں کی ضمانت دو تو میں تمہاری دعوت قبول کرتا ہوں۔
اس شخص نے کہا، امیرالمومنینؑ! وہ کون سی تین شرائط ہیں؟
آپؑ نے فرمایا:۔
1۔ میرے لیے باہر سے کچھ نہ لانا 2۔ گھر میں موجود چیز کو مجھ سے نہ چھپانا 3۔ اپنے اہل و عیال کو مشقت میں نہ ڈالنا۔
اس شخص نے کہا۔ مجھے آپؑ کی تمام شرائط منظور ہیں۔
پھر آپؑ نے اس کی دعوت قبول کرلی"۔

۱۳۹۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"طاعون تیز رفتار موت ہے"۔

۱۴۰۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"میں نے رسول خداؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، مجھے تمہارے متعلق دین کو حقیر سمجھنے، رقم لے کر فیصلہ کرنے، قطع رحمی، قرآن کو راگ میں ڈھالنے اور جو

لوگ دین میں مقام نہ رکھتے ہوں ، انہیں آگے لانے کا خوف ہے"۔

۱۴۱۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے کہا:۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا :۔

تم تیل لگاؤ اور بطور غذا اسے استعمال کرو کیونکہ جو کوئی تیل بطور غذا استعمال کرے اور سر میں لگائے تو چالیس دن تک شیطان اس شخص میں نہیں ٹھہر سکے گا"۔

۱۴۲۔ اسی اسناد سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا :۔

"یا علیؑ ! تمہیں نمک استعمال کرنا چاہیے ۔ نمک ستر بیماریوں کی دوا ہے ۔ جن میں سے کم ترین جذام ، برص اور جنون ہیں"۔

۱۴۳۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔

"رسول اکرمؐ کی خدمت میں تربوز اور تازہ کھجوریں پیش کی گئیں ۔ آپؐ نے دونوں کو تناول فرمایا اور فرمایا یہ دونوں پاکیزہ ترین ہیں"۔

۱۴۴۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے ۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جو کھانے کی ابتداء نمک سے کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے ستر (۷۰) بیماریاں دور کرے گا جن میں سے کم ترین بیماری جذام ہے"۔

۱۴۵۔ اسی اسناد سے امام حسن مجتبیٰؑ سے مروی ہے۔

"ساتویں دن ان کا نام حسنؑ رکھا گیا اور انہی کے نام سے لفظ " حسین" کو مشتق کیا گیا اور دونوں بھائیوں کے درمیان بس حمل کا فاصلہ تھا"۔

۱۴۶۔ اسی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"ہفتہ ہمارے لیے ہے اتوار ہمارے شیعوں کے لیے ہے سوموار بنی امیہ کے لیے ہے ۔ منگل بنی امیہ کے پیروکاروں کے لیے ہے ۔ بدھ بنی عباس کے لیے ہے اور جمعرات ان کے پیروکاروں کے لئے ہے اور جمعہ باقی تمام انسانوں کے لیئے ہے ۔ البتہ جمعہ کے روز سفر نامناسب ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۔(الجمعۃ۔۱۰)

"پس جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کا فضل تلاش کرو"۔

یعنی ہفتہ کے دن"۔

۱۴۷۔ اسی اسناد سے امام زین العابدینؑ سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"رسول خداؐ نے پیدائش کے دن حسن مجتبیٰؑ کے کان میں اذان کہی"۔

۱۴۸۔ اسی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

"میرے والد علیہ السلام نے سر پر تیل لگانے کے لیے تیل منگایا۔ جب تیل لگا چکے تو میں نے ان سے عرض کی:۔

آپؑ نے کس چیز کا تیل استعمال کیا؟

آپؑ نے فرمایا:۔

میں نے روغن بنفشہ استعمال کیا۔

میں نے پوچھا:۔

بنفشہ کی کیا فضیلت ہے؟

آپ نے فرمایا" میں نے اپنے والد سے روایت کی انہوں نے امام حسین بن علی علیہما السلام سے روایت کی انہوں نے اپنے والد سے روایت کی انہوں نے کہا":۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔

بنفشہ کو باقی تیلوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو اسلام کو دوسرے ادیان پر حاصل ہے"۔

۱۴۹۔ اسی اسناد حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جو شخص مخلوق کی اطاعت اور خالق کی نافرمانی کا عقیدہ رکھے تو اسکا کوئی دین نہیں ہے"۔

۱۵۰۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"انار کو گودے سمیت کھلا کیونکہ وہ معدہ کی صفائی کرتا ہے"۔

۱۵۱۔ اسی اسناد سے امام زین العابدینؑ سے مروی ہے آپؑ نے اپنے والد امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن عباس کہا کرتے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی انار کھاتے تو آپؐ اس میں کسی کو شریک نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

"ہر انار میں ایک جنت کا دانہ ضرور ہوتا ہے"۔

۱۵۲۔ اسی اسناد سے حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کے پاس تشریف لائے۔ حضرت علیؑ بخار میں مبتلا تھے۔ آنحضرتؐ نے انہیں "غبیرا" کھانے کا حکم دیا"(۱)۔

۱۵۳۔ اسی اسناد سے امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"دو اشخاص حضرت علی علیہ السلام کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے ان میں سے ایک نے اپنا اونٹ دوسرے کے پاس بیچا تھا اور سر اور کھال مستثنیٰ کی تھی۔ خریدنے والے نے اونٹ نحر کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ بیچنے والا سر اور جلد کی مقدار میں اونٹ کا شریک ہے"۔

۱۵۴۔ اسی اسناد سے امام حسین علیہ السلام کے متعلق منقول ہے۔

"آپؑ بیت الخلا میں داخل ہوئے تو وہاں ایک لقمہ گرا ہوا دیکھا۔ آپؑ

---

(۱)۔ "غبیرا" کے متعلق دو قول ہیں۔

یہ ایک نبات کا نام ہے جسے "سنجد" بھی کہا جاتا ہے اور بعض محققین کہتے ہیں کہ یہ ایک طرح کا دلیہ ہوتا ہے جس میں کھجور، تیل اور آٹا شامل ہوتا ہے۔

نے روٹی کا وہ لقمہ اٹھاکر غلام کے حوالے کیا اور فرمایا:۔

جب میں باہر آؤں تو تم مجھے یہ لقمہ یاد دلانا ۔

غلام نے وہ لقمہ کھا لیا۔

جب آپؑ باہر آئے تو غلام سے فرمایا، وہ لقمہ کہاں ہے ؟

غلام نے کہا: مولا ! میں نے کھالیا ہے ۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے تمہیں خدا کی راہ میں آزاد کردیا۔

ایک شخص نے کہا: مولا! آپؑ نے اسے اتنی سی بات پر آزاد کردیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

جی ہاں! میں نے اپنے جد اطہر رسول خداؐ سے سنا ، آپؑ نے فرمایا:۔

"جو کوئی گرا ہوا لقمہ پائے اور اسے اٹھا لے اس سے مٹی صاف کرے یا اس سے غلاظت دھو کر کھالے تو وہ لقمہ جیسے ہی اس کے پیٹ میں جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے آزاد کردے گا"۔

۱۵۵۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"پانچ نصیحتیں ایسی ہیں اگر تم اونٹوں پر طویل سفر کرو تو بھی ان سے بہتر باتیں حاصل نہ کرسکو گے ۔

1۔ بندہ کو اپنے گناہ کے علاوہ کسی چیز سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔

2۔ اپنے رب کے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھنی چاہیئے۔

3۔ جب جاہل سے کوئی بات پوچھی جائے تو اسے اپنی لاعلمی کے اظہار سے شرمندگی محسوس نہیں کرنی چاہیئے۔

4۔ انسان جس بات کو نہ جانتا ہو اس کے سیکھنے سے شرم محسوس نہیں کرنی چاہیئے۔

5۔ صبر کا ایمان میں وہی مقام ہے جو سر کا بدن میں ہے۔جس میں صبر

نہیں اس میں ایمان نہیں"۔

۱۵۶۔ اسی اسناد سے امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"اس امت کے اعمال روزانہ صبح کے وقت خدا کے حضور پیش کیئے جاتے ہیں"۔

۱۵۷۔ اسی اسناد سے امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"جو یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کے رزق میں اضافہ ہو تو اسے صلہ رحمی کرنا چاہیئے"۔

۱۵۸۔ اسی اسناد سے امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"ایک شہر کی دیوار کے نیچے سے ایک تختی برآمد ہوئی جس پر یہ عبارت تحریر تھی"۔

لا الہ الا انا و محمد نبیی

" میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمد مصطفیؐ میرا نبی ہے"۔
مجھے اس پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے وہ خوش کیسے ہوتا ہے ؟
اور مجھے اس پر تعجب ہے جسے تقدیر کا یقین ہے وہ غمگین کیسے ہوتا ہے؟
اور مجھے اس پر تعجب ہے جس نے دنیا کو آزمایا ہو، وہ مطمئن کیسے ہوتا ہے؟
اور مجھے اس پر تعجب ہے جسے حساب کا یقین ہو وہ گناہ کیسے کرتا ہے ؟

زائرِ حسینؑ کا مقام

۱۵۹۔ اسی اسناد سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپؑ نے فرمایا :۔
"مجھے میرے والد نے خبر دی کہ جو شخص امام حسین علیہ السلام کے حق کا عارف بن کران کی قبر کی زیارت کرے تو اس کا نام علیین (۱) میں لکھا جائے گا"۔

۱۔ علیین اہل جنت کے کتابچہ کا نام ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا:۔

قبر حسین علیہ السلام کے گرد ستر ہزار فرشتے بال کھولے ہوئے ہیں اور سر میں خاک ڈالے ہوئے موجود ہیں جو قیامت کے دن تک آپؑ پر گریہ کرتے رہیں گے"۔

۱۶۰۔اسی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"والدین کی کم سے کم نافرمانی " اُف " کہنا ہے۔اگر " اف " سے کم تر الفاظ سے نافرمانی ممکن ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی منع فرما دیتا"۔

۱۶۱۔اسی اسناد سے امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"مجھے اسماء بنت عمیسؓ نے خبر دی کہ میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کے پاس بیٹھی تھی۔اتنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔

حضرت فاطمہؑ نے اپنی گردن میں ایک سونے کا ہار پہن رکھا تھا جسے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے مال غنیمت کے حصے سے خریدا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

فاطمہؑ ! لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ نہیں ملنا چاہیئے کہ فاطمہؑ بنت محمدؐ جباروں جیسے زیورات استعمال کرتی ہے۔

رسول خداؐ کے یہ الفاظ سن کر سیدہؑ نے ہار کے ٹکڑے کر دیئے اور اسے فروخت کر کے ایک کنیز خرید لی اور اسے راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔

یہ سن کر رسولؐ خدا بے حد خوش ہوئے۔

عصمتِ یوسفؑ

۱۶۲۔ اسی اسناد سے امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے ۔

"آپؑ نے قرآن مجید کی آیت ۔

وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔ (یوسف۔۲۴)

" اور یوسفؑ بھی ارادہ کر بیٹھتے اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے "

کے متعلق ارشاد فرمایا :۔

عزیز کی بیوی بت کی طرف متوجہ ہوئی اور اس پر کپڑا ڈالا۔

یہ عمل دیکھ کر حضرت یوسفؑ نے کہا: یہ کیا ہے ؟

اس نے کہا:۔

اس بت کے سامنے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ ہمیں اس حالت میں دیکھے۔

یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:۔

"تم اس سے شرم کر رہی ہو جو نہ تو سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ ہی کچھ سمجھتا ہے اور نہ ہی کھاتا پیتا ہے۔ تو کیا میں اس خدا سے شرم نہ کروں جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے تعلیم دی اور یہی " لَوْلَآ اَنْ رَّاٰی بُرْھَانَ رَبِّہٖ " (یوسف ۲۴) کا مفہوم ہے۔

۱۶۳۔ اسی اسناد سے امام زین العابدین علیہ السلام کے متعلق منقول ہے۔

"آپؑ جس مریض کو صحت یاب پاتے تو اس سے فرمایا کرتے تھے :۔

تمہیں گناہوں سے پاکیزگی مبارک ہو"۔

۱۶۴۔ اسی اسناد سے امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"لوگوں نے تین چیزیں تین افراد سے حاصل کیں۔

1۔ لوگوں نے صبر ایوبؑ سے سیکھا۔

2۔ لوگوں نے شکر نوحؑ سے سیکھا۔

3۔ لوگوں نے حسد اولاد یعقوبؑ سے سیکھا"۔

۱۶۵۔ اسی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ میرے والد علیہ السلام سے سفر کی نماز کے متعلق پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا:۔

میرے والد علیہ السلام سفر میں نماز قصر کیا کرتے تھے"۔

۱۶۶۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"چالیس گنجوں میں تمہیں ایک برا شخص نہیں ملے گا اور چالیس بالوں والوں میں تمہیں ایک نیک شخص دکھائی نہیں دے گا اور برا گنجا نیک بالوں والے سے بہتر ہے"۔

۱۶۷۔ اسی اسناد سے حضرت امام حسینؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

میں نے نبی اکرمؐ کو دیکھا کہ انہوں نے حمزہؓ کے جنازے پر پانچ تکبیریں پڑھیں اور حمزہؓ کے بعد دوسرے شہداء پر بھی پانچ تکبیریں پڑھیں اور یوں جناب حمزہؓ پر ستر تکبیریں پڑھی گئیں"۔

۱۶۸۔ اسی اسناد سے امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"امیر المومنین علیہ السلام نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا:۔

عنقریب لوگوں پر ایسا سخت زمانہ آئے گا جب مومن خدا کی نعمت کو اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑے گا" (یعنی وہ کسی دوسرے کو اس نعمت میں شریک کرنا نہیں چاہے گا) جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۔

(البقرہ۔ ۲۳۷)

" اور آپس میں بزرگی کو فراموش نہ کرو۔ بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھنے والا ہے"۔

اور عنقریب ایسا وقت بھی آئے گا جب شریر افراد کو آگے کیا جائے گا اور نیک لوگوں کو بھلا دیا جائے گا اور مجبور افراد سے خرید و فروخت کی جائے گی جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجبور افراد کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے والی خرید و فروخت اور دھوکے پر مبنی خرید و فروخت سے منع کیا ہے۔

لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے معاملات کی اصلاح کرو اور میرے اہل بیتؑ کے متعلق مجھے یاد رکھو۔

آنحضرتؐ کی یتیمی کا سبب

۱۶۹۔ اسی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ رسول اکرم کو اللہ تعالیٰ نے والدین کی طرف سے یتیم کیوں بنایا ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"تا کہ آپؐ پر مخلوق کا حق واجب نہ ہو"۔

۱۷۰۔ اسی اسناد سے امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے والد سے روایت کی ، انہوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ، انہوں نے کہا ، رسول اکرمؐ نے فرمایا:۔

"جس پر خدا کوئی نعمت کرے تو اسے اللہ کی حمد کرنی چاہیئے اور جس کے رزق میں تاخیر ہو تو اسے خدا سے استغفار کرنی چاہیئے اور جو کسی معاملے کی وجہ سے غمگین ہو تو اسے " لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ " پڑھنا چاہیئے"۔

۱۷۱۔ اسی اسناد سے حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے۔

"ایک یہودی نے امیرالمومنین علیہ السلام سے پوچھا:۔

آپؑ مجھے یہ بتائیں کہ وہ کون سی چیز ہے جو اللہ کے لیئے نہیں ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور وہ کون سی چیز ہے جسے خدا نہیں جانتا ؟

حضرتؑ نے فرمایا:۔

جس چیز کا خدا کو علم نہیں ہے وہ تمہارا یہ قول ہے کہ عزیر اللہ کے فرزند ہیں۔جب کہ خدا کو اپنے کسی فرزند کا علم نہیں ہے۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ اللہ کے لیئے کون سی چیز نہیں ہے ؟ تو اللہ کے لیئے کوئی شریک نہیں ہے۔ اور تمہارا یہ سوال کہ وہ کون سی چیز ہے جو خدا کی طرف سے نہیں ہے ؟ تو خدا کی طرف سے بندوں پر ظلم نہیں ہے۔

یہ سن کر یہودی نے کہا:۔

اشهد ان لا اله الا الله و ان محمد رسول الله"۔

۱۷۳۔اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"جو لوگوں کو علم کے بغیر فتویٰ دے تو اس پر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں"۔

۱۷۴۔اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، رسول اکرمؐ نے فرمایا:۔

"میں نے اپنی دختر کا نام فاطمہؑ رکھا۔ کیونکہ اللہ نے انہیں اور ان سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے آزاد کیا ہوا ہے۔(۱)

۱۷۵۔اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"موسیٰ بن عمرانؑ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔

پروردگار! کیا تو مجھ سے دور ہے تو میں تجھے ندا دوں یا قریب ہے تو میں تجھ سے مناجات کروں؟

اللہ تعالیٰ نے اس پر وحی نازل کی اور فرمایا:۔

موسیٰ بن عمران! میں اپنے ذکر کرنے والے کا ہم نشین ہوتا ہوں"۔

۱۷۶۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے منقول ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

بے شک اللہ فاطمہ سلام اللہ علیھا کے غضب سے غضب ناک ہوتا ہے اور فاطمہ سلام اللہ علیھا کی رضا سے راضی ہوتا ہے"۔(یعنی جس پر فاطمہؑ غضبناک ہو اس پر خدا غضب ناک ہوتا ہے اور جس سے فاطمہؑ راضی ہوں اس سے خدا راضی ہوتا ہے)

۱۷۷۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے منقول ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"ہلاکت ہے میرے اہل بیتؑ پر ظلم کرنے والوں کے لیئے۔ میں گویا کل

(۱)۔لفظا" فاطمہ "فطم" سے مشتق ہے جس کے معنی بچے سے دودھ چھڑانے کے ہیں۔اور لفظ فاطمہ کے لفظی معنی ہیں چھڑانے والی ، یعنی اپنے گناہگار محبوں کو شفاعت کرکے دوزخ سے چھڑانے والی۔

انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ منافقین کے ساتھ دوزخ کے پست ترین طبقے میں ہوں گے“۔

قاتلِ حسین کا ٹھکانہ

۱۷۸۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

”حسینؑ بن علیؑ کا قاتل آگ کے صندوق میں بند ہوگا اور اہل دنیا کے عذاب کا نصف حصہ اس پر نازل ہوگا اور اس کے ہاتھ پاؤں دوزخ کی زنجیروں سے بندھے ہوئے ہوں گے اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ دوزخ کی تہ میں جا گرے گا اور اس سے ایسی بد بو خارج ہوگی جس کی وجہ سے اہل دوزخ خدا سے پناہ مانگیں گے اور وہ دوسرے ایسے دشمنان حسین کے ساتھ ابدالاباد کے لیئے عذاب الیم میں مبتلا رہے گا جنھوں نے قتل حسینؑ کے لیئے اس کی پیروی کی ہوگی۔ اور جب ان کی کھالیں بوسیدہ ہوجائیں گی تو اللہ تعالیٰ انہیں دوسری کھالیں دے گا تا کہ وہ عذاب الیم کا مزہ چکھتے رہیں اور ان سے ایک لحہ کے لیئے عذاب کم نہ کیا جائے گا اور انہیں دوزخ کا گرم پانی پلایا جائے گا۔ عذاب دوزخ کی وجہ سے ان پر ہلاکت ہو“۔

۱۷۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

”حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے درخواست کرتے ہوئے کہا:۔

پروردگار! میرا بھائی ہارون انتقال کر گیا تو ان کی مغفرت فرما۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کی:۔

موسیٰ! اگر آپ حسین بن علی علیہما السلام کے قاتل کے علاوہ مجھ سے اولین وآخرین کے متعلق مغفرت طلب کریں تو میں آپ کی درخواست کو قبول کروں گا۔ لیکن میں حسین علیہ السلام کے قاتل سے ضرور انتقام لوں گا“۔

۱۸۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"عقیق کی انگشتری پہنو جب تک عقیق موجود ہوگا تو تمہیں کوئی غم نہیں پہنچے گا"۔

۱۸۱۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جو آخری زمانے میں ہم سے جنگ کرے تو گویا اس نے دجال کے ساتھ مل کر ہم سے جنگ کی ہے"۔

۱۸۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"یا علیؑ! اللہ نے تمہاری مغفرت کی اور تمہارے خاندان اور تمہارے شیعوں اور تمہارے شیعوں سے محبت کرنے والوں اور تمہارے شیعہ کے محبوں سے محبت کرنے والوں کی مغفرت کی ہے۔ تمہیں بشارت ہو تم "**انزع البطین**" ہو۔ یعنی تم شرک سے دور اور علم سے لبریز ہو"۔

۱۸۳۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ ۔ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔

"جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا! جو ان سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ اور جو ان کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور جو انہیں چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے"۔

۱۸۴۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"مغبون" دھوکا کھانے والا نہ تو قابل تعریف ہے اور نہ ہی لائقِ اجر خداوندی ہے"۔

۱۸۵۔ اسی اسناد سے آنحضرتؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"نہار منہ کھجوریں کھاؤ اس سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں"۔

مصنف کتاب ھذا رحمہ اللہ عرض پرداز ہے۔

اس سے "برنی کھجور" کے علاوہ ہر طرح کی کھجور مراد ہے کیونکہ "برنی کھجور" کے نہار منہ کھانے سے فالج پیدا ہوتا ہے۔

مقامِ علیؑ

۱۸۶۔اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

" نورہ" لگانے کے بعد مہندی لگانا جذام اور برص سے امان دیتا ہے"۔(۱)

۱۸۷۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے منقول ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"یا علیؑ! اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومنین کی پہچان نہ ہوتی"۔ (۲)

۱۸۸۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"یا علیؑ ! اللہ نے تمہیں تین فضیلتیں عطا کی ہیں جو تم سے پہلے کسی کو عطا نہیں فرمائیں"۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی:۔

یارسول اللہؐ ! وہ کون سی فضیلتیں ہیں جو مجھے عطا کی گئی ہیں ؟

آپؐ نے فرمایا:۔

1۔ تمہیں مجھ جیسا سسر ملا۔ 2۔ تمہیں فاطمہؑ جیسی زوجہ ملی۔

3۔ تمہیں حسنؑ و حسینؑ جیسے فرزند ملے۔

۱۸۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"یا علیؑ ! قیامت کے دن ہم چار افراد کے علاوہ کوئی سواری پر سوار نہ ہو گا۔ یہ سن کر انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی :۔

یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں ! وہ سوار کون ہوں گے ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

1۔ میں خدا کے چوپایہ براق پر سوار ہوں گا۔

2۔ میرا بھائی صالح ناقۃ اللہ پر سوار ہو گا جسے پے کیا گیا تھا۔

3۔ میرا چچا حمزہ میرے ناقہ عضبا پر سوار ہوگا۔

۱۔ غیر ضروری بالوں کو صاف کرنے کے لیئے مخصوص قسم کا چونا استعمال کیا جاتا ہے اسے " نورہ" کہتے ہیں۔

۲۔ کیونکہ آپؑ کی محبت و ولایت ایمان کی علامت اور آپؑ کا بغض نفاق کی علامت ہے۔

4۔ میرا بھائی علی جنت کی ایک ناقہ پر سوار ہوگا اور اس کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور علیؑ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی ندا کرے گا۔ لوگ کہیں گے یہ کوئی ملک مقرب یا نبی مرسل یا حامل عرش ہے۔

اس وقت عرش کے نیچے سے ایک فرشتہ کہے گا :۔

اے لوگو ! یہ ملک مقرب اور نبی مرسل اور حامل عرش نہیں ہے۔ یہ صدیق اکبر علی بن ابی طالبؑ ہے"۔

کربلا کی آبادی

۱۹۰۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ قبر حسین علیہ السلام کے گرد محلات بن چکے ہیں اور میں ان حاملہ خواتین کو دیکھ رہا ہوں جو کوفہ سے قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیئے چل پڑی ہیں ۔ اور شب و روز کا سلسلہ قائم ہو گا جب دوردراز سے لوگ حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیئے آئیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب نسل مروان کی حکومت ختم ہو جائے گی"۔

عظمتِ علی علیہ السلام

۱۹۱۔ ہم سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے مسجد کوفہ میں بیان کیا ، انہوں نے فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی سے روایت کی، انہوں نے محمد بن ظہیر سے روایت کی ، انہوں نے ابوالحسن محمد بن حسین بن اخی یونس بغدادی سے بغداد میں سنا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن یعقوب مھلبی نے بیان کیا ، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ،انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق علیہ السلام سے،انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام سے ، انہوں نے اپنے والد زین العابدین علیہ السلام سے،انہوں نے اپنے والد امام حسین علیہ السلام سے ، انہوں نے اپنے والد امیر المومنین علیہ السلام سے ، انہوں نے رسول خدا صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ، انہوں نے جبریلؑ سے ،انہوں نے میکائیلؑ سے ، انہوں نے اسرافیلؑ سے ، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

"میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں نے تمام مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور پھر ان میں سے جنہیں چنا انہیں اپنا نبی بنایا۔ اور میں نے تمام انبیاء سے محمدؐ کو اپنا حبیب اور خلیل اور صفی بنایا۔ میں نے انہیں اپنی مخلوق کے پاس رسول بنا کر بھیجا اور میں نے ان کے لیئے علیؑ کو چنا اور میں نے انہیں محمدؐ کا بھائی اور وصی اور وزیر بنایا اور انہیں محمدؐ کی طرف سے اپنی مخلوق کے لیئے ترجمان بنایا اور اپنے بندوں پر انہیں خلیفہ مقرر کیا۔ علیؑ لوگوں کے لیئے میری کتاب کو بیان کرے گا اور ان میں میرا حکم نافذ کرے گا۔ میں نے انہیں گمراہی سے ہدایت دینے والا پرچم بنایا اور اپنے تک پہنچنے کے لیئے انہیں دروازہ بنایا اور علیؑ کو میں نے اپنا وہ گھر بنایا جو اس میں داخل ہوا وہ میری دوزخ سے محفوظ رہا اور میں نے انہیں اپنا وہ قلعہ بنایا جو اس میں پناہ لے گا وہ دنیا و آخرت کے ناپسندیدہ امور سے محفوظ رہے گا اور میں نے علیؑ کو اپنا وہ چہرہ بنایا جو ان کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے اس سے اپنا رخ نہ پھیرا ۔ اور علیؑ کو میں نے آسمانوں اور زمین میں اور تمام ارضی و سماوی مخلوقات کے لیئے اپنی حجت بنایا اور میں زمین و آسمان کے رہنے والوں کا کوئی عمل قبول نہیں کروں گا جب تک وہ محمدؐ کی نبوت اور علیؑ کی ولایت کا اقرار نہ کریں۔ علیؑ میرا وہ دستِ شفقت ہے جو لوگوں پر کھلا ہوا ہے اور علیؑ میری وہ نعمت ہے جو میں اپنے پیارے بندوں کو عطا کرتا ہوں۔ میں اپنے جس بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اسے علیؑ کی ولایت و معرفت عطا کرتا ہوں۔ اور میں جس سے بغض رکھتا ہوں تو اس سے بغض بھی اسی لیئے رکھتا ہوں کہ وہ علیؑ کی معرفت و ولایت سے منحرف ہوتا ہے۔

میں اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم اٹھا کر حلفیہ کہتا ہوں کہ میرا جو بھی بندہ علیؑ سے محبت کرے گا میں اسے دوزخ سے بچا لوں گا اور اسے جنت میں داخل کروں گا۔ اور میرا جو بھی بندہ علیؑ سے بغض رکھے اور ان کی ولایت سے روگردانی کرے میں

اس سے بغض رکھتا ہوں اور اسے دوزخ میں داخل کروں گا اور وہ بد ترین ٹھکانہ ہے۔

اللھم ثبتنی علی ولایتہ و ولایتہ الائمۃ من ولدہ صلوات اللہ علیھم اجمعین۔

توکل و تواضع کے حدود

۱۹۲۔(حذف اسناد) حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

"میں آپؑ پر قربان جاؤں! توکل کی حد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

توکل کی حد یہ ہے کہ تم خدا کے علاوہ کسی سے خوف نہ کھاؤ۔

میں نے کہا:۔

تواضع کی حد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

حد تواضع یہ ہے کہ تم لوگوں سے وہی سلوک کرو جو تم ان کی طرف سے اپنے لیئے پسند کرتے ہو۔

میں نے کہا:۔

میں آپؑ پر قربان جاؤں! میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپؑ کی نظر میں میرا مقام کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

تم خود ہی دیکھ لو جو تمہاری نظر میں میرا مقام ہے"۔

پھوڑے پھنسیوں کا مجرب عمل

۱۹۳۔ (حذف اسناد) علی بن نعمان کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی:۔

"مولا! میرے جسم پر بہت پھوڑے پھنسیاں ہیں جس کی وجہ سے میں پریشان رہتا ہوں۔ میں آپؑ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے ایسی چیز تعلیم فرمائیں جس کی وجہ سے میں ان سے نجات پاؤں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

ہر پھوڑے کے لیے سات جو کے دانے لو اور ہر جو کے دانے پر سات مرتبہ

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا۔ (الواقعہ۔ ۱ تا ۶)

پھر سات مرتبہ یہ آیت پڑھو۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا۔ (طہ۔ ۱۰۶، ۱۰۷)

پھر ایک ایک جو لے کر ایک ایک پھوڑے پر لگاؤ اور تمام جو لے کر انہیں ایک نئے کپڑے میں باندھ لو اور اس کپڑے میں کوئی پتھر بھی باندھ دو۔ پھر اس کپڑے کو کسی گندے کنوئیں میں ڈال دو"۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے ایسا کیا اور جب میں نے ساتویں دن اپنے جسم کو دیکھا تو وہ میری ہتھیلی کی طرح سے بالکل صاف تھا۔

یہ عمل چاند کی آخری تاریخوں میں کرنا چاہیئے۔

۱۹۴۔ (حذف اسناد) حسین بن خالد نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

"کسی بھی مسلمان کو دھوکا اور مکاری نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ میں نے جبریل
امینؑ سے سنا۔انہوں نے کہا۔ مکر اور دھوکے کا مقام دوزخ میں ہے"۔
پھر آنحضرتؐ نے فرمایا:۔
"وہ ہم میں سے نہیں جو مسلمان کو دھوکا دے اور وہ ہم میں سے نہیں جو
کسی مسلمان سے خیانت کرے۔
پھر آپؐ نے فرمایا:۔
رب العالمین کی طرف سے جبریل امینؑ مجھ پر نازل ہوئے اور کہا:۔
"محمدؐ! آپؐ کو خوش خلقی اپنانی چاہیئے۔ اور خوش خلقی دنیا و آخرت کی بھلائی کو جمع
کرتی ہے۔
خبردار! آپؐ میں سے میرے زیادہ مشابہ وہ ہے جس کا خلق تم میں سے
بہتر ہو۔

ذوالفقار

۱۹۵۔(حذف اسناد) احمد بن عبداللہ نے کہا:۔
"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
کی تلوار ذو الفقار کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں سے آئی تھی؟
آپؑ نے فرمایا:۔
اسے جبریل امینؑ آسمان سے لے کر آئے تھے اور اس پر چاندی کا قبضہ تھا اور
وہ اس وقت میرے پاس موجود ہے"۔

عظمتِ سادات

۱۹۶۔(حذف اسناد) حسین بن خالد نے کہا۔امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔
"ہماری ذریت کو دیکھنا عبادت ہے۔
آپؑ کی خدمت میں عرض کی گئی :۔

فرزندرسول ! آپؑ میں سے صرف ائمہ کو دیکھنا عبادت ہے یا تمام لولاد پیغمبر کو دیکھنا عبادت ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

جب تک لولاد پیغمبرؐ آپؐ کے طریقے کو نہ چھوڑے اور نافرمانی میں ملوث نہ ہو اس وقت تک تمام لولاد پیغمبر کو دیکھنا عبادت ہے"۔

راست گوئی اور ادائیگیِ امانت

۱۹۷۔ میرے والد رحمہ اللہ نے مجھ سے بیان کیا ، انہوں نے احمد بن علی تفلیسی سے سنا ،انہوں نے احمد بن محمد ہمدانی سے، انہوں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے ، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے آنحضرتؐ سے روایت کی۔

آپؐ نے فرمایا:۔

"لوگوں کی نماز اور روزے ،حج اور نیکیوں کی کثرت کو نہ دیکھو اور رات کے وقت ان کی تلاوت کی آوازوں کو مت دیکھو۔ تم ان کی راست گوئی اور امانت کی ادائیگی کو دیکھو"۔

آخر شعبان کے اعمال

۱۹۸۔ ہم سے تمیم بن عبداللہ بن تمیم قرشی نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے احمد بن علی انصاری سے ، انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:۔

"میں شعبان کے آخری جمعہ کو امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:۔

ابوالصلت ! شعبان کا زیادہ حصہ گزر چکا ہے اور آج شعبان کا آخری جمعہ ہے ۔ اس ماہ میں جو تم سے کوتاہی ہوئی ہے اس کو پورا کرنے کی کوشش کرو۔ اور تجھے وہ کچھ کرنا چاہیئے جو تمہیں فائدہ دے اور بے فائدہ چیزوں کو ترک کردینا چاہیئے اور تمہیں زیادہ سے زیادہ توبہ، استغفار اور قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیئے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنی چاہیئے تاکہ

جب اللہ کا مہینہ (رمضان المبارک) وارد ہو تو تم خدا کے مخلص ہو۔ تمہارے ذمہ جو امانت ہو اسے ادا کردو اور تمہارے دل میں کسی مومن کے خلاف کینہ ہو تو اسے نکال دو اور اگر کسی گناہ کے عادی ہو تو اسے خیر باد کہہ دو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ظاہر و باطن میں خدا پر توکل رکھو (کیونکہ اللہ کا فرمان ہے)۔

وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔ (الطلاق۔ ۳)

"اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا، خدا اس کے لیئے کافی ہے۔ بے شک خدا اپنے حکم کو پہنچانے والا ہے اس نے ہر چیز کے لیئے ایک مقدار معین کردی ہے"۔

اور اس ماہ کے جتنے دن باقی رہ گئے ہیں ان میں یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ لَمْ تَكُنْ قَدْ غَفَرْتَ لَنَا فِيْ مَا مَضٰى مِنْ شَعْبَانَ فَاغْفِرْلَنَا فِيْمَا بَقِيَ مِنْهُ۔

"خدایا! اگر شعبان کے گزرے ہوئے دنوں میں تو نے ہماری مغفرت نہیں کی تو اس کے باقی دنوں میں ہماری مغفرت فرما"۔

اس مہینے میں اللہ تعالیٰ ماہ رمضان المبارک کی حرمت کی وجہ سے بہت سی گردنوں کو دوزخ سے آزاد کردیتا ہے

زاہد کون؟

۱۹۹۔ ہم سے ابوالحسن محمد بن قاسم مفسر جرجانی نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن حسن حسنی سے روایت کی، انہوں نے امام حسن عسکریؑ سے، انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے فرمایا:۔

"امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ دنیا میں زاہد کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"زاہد وہ ہے جو حساب کے ڈر سے حلال کو ترک کرے اور عذاب کے خوف سے حرام کو چھوڑ دے۔

۲۰۰۔ اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے ، آپؑ نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے فرمایا:۔

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے فرزند کی موت کی وجہ سے سخت جزع فزع کر رہا تھا۔ تو آپؑ نے اس سے فرمایا:۔

"اے شخص ! تم چھوٹی مصیبت پر جزع فزع کر رہے ہو اور بڑی مصیبت سے غافل ہو۔ اگر تم بھی اس موت کی تیاری کر چکے ہوتے جس کی طرف تمہارا فرزند چلا گیا ہے تو تم اتنا زیادہ غم نہ کرتے۔

یاد رکھو ! تمہارا موت کی تیاری کو چھوڑ دینا تمہارے فرزند کی مصیبت سے زیادہ سخت ہے"۔

نجاتِ شیعہ

۲۰۱۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسول خداؐ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

شِیْعَةُ عَلِیٍّ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

" قیامت کے دن علیؑ کے شیعہ ہی کامیاب و کامران ہوں گے "۔

امیر اور غریب میں فرق روا رکھنا چاہیے

۲۰۲۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

" جو کسی غریب مسلمان سے ملاقات کرے اور اسے اس طرح سے سلام نہ کرے جس طرح سے دولت مندوں کو سلام کرتا ہے تو قیامت کے دن جب وہ خدا کے حضور پیش ہوگا تو اللہ اس پر ناراض ہو گا "۔

سلمانؓ کی ضیافت

۲۰۳۔ علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق سے روایت ہے ،انہوں نے محمد بن ہارون صوفی سے روایت کی،انہوں نے ابوتراب محمد بن عبداللہ بن موسیٰ رویانی سے روایت کی، انہوں نے سید عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے روایت کی، انہوں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا :۔

حضرت سلمانؓ نے حضرت ابوذرؓ کو اپنے گھر پر دعوت دی اور ان کے سامنے دو روٹیاں پیش کیں۔

ابوذرؓ نے روٹیوں کو اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں گردش دی۔

سلمانؓ نے کہا:۔

ابوذرؓ ! ان روٹیوں کو گردش کیوں دے رہے ہو؟

ابوذرؓ نے کہا:۔

دیکھ رہا ہوں کہ یہ زیادہ خشک تو نہیں ہیں ۔

یہ سن کر سلمانؓ بہت زیادہ ناراض ہوئے اور کہا:۔

تمہاری یہ جرأت کہ آپ ان روٹیوں کو یوں گردش دیں۔خدا کی قسم(یہ روٹی یوں ہی نہیں بن گئی) اس کے تیار ہونے میں وہ پانی خرچ ہوا ہے جو عرش کے نیچے ہے اور اس کی تیاری میں ملائکہ نے کردار ادا کیا اور انہوں نے زیرِ عرش پانی کو ہوا کے سپرد کیا اور ہوا نے اس کی تیاری میں اپنا کردار ادا کیا ۔اس نے اس پانی کو بادلوں کے حوالے کیا اور بادلوں نے اس کی تیاری میں بڑا کردار ادا کیا ، انہوں نے زمین پر بارش برسائی اور اس کی تیاری میں گرج ، چمک اور ملائکہ نے حصہ لیا ، جنہوں نے اسے اس کے مقام پر رکھا۔ اور اس کی تیاری میں زمین اور لکڑی (ہل) لوہے اور جانوروں اور آگ اور ایندھن اور نمک کے علاوہ اور بھی بے شمار چیزوں نے

حصہ لیا اور اتنی محنت کے بعد یہ روٹی آپ کے ہاتھوں تک پہنچی ہیں۔آپ خدا کی اتنی بڑی نعمت کا شکر کیسے ادا کر رہے ہیں ؟

ابوذرؓ نے کہا:۔

میں اپنی اس غلطی کی خدا سے توبہ کرتا ہوں اور اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اپنے رویہ کی آپؓ سے بھی معذرت چاہتا ہوں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلمانؓ نے ابوذرؓ کو اپنی مہمانی کی دعوت دی۔ابوذرؓ پہنچے تو سلمانؓ نے اپنی گوڑی سے روٹی کا ایک خشک ٹکڑا انہیں پیش کیا اور اپنے مشکیزہ کے پانی سے روٹی کو گیلا کیا۔

ابوذرؓ نے کہا:۔

یہ روٹی بہت اچھی ہے ۔ کاش اس کے ساتھ نمک بھی ہوتا۔

سلمانؓ اٹھے اور انہوں نے ایک دوکاندار کے پاس اپنا مشکیزہ رہن رکھا اور نمک لے آئے۔

ابوذرؓ روٹی پر نمک چھڑک کر کھانے لگے اور انہوں نے کہا:۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہمیں یہ قناعت عطا فرمائی۔

یہ سن کر سلمانؓ نے کہا:۔

اگر آپ میں قناعت ہوتی تو مجھے اپنا مشکیزہ رہن نہ رکھنا پڑتا"۔

امیر المومنینؑ کے چند نصائح

۲۰۴۔ ہم سے علی بن احمد بن عمران دقاق نے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن ہارون صوفی سے روایت کی ، انہوں نے ابوتراب عبیداللہ بن موسیٰ رویانی سے سنا ، انہوں نے سید عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے روایت کی ،انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کی:۔

فرزند رسولؐ ! آپؑ اپنے آباء کی کوئی حدیث مجھ سے بیان فرمائیں۔

حصہ لیا اور اتنی محنت کے بعد یہ روٹی آپ کے ہاتھوں تک پہنچی ہیں۔ آپ خدا کی اتنی بڑی نعمت کا شکر کیسے ادا کرر ہے ہیں؟

ابوذرؓ نے کہا:۔

میں اپنی اس غلطی کی خدا سے توبہ کرتا ہوں اور اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اپنے رویہ کی آپؓ سے بھی معذرت چاہتا ہوں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلمانؓ نے ابوذرؓ کو اپنی مہمانی کی دعوت دی۔ ابوذرؓ پہنچے تو سلمانؓ نے اپنی گودڑی سے روٹی کا ایک خشک ٹکڑا انہیں پیش کیا اور اپنے مشکیزہ کے پانی سے روٹی کو گیلا کیا۔

ابوذرؓ نے کہا:۔

یہ روٹی بہت اچھی ہے۔ کاش اس کے ساتھ نمک بھی ہوتا۔

سلمانؓ اٹھے اور انہوں نے ایک دوکاندار کے پاس اپنا مشکیزہ رہن رکھا اور نمک لے آئے۔

ابوذرؓ روٹی پر نمک چھڑک کر کھانے لگے اور انہوں نے کہا:۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہمیں یہ قناعت عطا فرمائی۔

یہ سن کر سلمانؓ نے کہا:۔

اگر آپ میں قناعت ہوتی تو مجھے اپنا مشکیزہ رہن نہ رکھنا پڑتا''۔

امیر المومنینؑ کے چند نصائح

۲۰۴۔ ہم سے علی بن احمد بن عمران دقاق نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ہارون صوفی سے روایت کی، انہوں نے ابوتراب عبیداللہ بن موسیٰ رویانی سے سنا، انہوں نے سید عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے روایت کی، انہوں نے کہا:۔

''میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کی:۔

فرزند رسولؐ! آپؑ اپنے آباءؑ کی کوئی حدیث مجھ سے بیان فرمائیں۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا :۔

مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ، اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:۔

"لوگ جب تک چھوٹے اور بڑے بن کر رہیں گے تو بھلائی سے رہیں گے اور جب سب یکساں ہو جائیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے"۔

میں (راوی) نے عرض کی :۔

فرزند رسولؐ ! کچھ اور سنائیں ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

" اگر تمہیں ایک دوسرے کے اعمال کا پتہ چل جائے تو تم ایک دوسرے کو دفن نہ کرو گے"۔

میں (راوی) نے کہا:۔

فرزند رسولؐ! کچھ اور سنائیں ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"تم دولت میں لوگوں سے ہر گز نہیں بڑھ سکتے ۔ مسکراتے چہرے اور حسنِ ملاقات میں لوگوں سے بڑھ جاؤ کیونکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"تم لوگوں سے دولت میں ہر گز نہیں بڑھ سکتے۔ تم اخلاق میں لوگوں سے آگے بڑھ جاؤ"۔

میں (راوی) نے عرض کی:۔

فرزندِ رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جو زمانے پر غصہ کرے گا تو وہ طویل عرصے تک غصے میں رہے گا"۔

میں (راوی) نے عرض کی:۔

فرزندِ رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیر المومنینؑ سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"بُرے لوگوں کی ہم نشینی سے نیک لوگوں کے متعلق بدگمانی پیدا ہوتی ہے"۔

میں (راوی) نے عرض کی:۔

فرزندِ رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیر المومنینؑ علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"آخرت کا بدترین زادِ راہ بندوں پر ظلم کرنا ہے"۔

میں (راوی) نے عرض کی:۔

فرزندِ رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"ہر شخص کی وہی قیمت ہے جسے وہ اچھی طرح سے سرانجام دے سکتا ہے"۔

میں (راوی) نے عرض کی:۔

فرزندِ رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"انسان اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے"۔

میں (راوی) نے عرض کی:۔

فرزندِ رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:۔

"وہ شخص کبھی ہلاک نہ ہوا جس نے اپنی قدر و قیمت کو پہچانا"۔

میں (راوی) نے عرض کی:۔

فرزندِ رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"کام سے پہلے سوچ بچار کرنے سے تم ندامت سے بچ سکتے ہو"۔

میں (راوی) نے عرض کی:۔

فرزندِ رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیر المومنین

علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا :۔

"جس نے زمانہ پر تکیہ کیا وہ پچھاڑا گیا"۔

میں (راوی) نے عرض کی :۔

فرزندِ رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا :۔

"جو شخص اپنی رائے پر اعتماد کر کے بے نیاز ہو جاتا ہے وہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالتا ہے"۔

میں (راوی) نے عرض کی :۔

فرزندِ رسولؐ ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"متعلقین کی کمی دو قسموں میں سے ایک قسم کی آسودگی ہے"۔

میں (راوی) نے عرض کی :۔

فرزندِ رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا :۔

"جس میں خود پسندی داخل ہوئی وہ ہلاک ہوگیا"۔

میں (راوی) نے عرض کی :۔

فرزندِ رسولؐ ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جسے عوض کے ملنے کا یقین ہو وہ عطیہ دینے میں دریا دلی دکھاتا ہے"۔

میں (راوی) نے عرض کی:۔

فرزندِ رسولؐ! کچھ اور سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جو اپنے سے کمتر شخص کی عافیت پر راضی ہوا اسے اپنے سے اوپر والے سے بھی سلامتی ملے گی"۔

میں نے کہا، مولاؑ! اب یہ احادیث میرے لیئے کافی ہیں۔

۲۰۵۔ اسی اسناد سے سید عبدالعظیم حسنی سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے اس آیت کا مفہوم دریافت کیا:۔

أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ۔ (القیامۃ۔ ۳۴،۳۵)

"افسوس ہے تیرے حال پر بہت افسوس ہے، حیف اور صد حیف ہے"۔

آپؑ نے فرمایا:۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے لیئے دنیا کی بھلائی سے دوری ہو اور تمہارے لیئے آخرت کی بھلائی سے دوری ہو۔

نقشِ انگشتر

۲۰۶۔ مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے سعد بن عبداللہ سے روایت کی، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے روایت کی، انہوں نے

محمد بن علی کوفی سے ، انہوں نے حسن بن ابی العقب صیرفی سے ، انہوں نے حسین بن خالد صیرفی سے روایت کی۔ اس نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی:۔

ایک شخص استنجا کرے اور اس کی انگلی میں ایسی انگشتری ہو جس پر **لا اله الا الله** نقش ہو (تو اس کا کیا حکم ہے ؟)

آپؑ نے فرمایا:۔

میں اسے نا پسند کرتا ہوں۔

میں نے عرض کی:۔

تو کیا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؑ کے دیگر آبائے طاہرینؑ اپنی انگلی میں انگشتری نہیں پہنا کرتے تھےاور وہ ایسا نہیں کیا کرتے تھے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

جی ہاں! لیکن وہ داہنے ہاتھ میں انگشتری پہنا کرتے تھے۔خدا سے ڈرو اور اپنی حالت پر نگاہ رکھو۔

میں نے عرض کی:۔

امیر المومنین علیہ السلام کی انگشتری کا نقش کیا تھا ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

تم ان سے پہلے بزرگوں کے متعلق کیوں نہیں پوچھتے ؟

میں نے عرض کی:۔

تو بہتر ہے میں پوچھتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

آدم علیہ السلام کی انگشتری پر **لا اله الا الله محمد رسول الله** نقش تھا۔اور جب آپؑ جنت سے اترے تھے تو یہ انگشتری پہن کر آئے تھے۔

اور جب نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی فرمائی :۔

نوح ! جب آپ کو ڈوبنے کا خطرہ لاحق ہو تو اس وقت ایک ہزار مرتبہ **لا الہ الا اللہ** کہنا ۔ میں آپ اور آپ پر ایمان لانے والوں کو بچا لوں گا۔

پھر کشتی چل پڑی اور ایک مرتبہ سخت آندھی آئی اور کشتی کا لنگر اٹھ گیا تو حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہوا اور انہوں نے دل میں سوچا کہ وہ ایک ہزار مرتبہ **لا الہ الا اللہ** نہیں کہہ سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت سریانی زبان میں کہا :۔

ھیلو لیا الفا الفا یا ماریا یا ماریا ایقن ۔

یہ کہنے کی دیر تھی کہ ہوا تھم گئی اور کشتی صحیح چلنے لگی۔ جب کشتی نے کوہ جودی پر قرار پکڑا تو نوح علیہ السلام نے کہا :۔

جس جملے نے مجھے ڈوبنے سے بچایا وہ ہر وقت میرے ساتھ رہنا چاہیئے۔

چنانچہ انہوں نے اپنی انگشتری میں یہ الفاظ نقش کرائے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلفَ مَرَّۃٍ یَا رَبِّ اَصلِحنِی ۔

یہ الفاظ آپؑ کے سریانی جملے کا ترجمہ ہیں، یعنی

" **لا الہ الا اللہ** ہزار بار ، پروردگار ! میری اصلاح فرما"۔

اور جب ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود میں ڈالنے کے لیئے منجنیق میں بٹھایا گیا تو جبریل امینؑ بہت غضب ناک ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کرتے ہوئے فرمایا :۔

"جبریلؑ ! آپ کس بات پر ناراض ہو رہے ہیں؟

جبریلؑ نے عرض کی :۔

"پروردگار ! روئے زمین پر صرف خلیل ہی تیری عبادت کرتا ہے اور تو نے ان پر اپنے اور ان کے دشمن کو مسلط کر دیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی :۔

"جبرائیل! جلدی وہ کرتا ہے جسے تمہاری طرح مجرم کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف ہو۔ مجھے جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ میرا بندہ ہے، میں جب چاہوں اسے پکڑ سکتا ہوں"۔

یہ سن کر جبریلؑ خوش ہو گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے کہا :۔

"کیا آپؑ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

ابراہیم علیہ السلام نے کہا :۔

"مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں ہے"۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک انگشتری نازل کی جس پر یہ چھ جملے نقش تھے۔

لا اله الا الله ، محمد رسول الله ، لا حول ولا قوة الابالله ، فوضت امری الی الله ، اشتدت ظهری الی الله ، حسبی الله ۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ اس انگشتری کو پہن لیں اور میں آگ کو آپ کے لیئے ٹھنڈک اور سلامتی بنا دوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انگشتری کے نقش پر وہ جملے تھے جنہیں آپؑ نے تورات سے اخذ کیئے تھے اور وہ جملے یہ ہیں۔

اِصبِرْ تُوجَرْ اُصدُقْ تَنجُ ۔

"صبر کرو تمہیں اجر ملے گا ، سچ بولو تم نجات پاؤ گے"۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری پر یہ الفاظ نقش تھے۔

سُبْحَانَ مَنْ اَلْجَمَ الْجِنَّ بِكَلِمَا تِهٖ ۔

"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے کلمات سے جنات کو لگام دی"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انگشتری پہ دو جملے نقش تھے جنہیں آپؑ نے انجیل سے اخذ کیئے تھے اور وہ جملے یہ ہیں۔

طُوبیٰ لِعَبدٍ ذُکِرَ اللّٰہُ مِنْ اَجلِہٖ وَوَیلٌ لِعَبدٍ نُسِیَ اللّٰہُ مِنْ اَجلِہٖ۔

" اس بندہ کے لیئے خوش خبری ہے جس کی وجہ سے خدا کا ذکر کیا جائے اوراس بندہ کے لیئے ہلاکت ہے جس کی وجہ سے خدا کو فراموش کر دیا جائے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی انگشتری پہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نقش تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام کی انگشتری پر " **الملک للہ** " نقش تھا۔

امام حسن علیہ السلام کی انگشتری پر " **العزۃ للہ** " نقش تھا۔

امام حسین علیہ السلام کی انگشتری پر " **ان اللہ بالغ امرہ** " نقش تھا۔

امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد کی انگشتری پہنا کرتے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام بھی امام حسینؑ کی انگشتری پہنا کرتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی انگشتری پر

" **انہ ولیی و عصمتی من خلقہ** " کے الفاظ نقش تھے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی انگشتری پر " **حسبی اللہ** " نقش تھا۔

راوی حدیث حسین بن خالد نے کہا :۔

پھر امام علی رضا علیہ السلام نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ آپؑ نے اپنے والد علیہ السلام کی انگشتری پہن رکھی تھی اور آپؑ نے مجھے نقش بھی دکھایا۔

ایک اور روایت میں مروی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی انگشتری پر یہ الفاظ نقش تھے۔

خزی و شقی قاتل الحسین بن علی علیہما السلام۔

"حسین بن علی علیہماالسلام کا قاتل رسوا ہوا اور بد بخت بنا"۔

۲۰۷۔ (محذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"انبیاءؑ کے دانش مندانہ اقوال میں سے لوگوں کے پاس صرف یہی قول باقی رہ گیا ہے۔

"جب تم سے حیا رخصت ہو جائے تو پھر جو تمہارے جی میں آئے وہ کرتا رہ"۔

مقامِ ائمہ علیہم السلام

۲۰۸۔ (محذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"مجھے جبریل امین نے خدا کی طرف سے خبر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"علی بن ابی طالبؑ میری مخلوق پر میری حجت ہے اور میرے دین کا فیصل ہے۔ میں ان کے صلب سے ایسے امام پیدا کروں گا جو میرے امر کو قائم کریں گے اور میرے راستے کی دعوت دیں گے۔ ان کے ذریعے سے میں اپنے بندوں اور کنیزوں سے بلاؤں کو دور کروں گا اور انہی کی وجہ سے میں اپنی رحمت نازل کروں گا"۔

مقامِ قرآن

۲۰۹۔ ہم سے جعفر بن محمد بن مسرور نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری سے سنا، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے سنا، انہوں نے ریان بن الصلت سے روایت کی، انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا:۔

فرزندِ رسولؐ! آپؑ قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:۔

قرآن اللہ کا کلام ہے تم اس سے تجاوز نہ کرو اور قرآن کے علاوہ کسی اور سے ہدایت طلب نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے"۔

۲۱۰۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ہم دنیا میں سردار ہیں اور زمین میں بادشاہ ہیں"۔

۲۱۱۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جو یاقوت احمر کی اس شاخ کو دیکھنا چاہتا ہو جسے خدا نے اپنے ہاتھ سے کاشت کیا اور جو ان سے تمسک کرنا چاہتا ہو تو اسے علی اور ان کی اولاد میں سے ائمہؑ کے ساتھ محبت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ خدا کے منتخب اور مصطفیٰ بندے ہیں اور وہ ہر گناہ اور خطا سے معصوم ہیں"۔

۲۱۲۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جو شخص ماہ شعبان میں روزانہ ستر مرتبہ "**استغفر الله و اسئله التوبة**"۔ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیئے دوزخ سے آزادی اور صراط سے گزر لکھ دیتا ہے اور اسے جنت میں داخل کرتا ہے"۔

قیامت کے دن شیعوں کا حساب

۲۱۳۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جب قیامت کا دن ہو گا تو ہم اپنے شیعوں کا حساب اپنے ذمے لے لیں گے۔ جس سے خدائی معاملات میں تقصیر ہوئی ہو گی تو ہم اس کے متعلق فیصلہ کریں گے اور اللہ ہمارے فیصلے کو قائم رکھے گا۔

اور جس سے حقوق العباد میں کوئی تقصیر سرزد ہوئی ہوگی تو ہم متاثرہ فریق سے اس کی خطا معاف کرنے کی سفارش کریں گے اور ہماری وجہ سے اس کی خطا

معاف کردی جائے گی۔

اور جس سے ہمارے حق میں تقصیر واقع ہوئی ہوگی تو ہم در گذر اور معاف کرنے کے زیادہ حق دار ہیں"۔

معرفتِ امام کے بغیر مرنے والے کا انجام

۲۱۴۔ (محذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے آنحضرتؐ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جو مر جائے اور میری اولاد میں سے اس کا کوئی امام نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور جاہلیت و اسلام کے اعمال کی بدولت اس کا مؤاخذہ کیا جائے گا"۔

مقام اہل بیتؑ

۲۱۵۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا :۔

"میں اور یہ یعنی علیؑ اس طرح سے ہوں گے ۔ پھر آپؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملایا اور پھر فرمایا ۔ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ ہوں گے اور جو ہمارے مظلوم کی مدد کرے وہ بھی ایسا ہی ہے"۔ (یعنی وہ بھی ہمارے ساتھ ہو گا)

۲۱۶۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے ۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جو عروۃ الوثقٰی (مضبوط رسی) کو پکڑنے کا خواہش مند ہو تو اسے علیؑ اور میرے اہل بیت سے تمسک کرنا چاہیئے"۔

۲۱۷۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"ائمہ حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے۔ جس نے ان کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ یہی عروۃ الوثقٰی ہیں اور یہی خدا کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں"۔

۲۱۸۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"علی ! تم اور میرے دو بیٹے (حسنؑ و حسینؑ) اللہ کی مخلوق میں سے

برگزیدہ ہیں"۔

۲۱۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا :۔

"میں اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں"۔

۲۲۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جس نے ہم اہل بیتؑ سے محبت رکھی۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن حالتِ امن میں محشور فرمائے گا"۔

۲۲۱۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:۔

"جس نے تم سے محبت رکھی قیامت کے دن وہ انبیاءؑ کے ساتھ ان کے درجہ میں ہو گا اور جو تم سے بغض رکھتے ہوئے مرا تو اس کے متعلق خدا پرواہ نہیں کرتا کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے"۔

۲۲۲۔ اسی اسناد سے رسولِ خداؐ نے قرآن مجید کی آیت

وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۔ (الصافات۔۲۴)

" اور انہیں روکو، ان سے سوال کیا جائے گا"۔ کے متعلق فرمایا:۔

"ان سے ولایت علیؑ کا سوال کیا جائے گا"۔(۱)

۲۲۳۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"آپؐ نے علی، فاطمہ، حسن، حسین، عباس بن عبدالمطلب اور عقیل علیہم السلام کو جمع کر کے فرمایا:۔

"جو تم سے جنگ کرتا ہے اس سے میں جنگ کرتا ہوں اور جو تم سے صلح رکھتا ہے اس سے میں صلح رکھتا ہوں"۔

مصنف کتاب ھذا رحمہ اللہ عرض پرداز ہے:۔

اس حدیث میں عباس و عقیل کا ذکر غریب ہے اور میں نے محمد بن عمر

۱۔ علامہ حلی رقم طراز ہیں۔ جمہور نے ابن عباس اور ابی سعید خدری کی سند سے آنحضرتؐ سے اسی آیت کے متعلق روایت کی ہے کہ لوگوں سے ولایت علیؑ کو سوال کیا جائے گا۔ اکثر حفاظ حدیث نے یہی لکھا ہے۔

الجعانی کے علاوہ اور کسی راوی کی حدیث میں یہ نہیں سنا۔

۲۲۴۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت علیؑ سے فرمایا :۔

"تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں"۔

۲۲۵۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا :۔

"علیؑ ! تم خیر البشر ہو۔ تمہارے متعلق کافر کے علاوہ کوئی شک نہیں کرے گا"۔

۲۲۶۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا :۔

"میں نے فاطمہ (س) کا عقد اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ مجھے اللہ نے ان کے نکاح کا حکم دیا"۔

۲۲۷۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا :۔

"جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔

خدایا ! جو ان سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ اور جو ان کی اعانت کرے تو اس کی اعانت کر اور جو ان کی نصرت کرے تو اس کی نصرت کر۔ اور جو انہیں چھوڑ دے تو اسے چھوڑ اور اس کے دشمن کو چھوڑ دے اور ان کی اور ان کی اولادوں کی اولاد کی حمایت فرما اور انہیں اچھائی عطا فرما۔ اور جو کچھ انہیں عطا فرمائے اس میں انہیں برکت عطا فرما اور روح القدس سے ان کی تائید فرما اور وہ زمین کے جس گوشے میں بھی جائیں ان کی حفاظت فرما اور ان میں امامت کو جاری فرما اور جو ان کی اطاعت کرے اس کی قدر دانی فرما اور جو ان کی نافرمانی کرے اسے ہلاک فرما۔ بے شک تو قریب و مجیب ہے"۔

۲۲۸۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا :۔

"سب سے پہلے میری اتباع کرنے والا علیؑ ہے اور حق کے بعد مجھ سے سب سے پہلے مصافحہ کرنے والا علیؑ ہو گا"۔

۲۲۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا :۔

"علیؑ !تم میری ذمہ داریاں اذا کرو گے اور تم میری امت میں میرے جانشین ہو"۔

۲۳۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"اس وقت تک قیامت برپا نہ ہو گی یہاں تک کہ ہم میں سے ایک شخص حق کے لیئے قیام کرے گا اور یہ اس وقت ہو گا جب اللہ اسے اجازت عطا فرمائے گا ۔ جو ان کی پیروی کرے گا نجات پائے گا اور جو ان سے پیچھے رہے گا ہلاک ہو جائے گا۔

بندگانِ خدا ! خدا سے ڈرتے رہو۔ تمہیں برف سے گزر کر بھی ان کے پاس جانا پڑے تو بھی چلے جاؤ کیونکہ وہ خدا کا اور میرا خلیفہ ہو گا"۔

۲۳۱۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ کے متعلق مروی ہے۔

"آپؐ نے حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر فرمایا:۔

جو گمان کرتا ہو کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور علیؑ سے دشمنی رکھتا ہے تو اس نے جھوٹ کہا"۔

۲۳۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن میرے اور میرے اہل بیتؑ کی ولایت میں مخلص شیعوں کے لیئے عرش کے اردگرد منبر نصب کیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا :۔

"میرے بندو ! میرے پاس آؤ تاکہ میں تم پر اپنی کرامت پھیلاؤں تمہیں دنیا میں بہت تکلیفیں دی گئی تھی"۔

۲۳۳۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"یا علیؑ ! جس شجر سے میں پیدا ہوا ہوں تم بھی اسی شجر سے پیدا ہوئے ہو۔ میں اس درخت کی جڑ ہوں اور تم اس کی شاخ ہو اور حسن و حسین علیھما السلام اس کی ٹہنیاں ہیں اور ہمارے محب اس درخت کے پتے ہیں۔ جو کسی طرح سے بھی اس درخت سے تعلق رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا"۔

۲۳۴۔ اسی اسناد سے امام حسن علیہ السلام سے مروی ہے، انہوں نے اپنے والد امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے کہا:۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا :۔

"یا علیؑ ! انصار میں سے تم سے وہی بغض رکھے گا جو یہودی الاصل ہوگا"۔

۲۳۵۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"نبی اُمی نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ مومن کے علاوہ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرے گا اور منافق کے علاوہ مجھ سے کوئی دشمنی نہیں رکھے گا"۔

۲۳۶۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

میرے اور علیؑ، فاطمہؑ، حسن اور حسین علیھم السلام اور جو میرے اہل بیت ہیں ان کے علاوہ کسی کے لیے اس مسجد میں جنابت حلال نہیں ہے"۔

۲۳۷۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"علیؑ کے علاوہ جو میرا ستر دیکھے وہ کافر ہو گا"۔

۲۳۸۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"یا علیؑ ! قیامت کے دن تمہارے شیعہ سیراب ہوکر وارد ہوں گے۔ وہ پیاسے نہ ہوں گے اور تمہارے دشمن پیاسے وارد ہوں گے وہ پانی طلب کریں گے لیکن انہیں پانی نہیں دیا جائے گا"۔

۲۳۹۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"علیؑ کا بغض کفر اور بنی ہاشم کا بغض نفاق ہے"۔

۲۴۰۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا دیتے ہوئے فرمایا تھا :۔

پروردگار ! ان کے دل کو ہدایت عطا فرما اور ان کے سینے کو کشادہ فرما اور ان کی زبان کو ثابت فرما اور انہیں سردی اور گرمی سے محفوظ فرما"۔

۲۴۱۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"مجھے ناکثین(اہل جمل)، قاسطین (اہل صفین) اور مارقین(اہل نہروان) سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا"۔

۲۴۲۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا :۔
"حبِ حزن (غم کی محبت) سے بچنے کے لیئے خدا سے پناہ طلب کرو"۔

۲۴۳۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول اکرمؐ نے فرمایا:۔
"علیؑ کے علاوہ میری طرف سے کوئی پیغام نہیں پہنچائے گا اور علیؑ کے علاوہ میرے وعدوں کو کوئی پورے نہیں کرے گا"۔

۲۴۴۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے بنی ہاشم سے فرمایا
"تمہیں میرے بعد کمزور سمجھ لیا جائے گا"۔

۲۴۵۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا:۔
"تمہارا بہترین مال اور تمہارا ذخیرہ صدقہ ہے"۔

۲۴۶۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا :۔
"میں نے تمہیں گھوڑوں اور غلاموں کی زکوۃ سے مستثنیٰ قرار دیا"۔

۲۴۷۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔
"علیؑ میرا بہترین بھائی اور حمزہ میرا بہترین چچا اور عباس میرے والد کے قائم مقام ہے"۔

۲۴۸۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا :۔
"دو اور ان سے زیادہ افراد جماعت ہیں"۔

۲۴۹۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول اکرمؐ نے فرمایا:۔
"مؤذن قیامت کے دن لمبی گردن والے ہوں گے"۔

۲۵۰۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"مومن خدا کے نور سے نگاہ کرتا ہے"۔

۲۵۱۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"اپنے دن کا آغاز صدقہ سے کرو جو اپنے دن کا آغاز صدقہ سے کرے تو اس دن اس کی کوئی دعا رد نہ ہوگی"۔ (۱)

۲۵۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"میرے اور اپنے والد کے بعد حسنؑ و حسینؑ تمام اہل زمین سے بہتر ہیں اور ان کی والدہ تمام اہل زمین کی عورتوں سے بہتر ہے"۔

۲۵۳۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"اونٹ پر سوار ہونے والی تمام عورتوں سے قریش کی عورتیں بہتر ہیں۔وہ اپنے شوہروں کے لیئے نرم دل ہیں"۔

۲۵۴۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جو تمہارے پاس تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور امت کے امور غصب کرنے اور مشورے کے بغیر حکومت قائم کرنے کی غرض سے آئے تو تم اسے قتل کر دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے"۔

۲۵۵۔ اسی اسناد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ ۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً ۔(البقرہ ۲۷۴)

"وہ جو اپنا مال رات اور دن میں چھپ کر اور ظاہر ہو کر خرچ کرتے ہیں"۔

یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی"۔(۲)

---

(۱)۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس دن اس پر کوئی بلا وارد نہ ہوگی ۔

(۲)۔ علامہ حلی رقم طراز ہیں:۔

جمہور نے اپنی اسناد سے روایت کی ہے کہ یہ آیت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی۔حضرت علیؑ کے پاس چار درہم تھے۔ انہوں نے ایک درہم رات کو خدا کی راہ میں دیا اور ایک درہم دن کے وقت راہ خدا میں صدقہ کیا۔اور انہوں نے ایک درہم چھپ کر راہِ خدا میں دیا اور ایک درہم لوگوں کے سامنے راہ خدا میں صرف کیا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۵۶۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔

رسول خداؐ نے **وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ** ۔ (الحاقہ ۔ ۱۲)

" اور اسے یاد رکھنے والا کان یاد رکھے گا " ۔تلاوت فرمائی اور فرمایا :۔

"یا علیؑ ! میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ تمہارے کان کو " اذن واعیہ " قرار دے"۔ (۱)

۲۵۷۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا :۔

"میں نے رسول خداؐ سے زیادہ چوڑے شانے والا کسی کو نہیں دیکھا"۔

۲۵۸۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا :۔

"قیامت کے روز بندوں سے سب سے پہلے ہم اہل بیتؑ کی محبت کے متعلق پوچھا جائے گا"۔

۲۵۹۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا :۔

"میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔اللہ کی کتاب اور میری عترت اہل بیتؑ اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے جب تک حوض کوثر پر وارد نہ ہو جائیں"۔

۲۶۰۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔

"رسول خداؐ دو موٹے تازے اور سینگ دار مینڈھے عید قربان پر ذبح کرتے تھے"۔

۲۶۱۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔

"رسول خداؐ نے میرے لیئے سردی اور گرمی سے بچنے کی دعا فرمائی تھی"۔

۲۶۲۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا :۔

"میں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ کے رسولؐ کا بھائی ہوں اور جو میرے بعد یہ دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہو گا"۔

۲۶۳۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا تھا :۔

---

(۱) علامہ حلی لکھتے ہیں :... جمہور نے روایت کی کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی

"یا علیؑ! تم عیسیٰ کی مثال ہو جس سے نصاریٰ نے محبت کی تو وہ محبت میں کافر ہوگئے اور یہود نے ان سے بغض رکھا تو وہ ان کے بغض کی وجہ سے کافر ہوگئے"۔

۲۶۴۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"فاطمہؑ نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت پر دوزخ کی آگ کو حرام قرار دے دیا"۔

۲۶۵۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا:۔

"تمہارا محب میرا محب ہے اور تم سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے"۔

۲۶۶۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"مومن کے علاوہ علیؑ سے کوئی محبت نہیں کرے گا اور کافر کے علاوہ کوئی علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا"۔

۲۶۷۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"لوگ مختلف درختوں سے تعلق رکھتے ہیں اور میں اور علیؑ ایک ہی درخت سے تعلق رکھتے ہیں"۔

۲۶۸۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔

"رسول خداؐ اپنے دائیں ہاتھ میں انگشتری پہنا کرتے تھے"۔

۲۶۹۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"عمارؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا"۔

۲۷۰۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔

"جو اپنے آقاؤں کے علاوہ اوروں سے تعلق قائم کرے تو اس پر اللہ اور ملائکہؑ اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی"۔

۲۷۱۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاملہ عورتوں سے جماع کرنے

سے منع کیا یہاں تک کہ وہ بچے کو جنم دیں"۔ (۱)

۲۷۲۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے منقول ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"ائمہ قریش میں سے ہوں گے"۔

۲۷۳۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا :۔

"جس کے کلام کا اختتام مجھ پر اور علیؑ پر درود سے ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا"۔

۲۷۴۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"تمہیں مجھ سے بیزاری کی دعوت دی جائے گی۔ تم مجھ سے بیزاری اختیار نہ کرنا کیونکہ میں دین محمدؐ پر ہوں"۔

۲۷۵۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے ۔آپؑ نے فرمایا :۔

"سنت پیغمبرؐ کے یاد رکھنے والے اصحاب محمدؐ خوبی جانتے ہیں کہ اہل صفین پر خدا نے اپنے رسولؐ کی زبانی لعنت کی ہے اور وہ ناکام رہے۔جنہوں نے جھوٹ تراشا"۔

۲۷۶۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔آپؑ نے فرمایا :۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا :۔

"علیؑ ! تم جس راستے اور وادی میں چلو گے تو شیطان تمہارے راستے اور وادی میں نہیں چلے گا"۔

۲۷۷۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا :۔

"امت کا بدترین شخص حسینؑ کو قتل کرے گا اور حسینؑ کی نسل سے بیزاری وہی کرے گا جو میرا منکر ہو گا"۔

۲۷۸۔ ہم سے محمد بن عمر حافظ نے بیان کیا،انہوں نے حسن بن عبداللہ تمیمی سے سنا ،انہوں نے اپنے والد سے سنا ، انہوں نے کہا میں نے اپنے آقا و مولا امام علی رضا علیہ السلام سے سنا ،انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے

۱۔یہ نہی کراہت پر مبنی ہے۔

امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے سنا ، انہوں نے کہا کہ رسول خداؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا :۔

"جس کا میں ولی ہوں ، اس کا علی ولی ہے اور جس کا میں امام ہوں اس کا علی امام ہے"۔

۲۷۹۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا :۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خیبر کے دن مجھے علم عطا کیا تو میں اس وقت تک واپس نہ آیا جب تک خدا نے میرے ہاتھ پر فتح نہ دے دی"۔

۲۸۰۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا :۔

"مجھے خدا کی طرف سے حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ **لا الہ الا اللہ** کہیں ۔ اور جب وہ **لا الہ الا اللہ** کہہ دیں گے تو ان لوگوں کے خون اور مال مجھ پر حرام ہو جائیں گے"۔

۲۸۱۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کبھی تین دن تک مسلسل گندم کی روٹی شکم سیر ہو کر تناول نہیں فرمائی یہاں تک کہ آپؐ دنیا سے رخصت ہوئے"۔

۲۸۲۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا :۔

"سلمانؓ ہمارے اہل بیت میں سے ہے"۔

۲۸۳۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔

" ابوذرؓ اس امت کے صدیق ہیں"۔

۲۸۴۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"جس نے سانپ کو مارا تو گویا اس نے ایک کافر کو قتل کیا"۔

۲۸۵۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"ایک نگاہ کے بعد دوسری نگاہ نہ ڈالو۔ تمہارے لیئے صرف پہلی نگاہ ہی حلال ہے"۔

۲۸۶۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جب رسول خداؐ نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر روانہ کیا تو مجھے ارشاد فرمایا۔

"جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش کیا جائے تو جب تک دوسرے فریق کا بیان نہ سن لو اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کرنا"۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں۔"اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے میں کبھی شک نہیں ہوا" ۔

۲۸۷۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔آپؑ نے فرمایا:۔

"اللہ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو اس کے دین میں جھگڑتے ہیں۔ان لوگوں پر خدا کے نبیؐ کی زبان سے بھی لعنت کی گئی ہے"۔

۲۸۸۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔آپؑ نے فرمایا:۔

وَ السَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ ۔ (الواقعہ۔ ۱۰)

" اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہیں "۔

یہ آیت میری شان میں نازل ہوئی اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ۔ (مؤمنون۔۱۰،۱۱)

" یہی تو وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث بنیں گے ۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے "۔

یہ آیت بھی میری شان میں نازل ہوئی ہے۔

۲۸۹۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"جس نے ایک سو مرتبہ آیت الکرسی پڑھی تو وہ اس کی مانند ہے جس نے پوری زندگی خدا کی عبادت کی ہو"۔

۲۹۰۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول اکرمؐ نے فرمایا:۔

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اچھی گفتگو کرے اور کھانا کھلائے اور جب لوگ رات کے وقت نیند میں سوئے ہوئے ہوں تو وہ نماز پڑھے"۔

۲۹۱۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔

"آپؑ کے سامنے کوفہ کا ذکر کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:۔
کوفہ سے ویسے ہی بلائیں دور کی جائیں گی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منازل سے دور کی جاتی ہیں"۔

۲۹۲۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"جس نے رسول خداؐ کی شفاعت کی تکذیب کی تو اسے شفاعت نصیب نہ ہو گی"۔

۲۹۳۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔
"دنیا اس وقت تک ختم نہ ہو گی یہاں تک کہ نسل حسینؑ سے ایک شخص خروج کرے گا جو دنیا کو عدل سے بھر دے گا جیسا کہ ہو ظلم وجور سے بھر چکی ہو گی"۔

۲۹۴۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق منقول ہے۔
"انہوں نے کھڑے ہو کر پانی پیا اور فرمایا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا"۔

۲۹۵۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"علم مومن کی گمشدہ چیز ہے"۔

۲۹۶۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔
"جس نے مسلمان کو مشورہ میں دھوکا دیا تو میں اس سے بیزار ہوں"۔(۱)

۲۹۷۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"ہم اہل بیتؑ سے کسی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن ہمارے اندر نازل ہوا اور معدن رسالت ہمارے اندر ہے"۔

۲۹۸۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔
" اَنَا مَدِینَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا ۔
" میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے "۔

۱۔ ایک روایت میں " مومن " کے الفاظ وارد ہیں ۔

۲۹۹۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے ان سے فرمایا :۔
"اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر نگاہ ڈالی تو ان میں سے مجھے منتخب کیا۔پھر خدا نے اہل زمین پر دوبارہ نگاہ ڈالی تو میرے بعد تمہیں چنا۔ اس نے میرے بعد تمہیں میری امت کے امور کا نگران مقرر کیا اور ہمارے بعد کوئی بھی ہماری مثال نہیں ہے"۔

۳۰۰۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام نے
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۔ (الرحمٰن ۔ ۲۴)
"اسی کے وہ جہاز بھی ہیں۔جو دریاں میں پہاڑوں کی طرح کھڑے ہیں" کے متعلق فرمایا کہ اس سے کشتیاں مراد ہیں۔

۳۰۱۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے منقول ہے۔رسول اکرمؐ نے فرمایا :۔
"جب دو گروہ جنگ کریں گے ان میں سے ایک گروہ میرے راستے اور میری سنت پر جنگ کرے گا اور دوسرا دین سے خارج ہو گا۔ اس وقت عمارؓ حق پر ہو نگے"۔

۳۰۲۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا :۔
"علیؑ کے دروازے کے علاوہ باقی جتنے دروازے مسجد میں کھلتے ہیں، بند کر دو"۔

۳۰۳۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا :۔
"میری وفات کے بعد لوگوں کے سینے میں چھپے ہوئے کینے تمہارے لیئے ظاہر ہو جائیں گے اور وہ تمہیں تمہارے حق سے محروم کر دیں گے"۔

۳۰۴۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا :۔
"علیؑ کی ہتھیلی میری ہتھیلی ہے"۔ (۱)

۳۰۵۔اسی اسناد سے امام حسینؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا :۔
"رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں ہم منافقین کو علیؑ اور اولاد علیؑ کے بغض کی علامات سے پہچانا کرتے تھے"۔

ا۔ یعنی علیؑ کی بیعت میری بیعت ہے۔

۳۰۶۔اسی اسناد سے امام حسینؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا:۔
"جنت تمہاری اور عمارؓ، سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کی مشتاق ہے"۔
۳۰۷۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول اکرمؐ نے ان سے فرمایا:۔
عنقریب میری امت تم سے غداری کرے گی اور تمام نیک و بد اس میں شامل ہوں گے"۔
۳۰۸۔ اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔
جس نے علیؑ کو سب کیا اس نے مجھے سب کیا اور جس نے مجھے سب کیا تو اس نے خدا کو سب کیا"۔
۳۰۹۔اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔
"علیؑ تم جنت میں میرے ساتھ ہوگے اور تم جنت کے ذوالقرنین ہو"۔(۱)
۳۱۰۔ اسی اسناد سے امام حسینؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"امیرالمومنین علیہ السلام نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا۔
تم مجھ سے قرآن کے متعلق سوال کرو میں تمہیں قرآنی آیات کے متعلق بتاؤں گا کہ کون سی آیت کس کے متعلق نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی"۔
۳۱۱۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے ان سے فرمایا:۔
"میں تمہارے لیئے وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو اپنے لیئے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لیئے وہی کچھ ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لیئے ناپسند کرتا ہوں"۔
۳۱۲۔ اسی اسناد سے امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان سے صحابی رسول بریدہؓ نے کہا:۔
"ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہم آپؑ کے والد کو امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کریں"۔

۱۔ یعنی تم جنت کے بادشاہ اور سلطان ہو۔

۳۱۳۔ اسی اسناد سے امام حسینؑ سے مروی ہے۔ رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:۔

"اپنے شیعوں کو بشارت دو کہ میں قیامت کے دن ان کا شفیع بنوں گا اور اس دن میری شفاعت کے علاوہ کوئی چیز فائدہ نہ دے سکے گی"۔

۳۱۴۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"جنت کا وسطی حصہ میرے اور میرے اہل بیتؑ کے لیئے ہوگا"۔

۳۱۵۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسول خداؐ سے روایت کی۔ آنحضرتؐ نے جبریلؑ سے سنا اور جبریلؑ نے اللہ تعالیٰ سے سنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"جس نے میرے اولیاء سے دشمنی رکھی تو اس نے مجھے جنگ کی دعوت دی اور جس نے میرے نبیؐ کے اہل بیتؑ سے جنگ کی تو اس پر میرا عذاب نازل ہوا اور جس نے ان کے غیر سے دوستی رکھی تو اس پر میرا غضب نازل ہوا اور جس نے ان کے غیر کی عزت کی تو اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی تو اس کے لیئے دوزخ ہے"۔

۳۱۶۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسول خداؐ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جب کوئی شخص کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور جب کوئی بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو وہ لیٹ کر نماز پڑھے اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ رو کرے اور اشارے سے نماز ادا کرے"۔

۳۱۷۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسول خداؐ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جو نیکی کا اہل ہو اس سے تم بھلائی کرو اور جو اہل نہ ہو تو بھی تم اس سے بھلائی کرو۔ اگر کوئی اہل ہے تو وہ تو ویسے ہی اہل ہے، اگر کوئی اہل نہیں ہے تو تم نیکی کے اہل ہو گے"۔

۳۸۱۔اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جس نے خدا کو ناراض کر کے کسی سلطان کو راضی کیا تو وہ اللہ کے دین سے خارج ہو گیا"۔

۳۱۹۔اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے فرمایا، میں نے اپنے والد سے سنا، وہ اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت کرتے تھے، انہوں نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی۔انہوں نے کہا:۔

"رسول خداؐ ایک چمڑے کے خیمے میں بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ بلال حبشیؓ آپؐ کے خیمے سے برآمد ہوئے اور ان کے پاس رسول خداؐ کے وضو کا بچا ہوا پانی تھا۔لوگ تبرک سمجھ کر جلدی سے اس پر ٹوٹ پڑے۔جن کے ہاتھ کچھ پانی لگا وہ اپنے چہرے کو لگانے لگا اور جن کے ہاتھ کچھ نہ آیا وہ اپنے ساتھی کے گیلے ہاتھوں کو مس کر کے اپنے چہرے پر لگانے لگا۔اور امیر المومنین علیہ السلام کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو بھی لوگوں نے متبرک سمجھ کر آپس میں تقسیم کیا"۔

۳۲۰۔اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"گوشت کھانے کے بعد اپنے چھوٹے بچوں کے ہاتھ دھلایا کرو کیونکہ شیطان اس کی بُو سونگھتا ہے۔جس کی وجہ سے بچہ نیند میں ڈر جاتا ہے۔اور کراماً کاتبین کو اس کی بُو سے اذیت ہوتی ہے"۔

۳۲۱۔اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"جو شخص چالیس دن تک خدا کے لیے نیت کو خالص رکھے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹ کر اس کی زبان پر جاری ہوں گے"۔

۳۲۲۔اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔آپؐ نے فرمایا:۔

"اپنی خوش آوازی سے قرآن کو حسین بناؤ کیونکہ خوش الحانی سے قرآن کے حُسن میں اضافہ ہوتا ہے۔پھر آپؐ نے فرمایا:۔

وَاللّٰهُ يَزِيۡدُ فِى الۡخَلۡقِ مَايَشَآءُ۔ (استناد سورۂ فاطر۔۱)

" اللہ جو چاہتا ہے خلق میں اضافہ کرتا ہے"۔

۳۲۳۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسول خداؐ سے روایت کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"مہمان کا ایک حق یہ بھی ہے کہ تم ان کے ساتھ چلو اور اپنی حویلی سے دروازے تک ان کے ساتھ آؤ"۔

۳۲۴۔(بحذف اسناد)امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسول خداؐ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

" ابرار " (نیک لوگ) کا نام اس لیئے " ابرار " رکھا گیا کیونکہ انہوں نے اپنے آباء اور اولاد اور بھائیوں سے نیکی کی"۔

۳۲۵۔(بحذف اسناد) ایک اور روایت میں جسے امام علی رضا علیہ السلام نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:۔

"عقیق کی انگشتری پہنو کیونکہ وہ پہلا پہاڑ ہے جس نے خدا کی توحید اور میری نبوت اور تمہاری وصایت اور تمہارے شیعوں کے لیئے جنت کا اقرار کیا تھا"۔

۳۲۶۔اسی اسناد سے رسولؐ خدا سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"لذات کو ڈھا دینے والی چیز (موت) کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرو"۔

۳۲۷۔اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جو کسی مومن کو ذلیل کرے یا ان کی غربت و افلاس کی وجہ سے انہیں حقیر تصور کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کے پل پر رسوا کرے گا"۔

۳۲۸۔(بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے ، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت علیؑ سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"مسلمان کے لیئے حلال نہیں کہ وہ مسلمان کو خوفزدہ کرے"۔

۳۲۹۔اسی اسناد سے رسول خداؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جس نے اپنے غصے کو روکا تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک لے گا اور جس نے اپنا اخلاق بہتر بنایا تو اللہ تعالیٰ اسے روزہ دار اور شب زندہ دار شخص کا درجہ عطا کرے گا"۔

دعائے ہلال

۳۳۰۔ہم سے محمد بن احمد بن حسین بن یوسف بغدادی نے بیان کیا، انہوں نے علی بن محمد بن عینیہ سے سنا، انہوں نے دارم بن قبیصہ سے سنا، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے، انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

جب رسول خداؐ نیا چاند دیکھتے تو آپؐ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَیُّھَا الْخَلْقُ الْمُطِیْعُ الدَّآئِبُ السَّرِیْعُ الْمُتَصَرِّفُ فِیْ مَلَکُوْتِ الْجَبَرُوْتِ بِالتَّقْدِیْرِ رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ اَللّٰھُمَّ اَهِلَّهُ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالْاِحْسَانِ وَ کَمَا بَلَّغْتَنَا اَوَّلَهُ فَبَلِّغْنَا اٰخِرَهٗ وَ اجْعَلْهُ شَھْرًا مُّبَارَکًا تَمْحُوْ فِیْهِ السَّیِّئَاتِ وَ تُثْبِتَ لَنَا فِیْهِ الْحَسَنَاتِ وَتَرْفَعَ لَنَا فِیْهِ الدَّرَجَاتِ یَا عَظِیْمَ الْخَیْرَاتِ۔

"اے فرمانبردار، سرگرم عمل اور تیز رو مخلوق اور فلک نظم و تدبیر میں تصرف کرنے والے میرا اور تمہارا رب اللہ ہے۔

خدایا! اس چاند کو ہمارے لیئے امن و ایمان، سلامتی، اسلام اور احسان کا چاند بنا۔ اور جس طرح سے تو نے ہمیں اس کا ابتدائی حصہ نصیب کیا، اسی طرح ہمیں اس کا آخری حصہ بھی نصیب فرما اور اسے با برکت مہینہ بنا۔ اس میں برائیاں مٹا اور نیکیاں

۳۳۱۔ اسی اسناد سے مروی ہے۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا معمول تھا کہ ماہ شعبان کی ابتدا میں تین روزے رکھتے تھے اور اس کے درمیان میں تین روزے رکھتے تھے اور اس کے آخر میں تین روزے رکھتے تھے۔ اور ماہ رمضان کی آمد سے دو دن قبل روزہ نہیں رکھتے تھے۔ پھر آپؐ ماہ رمضان کے روزے رکھتے تھے"۔

۳۳۲۔ اسی اسناد سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"رجب اللہ کا خاموش (۱) مہینہ ہے۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کی بارش نازل کرتا ہے اور ماہ شعبان میں اچھائی کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ اور ماہ رمضان کی چاند رات سرکش شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اور ہر شب ستر ہزار افراد کی مغفرت کی جاتی ہے اور شب قدر میں اللہ اس تعداد کے برابر افراد کی مغفرت کرتا ہے جتنا کہ وہ ماہ رجب و شعبان اور ماہ رمضان کی دیگر راتوں میں بخش چکا ہوتا ہے۔ مگر شب قدر میں اس شخص کی مغفرت نہیں کی جاتی جو اپنے بھائی سے بغض و عناد رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"ان دونوں پر نظر رکھو یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں"۔

۳۳۳۔ اسی اسناد سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے فرماتا ہے۔

"عصر کے بعد میرے بندوں اور کنیزوں کی تنگ دلی اور ان کی لغزش کو ان کے نامۂ اعمال میں نہ لکھو"۔ (۲)

۳۳۴۔ اسی اسناد سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کا تاج عرش کے نیچے اور اس کے دونوں قدم ساتویں زمین کے نیچے ہیں اور جب رات کا آخری تہائی حصہ شروع ہوتا ہے تو

۱۔ رجب ماہ حرام ہے اور اس میں جنگ ممنوع ہے۔ اسی لیئے ماہ رجب میں ہتھیاروں کی جھنکار سنائی نہیں دیتی۔

۲۔ ممکن ہے یہ حدیث سابقہ حدیث کا تتمہ ہو۔

وہ مرغ بلند آواز سے اللہ کی تسبیح کرتا ہے جسے جنات اور انسانوں کے علاوہ سب مخلوق سنتی ہے۔ اس آواز کو سن کر دنیا کے مرغ اذانیں دینے لگتے ہیں"۔

۳۳۵۔ اسی اسناد سے مروی ہے کہ۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تازہ کھجور اور کھجور کی گری کو خشک اور پرانی کھجوروں کے ساتھ تناول کرتے تھے اور فرماتے تھے:۔

اس سے ابلیس لعین کا غصہ تیز ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے (ہائے) فرزند آدم نے اتنی عمر پالی کہ وہ پرانی کھجور کو تازہ کھجور کے ساتھ کھانے لگ گیا"۔

ابلیس کی درخواست

۳۳۶۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس صحن کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک بوڑھا شخص آپؐ کے پاس آیا جس کی کمر جھکی ہوئی تھی اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کے ابرو اس کی آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھ میں خم دار لاٹھی تھی۔ اس نے سرخ ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ اس نے بالوں کا جبہ پہن رکھا تھا۔ اور اس نے آنحضرتؐ سے عرض کی:۔

یا رسول اللہ! آپؐ میری مغفرت کے لیئے دعا فرمائیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔

بوڑھے! تمہاری کوشش رائیگاں گئی اور تمہارے عمل تباہ ہوئے۔

جب یہ سن کر بوڑھا واپس گیا تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا:۔

ابوالحسنؑ! اسے پہچانتے ہو؟

میں نے عرض کی:۔

نہیں! میں اسے نہیں جانتا۔

آپؐ نے فرمایا:۔

یہ ابلیس لعین ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :۔

یہ سن کر میں اس کے تعاقب میں دوڑا ، یہاں تک کہ میں نے اسے پالیا اور میں نے اسے زمین پر پٹک دیا اور اس کے سینے پر جا بیٹھا اور میں نے اس کی گردن دبوچنے کے لیئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے مجھ سے کہا :۔

ابوالحسنؑ ! ایسا نہ کرنا کیونکہ مجھے وقت معلوم تک مہلت ملی ہوئی ہے۔ خدا کی قسم ! یا علی میں آپؑ سے بے حد محبت کرتا ہوں اور جو بھی آپؑ سے بغض رکھتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے باپ کے ساتھ جماع میں شریک ہوتا ہوں اور وہ ولد الزنا ہوتا ہے یہ سن کر میں ہنس پڑا اور اسے چھوڑ دیا"۔

فاطمہؑ کی وجہ تسمیہ

۲۳۷۔ ہم سے محمد بن احمد بن حسین بن یوسف بغدادی نے بیان کیا ،انہوں نے علی بن محمد بن عیینہ سے سنا ، انہوں نے دارم بن قبیصہ نہشلی سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا اور امام محمد تقی علیھما السلام سے سنا ،ان دونوں نے فرمایا ، ہم نے مامون سے سنا ، انہوں نے رشید سے روایت کی ، انہوں نے مھدی سے روایت کی ، انہوں نے منصور سے روایت کی، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی۔

عبداللہ بن عباس نے معاویہ سے کہا:۔

"تمہیں معلوم ہے کہ فاطمہؑ کا نام فاطمہؑ کیوں رکھا گیا ؟

معاویہ نے کہا:۔

نہیں ! مجھے معلوم نہیں ۔

ابن عباس نے کہا:۔

لا نها فطمت هی و شیعتها من النار۔

"کیونکہ وہ اور ان کے شیعہ دوزخ سے آزاد کیئے جائیں گے"۔
اور میں نے یہ بات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے سنی تھی"۔

۳۳۸۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسول خدا سے روایت کی۔ آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:۔

"علیؑ ! میں نے اپنے پروردگار سے جو کچھ اپنے لیئے طلب کیا وہی کچھ میں نے تمہارے لیئے بھی طلب کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

آپؐ کے بعد نبوت نہیں ہے۔ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور علیؑ خاتم الوصیین ہیں"۔

بہی کے فوائد

۳۳۹۔ ہم سے محمد بن احمد بن حسین بن یوسف بغدادی نے بیان کیا، انہوں نے علی بن محمد بن عیینہ سے سنا، انہوں نے دارم بن قبیصہ سے سنا، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"ایک دن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں بہی موجود تھی۔ آپؐ نے خود بھی کھائی اور مجھے بھی کھلائی اور فرمانے لگے:۔

یا علیؑ ! یہ خدا کی طرف سے میرے اور تمہارے لیئے تحفہ ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ مجھے اس میں ہر قسم کی لذت محسوس ہوئی۔

پھر آپؐ نے فرمایا:۔

یا علیؑ ! جو شخص تین دن نہار منہ بہی کھائے تو اس کا ذہن صاف ہو گا اور اس کے اندر علم و حلم بھر جائے گا(۱) اور وہ ابلیس اور اس کے لشکر کے فریب سے محفوظ رہے گا۔

---

(۱)۔ عربی عبارت وامتلاء جوفہ حلما وعلما ہے۔

۳۴۰۔اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا:۔
"جب کبھی گوشت پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال کر شوربہ زیادہ بناؤ کیونکہ شوربہ بھی ایک طرح کا گوشت ہے اور اپنے ہمسایوں کو بھیجو کیونکہ اگر تمہارے ہمسائے گوشت حاصل نہ بھی کر سکیں تو کم از کم شوربہ تو حاصل کر ہی لیں گے"۔

شجرۂ طیبہ

۳۴۱۔ اسی اسناد سے حضرت علیؑ سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا:۔
"علی! لوگوں کی تخلیق مختلف درختوں سے ہوئی اور تمہاری اور میری تخلیق ایک درخت سے ہوئی جس کی جڑ میں ہوں اور تم اس کی شاخ ہو اور حسن و حسین علیہما السلام اس کی ٹہنیاں ہیں اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔جو بھی اس درخت کی ٹہنی سے چمٹ گیا تو اللہ نے اسے جنت میں داخل کیا"۔

خزانہ اور چابی

۳۴۲۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے ،آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ، انہوں نے کہا:۔
"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔
میں علم کا خزانہ ہوں اور علی اس کی چابی ہے جسے خزانہ کی طلب ہو وہ چابی کے پاس جائے"۔

۳۴۳۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی۔رسول خداؐ نے فرمایا:۔
"ہدیہ بہترین چیز ہے اور وہ حاجات کی چابی ہے"۔

۳۴۴۔ اسی اسناد سے مروی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا:۔
"ہدیہ دلوں کے کینوں کو دور کرتا ہے"۔

۳۴۵۔(حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"خوبصورت چہرہ رکھنے والوں کے پاس بھلائی طلب کرو کیونکہ ان کے افعال بھی خوبصورت ہونے کے لائق ہوتے ہیں"۔

۳۴۶۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"میں خاتم الانبیاء ہوں اور علیؑ خاتم الاوصیاء ہے"۔

۳۴۷۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"جمعہ کو روزے سے جدا نہ کرو"(یعنی جمعہ کے دن روزہ رکھا کرو)۔

۳۴۸۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص جیسا ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو"۔

۳۴۹۔اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"رات کے وقت چراغ بجھا دیا کرو تاکہ چوہے چراغ کو ادھر ادھر کر کے گھر کو نذر آتش نہ کر دیں"۔

۳۵۰۔ اسی اسناد سے آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"کھمبی (مشروم) کا تعلق اس" مَن "سے ہے جسے خدا نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا اور وہ آنکھوں کے لیئے شفا ہے اور برنی کھجور میں چسپیدہ دانوں کا تعلق جنت سے ہے اور وہ زہر کے لیئے تریاق اور شفا ہے"۔

۳۵۱۔ اسی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق مروی ہے۔

"آپؑ نے مخنث کو اس کے مقام پیشاب کی مناسبت سے وراثت عطا کی"۔

باب 32

كتاب العلل

امام رضاؑ سے مروی علل و اسباب کا بیان

۱۔ ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن سعید کوفی سے سنا، انہوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے سنا، انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

فرزند رسولؐ! اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو مختلف انواع کی شکل و صورت میں کیوں پیدا کیا اور اس نے ایک نوع کیوں نہ پیدا کی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

تاکہ اوہام میں یہ بات نہ آئے کہ وہ عاجز ہے۔ جب بھی کسی ملحد کے وہم میں کسی صورت کا خاکہ آئے گا تو وہ دیکھے گا کہ خدا نے اس شکل و صورت کی مخلوق پہلے سے بنا رکھی ہے۔ اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ کیا خدا اس اس طرح سے کوئی چیز نہیں بنا سکتا کیونکہ وہ جیسی بھی شکل و صورت تجویز کرے گا وہی شکل و صورت اسے مخلوقات میں ضرور دکھائی دے گی۔ اور یوں لوگ انواع خلقت کو دیکھ کر یہ علم حاصل کر سکتے ہیں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

کیا قومِ نوح میں بچے نہ تھے؟

۲۔ ہم سے احمد بن جعفر ہمدانی نے بیان کیا، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے سنا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے روایت کی، انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

یہ باب ۳۵ احادیث پر مشتمل ہے۔

فرزند رسولؐ ! حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں اللہ نے پوری روئے زمین کو غرق کیوں کیا جب کہ غرق ہونے والوں میں بچے اور بے گناہ بھی تھے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

ان میں بچے سرے سے تھے ہی نہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے عذاب کا ارادہ کیا تو خدا نے ان کے مردوں اور عورتوں کو چالیس برس تک عقیم (بانجھ) بنا دیا۔ اور یوں عذاب کے نزول سے چالیس برس قبل بچوں کی پیدائش بند ہو چکی تھی اور جب قوم نوح غرق ہوئی تو ان میں کوئی بچہ نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ بے گناہوں کو عذاب دینے والا نہیں ہے۔

قوم نوح کے باقی افراد اس لیئے غرق ہوئے کہ انہوں نے اللہ کے نبی کی تکذیب کی تھی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ اس لیئے غرق ہوئے کہ وہ ظالم، نبی کی تکذیب کرتے رہے اور وہ اس تکذیب پر راضی تھے اور جو کسی کام میں موجود نہ ہو مگر اس کام کو سن کر اس پر راضی ہو تو وہ شخص اس کی مانند شمار کیا جاتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور کام کو بجا لایا ہو"۔

پسر نوح

۳۔ مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے سعد بن عبداللہ سے سنا، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے سنا، انہوں نے حسن بن علی وشاء سے سنا، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:۔

"میں نے اپنے والد علیہ السلام سے سنا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن مجید کی آیت

يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۔ (ھود۔۴۶)

" نوحؑ ! یہ آپؑ کے اہل سے نہیں ہے"۔ کے متعلق فرمایا۔

پسرِ نوح اہل سے اس لیئے خارج کیا گیا کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کا

مخالف تھا اور اتباع کرنے والوں کو نبی کا اہل کہا تھا۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:۔

لوگ اس آیت (سورۂ ہود آیت ۴۶) کو کیسے پڑھتے ہیں ؟

میں نے کہا:۔

لوگ اس آیت کو دو طرح سے پڑھتے ہیں۔

۱۔ اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ۔ "اس نے برا عمل کیا"۔

۲۔ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ "یہ عمل غیر صالح ہے"۔

اور یوں لوگ یہ ترشح کرنا چاہتے ہیں کہ کنعان حضرت نوحؑ کا فرزند ہی نہیں تھا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"لوگ غلط کہتے ہیں۔ کنعان حضرت نوحؑ کا فرزند تھا۔ جب اس نے دین میں اپنے والد کی مخالفت کی تو اللہ نے اس کی حضرت نوحؑ سے نفی کر دی"۔

ابراہیمؑ کی خلّت کی وجہ

۴۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے والد کی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اس لیئے اپنا خلیل بنایا کیونکہ ابراہیمؑ نے کبھی بھی اللہ کے علاوہ کسی غیر کا ارادہ اور پوری زندگی کبھی غیراللہ سے کچھ سوال نہیں کیا تھا"۔

اسحاقؑ کا کمر بند

۵۔ (حذف اسناد) "امام علی رضا علیہ السلام نے

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ۔ (یوسف۔۷۷)

" (برادران یوسف نے یوسفؑ کے سامنے) کہا۔ اگر بن یامین نے چوری کی

ہے تو یہ تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ ان کے بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی، یوسفؑ نے اس کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور ان پر ظاہر نہ ہونے دیا"۔

کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا :۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک کمر بند تھا جسے چھوٹے بڑوں سے بطور میراث حاصل کرتے تھے اور وہ کمر بند حضرت یوسف علیہ السلام کی پھوپھی کے پاس تھا اور پھوپھی کو حضرت یوسفؑ سے بے حد محبت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ پھوپھی اپنے بھتیجے کو اپنے پاس ٹھہرانے کے لیئے لے گئی۔ چند دنوں بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ یوسفؑ کو واپس پہنچائیں۔

بی بی نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آج رات یوسف کو میرے پاس رہنے دیں، میں کل اپنے بھتیجے کو آپؑ کے پاس بھیج دوں گی۔

دوسرے دن جب یوسفؑ اپنے والد کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگے تو پھوپھی نے وہی کمر بند یوسفؑ کی کمر میں باندھ کر لباس پہنا دیا اور یوسفؑ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ جب یوسف اپنے گھر پہنچ گئے تو بی بی آئیں اور یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ کے فرزند نے ہمارے گھر سے کمر بند چوری کرلیا ہے جو کہ اس وقت بھی اس کی کمر کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔

اس زمانے کا دستور تھا کہ اگر کوئی کسی کی چوری کرتا اور چوری ثابت ہو جاتی تو چور کو مالک کا غلام بنا دیا جاتا تھا"۔

۶۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"بنی اسرائیل کا دستور یہ تھا کہ اگر کوئی کسی کی چوری کرتا تو چور کو مالک کا غلام بنا دیا جاتا تھا۔ یوسفؑ اپنی پھوپھی کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس وقت وہ بچے تھے اور ان کی پھوپھی ان سے بے حد محبت کرتی تھی۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک کمر بند تھا جوانہوں نے یعقوب علیہ السلام

کو دیا تھا اور وہی کمر بند حضرت یعقوب علیہ السلام کی بہن کے پاس تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو پیغام بھیجا کہ وہ یوسف کو واپس کریں۔ بی بی یہ پیغام سن کر غمگین ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ ابھی رہنے دیں میں یوسف کو خود بھیج دوں گی۔

دوسرے دن بی بی نے یوسفؑ کو روانہ کرتے وقت ان کی کمر میں کمر بند باندھ دیا۔ جب یوسف والد کے پاس پہنچ گئے تو بی بی آئیں اور کمر بند کے چوری ہو جانے کا ذکر کیا۔ پھر بی بی نے تلاش کیا تو یوسفؑ کی کمر کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔

چنانچہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بن یامین کی بوری میں اپنے پانی کا پیالہ رکھوا کر پھر برآمد کیا تو بھائیوں نے سابقہ کمر بند کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:۔

اگر بن یامین نے چوری کی ہے تو یہ چنداں تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ ان کے بھائی یوسف نے بھی پہلے چوری کی تھی۔ یوسف علیہ السلام نے ان کے طعنہ کو دل میں جگہ دی اور ان پر اپنی حقیقت عیاں نہ ہونے دی"۔

فرعون ایمان لانے کے باوجود غرق کیوں ہوا ؟

۷۔ (محذوف اسناد) ابراہیم بن محمد ہمدانی کا بیان ہے۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کو کیوں غرق کیا جب کہ وہ اللہ پر ایمان لے آیا تھا اور اس کی توحید کا اقرار کر چکا تھا ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عذاب کا مشاہدہ کرنے کے وقت ایمان لایا تھا اور اس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں ہے۔ اور روزِ ازل سے خدا کی یہی سنت ہے۔ جیسا کہ رب العزت کا فرمان ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْ بَاْسَنَا قَالُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْ بَاْسَنَا ـــــ (المومن ۸۴،۸۵)

"پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے ہم خدائے یکتا پر ایمان لائے ہیں اور جن باتوں کا شرک کیا کرتے تھے سب کا انکار کر رہے ہیں تو عذاب دیکھنے کے بعد کوئی ایمان کام آنے والا نہیں تھا کہ یہ اللہ کا مستقل طریقہ ہے جو اس کے بندوں کے بارے میں گزر چکا ہے اور اسی وقت کافر خسارہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ـ (الانعام ـ ۱۵۸)

"جس دن اس کی بعض نشانیاں آجائیں گی اس دن جو نفس پہلے سے ایمان نہیں لایا ہوگا یا اس نے ایمان لانے کے بعد کوئی بھلائی نہیں کی ہوگی اس کے ایمان کا کوئی فائدہ نہ ہوگا"۔

اور فرعون بھی اس وقت ایمان لایا تھا جب وہ عذاب کو دیکھ چکا تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے :۔

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآئِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ـ (یونس ـ ۹۰)

"یہاں تک کہ جب فرعون کو غرقابی نے پکڑ لیا تو اس نے کہا میں اس خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لے آیا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں "۔

اس وقت فرعون کو یہ جواب دیا گیا تھا :۔

آٰلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ فَالْيَوْمَ

نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً وَ اِنَّ كَثِيْرً مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۔ (یونس ـ ۹۱ تا ۹۲)

"اب جب کہ تم پہلے نافرمانی کر چکے ہو اور تمہارا شمار مفسدوں میں ہو چکا ہے۔ خیر! آج ہم تمہارے بدن کو بچا لیتے ہیں تاکہ تم اپنے بعد والوں کے لیئے نشانی بن جاؤ اگرچہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہی رہتے ہیں"۔

اور جب فرعون نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا تھا تو وہ سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور جب وہ ڈوبنے لگا تو اس نے خدائے واحد پر ایمان لانے کا اقرار کیا مگر اس وقت کا ایمان اس کے لیئے نفع مند ثابت نہ ہوا البتہ اللہ نے اس کے بدن کو ساحل پر پھینکوا دیا تاکہ اسے دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کریں کہ لوہے میں ڈوبا ہوا غرق ہونے کی بجائے ساحل پر کیسے آ پہنچا۔

اور فرعون کے غرق ہونے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اس نے ڈوبتے وقت موسیٰؑ کو پکارا تھا، اللہ کو نہیں پکارا تھا۔ اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو وحی فرمائی:۔

موسیٰؑ! آپؑ نے فرعون کی مدد نہ کی کیونکہ آپؑ نے اسے پیدا نہیں کیا تھا اور اگر وہ مجھ سے مدد طلب کرتا تو میں ضرور اس کی مدد کرتا"۔

حضرت سلیمانؑ چیونٹی کی کس بات پر ہنسے تھے؟

۸۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے والد علیہ السلام کی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ۔

آپؑ نے فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ۔(النمل۔۱۹)

" سلیمانؑ اس کی بات سن کر ہنس پڑے تھے"۔ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:۔

جب سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا کے دوش پر چلتا ہوا وادیٔ نمل سے گزرا تو

قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ (النمل ـ ۱۸)

" ایک چیونٹی نے کہا ۔ اے چیونٹیو ! اپنے اپنے بلوں میں چلی جاؤ تا کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں پامال نہ کر دیں اور انہیں اس کی مطلق خبر نہ ہو "۔

ہوا نے چیونٹی کی آواز حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچائی ۔ اس وقت آپؑ تخت پر سوار ہواؤں کے دوش پر تیر رہے تھے۔آپ یہ سن کر ٹھہر گئے اور فرمایا:۔

چیونٹی کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔

جب چیونٹی کو آپؑ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؑ نے چیونٹی سے فرمایا :۔

چیونٹی! کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور میں کسی پر ظلم نہیں کرتا ؟

چیونٹی نے کہا:۔

بے شک میں جانتی ہوں کہ آپؑ اللہ کے نبی ہیں اور کسی پر ظلم نہیں کرتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا :۔

پھر تم نے اپنی قوم کو میرے ظلم سے کیوں ڈرایا اور انہیں بلوں میں چلے جانے کا حکم کیوں دیا ؟

چیونٹی نے کہا:۔

بات یہ ہے کہ مجھے یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر میری قوم آپؑ کی زینت دیکھنے میں مصروف ہو گئی تو اللہ کے ذکر سے دور ہو جائے گی۔

پھر چیونٹی نے کہا:۔

اچھا آپؑ یہ بتائیں کہ آپؑ بڑے ہیں یا داؤدؑ ؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا :۔

(بھلا یہ بھی پوچھنے کی بات ہے) میرے والد داؤد علیہ السلام بڑے تھے۔

چیونٹی نے کہا :۔

پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ آپؑ کے نام کے حروف آپؑ کے والد کے نام کے حروف سے زیادہ کیوں ہیں ؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا:۔

مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔

چیونٹی نے کہا:۔

اصل بات یہ ہے کہ آپؑ کے والد نے اپنے زخم کی دوا "ود" یعنی محبت سے کی تھی۔اسی لیئے ان کا نام داؤد رکھا گیا (یعنی محبت کے مرہم سے دوا کرنے والا) اور سلیمانؑ مجھے امید ہے کہ آپؑ بھی ایک دن اپنے والد کے ساتھ جا ملو گے۔

پھر چیونٹی نے کہا:۔

بھلا آپؑ جانتے ہیں کہ روئے زمین میں سے صرف آپؑ کے لیئے ہی ہوا کو مسخر کیوں کیا گیا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا:۔

مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

چیونٹی نے کہا:۔

اس ذریعے سے آپؑ کے خدا نے آپؑ کو یہ پیغام دیا ہے کہ اگر میں کائنات کی اور اشیاء کو بھی آپؑ کے لیئے ہوا کی طرح مسخر کر دیتا تو بھی آپؑ کی وہ مملکت ہوا کی طرح سے آپؑ کے پاس سے چلی جاتی۔

چیونٹی کی یہ بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا دیئے"۔

اسماعیلؑ کو صادق الوعد کا لقب کیوں ملا؟

۹۔ (محذوف اسناد) سلیمان جعفری نے بیان کیا۔

"امام علی رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ اسماعیلؑ کو اللہ نے صادق الوعد کا لقب کیوں دیا؟

میں نے عرض کی:۔

مولا! میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسماعیلؑ نے ایک شخص کے انتظار کا وعدہ کیا تھا تو اس کے انتظار میں پورے سال تک وہاں بیٹھے رہے اور اس کا انتظار کرتے رہے"۔

حواریوں کی وجۂ تسمیہ

۱۰۔ ہم سے ابوالعباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن سعید کوفی سے سنا، انہوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے سنا، انہوں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا:۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

حواریوں کو حواری کہنے کی وجۂ تسمیہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

لوگوں کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دھوبی تھے اور وہ لوگوں کے کپڑے دھو کر صاف کیا کرتے تھے اور لوگ اسی لفظ کا مادہِ اشتقاق "الخبز الحوار" کو قرار دیتے ہیں۔(۱)

اور ہمارے نزدیک ان کی وجۂ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ خود خالص تھے اور دوسروں کو وعظ و نصیحت کے ذریعے سے گناہوں کی آلائش سے پاک کیا کرتے تھے"۔

میں (راوی) نے کہا:۔

نصاریٰ کو نصاریٰ کیوں کہا جاتا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا:۔

"کیونکہ ان کا ابتدائی تعلق شام کے ایک دیہات" ناصرہ "سے ہے اور مصر سے واپسی پر حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی اسی بستی میں قیام کیا تھا۔ لہٰذا اسی گاؤں " ناصرہ" کی نسبت سے مسیحؑ کے پیروکاروں کو نصاریٰ کہا گیا"۔

۱۔ خبز الحوار۔ وہ روٹی جس کے آٹے کو دو بار چھانا گیا ہو اور آٹے میں کسی طرح کا چھان وغیرہ باقی نہ رہا ہو۔ تو گویا حواریوں کو حواری کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ چھانے ہوئے لوگ تھے اور ان میں کسی طرح کی قلبی آلائش موجود نہ تھی۔

اخلاط اربعہ کی تشبیہ

اا۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

طبائع (اخلاط) چار ہیں۔

1۔ایک بلغم ہے اور وہ جھگڑالو دشمن ہے۔

2۔ایک خون ہے اور وہ ایسا حبشی غلام ہے جو کبھی کبھی اپنے آقا کو قتل کر دیتا ہے۔

3۔ایک ہوا ہے وہ مدارات کرنے والا فرشتہ ہے۔

4۔ایک صفرا ہے ۔ اور صفرا زمین کی طرح سے ہے جب وہ لرزتی ہے تو اس پر قائم عمارتیں بھی گر جاتی ہیں"۔

انبیاء کے مختلف معجزات کی وجہ

۱۲۔ (حذف اسناد) "ابن سکیت نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

اللہ تعالٰی نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو عصا ، ید بیضا اور آلہ سحر اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو طب اور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کلام اور خطبہ کے ساتھ کیوں مبعوث فرمایا ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

جس دور میں اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام کو بھیجا تو اس وقت جادو کا بڑا شہرہ تھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام کو عصا اور ید بیضاء کا معجزہ دے کر بھیجا جس سے انہوں نے جادو گروں کے جادو کو باطل کیا اور اپنی حجت کو ثابت کیا۔

جس دور میں خدا وندِ عالم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بھیجا تو وہ دور بیماریوں کا تھا۔ لوگوں کو اس دور میں طب کی شدید ضرورت تھی۔ اسی لیۓ اللہ تعالٰی نے اپنی حکمتِ کاملہ سے حضرت عیسٰی کو وہ معجزات دیۓ جو اس وقت کے طبیبوں کے پاس نہیں تھے۔ آپؑ نے حکم خداوندی سے مردے زندہ کیۓ اور مادر زاد اندھوں

کو بینائی عطا کی اور برص کے مریضوں کو صحت یاب کیا اور اپنی حجت کو ثابت کیا۔

جس دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو عرب میں شعر و شاعری اور خطبات کا بڑا چرچا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے عرب کی فصاحت و بلاغت کو باطل کرنے کے لیئے اپنے رسولؐ کو قرآن مجید جیسی کتاب عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جوامع الکلم عطا فرمائے۔

چنانچہ آنحضرتؐ نے اپنے خطبات و مواعظ سے عربوں کی فصاحت و بلاغت کو باطل فرمایا اور اپنی حجت ان پر قائم فرمائی۔

یہ سن کر ابن سکیت نے کہا:۔

خدا کی قسم! میں نے آپؑ کی طرح سے صحیح جواب دینے والا آج تک نہیں دیکھا۔ آپؑ یہ بتائیں کہ مخلوق پر آج حجت کیا ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

عقل خدا کی طرف سے حجت ہے۔ اس کے ذریعے سے صادقین اور کاذبین کی پہچان ہوتی ہے۔ اور اسی کے ذریعے سے انسان خدا کے متعلق سچ بولنے والوں کی تصدیق اور خدا پر جھوٹ باندھنے والوں کی تکذیب کرتا ہے۔

ابن سکیت نے کہا:۔

خدا کی قسم! یہ ہے جواب"۔

لفظ اولی العزم کی وجۂ تسمیہ

۱۳۔ ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن سعید کوفی الہمدانی سے روایت کی، انہوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے روایت کی، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"اولی العزم انبیاء کو اولی العزم کہنے کی وجۂ تسمیہ یہ ہے کہ وہ صاحبان شریعت

و عزم تھے۔ نوح علیہ السلام کے بعد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک جتنے بھی انبیاء آئے وہ حضرت نوحؑ کی کتاب و شریعت اور سنت نوحؑ کے تابع تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور اور ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل جتنے بھی نبی آئے تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتاب و شریعت اور ان کے طریقے کی اتباع کرتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی نبی بھیجے وہ سب کے سب حضرتؑ کی شریعت و کتاب کے پیروکار تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور سے لے کر ہمارے نبی حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دور تک جتنے بھی نبی آئے وہ سب کے سب شریعت عیسیٰ کے پیروکار تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جامع کتاب اور شریعت دے کر مبعوث فرمایا۔ یہ پانچ بزرگوار اولی العزم رسول ہیں اور وہ تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں۔

شریعت محمدؐ قیامت تک منسوخ نہ ہو گی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اور جو شخص آنحضرتؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا قرآن کے بعد کسی آسمانی کتاب کا دعویٰ کرے تو ہر سننے والے پر اس کا خون بہانا حلال ہے" (اور وہ واجب القتل ہے)۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پانچ عادات

۱۴۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"پانچ عادات و اطوار کو میں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔

1۔ زمین پر بیٹھ کر غلاموں کے ساتھ کھانا کھانا۔

2۔ خالی پشت گدھا پر سوار ہونا۔

3۔ اپنے ہاتھ سے بکری کا دودھ دوہنا۔

4۔ اون کا لباس پہننا۔

5۔ بچوں پر سلام میں پہل کرنا تاکہ میرے بعد سنت ہو"۔

لوگوں نے حضرت علیؑ سے انحراف کیوں کیا تھا؟

۱۵۔ ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن سعید کوفی سے سنا، انہوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے سنا، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

لوگوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے انحراف کیوں کیا اور آپؑ کو چھوڑ کر غیر کی طرف کیوں مائل ہوئے جب کہ وہ آپؑ کی فضیلت اور سبقت اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپؑ کی نسبت کو بخوبی جانتے تھے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

لوگ آپؑ کی فضیلت سے اچھی طرح آگاہ تھے مگر اس کے باوجود وہ آپؑ کے غیر کی طرف اس لیئے مائل ہوئے کہ آپؑ نے ان کے باپ دادا، بھائی، چچا، ماموں اور قریبی رشتہ داروں کو قتل کیا تھا۔ اس کی وجہ سے ان کے دلوں میں آپؑ کے خلاف کینہ پیدا ہو چکا تھا۔ اسی لیئے انہیں آپؑ کی حکمرانی اچھی نہیں لگتی تھی اور انہیں جتنی علیؑ سے عداوت تھی اتنی عداوت کسی اور سے نہیں تھی۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جہاد میں جتنی آپؑ کی قربانیاں تھیں اتنی کسی اور کی نہیں تھیں۔

اسی لیئے لوگ آپؑ سے منحرف ہو گئے اور آپؑ کو چھوڑ کر غیر کی طرف مائل ہو گئے"۔

حضرت علیؑ نے مخالفین سے جنگ کیوں نہیں کی تھی ؟

۱۶۔ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے ابو سعید حسین بن علی عدوی سے روایت کی، انہوں نے ہیثم بن عبداللہ رمانی سے روایت کی ، انہوں نے کہا کہ

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا :۔

آپؑ مجھے یہ بتائیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی وفات کے بعد پورے پچیس برس تک دشمنوں سے جنگ کیوں نہ کی اور پھر اپنے زمانۂ حکومت میں جنگ کیوں کی تھی ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

حضرت علی علیہ السلام نے پچیس برس تک جنگ نہ کر کے آنحضرتؐ کی تیرہ سالہ مکی زندگی اور انیس ماہ مدنی زندگی کی پیروی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کے پاس اس عرصے میں مدد گار نہ تھے اسی لیئے آپؐ نے کفار ومشرکین سے جنگ نہیں کی تھی۔ اسی طرح سے پچیس برس تک حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھی مدد گار نہ تھے اسی لیئے آپؑ نے بھی مخالفین سے جنگ نہیں کی۔ اگر مکہ کے تیرہ برس اور مدینہ کے انیس ماہ تک آنحضرتؐ نے جنگ نہیں کی اور ان کی نبوت میں کوئی فرق نہیں آیا تو حضرت علی علیہ السلام کی پچیس سالہ خاموشی سے بھی ان کی امامت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ جنگ نہ کرنے کی دونوں کے لیئے وجہ ایک ہی تھی"۔

امامت ذریت حسینؑ میں ہی کیوں ؟

۱۷۔ (محذف اسناد) محمد بن ابی یعقوب بلخی نے کہا :۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا :۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ امامت امام حسنؑ کی ذریت کی بجائے نسل حسینؑ

میں ہی کیوں جاری کی گئی ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے امام حسن علیہ السلام کی نسل میں امامت نہیں رکھی اور اس نے امام حسین علیہ السلام کی نسل میں سلسلۂ امامت کو جاری فرمایا۔ اللہ سے اس کے افعال کے متعلق سوال نہیں کیا جا سکتا"۔

۱۸۔ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا ، انہوں نے سعد بن عبداللہ سے روایت کی ، انہوں نے درست سے روایت کی ، انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے روایت کی ،انہوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم بی بی عائشہ کے ہاں گئے تو اس نے کھلے برتن (ٹب) میں پانی رکھ کر دھوپ میں رکھا ہوا تھا۔

آپؐ نے فرمایا:۔ حمیرا ! یہ کیا ہے ؟

اس نے کہا:۔ میں اس پانی سے سر اور جسم دھوؤں گی۔

آپؐ نے فرمایا:۔

دوبارہ ایسا نہ کرنا ۔ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔

مصنف کتاب ھذا رحمہ اللہ عرض پرداز ہے کہ اس روایت میں " ابوالحسن " سے امام علی رضا علیہ السلام مراد ہو سکتے ہیں اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی مراد لیئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ راوی ابراہیم بن عبدالحمید نے دونوں ائمہ سے ملاقات کی تھی اور یہ حدیث " مراسیل " میں سے ہے۔

۱۹۔ ہم سے حسین بن احمد بن ادریس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ،انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ،انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ، انہوں نے حسن بن نضر سے روایت کی، انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا :۔

مولا ! یہ بتائیں کہ چند لوگ سفر کر رہے ہوں اور ان میں سے ایک شخص سفر میں مر جائے اور ایک شخص پر جنابت واجب ہو جائے اور ان کے پاس پانی صرف اتنا ہو کہ یا تو اس سے غسل میت ہو سکتا ہو یا صرف غسل جنابت کیا جا سکتا ہو ۔ آپؑ فرمائیں کہ اس صورت میں میت کو غسل دیا جائے یا جنب شخص غسل جنابت کرے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

اس پانی سے جنب شخص غسل جنابت کرے گا اور میت کو غسل نہ دیا جائے گا کیونکہ غسل جنابت فرض ہے اور دوسرا سنت ہے"۔

جنازے کی پانچ تکبیرات کی وجہ

۲۰۔ ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن حسن صفار سے سنا ،انہوں نے محمد بن عیسٰی سے سنا ، انہوں نے حسن نضر سے سنا ،انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے جنازے کی پانچ تکبیروں کی وجہ پوچھی تو آپؑ نے فرمایا:۔

لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ جنازے کی پانچ تکبیریں پانچ نمازوں سے ماخوذ ہیں اور یہ حدیث کا ظاہر ہے۔ مگر اس کا ایک باطن بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے لوگوں پر نماز ، زکوۃ ، روزہ ، حج اور ولایت کے پانچ فرائض فرض کیے ہیں اور ہر فریضے کے بدلے میں نماز میت میں ایک تکبیر فرض کی گئی۔ تو جس نے ولایت کو قبول کیا اس پر پانچ تکبیریں پڑھی جاتی ہیں اور جس نے ولایت کو قبول نہیں کیا اس کے جنازے پر چار تکبیریں پڑھی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تم پانچ تکبیریں پڑھتے ہو اور تمہارے مخالفین چار تکبیریں پڑھتے ہیں"۔

تلبیہ کی وجہ

۲۱۔ (حذف اسناد) سلیمان بن جعفر نے کہا :۔

"میں نے امام علی رضاؑ سے تلبیہ کی وجہ پوچھی تو آپؑ نے فرمایا :۔

جب لوگ احرام باندھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ندا دے کر کہتا ہے :۔

میرے بندو اور کنیزو ! جس طرح سے تم نے میری رضا کے لیئے احرام باندھا ہے اسی طرح سے میں بھی تمہارے اجسام کو دوزخ پر حرام کرتا ہوں تو اس وقت مسلمان خدا کی ندا کے جواب میں **لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ** کہتے ہیں"۔

۲۲۔ ہم سے ہمارے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا ، انہوں نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ، انہوں نے علی بن معبد سے روایت کی ، انہوں نے حسین بن خالد سے روایت کی ، انہوں نے کہا۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا :۔

اونٹ کتنے افراد کی قربانی کے لیئے کافی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

ایک شخص کے لیئے ہے۔

میں (راوی) نے پوچھا :۔

گائے کتنے افراد کی طرف سے کافی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

پانچ افراد کے لیئے کافی ہے جب وہ ایک دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہوں۔

میں (راوی) نے کہا :۔

بھلا یہ کیسے ہوا کہ اونٹ تو ایک شخص کی قربانی کے لیئے ہو اور گائے پانچ افراد کی طرف سے کافی ہو ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

اونٹ کی قربانی میں وہ علت و سبب موجود نہیں جو کہ گائے میں موجود ہے۔

کیونکہ جن لوگوں نے قوم موسیٰ میں سامری کے بچھڑے کی لوگوں کو عبادت کی دعوت دی تھی وہ پانچ افراد تھے اور ان کا تعلق ایک ہی گھرانے سے تھا اور وہ ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور وہ اذینویہ اور اس کا بھائی مبذویہ (۱) اور اس کا بھتیجا اور اس کی بیٹی اور اسکی بیوی تھے۔ اور انہوں نے ہی لوگوں کو بچھڑے کی عبادت کی دعوت دی تھی اور انہوں نے ہی اس گائے کو ذبح کیا تھا جس کے ذبح کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا"۔

فضیلتِ حج

۲۳۔ (حذف اسناد) حسین بن خالد نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ حج کرنے والے شخص کے گناہ چار ماہ تک کیوں نہیں لکھے جاتے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین کو اللہ نے چار ماہ کی مہلت دی تھی اور فرمایا تھا۔ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ۔ (التوبہ۔۲)

"تم چار ماہ تک زمین میں چل پھر لو"۔

جب خدا نے مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دی تو اس نے اپنی شان کریمی سے حج کرنے والے مومنین کو بھی یہ مہلت دی کہ چار ماہ تک ان کے گناہ بھی نہیں لکھے جائیں گے"۔

حضرت علیؑ مکہ میں رات کیوں نہ بسر کرتے تھے؟

۲۴۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ہجرت کے بعد پوری زندگی حضرت علیؑ نے مکہ میں کبھی رات بسر نہیں کی تھی۔

راوی کہتا ہے:۔

۱۔ علل الشرائع میں [illegible] اور مذویہ مرقوم ہے۔

میں نے پوچھا۔اس کی کیا وجہ تھی ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

حضرت علی علیہ السلام اس شہر میں رات بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے جس سے آپؑ ہجرت کر چکے تھے۔ آپؑ عصر کی نماز پڑھ کر مکہ سے باہر چلے جاتے تھے اور مکہ سے باہر شب باشی کیا کرتے تھے"۔

پانچ سو درہم حق مہر کی وجہ

۲۵۔(حذف اسناد) حسین بن خالد نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

حق مہر میں پانچ سو درہم سنت کیوں ہیں ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کریمی سے اپنے اوپر واجب کیا ہے کہ جو بھی مومن ایک سو مرتبہ **اللہ اکبر** اور ایک سو مرتبہ **الحمد للہ** اور ایک سو مرتبہ **سبحان اللہ** اور ایک سو مرتبہ **لا الہ الا اللہ** اور ایک سو مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور آپؐ کی آل پر درود پڑھ کر خدا سے حور عین کا سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کا عقد حور عین سے کرے گا اور اس کا وہ عمل حور عین کا حق مہر ہوگا۔

اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وحی فرمائی کہ وہ مومن خواتین کا حق مہر بھی پانچ سو درہم مقرر کریں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس پر عمل کیا"۔

۲۶۔ ہم سے حسین بن احمد بن ادریس نے روایت کی، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ، انہوں نے ابن ابی نصر سے روایت کی، انہوں نے حسین بن خالد سے روایت کی ، انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی :۔

ہے اور ارشاد فرمایا :۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيحٌ بِاِحْسَانٍ (البقرہ۔۲۲۹)

" طلاق دو مرتبہ ہے۔ پھر یا تو اچھائی سے روک لینا ہے یا اچھے طریقے سے رخصت کرنا ہے "۔

یعنی جب تیسری طلاق واقع ہو گی تو زوجین میں جدائی پیدا ہو جائے گی۔ اللہ کو طلاق ناپسند تھی اسی لیئے اس نے دوبارہ نکاح کو جائز نہیں کیا جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ طلاق کو معمولی چیز نہ سمجھیں اور عورتوں کو ضرر نہ پہنچائیں"۔

۲۸۔ ہم سے محمد بن علی ماجیلویہ نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن یحییٰ عطار سے روایت کی، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ، انہوں نے جعفر بن محمد اشعری سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ،انہوں نے کہا:۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے ان عورتوں کے متعلق پوچھا جنہیں ایک ہی نشست میں تین طلاقیں جاری کی گئی ہوں؟

آپؑ نے فرمایا:۔

اگر تم (یعنی شیعہ) بیک وقت اپنی زوجہ کو تین طلاقیں جاری کرو تو تمہاری زوجہ تمہارے علاوہ کسی کے لیئے حلال نہ ہوگی اور اگر تمہارے علاوہ دوسرے مسلمان بیک وقت تین طلاقیں جاری کریں تو ان کی بیویاں تمہارے لیئے حلال ہوں گی کیونکہ تم بیک وقت تین طلاقوں کو مؤثر نہیں مانتے اور تمہارے مخالف بیک وقت تین طلاقوں کو مؤثر مانتے ہیں"۔

آنحضرتؐ کی کنیت ابوالقاسم کیوں تھی؟

۲۹۔ ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ، انہوں نے احمد بن محمد بن سعید کوفی سے روایت کی ، انہوں نے علی بن حسن بن علی

مولا ! میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ یہ بتائیں کہ عورتوں کا حق مہر پانچ سو درہم یعنی بارہ اوقیہ اور ایک نش کیوں ہے ؟(۱)

آپؑ نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کیا ہے کہ جو بھی مومن ایک سو مرتبہ **اللہ اکبر** اور ایک سو مرتبہ **سبحان اللہ** اور ایک سو مرتبہ **الحمد للہ** اور ایک سو مرتبہ **لا الہ الا اللہ** اور ایک سو مرتبہ نبیؐ کریم اور آپؐ کے خاندان پر درود پڑھ کر خدا سے حور عین کی خواستگاری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا عقد حور عین سے کرے گا اور اس عمل کو حور عین کا حق مہر قرار دے گا۔

حور عین کا حق مہر پانچ سو مرتبہ تکبیر و تحمید و تسبیح و تہلیل و صلوات پر مشتمل ہے۔ اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا حق مہر بھی پانچ سو درہم مقرر کیا ہے۔ اور جو مومن کسی مومن سے رشتہ طلب کرے اور پانچ سو درہم حق مہر بھی ادا کرنے کی پیش کش کرے مگر دوسرا مومن اس رشتہ سے انکار کردے تو اس نے حقوق ایمان کی نافرمانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا نکاح حور عین سے نہیں کرے گا"۔

حلالہ کیوں ؟

۳۷۔ ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن سعید ہمدانی سے روایت کی ، انہوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے روایت کی ،انہوں نے اپنے والد سے روایت کی،انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

جس عورت کو شرعی طلاق ہو جائے اور عدت کے بعد جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے پہلے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے شوہر کو دو رجعی طلاقوں کا اختیار دیا

۱۔ نش بیس درہم کا ہوتا ہے اور وہ نصف اوقیہ ہوتا ہے۔

بن فضال سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ، انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا :۔

آنحضرتؐ کی کنیت ابوالقاسم کیوں تھی ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا ایک فرزند تھا جس کا نام قاسم تھا۔ اسی لیئے آپؐ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔

میں (راوی) نے عرض کی :۔

مولا ! تو کیا آپؑ مجھے اس سے زیادہ بتانے کا اہل سمجھتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:۔

ہاں ! (میں تمہیں اس کا اہل سمجھتا ہوں) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا:۔

اَنَا وَ عَلِیٌّ اَبَوَا هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔

" میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں " ۔

میں (راوی) نے کہا:۔

جی ہاں ! میں نے یہ حدیث سنی ہوئی ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا:۔

کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ علیؑ جنت و دوزخ کے قاسم (تقسیم کرنے والے) ہیں؟

میں (راوی) نے کہا:۔

جی ہاں ! یہ سچ ہے کہ علی علیہ السلام قاسم نار و جنت ہیں ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

اسی لیئے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ یعنی

قاسم جنت و نار کے والد۔

میں (راوی) نے تعجب سے کہا:۔

مولاً ! وہ کیسے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرتؐ اپنی امت پر باپ سے بھی زیادہ شفیق تھے اور آپؐ اپنی امت کے لیئے بمنزلہ باپ کے تھے اور آپؐ کی امت میں افضل ترین فرد علی علیہ السلام تھے اور آپؐ علی علیہ السلام پر خصوصی شفقت اس لیئے بھی کرتے تھے کہ علی علیہ السلام آپؐ کے وصی اور جانشین اور آپؐ کے بعد امت کے امام تھے۔ اسی شفقت کی وجہ سے آپؐ حضرت علی علیہ السلام کے والد شفیق بھی تھے اور اسی وجہ سے آپؐ کی کنیت ابو القاسم تھی"۔

اور امت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام دونوں ہی شفیق تھے۔ اسی لیئے آنحضرتؐ نے فرمایا :۔

" میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں"۔

پیغمبر اکرمؐ کی شفقت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپؐ نے ایک مرتبہ منبر پر اعلان فرمایا:۔

" جو شخص قرض اور اہل و عیال چھوڑ کر جائے تو اس کا قرض میں ادا کروں گا اور اس کے خاندان کی کفالت میرے ذمہ ہو گی اور جو شخص میراث میں مال و دولت چھوڑ جائے تو وہ دولت اس کے وارثوں کے لیئے ہو گی"۔

اسی شفقت کی وجہ سے آپؐ ماں باپ بلکہ خود مومنین کی جانوں سے بھی ان پر زیادہ حق رکھتے تھے اور جو حقوق آنحضرتؐ کو حاصل تھے وہ سب کے سب بعد میں حضرت علی علیہ السلام کو بھی حاصل ہوئے"۔

حضرت علیؑ کے قسیم النار والجنۃ ہونے کا مفہوم

۳۰۔ ہم سے تمیم بن عبداللہ بن تمیم قرشی نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے احمد بن علی انصاری سے روایت کی، انہوں نے ابوالصلت ہروی سے روایت کی۔

"ایک دن مامون نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا:۔

ابوالحسنؑ! آپؑ یہ بتائیں کہ آپؑ کے دادا امیرالمومنینؑ قسیم النار والجنۃ ہیں تو کس وجہ سے ہیں؟ میں نے اس کے متعلق بہت سوچا لیکن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پایا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

امیر المومنین! کیا آپ نے اپنے بزرگوں کے ذریعے سے عبداللہ بن عباس سے یہ روایت نہیں کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

حب علی ایمان و بغضه کفر۔

"علیؑ کی محبت ایمان اور علیؑ کا بغض کفر ہے"۔

مامون نے کہا:۔

جی ہاں! یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

پھر علیؑ کی محبت ذریعۂ جنت اور علی کا بغض ذریعۂ دوزخ ہے۔ اسی لیئے حضرت علی علیہ السلام قسیم جنت و نار ہیں۔

یہ جواب سن کر مامون نے کہا:۔

اللہ مجھے آپؑ کے بعد زندہ نہ رکھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے وارث ہیں۔

ابو الصلت کہتے ہیں:۔

جب امام علی رضا علیہ السلام گھر تشریف لائے تو میں نے آپؑ سے کہا:۔

فرزند رسول ! آپؑ نے آج بہترین جواب دیا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

ابوالصلت ! یہ جواب میں نے اس کے عقل کے پیمانے کو مدنظر رکھ کر دیا تھا۔ جب کہ ہمارے نزدیک قسیم النار و الجنۃ کا مفہوم کچھ اور ہے اور وہ مفہوم وہی ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

یا علی انت قسیم الجنۃ یوم القیامۃ تقول للنار: هذا لی و هذا لك۔

"علیؑ ! قیامت کے دن تم جنت کے قسیم ہو گے۔ تم دوزخ سے کہو گے۔ یہ میرا ہے اور یہ تیرا ہے"۔

حضرت علیؑ نے اپنے دور حکومت میں فدک واپس کیوں نہ لیا ؟

۳۱۔ ہم سے احمد بن حسن قطان نے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد بن سعید ہمدانی سے روایت کی ، انہوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے روایت کی، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی۔

"انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنی خلافت ظاہری میں فدک واپس کیوں نہ لیا ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

ہم اہل بیتؑ کا شیوہ یہ ہے کہ اگر کوئی ظلم کر کے ہم سے کچھ چھین لے تو جب تک خدا ہمیں ہمارا حق خود واپس نہ کرے اس وقت تک ہم خود واپس نہیں لیا کرتے ۔ البتہ ہم لوگوں کے غصب شدہ حقوق لوگوں کو دلواتے ہیں اور اپنے غصب شدہ مال کو واپس نہیں لیا کرتے۔

میں (مصنف) نے فدک واپس نہ کرنے کے کئی علل و اسباب اپنی کتاب

علل الشرائع میں بیان کیئے ہیں اور یہاں امام علی رضا علیہ السلام کی بیان کردہ اسی ایک حدیث پر ہی اکتفا کیا ہے"۔

قرآن کی تر و تازگی کا راز

۳۲۔ (حذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے والد علیہ السلام سے روایت کی۔

"امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا :۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن کو جب بھی پڑھا جائے تو وہ ہمیشہ ترو تازہ محسوس ہوتا ہے ؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو مخصوص زمانے اور مخصوص افراد کے لیئے نازل نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو تمام زمانوں اور تمام لوگوں کے لیئے نازل کیا۔ اسی لیئے قرآن ہر وقت اور ہر دور میں نیا لگتا ہے اور ہر قوم کے پاس قیامت کے دن تک قرآن ترو تازہ رہے گا"۔

صحابہ ستاروں کی مانند ہیں

۳۳۔ (حذف اسناد) "امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ لوگ روایت کرتے ہیں۔ اصحابي كالنجوم با يهم اقتديتم اهتديتم ۔

" میرے صحابی ستاروں کی طرح سے ہیں تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پالو گے"۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

دعوالی اصحابي۔ "میرے اصحاب کو کچھ نہ کہو"۔

تو کیا یہ دونوں روایات صحیح ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

رسول خداؐ کا یہ فرمان بالکل صحیح ہے لیکن اس سے وہ صحابی مراد ہیں جن میں رسول اکرمؐ کے بعد کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ صحابہ کے بدل جانے

کے متعلق بھی حضور اکرمؐ نے خود ہی فرمایا تھا اور ہمارے مخالفین بھی یہ روایت خود اپنی زبان سے بیان کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:۔

قیامت کے دن میرے حوض (کوثر) سے میرے چند صحابہ کو ایسے بھگایا جائے گا جیسے نئے آنے والے اونٹوں کو گھاٹ سے ہانکا جاتا ہے۔ میں کہوں گا :۔

پرور دگار ! یہ میرے اصحاب ہیں۔ یہ میرے اصحاب ہیں۔ تو اس وقت مجھ سے کہا جائے گا۔

آپؐ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپؐ کے بعد کیا کچھ تبدیلیاں کیں۔ پھر انہیں "اصحاب الشمال" دوزخیوں کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا:۔

میرے بعد بدلنے والوں کے لیئے دوری ہو اور ہلاکت ہو۔

اسی لیئے "اصحابی کالنجوم" اور "دعوالی اصحابی" کی روایات صحیح ہیں لیکن یہ ان صحابہ کے لیئے ہیں جن میں کوئی تغیر و تبدل پیدا نہیں ہوا تھا"۔(۱)

کیا معاویہ صحابی ہے ؟

۳۴۔ ہم سے حاکم ابو علی حسین بن احمد بیہقی نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن یحیٰی صولی سے روایت کی، انہوں نے احمد بن محمد بن اسحاق طالقانی سے روایت کی، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی۔

جس دور میں امام علی رضا علیہ السلام خراسان میں تھے تو ایک شخص نے کہا:۔

اگر معاویہ صحابی ہوا تو میری زوجہ کو طلاق ہو۔

فقہاء نے فتویٰ دے دیا کہ اس کی زوجہ کو طلاق ہو گئی ہے۔

۱۔ حدیث حوض کو محدثین اہل سنت نے متعدد اسناد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا۔

بخاری نے عبداللہ بن مسعود کی زبانی آنحضرتؐ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

انا فرطکم علی الحوض ولیرفعن معی رجال منکم ثم لیختلجن دونی فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک۔ (بخاری ج ۸ ص ۱۱۹ ط الامیریہ)

"میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہنچ جاؤں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میری طرف آئیں گے اور انہیں مجھ تک آنے سے روک دیا جائے گا تو میں کہوں گا۔ پرور دگار ! یہ میرے صحابی ہیں تو کہا جائے گا۔ آپؐ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپؐ کے بعد کیا کچھ کیا تھا"۔

الغرض اس مضمون کی روایات سے اہل سنت کی کتب حدیث چھلک رہی ہے۔

پھر یہ مسئلہ امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا اس کی زوجہ کو طلاق نہیں ہوئی۔

فقہاء نے ایک عریضہ لکھ کر امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا اور آپؑ سے اس فتویٰ کی وضاحت پوچھی تو آپؑ نے ان کے رقعہ کے نیچے تحریر فرمایا:۔

میں نے یہ فتویٰ تمہاری اپنی روایات کے مطابق دیا ہے۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت کی خدمت میں لوگ کثرت سے جمع ہوئے (یعنی طلقاء اکٹھے تھے)۔ آپؐ نے ان سے فرمایا:۔

" تم اچھے ہو اور میرے صحابی اچھے ہیں اور فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے "۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ الفاظ فرما کر طلقاء مکہ کو اپنا صحابی تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی آپؐ نے انہیں ہجرت کی اجازت دی تھی۔

جب فقہاء نے امام علیہ السلام کا یہ جواب پڑھا تو انہوں نے آپؑ کے فتویٰ کی تائید کی"۔

۳۵۔ ہم سے محمد بن یحییٰ صولی نے بیان کیا ، انہوں نے عون بن محمد سے روایت کی ، انہوں نے سہل بن قاسم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:۔

"امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے ایک ساتھی سے یہ کہتے ہوئے سنا:۔

" امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ کرنے والے پر خدا کی لعنت ہو"۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا :۔

اس کے ساتھ یہ کہو :۔

" سوائے اس کے جس نے توبہ کی ہو اور اصلاح کر لی ہو "۔

پھر آپؑ نے فرمایا:۔

جو لوگ امیر المومنین علیہ السلام سے علیحدہ رہے اور توبہ نہ کی ان کا جرم ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہے جنہوں نے آپؑ سے جنگ کر کے توبہ کر لی تھی"۔

باب 33

محمد بن سنان کے جواب میں آپؑ نے جو علل واسباب تحریر فرمائے (ا)

ا ۔1۔ ہم سے محمد بن ماجیلویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ،انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے سنا،انہوں نے محمد بن علی کوفی سے سنا ،انہوں نے محمد بن سنان سے سنا۔

2۔ ہم سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق ، محمد بن احمد سنانی (شیبانی خ ل) علی بن عبداللہ وراق اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مکتب رضی اللہ عنھم نے بیان کیا ، انہوں نے محمد بن ابی عبداللہ کوفی سے سنا ،انہوں نے محمد بن اسماعیل سے سنا ، انہوں نے علی بن عباس سے سنا ، انہوں نے قاسم بن ربیع صحاف سے سنا ،انہوں نے محمد بن سنان سے سنا۔

3۔ ہم سے علی بن احمد بن عبداللہ برقی ، علی بن عیسیٰ مجاور مسجد کوفہ اور ابو جعفر محمد بن موسیٰ برقی نے رَے میں بیان کیا ، انہوں نے محمد بن علی ماجیلویہ سے روایت کی ، انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے ، انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے محمد بن سنان سے روایت کی ۔

امام علی رضا علیہ السلام نے اسے اس کے مسائل کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

غسل جنابت واجب ہونے کی وجہ

غسل جنابت صفائی کا ذریعہ ہے اور اس سے انسان اپنی ناپاکی سے پاک ہو جاتا ہے۔اور اس کے ساتھ اس کا پورا بدن پاک ہوتا ہے کیونکہ جنابت پورے بدن سے خارج ہوتی ہے اس لیئے غسل جنابت میں پورے وجود کا پاک کرنا ضروری ہے۔

پیشاب اور پاخانہ کے بعد غسل واجب نہ ہونے کی وجہ

پیشاب اور پاخانہ کے بعد غسل واجب نہیں کیا گیا کیونکہ جنابت کبھی کبھی لاحق ہوتی ہے جب کہ پیشاب و پاخانہ کے ساتھ ایک دن میں کئی بار واسطہ پڑتا ہے۔

ا۔ یہ باب دو احادیث پر مشتمل ہے۔

اگر پیشاب وپاخانہ کے لیئے غسل واجب کیا جاتا تو اس سے مشقت لازم آتی اور ویسے بھی جنابت اور پیشاب و پاخانہ میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ پیشاب و پاخانے کا تعلق ارادہ اور شہوت سے نہیں ہوتا جب کہ جنابت کا تعلق ارادہ، لذت اور شہوت سے ہوتا ہے۔

اغسال مسنونہ کی وجہ

عیدین، جمعہ اور دیگر مسنون غسلوں میں بندے کی طرف سے اپنے رب کی تعظیم کا اظہار ہوتا ہے اور کریم و جلیل رب کے حضور صاف ستھرا ہونے کا اظہار ہوتا ہے اور اس سے بندے کی طرف سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

عید کا دن مسلمانوں کے ایک بڑے اجتماع کا دن ہوتا ہے جس میں جمع ہو کر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اسی لیئے اس دن کی تعظیم اور اس دن کی فضیلت اور نوافل و عبادت کے اضافے کا تقاضا ہے کہ اس دن غسل کیا جائے اور جمعہ کے دن غسل ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک انسان کی طہارت کا سبب ہے۔

غسل میت کی وجہ

میت کو غسل دینے کی وجہ یہ ہے کہ مردے کو امراض کی کثافت سے پاک کیا جائے کیونکہ مردے کو ملائکہ اور اہل آخرت سے ملاقات کرنی ہوتی ہے۔ اسی لیئے اسے غسل دیا جاتا ہے تا کہ جب وہ خدا کے حضور پیش ہو اور اہل طہارت مومنین سے اس کی ملاقات ہو تو وہ ان سے مصافحہ کرنے کے قابل بن سکے اور پاک و پاکیزہ ہو کر خدا کے حضور پیش ہو سکے تا کہ جب اسے طلب کیا جائے اور اس کی شفاعت کی جائے تو وہ صاف ستھرا ہو۔

اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مرتے وقت انسان سے وہ مادہ منویہ خارج ہوتا ہے جس سے اس کی پیدائش ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس پر جنابت لازم آجاتی ہے۔ اسی لیئے اسے غسل دینا چاہیئے۔

غسل مسّ میت کی وجہ

اور جو شخص میت کو نہلائے یا اسے غسل سے قبل ہاتھ لگائے تو اسے بھی غسل مس میت کرنا چاہیئے تا کہ میت کی آلائش سے پاک و صاف ہو سکے کیونکہ جب روح نکل جاتی ہے تو اکثر آفات جسم میں باقی رہ جاتی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کے لیئے غسل مس میت کی ضرورت ہے۔

وضو میں چہرہ اور ہاتھ کے دھونے اور سر اور پاؤں کے مسح کرنے کی وجہ

وضو میں چہرہ اور ہاتھوں کا دھونا واجب ہے اور سر اور پاؤں کا مسح کرنا فرض ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان نماز میں خداوند عالم کے حضور کھڑا ہوتا ہے اور اپنے ظاہری اعضا کے ساتھ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے اور کراماً کاتبین سے بلاقات کرتا ہے۔

وضو میں چہرے کا دھونا اس لیئے واجب ہے کہ اسی چہرہ سے انسان کو سجدہ کرنا پڑتا ہے اور اسے بارگاہِ احدیت میں جھکا کر خضوع کا اظہار کیا جاتا ہے۔

اور ہاتھوں کے دھونے کو اس لیئے واجب قرار دیا گیا ہے کہ انسان انہی ہاتھوں کو تکبیر کے ساتھ بلند کرتا ہے اور انہیں دعا کے لیئے اٹھاتا ہے۔

وضو میں سر اور پاؤں کا مسح واجب کیا گیا ہے کیونکہ سر اور پاؤں ہمیشہ باہر رہنے والے عضو ہیں اور خشوع و خضوع کے لیئے ان کا اتنا تعلق نہیں ہے جتنا کہ منہ اور ہاتھ کا ہے۔(خشوع و خضوع کے لیئے منہ اور ہاتھ کا کردار اہم ہے اسی لیئے ان کا غسل واجب ہے اور سر اور پاؤں کا کردار نسبتاً کم ہے اسی لیئے ان کا مسح واجب ہے)۔

زکوٰۃ و صدقات دینے کی وجہ

زکوٰۃ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے فقراء کو رزق فراہم کیا جائے اور دولت مندوں کی دولت محفوظ رہ سکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحت مند افراد کو حکم دیا ہے کہ وہ معذور اور اپاہج افراد کی خبر گیری کریں۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۔ (آل عمران۔۱۸۶)

"تمہیں تمہارے اموال اور جانوں کے متعلق ضرور آزمایا جائے گا"۔

مال کی آزمائش زکوٰۃ کی ادائیگی ہے اور جان کی آزمائش مشکلات و مصائب پر ثابت قدمی ہے۔

زکوٰۃ خدا کی نعمتوں کے شکر کا ذریعہ اور نعمتوں میں اضافے کا سبب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کمزوروں اور لاچاروں سے محبت و پیار کے اظہار ک وسیلہ ہے اور زکوٰۃ کمزور طبقے کے ساتھ ہمدردی کا عملی مظاہرہ ہے اور زکوٰۃ غرباء اور مساکین کے لیئے امر دین میں تقویت کا سبب ہے اور اس میں دولت مندول کے لیئے ایک نصیحت بھی پوشیدہ ہے کہ وہ دنیاوی غرباء کو دیکھ کر اپنی آخرت کی غربت و افلاس کو مد نظر رکھیں اور زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کے شکر کا مظاہرہ ہے کہ خدا نے اسے دولت مند بنایا اور اپنی نعمتوں سے مالا مال کیا۔

اور زکوٰۃ و صدقات اور صلہ رحمی اور نیک سلوک روا رکھنے میں یہ درر بھی ہے کہ خدا نے انہیں غرباء اور مفلس افراد میں سے قرار نہیں دیا حالانکہ اگ وہ چاہتا تو انہیں بھی مستحق زکوٰۃ بنا سکتا تھا۔

حج کرنے کی وجہ

حج خدا کے حضور مہمان ہونے کا دوسرا نام ہے اور حج نعمتوں کے زیادہ طلب کر۔ اور سابقہ گناہوں سے آزاد ہونے اور مستقبل کے لیئے محتاط ہونے کا نام ہے۔

حج میں انسان کو اپنی دولت خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے جسم

بھی تھکاوٹ کا نشانہ بنانا پڑتا ہے اور حج کے لیئے انسان اپنے آپ کو شہوات و لذات سے دور رکھتا ہے۔

علاوہ ازیں عبادت اور خشوع و خضوع اور گرمی و سردی کی شدت اور امن و خوف کو برداشت کر کے انسان خداوند عالم کا تقرب حاصل کرتا ہے۔

اور اس کے علاوہ حج میں تمام مخلوق کے لیئے بہت سے فوائد مضمر ہیں۔ اس کا ایک بڑا فائدہ خدا کے حضور رغبت اور گناہوں سے نفرت ہے۔

حج سے دل کی سختی اور نفس کی جسارت اور ذکر الٰہی کے نسیان اور انقطاع امید و عمل کا خاتمہ ہوتا ہے اور حج سے تجدید حقوق اور نفس کو فساد سے روکنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور حج اہل مشرق و مغرب اور بحر و بر والوں کے لیئے یکساں مفید ہے اور اس کا فائدہ صرف حج کرنے والوں تک ہی محدود نہیں ہے۔

حج تاجروں اور سامان لانے والوں، خرید و فروخت کرنے والوں اور اہل حرفہ وکسب اور مساکین کے لیئے بھی کامیابی کا ذریعہ ہے اور جن لوگوں کے لیئے اجتماع حج میں شرکت ممکن ہو ان سب کو اسلام نے دعوت دی ہے کہ وہ اجتماعِ حج میں شریک ہو کر اپنے فوائد کو ملاحظہ کریں۔

حج صرف ایک مرتبہ ہی کیوں واجب ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حج پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی فرائض کو اس طرح سے وضع کیا کہ کمزور ترین افراد بھی اس میں شامل ہو سکیں اور ان فرائض میں حج بھی ایک فرض ہے جسے پوری زندگی میں ایک دفعہ بجا لانا ہی کافی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اہل قوت کو ان کی طاقت و قوت کے مطابق ترغیب دی ہے۔

بیت اللہ وسط زمین میں کیوں قرار دیا گیا؟

بیت اللہ کو وسط زمین میں قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ بیت اللہ ہی وہ مقام ہے جس کے نیچے سے زمین بچھائی گئی اور روئے زمین پر چلنے والی تمام ہوائیں رکن شامی کے نیچے سے برآمد ہوتی ہیں اور وہ زمین کا بچھایا جانے والا ابتدائی اور پہلا ٹکڑا ہے اور کعبہ شریف کو زمین کے وسط میں اس لیئے رکھا گیا تاکہ اہل مشرق و مغرب کے لیئے سفر یکساں ہو۔

لفظ مکہ کی وجۂ تسمیہ

شہر مکہ کو "مکہ" کہنے کہ وجہ یہ ہے کہ لوگ وہاں جا کر سیٹیاں بجایا کرتے تھے اور سیٹی بجانے کے عمل کو عربی زبان میں "مُکَاءُ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جو شخص مکہ جاتا تو لوگ کہتے تھے قَدْ مَکَا۔ "وہ سیٹی مارنے گیا"۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے عمل کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَالْبَيْتِ اِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ۔ (الانفال۔۳۵)

"مشرکین کی نماز بیت اللہ کے پاس سوائے سیٹی مارنے اور تالی بجانے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے"۔

طوافِ بیت اللہ کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے جب تخلیق آدمؑ کا ارادہ کیا تو ملائکہؑ سے فرمایا:۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔ (البقرہ۔۳۰)

"میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں"۔

فرشتوں نے کہا تھا :۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ، قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ۔۳۰)

"انہوں نے کہا کیا تو اسے زمین میں خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد

کرے گا اور خون ریزی کرے گا، جب کہ ہم تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں تو ارشاد (خداوندی) ہوا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔

پھر فرشتوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ نادم ہوئے اور عرش کے ارد گرد جمع ہوئے اور استغفار کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اس کے بندوں کے لیئے بھی ایسا گھر ہونا چاہیئے۔ اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے چوتھے آسمان پر عرش کی سیدھ میں ایک مکان بنایا جس کا نام "ضراح" رکھا پھر خدا نے اس گھر کی عین سیدھ میں آسمان دنیا پر ایک گھر بنایا جس کا نام "بیت المعمور" رکھا۔ پھر اللہ نے "بیت المعمور" کی سیدھ میں خانہ کعبہ بنوایا۔ اور جب آدم زمین پر آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس گھر کا طواف کرنے کا حکم دیا۔ حضرت آدمؑ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور پھر اولاد آدم کے لیئے روز قیامت تک بیت اللہ کا طواف واجب کیا۔

حجر اسود کو بوسہ دینے کی وجہ

حجر اسود کو بوسہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نسل آدم سے میثاق لیا اور وہ میثاق پتھر میں محفوظ کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس میثاق کو یاد رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حجر اسود کے پاس یہ جملے کہے جاتے ہیں۔

"میں نے اپنی امانت ادا کر دی ہے اور میں نے اپنا میثاق پورا کر دیا ہے اور میری وعدہ وفائی کی گواہی دینا"۔

اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا :۔

قیامت کے دن حجر اسود کوہ ابو قبیس جتنا بڑا ہو کر آئے گا اس کی زبان اور ہونٹ ہوں گے جس نے اپنا وعدہ وفا کیا ہو گا تو وہ اس کی وعدہ وفائی کی گواہی دے گا۔

منیٰ کی وجۂ تسمیہ

منیٰ کو " منیٰ " کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں اپنے فرزند اسماعیل کو قربانی کے لیئے لٹایا تھا تو جبریل امینؑ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا:۔

" آپ جو چاہیں اپنے رب سے تمنا کر لیں "۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل میں تمنا کی تھی کہ ان کے فرزند اسماعیل کی جائے اللہ تعالیٰ دنبہ ذبح کرنے کا حکم دے دے تو بہتر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا کو پورا کیا۔

روزہ فرض ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے انسان پر روزہ اس لیئے فرض کیا کہ انسان بھوک اور پیاس کا ذائقہ چکھ سکے اور بھوک و پیاس کی ذلت و مسکنت کو برداشت کرتے ہوئے صبر و استقامت کا ثبوت دے اور خدا کی طرف سے اجر کا حقدار بن سکے۔

بھوک و پیاس کی سختی سے انسان و آخرت کی بھوک وپیاس یاد کرائی گئی اور بھوک و پیاس کے ذریعے سے انسانوں کو بھوکے پیاسے انسانوں کی غربت و افلاس کی طرف متوجہ کیا گیا ہے ۔

قتل کی حرمت کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے ناجائز طور پر قتل نفس کو حرام قرار دیا کیونکہ اگر قتل کو حلال قرار دے دیا جاتا تو انسانی نسل تباہ و برباد ہو جاتی اور انسانی تدبیریں ختم ہوجاتیں۔

والدین کی نافرمانی کے حرام ہونے کا سبب

اللہ تعالیٰ نے والدین کی نافرمانی کو حرام قرار دیا کیونکہ والدین کی نافرمانی توفیق الٰہی سے محرومی کا سبب ہے اور والدین کی نافرمانی نمک حرامی اور شکر کے ابطال کی موجب ہے اور والدین کی نافرمانی قلت نسل بلکہ انقطاع نسل کا سبب ہے۔

کیونکہ اگر یہ رواج ہو جائے کہ اولاد والدین کی نافرمانی کرے گی تو اس سے قطع رحمی لازم آئے گی اور کوئی بھی والدین اپنی اولاد کی تربیت پر آمادہ نہ ہوں گے۔ اسی لیئے نسل انسانی ضائع ہو جائے گی۔

زنا کی حرمت کا سبب

اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام قرار دیا کیونکہ زنا کی وجہ سے قیمتی جانیں قتل ہو جاتی ہیں اور انساب ضائع ہو جاتے ہیں اور اولاد کی تربیت نہیں ہوتی اور میراث تباہ ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مفاسد اس میں مضمر ہیں۔

یتیم کا مال کھانے کی حرمت کا سبب

اللہ تعالیٰ نے ازروئے ظلم مال یتیم کھانے کو حرام قرار دیا اور اس کی کئی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص ظلم سے یتیم کا مال کھاتا ہے تو وہ دراصل اس کے قتل کے لیئے تعاون کرتا ہے کیونکہ یتیم محتاج ہوتا ہے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لائق نہیں ہوتا اور اپنے معاملات کو خود سر انجام دینے کے قابل نہیں ہوتا اور اس کے سر پر والدین کی طرح کسی دوسرے کفیل کا بھی سایہ نہیں ہوتا۔

اندریں حالات اگر کوئی ظلم سے یتیم کا مال کھاتا ہے تو گویا وہ اسے قتل کرتا ہے اور وہ اسے فقر و فاقہ میں دھکیلتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یتیموں کا مال کھانے والوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ جیسا سلوک وہ یتیموں سے کر رہے ہیں ویسا سلوک ان کی اولاد سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:۔

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ ۔ (النساء ۔ ۹)

" اور ان لوگوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیئے کہ اگر وہ خود اپنی ضعیف و

ناتواں اولاد کو چھوڑ جاتے تو کس قدر پریشان ہوتے لہٰذا خدا سے ڈریں ۔۔۔"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا :۔

"اللہ تعالیٰ نے یتیموں کا مال کھانے والوں کے لیئے دو قسم کے عذابوں کا وعدہ کیا ہے۔ ایک دنیاوی عذاب اور دوسرا اُخروی عذاب"۔

یتیم کا مال حرام قرار دے کر خدا نے یتیم کو زندگی فراہم کی ہے اور اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا ہے اور متولیِ یتیم کی اولاد کو بھی مستقبل میں یتیمی سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا ہے ۔اور یتیموں کا مال کھانے والوں کی نسل کو داغ یتیمی دینے کا وعدہ کیا گیا ہے ۔

علاوہ ازیں مال یتیم کو اس لیئے بھی حرام قرار دیا گیا ہے کہ کہیں یتیم بالغ ہونے کے بعد اپنے کفیل اور متولی سے بغض نہ رکھے اور وہ بغض جدال و قتال کا نتیجہ نہ بنے۔

جہاد سے فرار کی حرمت کا سبب

اللہ تعالیٰ نے میدان جہاد سے فرار کرنے کو حرام قرار دیا کیونکہ فرار سے دین کی تذلیل لازم آتی ہے اور جہاد سے بھاگنے کی وجہ سے انبیاء و رسل اور عادل اماموں کے حقوق کے متعلق تحقیر لازم آتی ہے اور میدان جنگ میں ہادیانِ دین کو چھوڑنے کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ انہیں چھوڑنے والا شخص در حقیقت ان کی دعوت یعنی اقرار ربوبیت اور عدل کے قیام اور ظلم کے ترک کرنے اور فتنہ و فساد کو ختم کرنے کی نفی کرتا ہے۔

اور میدان جہاد سے فرار کے ذریعے سے دشمن کے حوصلے بڑھتے ہیں۔

میدان جہاد سے فرار مسلمانوں کی قید اور قتل اور دین خداوندی کے ابطال کے مترادف ہے اور اس کے علاوہ اس میں اور بھی بہت سے نقصان مضمر ہیں۔

تعرب بعد الھجرۃ کی حرمت کا سبب

ہجرت کے بعد دوبارہ دارالکفر میں چلے جانا حرام ہے کیونکہ یہ دین ۔
انحراف اور ہادیان دین کی عدم نصرت کی دلیل ہے۔ اس میں اور بھی بہت ۔
مفاسد مضمر ہیں اور اس سے ہر صاحب حق کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔اسی طر
سے جو شخص دین کو اچھی طرح سے جانتا پہچانتا ہو اس کے لیئے بھی اہل جہل ۔
ساتھ رہنا سہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ جاہلوں کے ساتھ رہن سہن رکھنے میں یہ اند
موجود ہے کہ کہیں وہ اپنے علم کو نہ چھوڑ دے اور جاہلوں کے ساتھ نہ مل جائے ۔

” ما اھل بہ لغیر اللہ “ کی حرمت کا بیان

جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اور جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر
ذبح کیا جائے اللہ تعالیٰ نے اس کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ۔
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنی وحدانیت کا اقرار ضروری قرار دیا ہے اور اللہ تعا
نے حلال جانوروں پر ذبح کے وقت اپنا نام لینا واجب قرار دیا ہے تا کہ خدا کی ر
کے لیئے قربان کی جانے والی اشیاء اور شیطان کی رضا کے حصول کے لیئے قربا
کی جانے والی اشیاء میں امتیاز ہوسکے کیونکہ اللہ کے نام لینے سے اس کی ربوبید
اور توحید کا اقرار ظاہر ہوتا ہے اور غیر اللہ کا نام پکارنے سے شرک اور غ
اللہ کا تقرب ثابت ہوتا ہے اور ذبیحہ کے وقت تکبیر (**اللہ اکبر**) پڑھنے ۔
حلال و حرام کا فرق واضح ہوتا ہے ۔

شکاری پرندوں اور درندوں کی حرمت کی وجہ

تمام قسم کے چیر پھاڑ کرنے والے پرندے اور درندے حرام ہیں کیونکہ
مردہ جانوروں اور انسانی گوشت اور پاخانہ وغیرہ کھانے کے عادی ہوتے ہیں ۔
اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام جانوروں کی نشانی مقرر فرمائی ہے۔جیسا کہ میر ۔
والد علیہ السلام نے فرمایا :۔

ہر نوکیلے پنجے والا جانور اور ہر نوکیلے پنجے والا پرندہ حرام ہے اور جس پرندے کی چھٹی ہو وہ حلال ہے ۔ اس کے علاوہ پرندوں کے حلال و حرام ہونے کا معیار میرے والد علیہ السلام نے یہ بیان کیا کہ جو پرندہ ہر وقت پر ہلاتا رہے اسے کھاؤ اور جو پر ہلاتے ہوئے روک لے اور اڑتا رہے اسے مت کھاؤ۔

خرگوش کی حرمت کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے خرگوش کا گوشت کھانا حرام قرار دیا کیونکہ وہ بلی جیسا ہوتا ہے اور اس کے پنجے بھی بلی جیسے ہوتے ہیں اوراس میں بلی اور دوسرے درندوں کی مشابہت کے ساتھ خون کی ناپاکی کی علامت بھی پائی جاتی ہے۔ اسے بھی عورتوں کی طرح سے ماہواری کا خون آتا ہے کیونکہ یہ مسخ شدہ ہے۔

سود کی حرمت کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے سود سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے لوگوں کا مال تلف ہوتا ہے کیونکہ اگر ایک شخص ایک درہم کو دو درہم کے بدلے میں خرید کرے تو درہم کی قیمت تو ایک درہم ہی رہے گی اور دوسرے درہم کی قیمت باطل ہو گی۔ اسی لیئے سودی کاروبار مشتری اور بائع دونوں کے لیئے نقصان دہ ہے ۔جیسا کہ سفیہ (پاگل) کے حوالے مال کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس سے مال و دولت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہےاسی طرح سے سودی کاروبار بھی حرام ہے کیونکہ اس سے مال و دولت کا ضیاع لازم آتا ہے۔ دولت کے ضیاع کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا اور نقدی سودے میں ایک درہم کو دو درہم کے بدلے بیچنے کو حرام قرار دیا ۔

اور سود کی حرمت معلوم ہونے کے بعد سودی کاروبار کرنا اور زیادہ جرم ہے کیونکہ جو شخص سود کی حرمت معلوم ہونے کے بعد سودی لین دین کرتا ہے تو وہ در حقیقت دینی محرمات کو حقیر قرار دیتا ہے اور دین کو حقیر سمجھنے والا شخص دوزخی ہے۔

سود کی حرمت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ جس معاشرے میں سودی کاروبا
عام ہو جائے تو اس معاشرے میں رحم دلی اور صلہ رحمی مفقود ہوجاتی ہے اور لوگو
کی نظر صرف منافع پر ہوتی ہے۔ اس وجہ سے کوئی کسی کو قرض حسنہ دینے پر
آمادہ نہیں ہوتا اور نیک سلوک کا چلن ختم ہو جاتا ہے اور معاشرے میں ظلم
ستم رائج ہو جاتا ہے۔

خنزیر اور بندر کی حرمت

اللہ تعالیٰ نے خنزیر کو حرام قرار دیا کیونکہ وہ انتہائی بدصورت ہے
اللہ تعالیٰ نے اسے مخلوق کی نصیحت و عبرت کے لیئے پیدا کیا اور یہ مسخ شدہ جانور
ہے اوراس کی غذا بھی انتہائی ناپاک ہوتی ہے۔

اور اسی مسخ ہونے کی وجہ سے اللہ نے بندر کو حرام کیا اور اسے انسانی
شکل و صورت پر پیدا کیا تاکہ انسانوں کو عبرت حاصل ہو سکے کہ یہ نسل بھی کسی
دور میں انسان تھی جنہیں خدا نے مسخ کر دیا اور ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔
اللہ تعالیٰ نے بندر کو انسانوں کے لیئے نصیحت و عبرت کا ذریعہ بنایا۔

مردار کی حرمت کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام قرار دیا کیونکہ مردار کا گوشت انسانی جسم کے
لیئے انتہائی مضر ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں یہ فلسفہ بھی کارفرما ہے کہ خدا
چاہتا ہے کہ اس کے نام کو حلال و حرام کا معیار قرار دیا جائے۔

خون کی حرمت کی وجہ

خون بھی مردار کی طرح سے انسانی جسم کے لیئے خطرناک ہے اور خون
پینے سے زرد پانی (صفرا) پیدا ہوتا ہے اور جسم میں بدبو پیدا ہوتی ہے۔اس سے
اخلاق انسانی پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اوراس سے سنگدلی پیدا ہوتی ہے اور شفقت
و رحمت ختم ہو جاتی ہے اورخون پینے والا شخص اپنے والد اور دوستوں کو بھی قتل کرنے

میں دریغ نہیں کرتا۔

تلی کی حرمت کی وجہ

تلی اس لئے حرام ہے کہ اس میں خون ہوتا ہے۔ تلی، خون اور مردار کی حرمت کی وجہ ایک ہی ہے اور ان تینوں کا نقصان ایک ہی ہے۔

حق مہر کیوں واجب ہے؟

شوہر پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کو حق مہر ادا کرے اور حق مہر صرف مرد پر واجب ہے عورت پر واجب نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی ضروریات پوری کرنا مرد پر واجب ہے اور عورت دراصل اپنے آپ کو شوہر کے ہاتھوں بیچ رہی ہوتی ہے اور شوہر اسے خرید رہا ہوتا ہے۔ اور خرید و فروخت ہمیشہ رقم کے ذریعے سے ہوتی ہے اور رقم کی ادائیگی کے بغیر بیع و شراء متصور نہیں ہوتی۔ اور حق مہر اس لیئے بھی عورت کی ضرورت ہے کیونکہ بہت سی وجوہات کی بنا پر عورت کاروبار اور تجارت نہیں کرسکتی۔

عورت بیک وقت چار نکاح کیوں نہیں کرسکتی؟

اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو چار نکاح کرنے کی اجازت دی ہے لیکن ایک عورت کو بیک وقت چار نکاح کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک مرد کی چار بیویاں ہوں تو ان سے پیدا ہونے والے بچے اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں گے اور اگر ایک عورت کے بیک وقت دو شوہر ہوں تو پھر پیدا ہونے والی اولاد کسی ایک باپ کی طرف منسوب نہیں ہو سکے گی۔ اس سے انساب اور وراثت اور پہچان متاثر ہو گی۔

غلام کو صرف دو نکاح کرنے کی اجازت کیوں ہے؟

غلام کو صرف دو نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ وہ دو سے زیادہ بیویوں سے بیک وقت نکاح نہیں کر سکتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام نکاح و طلاق میں ایک آزاد شخص کا نصف شمار کیا جاتا ہے۔ وہ اپنی جان کا خود مالک نہیں ہوتا اور وہ اپنی ملکیت کا بھی حق نہیں رکھتا اور اس کا آقا ہی اس کی جان و مال کا وارث ہوتا ہے اور اس کا آقا ہی اس کی ضروریاتِ زندگی کی کفالت کرتا ہے۔

علاوہ ازیں اس حکم کی دوسری وجہ یہ ہے کہ غلام کے پاس چار بیویاں اس لیئے بھی نہیں ہونی چاہئیں تاکہ وہ اپنے آقا کی خدمت اور نوکری بھی کر سکے۔ اور اس طرح سے غلام اور آزاد میں فرق بھی قائم رہے۔

تین طلاقوں کی وجہ

شریعت طاہرہ میں طلاقیں تین رکھی گئی ہیں اور اس میں یہ حکمت کار فرما ہے کہ شوہر اور بیوی کو دو مہینے کا وقفہ مل جاتا ہے اور اگر وہ اپنی غلطیوں کی تلافی کرنا چاہیں تو کر لیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مرد کو حق طلاق اس لیئے دیا گیا ہے کہ بیوی ہمیشہ خوف زدہ رہے اور شوہر کی نافرمانی کو معمولی خیال نہ کرے اور نافرمانی کی صورت میں طلاق کا خوف اس کے ذہن میں موجود رہے۔

اور جس عورت کو نو مرتبہ طلاق جاری کی گئی ہو تو اپنے طلاق دینے والے کے لیئے ہمیشہ کے لیئے حرام ہے اور اس حرمت کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کو کھیل نہ سمجھ لیا جائے اور عورت کو کمزور تصور نہ کیا جائے اور اس حکم کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شوہر کو ہمیشہ اپنی زوجہ کے حقوق کے لیئے بیدار رہنا چاہیئے اور اسے علم ہونا چاہیئے کہ جب نوبت نو طلاقوں تک پہنچے گی تو پھر ان کے جمع ہونے کی کوئی بھی صورت باقی نہیں رہے گی۔

غلام کے لیئے دو طلاقیں ہی مؤثر ہیں کیونکہ کنیز کی طلاق نصف ہے اور

تین طلاقوں کا نصف ڈیڑھ بنتا ہے جسے فرائض احتیاط و تکمیل کی غرض سے دو طلاقوں کی صورت میں مکمل کیا گیا۔ اسی طرح سے جب غلام مر جائے تو اس کی زوجہ کی عدت بھی آدھی ہے۔

طلاق اور رویت ہلال کے لیئے عورتوں کی گواہی معتبر نہ ہونے کی وجہ

طلاق اور رویت ہلال کے لیئے عورتوں کی گواہی اس لیئے معتبر نہیں ہے کہ وہ اپنے قدرتی ضعف کی وجہ سے رویت کے قابل نہیں اور طلاق میں ان کی گواہی اس لیئے معتبر نہیں ہے کہ انہیں طلاق کا اشتیاق پیدا نہ ہو۔ عورتوں کی گواہی صرف ان مقامات پر قابل قبول ہے جہاں مرد گواہی نہ دے سکتا ہو مثلاً دایہ کی گواہی اور کسی عورت کے کنوارے پن یا شادی شدہ ہونے کی گواہی۔

اسی طرح سے اہل کتاب کی گواہی بھی اس وقت معتبر ہو گی جب مسلمان گواہ میسر نہ آئیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ ۔(المائدہ۔۱۰۶)

"وصیت کے وقت دو عادل گواہ تم میں سے یعنی مسلمان ہوں یا پھر تمہارے غیر میں سے ہوں یعنی کافروں میں سے ہوں"۔

اور اسی طرح سے عام حالات میں بچوں کی گواہی مقبول نہیں ہے البتہ جب ان کے علاوہ کوئی دوسرا گواہ نہ ہو تو ان کی گواہی قابل قبول ہو گی۔

اثباتِ زنا کے لیئے چار گواہ کیوں ضروری ہیں؟

عام معاملات کے لیئے دو گواہ کافی ہیں جب کہ اثباتِ زنا کے لیئے چار گواہوں کی ضرورت ہے کیونکہ اس گواہی کی وجہ سے ایک شادی شدہ کو سنگسار کیا جاتا ہے اور اس گواہی کی وجہ سے انسان کا قتل اور اس کی اولاد کے نسب کا انقطاع اور میراث کا فاسد ہونا لازم آتا ہے اسی لیئے اثباتِ زنا کے لیئے چار عینی گواہوں کی ضرورت ہے۔

اولاد کا مال باپ کے لیئے کیوں حلال ہے؟

بیٹے کا مال باپ کے لیئے اس کی اجازت کے بغیر بھی حلال ہے جب کہ باپ کا مال اس کی اجازت کے بغیر بیٹے کے لیئے حلال نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بیٹا دراصل پیدا ہی باپ کے لیئے ہوتا ہے۔ جیساکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ۔ (الشوریٰ۔۴۹)

"وہ جسے چاہے بیٹیاں عطا کرے اور جسے چاہے بیٹے عطا فرمائے"۔

والد پر فرزند کی کفالت واجب ہے اور فرزند پوری زندگی اپنے والد سے ہی منسوب رہتا ہے اور اسی کی ولدیت سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَاللّٰهِ۔ (الاحزاب۔۵)

"انہیں ان کے والد کے نام سے پکارو، یہی خدا کے ہاں زیادہ صحیح ہے"۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا تھا:۔

انت و مالك لا بيك۔

"تم اور تمہاری تمام ملکیت تمہارے والد کی ہے"۔

ماں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے فرزند کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرسکے اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ ہوتا ہے ماں کے ذمہ نہیں ہوتا۔

ثبوت بذمه مدعی اور قسم بذمه مدعی علیه

اثبات حقوق کے لیئے ثبوت مدعی کے ذمے ہوتا ہے اور قسم مدعی علیہ کے ذمہ ہوتی ہے مگر قتل میں ایسا نہیں ہے۔

قتل میں بے گناہی کا ثبوت اور بیّنہ مدعی علیہ کے ذمہ ہوتا ہے اور قسم مدعی کے ذمے ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قتل کا عام حالات میں ثبوت مہیا کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور مدعی علیہ اس کا منکر ہوتا ہے۔ اسی لیئے یہ مدعی

علیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بے گناہی کا ثبوت مہیا کرے۔

یہ تمام تر احتیاط اس لیئے ہے کہ کسی مسلمان کا خون ضائع نہ ہونے پائے اور قاتل کو بھی اقدام قتل سے پہلے اچھی طرح سے یہ سوچنا چاہیئے کہ قتل کی صورت میں اسے اپنی بے گناہی کا ثبوت فراہم کرنا ہو گا جو کہ خاصا مشکل ہے۔

اور اسی طرح سے پچاس افراد کی قسم کی ضرورت بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے کہ کسی مسلمان کا خون ضائع نہ ہونے پائے۔

چور کا ہاتھ کاٹنے کی وجہ

چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر انسان بہت سی چیزوں کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے اوردایاں ہاتھ انسان کا اشرف اورافضل عضو ہوتا ہے۔ اور ہاتھ کا کٹ جانا چور کے لیئے عذاب اور باقی لوگوں کے لیئے باعثِ عبرت ہے۔ اور جب چور کا دایاں ہاتھ کٹے گا تو دوسرے لوگوں کو اس سے عبرت حاصل ہو گی اور وہ لوگوں کا مال چوری کرنے سے پرہیز کریں گے۔

چوری کی طرح لوگوں کا مال غصب کرنا اور لوگوں کا مال ناجائز ذرائع سے حاصل کرنا بھی حرام ہے اور اس کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ کوئی کسی کی دولت نہ ہتھیائے اور معاشرے میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔

اگر اسلام چوری کو جائز قرار دے دیتا تو اس سے لوگوں کی دولت ہمیشہ کے لیئے غیر محفوظ ہو جاتی اور اس کے نتیجے میں اکثر اوقات لوگ قتل ہوتے۔اسی طرح سے اگر اسلام لوگوں کی دولت کو غصب کرنے کی اجازت دے دیتا تو اس سے قتل، تنازعات اور جذبہ حسد پیدا ہوتا اور لوگ محنت مزدوری اور تجارت کرنا چھوڑ دیتے۔

زنا اور قذف کی سزا کی وجہ

کنوارے زانی کے لیئے حکم یہ ہے کہ اسے سو کوڑے مارے جائیں اور کوڑے مارنے میں کسی طرح کی رحم دلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے اور اسے برسر عام سزا دی جائے۔

زانی کا تمام جسم زنا کی لذت میں شریک ہوتا ہے۔ اسی لیئے اسلام نے اسے سخت ترین سزا کا حکم جاری کیا ہے اور زانی کی سزا کو لوگوں کے لیئے عبرت بنایا گیا ہے۔

اور قذف (کسی پر ثبوت کے بغیر زنا کا الزام لگانا) اور شراب نوشی کے لیئے اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ کیونکہ قذف سے اولاد کی نفی اور نسب کا ضیاع لازم آتا ہے۔

شراب نوشی کی سزا اسی (۸۰) کوڑے اس لیئے ہے کہ جو شخص شراب پیئے گا وہ ہذیان بکے گا اور جو ہذیان بکے گا تو وہ افترا کرے گا اسی لیئے شرابی کے لیئے مفتری کی سزا تجویز کی گئی ہے۔

اگر کنوارہ زانی اور کنواری زانیہ تین مرتبہ سو سو کوڑوں کی سزا کے بعد بھی زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں قتل کر دینا چاہیئے کیونکہ انہوں نے سو کوڑوں کی سزا کو خاطر میں نہیں لایا اور انہوں نے چوتھی بار ایسا کرکے اپنے اباحیت پسند ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

مردوں کا مردوں سے اور عورتوں کا عورتوں سے جنسی تعلقات قائم کرنا حرام ہے۔ کیونکہ یہ خلاف فطرت فعل ہے اور ہم جنس پرستی سے نسل منقطع ہو سکتی ہے اور دنیا ویران ہو سکتی ہے۔

حلال جانوروں کی حلت کی وجہ

اللہ تعالٰی نے گائے، بکری اور اونٹ کا گوشت حلال کیا ہے کیونکہ یہ جانور کثرت سے پائے جاتے ہیں اور اسی طرح سے اللہ نے نیل گائے کا گوشت بھی حلال کیا ہے۔ یہ جانور صاف ستھری غذا کھاتے ہیں۔ ان کی غذا مکروہ اور حرام پر مشتمل نہیں ہوتی۔ اور ان کا گوشت انسانی صحت کے لیئے بھی مضر نہیں ہے اور یہ جانور مسخ شدہ بھی نہیں ہیں۔

مکروہ جانوروں کی کراہت کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے خچر اور گدھوں کے گوشت کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ لوگوں کو سواری کے لیئے ان جانوروں کی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے اور اگر انہیں حلال کر دیا جاتا تو ان کی نسل ہی ناپید ہو جاتی۔ اور ان جانوروں کی کراہت کی وجہ ان کی شکل و صورت اور ان کی غذا کی خرابی نہیں ہے بلکہ ان کی نسل کو تحفظ دینا مقصود ہے۔

عورت کے بالوں کو دیکھنا کیوں حرام ہے ؟

شوہر دار اور بے شوہر عورتوں کے بالوں کو دیکھنا حرام ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے مرد کے شہوانی جذبات بر انگیختہ ہوتے ہیں۔ اور جب جذبات پر قابو نہ رہے تو انسان فعل حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

بالوں کے علاوہ کسی بھی مرد کو عورت کے ان تمام اعضاء و جوارح کو دیکھنا حرام ہے جو تحریک شہوت کا باعث بن سکیں۔ البتہ بوڑھی عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسا کہ رب العزت کا فرمان ہے :۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الَّاتِیُ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِیْنَةٍ ۔ (النور۔٦٠)

" اور ضعیفی سے بیٹھ رہنے والی عورتیں جنہیں نکاح سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ان کے لیئے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے ظاہری کپڑوں کو الگ کر دیں بشرطیکہ زینت کی نمائش نہ کریں ۔۔۔"

لہٰذا بوڑھی عورتوں کے بال دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عورت کی میراث نصف کیوں ؟

بیوی کی وفات کی صورت میں اگر بیوی بے اولاد ہو تو شوہر کو اس کی جائیداد میں سے نصف حصہ دیا جائے گا اور اگر بیوی صاحب اولاد ہو تو اس

کی جائیداد میں سے شوہر کو چوتھائی حصہ دیا جائے گا۔

اور اگر شوہر بے اولاد ہو کر فوت ہو جائے تو بیوی کو اس کی میراث میں سے چوتھائی حصہ دیا جائے گا اور اگر شوہر صاحب اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ دیا جائے گا۔یعنی شوہر کی بہ نسبت بیوی کو آدھی میراث ملتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد و عورت کا نکاح ہوتا ہے تو عورت حق مہر لیتی ہے اور شوہر حق مہر دیتا ہے اسی لیئے شوہر کو میراث میں دو گنا حصہ دیا گیا ہے۔

اور اس حکم کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بیوی کا نان نفقہ شوہر پر فرض ہوتا ہے جب کہ شوہر کا نان نفقہ بیوی پر واجب نہیں ہوتا۔ اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے شوہر کو میراث میں زیادہ حصہ دیا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ (النساء ۔۳۴)

"مرد عورتوں کے حاکم اور نگران ہیں۔ ان فضیلتوں کی بنا پر جو خدا نے بعض کو بعض پر دی ہیں اور اس بنا پر کہ انہوں نے عورتوں پر اپنا مال خرچ کیا ہے"۔

بیوی کو شوہر کی زمین میں سے میراث نہیں دی جائے گی البتہ مکان کی اینٹوں اور دوسرے سامان کی قیمت لگا کر اسے میراث میں حصہ دیا جائے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جاگیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک مستقل جاگیر اور دوسری آنے جانے والی جاگیر۔

اسی طرح سے رشتہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ایک مستقل اور خونی رشتہ ہوتا ہے جو کہ ناقابل تغیر و تبدل ہوتا ہے اور دوسرا عارضی رشتہ ہوتا ہے اور بیوی کا شوہر سے رشتہ عارضی ہوتا ہے اسی لیئے اسے میراث بھی منقولہ یعنی آنے جانے والی جائیداد سے دی جائے گی اور جن کا رشتہ ناقابل تبدیلی ہو انہیں منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد سے حصہ دیا جائے گا۔

شراب اور منشیات کی حرمت کا سبب

۲۔ (حذف اسناد) محمد بن سنان نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا :۔

"اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا کیونکہ شراب عقل میں فتور پیدا کرتی ہے اور شرابی کو انکارِ خدا اور خدا اور انبیاء پر جھوٹ باندھنے کی جرأت پیدا کرتی ہے۔

اس کے علاوہ شراب قتل، قذف، زنا اور دیگر محرمات کے ارتکاب کا سبب بنتی ہے۔ اسی لیئے ہر نشہ آور چیز کے لیئے ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ حرام ہے۔ کیونکہ تمام منشیات کا انجام وہی ہے جو شراب کا ہے۔ اسی لیئے ہر وہ شخص جو خدا کی توحید اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور ہماری مودت کا دعویٰ کرتا ہو۔اسے چاہیئے کہ وہ ہر نشہ آور مشروب سے پرہیز کرے۔ اور جو شخص بھی منشیات استعمال کرے تو اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔

باب 34

بعض احکام شرعی کے علل واسباب

اس باب میں وہ علل و اسباب مذکور ہیں جنہیں فضل بن شاذان نے متفرق اوقات میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سنا اور انہوں نے اسے جمع کر کے علی بن محمد قتیبہ نیشا پوری کو امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کا اجازہ عطا کیا ۔ (۱)

۱۔ ہم سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار نے ماہ شعبان ۳۵۲ھ کو نیشا پور میں بیان کیا، انہوں نے ابوالحسن علی بن محمد بن قتیبہ نیشا پوری سے سنا ، انہوں نے ابو محمد فضل بن شاذان نیشا پوری سے سنا۔

اور یہی حدیث ہم نے حاکم ابو محمد جعفر بن نعیم بن شاذان سے سنی ، انہوں نے اپنے چچا ابی عبداللہ محمد بن شاذان سے سنی ، انہوں نے یہی حدیث فضل بن شاذان سے سنی۔انہوں نے کہا۔ اگر کوئی سائل یہ سوال کرے۔

سوال ا :۔کیا حکیم اپنے بندے کو کسی ایسے فعل کے بجا لانے کا حکم دے سکتا ہے جس میں کوئی علت اور جس کا کوئی مفہوم نہ ہو ؟

جواب ا :۔ اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ حکیم ہے اور وہ خوامخواہ کے افعال کا حکم نہیں دیتا اور وہ جاہل بھی نہیں ہے ۔

سوال ۲ :۔پھر یہ بتائیں کہ اللہ نے اپنی مخلوق کو شریعت کی تکلیف کیوں دی ؟

جواب ۲ :۔ اس کے بہت سے علل و اسباب ہیں ۔

سوال ۳ :۔ توکیا وہ علل و اسباب معروف اور موجود بھی ہیں یا غیر معروف اور غیر موجود ہیں؟

جواب ۳ :۔ وہ علل و اسباب معروف اور موجود ہیں ۔

ا۔ یہ باب تین احادیث پر مشتمل ہے۔

سوال ۴ :۔ تو کیا آپؑ ان علل واسباب کو جانتے ہیں یا ان سے ناواقف ہیں ؟

جواب ۴ :۔ کچھ علل واسباب کو ہم جانتے ہیں اور کچھ علل و اسباب سے ہم بے خبر ہیں۔

سوال ۵ :۔ سب سے پہلا فریضہ کون سا ہے ؟

جواب ۵ :۔ خدا اور اس کے رسولؐ اور اس کی حجت اور جو کچھ خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ اس کا اقرار اولین ایمانی فریضہ ہے۔

سوال ۶ :۔ مخلوق کو خدا اور رسولؐ اور حجت اور جو کچھ خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے، اس کے اقرار کا حکم کیوں دیا گیا ہے ؟

جواب ۶ :۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں کیونکہ جو شخص اللہ پر ایمان نہ رکھے گا تو وہ خدا کی نافرمانی کرنے اور گناہاں کبیرہ کے ارتکاب سے پرہیز نہیں کرے گا اور وہ اپنی ہر خواہش کو جائز اور ناجائز طریقے سے حاصل کرنے کو اپنا حق تصور کرے گا۔ اور جب ایسا ہونے لگے تو پورا معاشرہ تہس نہس ہو جائے گا اور لوگ ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا کریں گے اور لوگ ایک دوسرے کے مال اور عورتوں پر قبضہ کریں گے اور ایک دوسرے کا خون بہائیں گے اور اس سے مخلوق خدا کا جینا دوبھر ہو جائے گا اور اس صورت میں نہ تو نسل محفوظ رہے گی اور نہ ہی زراعت ہو سکے گی۔

اور اقرار خدا کی دوسری وجہ یہ ہے کہ خدا حکیم ہے اور حکیم ہوتا ہی وہی ہے جو بگاڑ کو روکے اور بھلائی کا حکم دے اور ظلم و ستم سے منع کرے اور ہر طرح کی برائی کو ممنوع قرار دے اور نیکیوں پر عمل اور برائیوں سے بچاؤ جبھی ممکن ہے جب خدا کا اقرار کیا جائے اور حکم دینے والے اور روکنے والے کی پہچان حاصل ہو۔

اسی لیئے اگر لوگوں کو اقرار خدا کے بغیر رہنے دیا جائے تو نہ تو کوئی بھلائی پنپ سکے گی اور نہ ہی کوئی کسی برائی سے باز آئے گا۔ کیونکہ جب آمر و ناہی کا وجود ہی نہ ہو یا اگر وجود ہو اور اس کا دل سے اقرار نہ ہو تو اس وقت تک معاشرہ فساد کی لپیٹ میں رہے گا۔

یہ خدا کے اقرار کا کرشمہ ہے کہ لوگ تنہائی کے لمحات میں بھی برائی کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔الغرض معاشرے کی اصلاح و فلاح کے لیئے ضروری ہے کہ انسان ایک علیم و خبیر ہستی کا اقرار کرے جو اس کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہو جو اچھائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور اس پر کائنات کا کوئی فعل مخفی نہ ہو اور جب تک ایسے علیم و خبیر پر ایمان نہ ہو تو اس وقت تک معاشرے میں امن و سکون کا قائم ہونا محال ہے۔

سوال ۷ :۔انسان کے لیئے انبیاء و رسل کی معرفت اور ان کا اقرار اور انہیں واجب الاطاعت سمجھنا کیوں ضروری ہے؟

جواب ۷ :۔ انسان بذات خود اس لائق نہیں ہے کہ اپنے فائدے اور نقصان کا صحیح تعین کر سکے۔اسی لیئے انسان خدا کی رہنمائی کا محتاج ہے اور خدا اپنے کمال کی وجہ سے انسان کے حواس خمسہ سے بلند و بالا ہے اور انسان کی بذات خود اس تک رسائی ناممکن ہے۔ اسی لیئے ایک ایسے معصوم پیغمبر کا ہونا ضروری ہے جو خدا کے اوامر و نواہی کو انسانوں تک پہنچائے تاکہ اس ذریعے سے انسان ابدی نجات حاصل کر سکیں اور ہمیشہ کی ذلت و رسوائی سے محفوظ رہ سکیں۔

الغرض انبیاء و رسل کا بھیجنا حکیم مطلق کی حکمت کا تقاضا ہے۔اگر وہ ایسا نہ کرتا تو انسانیت کا مستقبل تاریک ہو جاتا۔

سوال ۸ :۔اولی الامر کی ضرورت کیا ہے اور خدا نے اس کی اطاعت کا حکم کیوں دیا ؟

جواب ۸ :۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں اور ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے انبیاء کی وساطت سے انسان کے لیئے حدود مقرر کر دیئے اور انسانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ خدا کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کریں کیونکہ حدود سے تجاوز کرنے کی صورت میں معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو گا۔

اور لوگوں سے احکام و فرامین کی پیروی تبھی ممکن ہے جب کسی کو ان کا سر براہ بنایا جائے تا کہ وہ انہیں غلط کاموں سے منع کرے۔ اگر انسانوں کا کوئی سر براہ نہ ہو تو کوئی بھی شخص رضا کارانہ طور پر اپنی منفعت کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہو گا۔ خواہ اس کے لیئے دوسرے کا کتنا بڑا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔

اسی لیئے اللہ تعالٰی نے انسانوں پر ایک نگران مقرر کیا جو انہیں فساد سے روکتا ہے اور احکام و حدود کو جاری کرتا ہے۔

اولی الامر کے تقرر میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور کوئی قبیلہ اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتا جب تک اس قوم کا کوئی نہ کوئی سربراہ نہ ہو۔ امور دین اور امور دنیا کے لیئے کسی نہ کسی سر براہ کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

اسی لیئے حکیم خدا نے اپنی حکمت کے تحت اولی الامر مقرر کیئے تاکہ وہ لوگوں کی جمعیت کو قائم رکھے اور ظالم کے شر سے مظلوم کو تحفظ فراہم کرے اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرے اور ان میں ان کے عطیات تقسیم کرے۔

علاوہ ازیں اگر ملت کا نگران امین نہ ہوتا تو ملت کا وجود ختم ہو جاتا اور احکام و سنن تبدیل ہو جاتے اور بدعت پسند افراد اس میں اضافے کر دیتے اور ملحد لوگ اس میں کمی کر دیتے اور مسلمانوں کے لیئے شبہات پیدا کرتے۔

انسان فطری طور پر ناقص ہیں اور وہ کامل نہیں ہیں پھر ان کی خواہشات جدا جدا ہیں۔ اگر ان پر ایسا حاکم اور نگران متعین نہ کیا جائے جو شریعت رسولؐ کا محافظ ہو تو پورا اسلامی معاشرہ ختم ہو جائے اور شریعت کے احکام و فرائض بدل جائیں

اور اس کی وجہ سے تمام مخلوق کا شیرازہ بکھر جائے گا۔

سوال ۹ :۔ایک وقت میں دو یا دو سے زیادہ امام کیوں نہیں ہو سکتے ؟

جواب ۹ :۔اس کی چند وجوہات ہیں۔اور ایک وجہ یہ ہے کہ فرد واحد کا فعل اور انتظام ایک ہی ہوتا ہے جب کہ دو افراد کے فعل اور انتظام میں فرق ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ دو افراد ہمت و ارادے میں مختلف ہوتے ہیں ۔

اور جب ایک ہی وقت میں امام دو ہوں اور ان کی ہمت و ارادہ اور انتظام میں فرق ہو اور دونوں ہی واجب الاطاعت ہوں اور اطاعت کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہ ہو تو اس سے مخلوق خدا میں فتنہ و فساد اور تنازعات جنم لیں گے اور رعایا میں سے ہر شخص جب ایک کی اطاعت کرے گا تو وہ دوسرے کا نافرمان شمار کیا جائے گا۔اور یوں پوری مخلوق ایک نہ ایک امام کی نافرمان متصور ہو گی اور اس کی تمام تر ذمہ داری خدائے حکیم پر عائد ہوگی جس نے بیک وقت دو افراد کی اطاعت کا حکم دیا ہے ۔

علاوہ ازیں اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ایک ہی وقت میں دو امام ہو سکتے ہیں تو پھر ہر ایک کا حکم جدا جدا ہو گا۔ اس کا منطقی نتیجہ یہی برآمد ہو گا کہ تمام حقوق و احکام و حدود باطل ہو جائیں گے ۔

علاوہ ازیں اگر بیک وقت دو حجت خدا زمین پر ہوں تو ان میں سے امر و نہی اور فرمان جاری کرنے کے لحاظ سے کسی کو کسی پر برتری نہ ہو گی اور اگر ایسی صورت حال بن جائے تو ان دونوں پر واجب ہو گا کہ بیک وقت کلام کی ابتدا کریں اور کسی کو دوسرے پر سبقت کا حق حاصل نہ ہو گا کیونکہ دونوں یکساں منصب کے حامل ہوں گے۔ اس صورت میں اگر ایک کے لیئے خاموشی جائز ہو تو دوسرے کو بھی لا محالہ خاموشی اختیار کرنی پڑے گی اور جب دونوں ہی خاموشی اختیار کر لیں گے تو تمام حقوق اور احکام اور حدود باطل ہو جائیں گے اور یوں لوگوں

کے لیئے امام کا وجود اور عدم وجود برابر ہو جائے گا۔

سوال ۱۰۱:۔امام کے لیئے اولاد رسولؐ ہونا کیوں ضروری ہے ؟

جواب ۱۰۱:۔ اس کی چند وجوہات ہیں اوران میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ واجب الاطاعت امام کے لیئے کوئی نہ کوئی ایسی علامت ضرور ہونی چاہیئے جس کے ذریعے سے وہ اپنی رعایا سے ممتاز ہو اور وہ علامت قرابت اور ظاہری وصیت ہی ہو سکتی ہے۔

علاوہ ازیں اگر نسل رسولؐ کے علاوہ امامت دوسرے خاندان کے لیئے مان لی جائے تو اس سے غیر رسول کا رسولؐ سے افضل ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ جب اولاد رسولؐ ابو جہل اور ابن ابی معیط جیسے دشمنانِ رسول کی نسل کی رعیت بن جائے تو دشمنان خدا کی نسل آقا اور رسولؐ کی نسل محکوم قرار پائے گی اور یہ عدل الٰہی کے خلاف ہے کیونکہ رسولؐ اتباع کے قابل تھے ۔اسی طرح نسل رسولؐ بھی اس فضیلت کا زیادہ استحقاق رکھتی ہے۔

نسل رسولؐ میں امامت کا ہونا اس لیئے بھی ضروری ہے کہ تمام مسلمان رسول خدا کی رسالت کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کی اطاعت کو اپنے لیئے باعثِ اعزاز خیال کرتے ہیں ۔

اگر رسول خداؐ کے بعد اولاد رسولؐ ان کی امام ہو تو لوگوں کے لیئے ان کی اطاعت کا قلادہ آسان ہو گا اور عظمتِ رسولؐ کے پیش نظر ہر شخص خوش ہو کر ان کی نسل کی امامت کو مان لے گا۔

اور اگر صورت حال اس کے برعکس ہو تو لوگ سوچیں گے کہ آخر اس خاندان کو ہم پر حکومت کا حق کس نے دیا ہے ۔اور اس امام کی بجائے میں اور میرا خاندان ہی منصب امامت پر کیوں نہ فائز ہو اور لوگ ذہنی طور پر دوسرے خاندان کی اطاعت کو قبول نہیں کریں گےاور یوں اسلامی اجتماع میں جنگ و جدال کا سلسلہ قائم ہو جائے گا اور امن غارت ہو جائے گا۔ اسی لیئے سلامتی اسی میں

ہے کہ نسل رسولؐ کو ہی امام تسلیم کیا جائے۔

سوال ۱۱:۔ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرنا آخر کیوں ضروری ہے؟

جواب ۱۱:۔ اس کے کئی اسباب ہیں ۔ اگر خدا کی وحدانیت کا اقرار ضروری نہیں ہوتا تو لوگوں کے لیئے دو یا دو سے زیادہ تدبیر کنندگان کا وہم کرنا درست ہوتا اور اگر دو یا دو سے زیادہ مدبر کا عقیدہ صحیح ہوتا تو لوگوں کو پتہ ہی نہ چلتا کہ ان کا اپنا خالق و مالک کون ہے اور ہر انسان ہمیشہ اس شک میں مبتلا رہتا کہ آیا وہ جس کی عبادت کر رہا ہے وہی اس کا خالق ہے یا کوئی دوسرا ہے اور اسی وجہ سے کسی امر و نہی کی اہمیت ہی باقی نہ رہتی۔

علاوہ ازیں اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مدبر دو ہیں اور وہ دونوں یکساں طور پر اطاعت و عبادت کے لائق ہیں اور اس صورت میں اگر دوسرا مدبر یہ کہے کہ اللہ کی اطاعت نہ کی جائے تو اس صورت میں اسے اس کا اختیار ہو گا اور پھر اطاعت خدا نہ کرنے کی صورت میں یہ قباحت لازم آئے گی کہ خدا اور اس کی تمام کتابوں اور انبیاء کا انکار کرنا پڑے گا اور ہر باطل کو حق اور ہر حق کو باطل اور ہر حلال کو حرام اور ہر حرام کو حلال ماننا پڑے گا اور اس سے انسان ہر طرح کی معصیت میں داخل ہو جائے گا اور ہر قسم کی اطاعت سے خارج ہو جائے گا۔

اور اگر ایک سے زیادہ خدا ماننا صحیح مان لیا جائے تو پھر شیطان بھی دعویٰ کر سکے گا کہ دوسرا معبود میں ہوں اور پھر وہ خدا کے تمام احکامات کی مخالفت میں اپنے احکام صادر کرے گا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے گا اور یوں بدترین کفر اور شدید ترین نفاق کا دور دورہ ہو گا۔ (اسی لیئے ان تمام قباحتوں سے بچنے کے لیئے یہی صورت ہے کہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے۔)

سوال ۱۲: ۔انسانوں کے لیئے اس بات کا اقرار کیوں ضروری ہے کہ اللہ کی کوئی مثال نہیں ہے ؟

جواب ۱۲: ۔اس کی چند وجوہات ہیں۔

1۔ جب لوگ خدا کی عبادت کریں تو وہ ہر طرح کے شک اور وسوسے سے پاک ہو کر کریں اور وہ اپنے رب ، صانع اور مالک کے متعلق کسی طرح کے شک میں مبتلا نہ ہوں۔

2۔ اگر خدا کے بے مثل و بے مثال ہونے کے عقیدے کا اقرار لازمی نہ ہوتا تو لوگ یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوتے کہ ان کے بزرگوں نے جو بت تراشے تھے یا وہ جس طرح سے سورج اور چاند کو معبود سمجھ کر ان کی عبادت کرتے تھے وہ صحیح اور مطابق واقعہ ہو اور دوسرے معبود کے جاری کردہ اوامر و نواہی بھی قابل اتباع ہوں۔

3۔ اگر خدا کے بے مثل و بے مثال ہونے کے عقیدے کا اقرار ضروری نہ ہو تو لوگ خدا کا قیاس اپنے اوپر کرنے میں حق بجانب ہوں گے اور وہ یہ خیال کرنے لگیں گے کہ جس طرح سے ان پر عاجزی اور جہالت طاری ہوتی ہے اسی طرح سے خدا پر بھی عاجزی اور جہالت طاری ہو سکتی ہے اور جس طرح سے گردش دوراں کی وجہ سے ان کے اجسام میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔یہی تبدیلی خدا میں بھی واقع ہوتی ہے اور جس طرح سے ان پر فنا ہے اسی طرح سے خدا پر بھی فنا ہے اور جس طرح سے وہ جھوٹ بولتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں اسی طرح سے خدا بھی جھوٹ بولتا ہے اور ظلم کرتا ہے ۔

اور جب یہ تمام احتمال مان لیئے جائیں تو پھر خدا پر ایمان رکھنا اور نہ رکھنا برابر ہو جائے گا۔

سوال ۱۳:۔ اللہ نے بندوں کو چند امور بجا لانے کا حکم کیوں دیا اور چند امور سے منع کیوں کیا ؟

جواب ۱۳:۔انسانیت کی بقا اور فلاح و صلاح امرو نہی میں مضمر ہے۔ انسان کی فلاح اسی میں ہے کہ اسے فساد اور غصب سے روکا جائے۔

سوال ۱۴:۔ انسانوں پر عبادت کو کیوں فرض کیا گیا ؟

جواب ۱۴:۔عبادت اس لیئے واجب کی گئی کہ لوگ خدا کی یاد کو بھول نہ جائیں اور اس کے ادب کے تارک نہ بنیں اور اس کے امر و نہی سے غفلت نہ برتیں کیونکہ خدا کے اوامر و نواہی میں ان کی بقا مضمر ہے۔ اگر انسانوں پر عبادت واجب نہ ہوتی تو وہ خدا کو بھلا دیتے اور ان کے دل پتھر بن جاتے۔

سوال ۱۵:۔ نماز کا حکم کیوں دیا گیا ؟

جواب ۱۵:۔نماز اقرار عبودیت ہے۔نماز کے ذریعے سے انسان عملی طور پر معبودان باطل کی نفی کرتا ہے اور نماز خداوند عالم کے حضور خشوع و خضوع کے ساتھ حاضر ہونے کا نام ہے۔

نماز کے ذریعے سے انسان اپنے پرور دگار سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور مستقبل کے لیئے توفیق الٰہی کا طلب گار ہوتا ہے اور تکبر سے بچنے کے لیئے انسان روزانہ پانچ بار اپنی پیشانی کو زمین پر رگڑتا ہے۔ نماز خدا کی یاد ہے اور نمازی خدا سے غافل نہیں ہوتا۔نماز پڑھنے والا صاحب خشوع ہوتا ہے اور ہمیشہ خدا سے اپنی حاجات کا سوال کرتا ہے اور اپنی دین و دنیا کی کامیابی کے لیئے خدا سے ملتمس دعا رہتا ہے۔

اور نمازی ہر طرح کے بگاڑ سے متنفر رہتا ہے۔ اور نماز شب و روز میں اس لیئے واجب کی گئی ہے کہ انسان اپنے مدبر اور خالق کو بھولنے نہ پائے اور سرکشی وطغیانی پر اترنے نہ پائے۔ اور نماز انسان کو ہر وقت خالق کی اطاعت کی یاد دلاتی

رہتی ہے اور نماز میں خدا کے حضور قیام کرنا انسان کو تمام نافرمانیوں سے بچاتا ہے اور ہر طرح کے بگاڑ سے اسے روکتا ہے۔

سوال ۱۶:۔ نماز سے پہلے وضو کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب ۱۶:۔ وضو کا مقصد یہ ہے کہ جب انسان خدا کا اطاعت گزار بندہ بن کر اس کے حضور کھڑا ہو تو وہ تمام نجاستوں اور ہر طرح کی میل کچیل سے پاک صاف ہو۔ علاوہ ازیں وضو کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان ہر قسم کی سستی اور اونگھ سے محفوظ ہو جاتا ہے اور خدا کے حضور پاک و پاکیزہ دل لے کر حاضر ہوتا ہے۔

سوال ۱۷:وضو میں صرف چہرہ، ہاتھ، سر اور پاؤں ہی کیوں شامل ہیں؟

جواب ۱۷:۔ نماز میں یہی اعضاء ہی زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ انسان چہرے کے ساتھ سجدہ کرتا ہے اور خضوع کا اظہار کرتا ہے اور ہاتھوں سے سوال کرتا ہے اور انہیں دعا کے لیئے بلند کرتا ہے اور رکوع و سجدہ میں اپنے سر کو کام میں لاتا ہے اور اپنے قدموں کے ذریعے سے اٹھتا اور بیٹھتا ہے۔

سوال ۱۸:۔وضو میں منہ اور ہاتھوں کا دھونا اور سر اور پاؤں کا مسح کیوں واجب کیا گیا ہے اور اس کی بجائے ان چاروں اعضاء کے دھونے یا چاروں اعضاء کے مسح کا حکم کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب ۱۸:۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔

1۔ نماز کا عظیم ترین حصہ رکوع اور سجدہ پر مشتمل ہے اور رکوع اور سجدہ کا تعلق سر اور پاؤں کی بجائے چہرے اور ہاتھوں کے ساتھ ہے۔

2۔ سر اور پاؤں کا ہر وقت دھونا انسان کے لیئے دشوار ہے۔اور موسم سرما اور سفر اور بیماری کی حالتوں میں یہ دشواری دوچند ہو جاتی ہے۔جب کہ چہرے اور ہاتھوں کا دھونا سر اور پاؤں کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے۔ اور فرائض میں ہمیشہ کمزور ترین افراد کو مد نظر رکھا جاتا ہے اور طاقتور اور کمزور افراد اس حکم میں برابر ہوتے ہیں۔

3۔ چہرہ اور ہاتھ ہر وقت ظاہر ہوتے ہیں جب کہ سر اور پاؤں عام طور پر ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ کیونکہ سر عام طور پر عمامہ میں پوشیدہ رہتا ہے اور پاؤں موزوں اور جوتوں میں پوشیدہ رہتے ہیں۔

سوال ۱۹ :۔ مقام پیشاب وپاخانہ سے خارج ہونے والی اشیاء پر وضو واجب کیا گیا اور نیند کی وجہ سے بھی وضو واجب ہو جاتا ہے جب کہ دوسری چیزوں کی وجہ سے وضو واجب نہیں ہوتا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟

جواب۱۹ :۔ مذکورہ دونوں مقام ہی نجاست کے راستے ہیں اور انسان کو جو بھی نجاست لگتی ہے انہی دو راستوں سے ہی برآمد ہوتی ہے۔ اسی لیئے ان راستوں سے برآمد ہونے والی نجاسات کو پاک کرنے کے لیئے وضو کا حکم دیا گیا ہے۔ اور نیند اس لیئے ناقضِ وضو ہے کیونکہ جب انسان سو جاتا ہے تو اس کے تمام اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور ریح خارج ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اسی لیئے نیند کے بعد وضو کی ضرورت پڑتی ہے۔

سوال ۲۰ :۔ پیشاب و پاخانہ کے بعد غسل کا حکم کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب۲۰ :۔ پیشاب و پاخانہ کی انسان کو دن میں کئی بار ضرورت محسوس ہوتی ہے اور اگر پیشاب وپاخانہ کی وجہ سے غسل واجب ہوتا تو لوگوں کے دن کا زیادہ حصہ غسل کرنے میں گزر جاتا اور یہ امر انسان کے لیئے انتہائی دشوار ہوتا۔ جب کہ خدا کا قانون ہے ۔ **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا**۔(البقرہ۔۲۸۶)

"اللہ کسی بھی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"۔

اور پیشاب و پاخانہ کے بر عکس جنابت کبھی کبھی طاری ہوتی ہے اور اس کا تعلق انسان کی خواہش اور ارادہ سے ہوتا ہے جس میں انسان اپنی مرضی اور اختیار سے تغیر و تبدل کر سکتا ہے۔

سوال ۲۱ :۔ جنابت کی وجہ سے تو غسل واجب کیا گیا لیکن پاخانہ کی وجہ سے غسل واجب نہیں کیا گیا۔ جب کہ پاخانہ جنابت سے زیادہ نجس اور زیادہ ناپاک ہے ؟

جواب ۲۱ :۔ جنابت پر غسل کا حکم اس لیئے دیا گیا کہ مادو منویہ انسان کے پورے وجود سے گردش کر کے نکلتا ہے۔ جب کہ پاخانہ انسانی غذا کی بدلی ہوئی صورت ہے جو کہ ایک راستہ سے داخل ہوئی اور دوسرے راستے سے نکل گئی۔

سوال ۲۲ :۔ اذان کا حکم کیوں دیا گیا ؟

جواب ۲۲ :۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں ۔

اذان بھولے ہوئے شخص کی یاد دہانی اور غافل کے لیئے تنبیہ اور جسے وقت کا علم نہ ہو اس کے لیئے وقت کی پہچان ہے۔ اذان عبادت خدا کی دعوت ہے۔ اسی لیئے اذان میں توحید کا اقرار اور ایمان کا اظہار کیا جاتا ہے۔

اذان صرف نماز کی دعوت ہی نہیں بلکہ اعلان اسلام بھی ہے اور بھولے ہوئے شخص کے لیئے یاد دہانی ہے اور اذان دینے والے کو مؤذن اس لیئے کہا جاتا ہے کہ وہ نماز کی اذان یعنی اعلانِ نماز کرتا ہے۔

سوال ۲۳ :۔ اذان کی ابتدا "اشھد ان لاالہ الا اللہ" کی بجائے "اللہ اکبر" سے کیوں کی جاتی ہے ؟

جواب ۲۳ :۔ اس میں یہ فلسفہ کارفرما ہے کہ اذان کی ابتدا خدا کے ذکر اور اس کے نام سے ہو۔ اور "اللہ اکبر" میں "اللہ" کا نام ابتدا میں آتا ہے جب کہ "اشھد ان لا الہ الا اللہ" میں "اللہ" کا نام آخر میں آتا ہے۔ اسی لیئے اذان کی ابتدا اس جملے سے کی گئی جس کی ابتدا خدا کے نام سے ہوتی ہے۔

اور اس کے برعکس اذان کی ابتدا اس جملے سے نہیں کی گئی جس کے

آخر میں لفظ "اللہ" آتا ہے۔

سوال ۲۴ :۔ اذان کے جملوں کو دودو بار کیوں دہرایا جاتا ہے ؟

جواب ۲۴ :۔ تاکہ سننے والوں کے کانوں تک وہ الفاظ پہنچ سکیں۔ اگر کوئی اذان کے پہلے جملے سے بے توجہی بھی کرے تو کم از کم دوسرے جملے پر توجہ دے سکے اور نماز بھی دودو رکعت ہوتی ہے اسی لیئے اذان کے جملے بھی دودو بار کہے جاتے ہیں۔

سوال ۲۵ :۔ اذان کی ابتدا میں **"اللہ اکبر"** کو چار مرتبہ کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب ۲۵ :۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اذان دی جاتی ہے تو اس وقت سننے والے غفلت میں ہوتے ہیں اور اذان سے پہلے کوئی کلام بھی نہیں ہوتا جو سننے والوں کو متنبہ کر سکے۔ اسی لیئے الفاظ اذان کے سننے کی ترغیب کے لیئے "اللہ اکبر" کو چار مرتبہ کہا جاتا ہے۔

سوال ۲۶ :۔ اذان میں **اللہ اکبر** کے بعد توحید و رسالت کی گواہی کا تذکرہ کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب ۲۶ :۔ ایمان کا آغاز خدا کی توحید اور اس کی وحدانیت کے اقرار سے ہوتا ہے اور توحید خداوندی کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کا اقرار انتہائی ضروری ہے۔ اور خدا اور رسولؐ کی اطاعت اور معرفت ایک دوسرے کے لیئے لازم و ملزوم ہیں۔

اور ایمان کی بنیاد شہادتین پر ہے۔ اذان میں دو گواہیاں ایسے ہی ہیں جیسے کہ دوسرے حقوق میں دو گواہیاں کافی ہوتی ہیں اور جب کوئی شخص خدا کی توحید اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی رسالت کا اقرار کرتا ہے تو وہ دراصل تمام ایمانی تقاضوں کا اقرار کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ اور رسولؐ کا اقرار ہی ایمان کی بنیاد ہے

سوال ۲۷ :۔ خدا کی توحید اور رسول کریمؐ کی رسالت کی گواہی کے بعد " حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃِ " کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب ۲۷ :۔ اذان دراصل نماز کا بلاوا ہے اور نماز کی دعوت سے پہلے تکبیر اور شہادتین کا ذکر کیا جاتا ہے اور دعوت نماز کے بعد بھی چار فصول ہیں۔ نماز کی دعوت کو مزید مؤثر بنانے کے لیئے "حی علی الفلاح " اور "حی علی خیر العمل " کہا جاتا ہے۔ پھر دو بار تکبیر اور دو بار تہلیل کی جاتی ہے۔

اور "حی علی الصلوٰۃ " کا جملہ اذان کے وسط میں واقع ہے۔ اس سے قبل آٹھ فصول اذان ہیں اور اس کے بعد بھی آٹھ فصول اذان ہیں۔

اس سے پہلے چار مرتبہ " اللہ اکبر " اور دو مرتبہ " اشھد ان لا الہ الا اللہ " اور دو مرتبہ " اشھد ان محمد ا رسول اللہ " ہے اور یہ سب ملا کر آٹھ فصول بنتے ہیں۔

اسی طرح اس کے بعد دو مرتبہ " حی علی الفلاح " دو مرتبہ " حی علی خیر العمل " دو مرتبہ " اللہ اکبر" اور دو مرتبہ " لا الہ الا اللہ " ہے ۔ اور یہ بھی سب ملا کر آٹھ فصول بنتے ہیں ۔

اور مؤذن جس طرح سے اپنی اذان کی ابتدا اللہ کے ذکر سے کرتا ہے اسی طرح سے اذان کی انتہا بھی اللہ کے ذکر پر کرتا ہے۔

سوال ۲۸ :۔ اذان کا اختتام "الحمد للہ "یا "سبحان اللہ " پر بھی ہو سکتا تھا اور ان الفاظ میں بھی آخری لفظ " اللہ " ہے۔ مگر اختتام "لا الہ الا اللہ " پر کیوں کیا گیا؟

جواب ۲۸ :۔ اصل بات یہ ہے کہ " لا الہ الا اللہ " میں جہاں توحید کا اقرار ہے وہاں غیر اللہ کی نفی بھی ہے اور یہ جملہ ایمان کا اولین جملہ ہے اور

تمام انبیاء کی تبلیغ کا مرکزی نکتہ یہی ہے اور "لا اله الا الله" "سبحان الله" اور "الحمد لله" سے افضل و اشرف ہے۔

سوال ۲۹ :۔ نماز کی ابتدا اور رکوع و سجود ، قیام و قعود میں اللہ اکبر کہنا کیوں ضروری ہے ؟

جواب ۲۹ :۔ اس میں وہی اسباب کارفرما ہیں جن کا ذکر ہم اذان میں کر چکے ہیں ۔

سوال ۳۰ :۔ رکعت اول میں قرأت سے پہلے دعا پڑھی جاتی ہے۔(۱) اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت کیوں پڑھی جاتی ہے؟

جواب ۳۰ :۔ خدا یہ چاہتا ہے کہ قیام کی ابتدا تحمید و تقدیس و رغبت و خوف سے ہو اور اس کا اختتام بھی اس پر ہو اور دوسری رکعت میں رکوع سے قبل قنوت پڑھنے کا حکم اس لیئے دیا گیا کہ قیام لمبا ہو جائے اور جماعت میں زیادہ سے زیادہ افراد شامل ہو جائیں۔

سوال ۳۱ :۔ نماز میں قرأت کا حکم کیوں ہے؟

جواب ۳۱ :۔ تاکہ قرآن ہمیشہ زبانوں پر رہ سکے اور ضائع نہ ہونے پائے۔

سوال ۳۲ :۔ ہر مرتبہ قرأت سے پہلے سورۂ فاتحہ پڑھنا کیوں ضروری ہے اور اس کے پڑھنے کا حکم کیوں دیا گیا ؟

جواب ۳۲ :۔ سورۂ فاتحہ قرآن مجید کی جامع ترین سورت ہے اس میں خیر و حکمت کا تمام تر خلاصہ موجود ہے (اور سورۂ فاتحہ پورے قرآن مجید کا جوہر ہے۔یا ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ متن ہے اور پورا قرآن اس کی تشریح ہے۔)

۱۔ اس سے مراد دعائے افتتاح ہے۔ **انی وجهت وجهی للذی فطر السموات و الارض حنیفا مسلما و ما انا من المشرکین ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین۔**

" **الحمد لله** " کے الفاظ نعمت الٰہی کے شکر کے لیئے ہیں اور اس مقام پر بندہ خدا کی حمد اس لیئے بجالارہا ہے کہ خدا نے اسے نیکی کی توفیق عنایت فرمائی۔

" **رب العالمین** " کے لفظ میں خدا کی تمجید و تحمید ہے اوراس لفظ سے یہ اقرار مقصود ہے کہ اللہ ہی خالق اور مالک ہے اس کے علاوہ کوئی خالق و مالک نہیں ہے۔

" **الرحمن الرحیم** " جب انسان نے اللہ کی ربوبیت عامہ کا تذکرہ کیا تو اس کے ساتھ یہ بتایا کہ ربوبیت اجباری نہیں بلکہ وہ ربوبیت رحمانیت اور رحیمیت کے سرچشمہ سے مشتق ہے اور ان الفاظ سے خدا کی نعمتوں و احسانوں کا تذکرہ مقصود ہے۔

" **مالک یوم الدین** " کے الفاظ سے بندہ بعث ونشور حساب و مجازات کا اقرار کرتا ہے اور جس طرح سے وہ اس کو دنیا کا مالک اور رب تسلیم کر چکا تھا اسی طرح سے اب وہ خدا کو یوم آخرت کا مالک بھی تسلیم کرتا ہے۔

" **ایاک نعبد** " کے الفاظ میں بندے کی طرف سے تقرب الی اللہ اور اخلاصِ عمل کے شوق کا اظہار ہوتا ہے۔

" **و ایاک نستعین** " کے الفاظ سے بندہ توفیق وعبادت کے اضافے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے اور خدا سے ہمیشہ کے لیئے نعمتوں کے نزول کی درخواست کرتا ہے۔

" **اھدنا الصراط المستقیم** " کے الفاظ سے بندہ مالک حقیقی سے اس کے ادب کی رہنمائی اور اس کی رسی سے تمسک کی درخواست کرتا ہے اور خدا سے اس کی معرفت و عظمت و کبریائی سے آشنائی کا سوال کرتا ہے۔

" **صراط الذین انعمت علیھم** " کے الفاظ سے سوال و رغبت میں تاکید پائی جاتی ہے اور ان لفظوں سے انسان خدا سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اسے اپنے اولیاء (یعنی انبیاء وصدیقین و شہدا وصالحین) کے راستے پر گامزن رکھے اوراپنی نعمتوں سے اسے سرفراز کرے۔

"**غیر المغضوب علیھم**" کے الفاظ سے انسان خدا سے اس امر کی پناہ طلب کرتا ہے کہ کہیں اس کا شمار معاندین و کافرین میں نہ ہو۔ جن کی نظر میں خدا اور اس کے امر و نہی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

"**ولا الضالین**" کے لفظ سے انسان اپنے خدا سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اسے اس قوم کا فرد بننے سے محفوظ رکھے جنہیں خدا کی معرفت نصیب نہیں ہوئی اور وہ اس کی راہ سے بھٹک گئے اور اس کے باوجود وہ گم گشتہ لوگ اپنے متعلق اس غلط فہمی کا بھی شکار ہیں کہ وہ بہتر عمل سر انجام دے رہے ہیں۔

الغرض دنیا و آخرت کی خیر و حکمت جس طرح سے سورۂ فاتحہ میں جمع کی گئی ہے۔ خیر و حکمت کا ایسا حسین امتزاج اور خلاصہ قرآن مجید کی کسی دوسری سورت میں موجود نہیں ہے۔

سوال ۳۳ :۔ رکوع و سجود میں تسبیح کیوں واجب ہے ؟

جواب ۳۳ :۔ اس کے کئی اسباب ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ جب انسان خشوع وخضوع اور اخلاص عبادت اور تواضع کے ساتھ قرب خداوندی کی منازل طے کر رہا ہو تو اسے اس حالت میں خدا کی پاکیزگی اور تقدیس بجا لانی چاہیۓ اوراس کے فکر و گمان میں غیراللہ کا تصور نہ آنے پائے۔

سوال ۳۴ :۔ نماز کی اصلی صورت دو رکعت کیوں ہے اور پھر نماز مغرب میں ایک رکعت اور نماز ظہر، عصر و عشاء میں دو دو رکعت کا اضافہ کیوں کیا گیا اور نماز فجر کو اس کی اصلی حالت پر کیوں رہنے دیا گیا؟

جواب ۳۴ :۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کی اصلیت در حقیقت ایک رکعت ہے کیونکہ اعداد کی اصل بنیاد ایک کے ہندسے پر ہوتی ہے۔ اگر نماز ایک رکعت سے کم ہو جائے تو وہ نماز ہی نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ لوگ ایک رکعت سمجھ کر بے توجہی کریں گے اور نماز ترک کر دیں گے۔ اسی لیئے اللہ

تعالیٰ نے اس میں ایک رکعت کا اضافہ کیا تا کہ اگر ایک رکعت کی ادائیگی میں کوئی کسر رہ گئی ہو تو اس کی تکمیل دوسری رکعت سے کی جا سکے۔ اسی لیئے اللہ نے نماز دو رکعت قرار دی۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ ان دو رکعت کو کمالِ اخلاص سے ادا نہ کریں گے۔ اسی لیئے آپؑ نے نماز ظہر، عصر و عشا کے ساتھ دو دو رکعات کا اضافہ فرمایا تا کہ اگر اصل دو رکعات میں کوئی کمی بیشی رہ جائے تو اس کی تکمیل دوسری دو رکعت سے ہو سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس کیا کہ مغرب کا وقت انسان کے کھانے پینے اور کام کاج کا وقت ہے۔ اسی لیئے آپؑ نے اس میں صرف ایک رکعت کا اضافہ کیا تا کہ لوگوں کے لیئے آسانی رہے اور اس کے ساتھ آپؑ نے چاہا کہ شبانہ روز پانچ نمازوں کی رکعات طاق ہونی چاہیئے اسی لیئے آپؑ نے نماز فجر میں کوئی اضافہ نہیں کیا اور نماز فجر میں اضافہ نہ کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان جب صبح کے وقت نیند سے بیدار ہوتا ہے تو وہ تازہ دم ہوتا ہے اور وہ دنیاوی فکروں سے بھی کافی حد تک آزاد ہوتا ہے۔ اسی لیئے انسان جس اخلاص کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتا ہے وہ اخلاص اسے دوسری نمازوں میں نصیب نہیں ہوتا۔

سوال ۳۵ :۔ افتتاحِ نماز کے وقت سات تکبیریں پڑھنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب ۳۵ :۔ وہ سات تکبیریں اس طرح سے ہیں۔ ان میں سے پہلی تکبیر، تکبیر افتتاح ہے۔ پھر پہلی رکعت کے رکوع کی ایک تکبیر ہے اور دو تکبیریں سجدوں کے لیئے ہیں۔ پھر دوسری رکعت کے رکوع کی ایک تکبیر ہے اور دو تکبیریں دو سجدوں کے لیے ہیں۔ اس طرح سے کل سات تکبیریں بن جاتی ہیں اور جو شخص نماز کی ابتدا میں یہ تکبیریں کہے تو اگر دوران نماز اس سے کوئی تکبیر رہ بھی جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور نماز میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔

سوال ۳۶ :۔ ہر رکعت میں رکوع ایک اور سجدے دو کیوں رکھے گئے ہیں ؟

جواب ۳۶ :۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رکوع کا تعلق قیام سے ہے اور سجدے کا تعلق قعود سے ہے اور اصول یہ ہے کہ بیٹھ کر پڑھی جانے والی دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھی جانے والی ایک رکعت کے مساوی ہوتی ہیں۔ چونکہ سجدے کا تعلق بیٹھنے کی کیفیت سے ہے۔ اسی لیئے دو سجدے فرض کیئے گئے ہیں کہ وہ دو سجدے ایک رکوع کے مساوی ہو سکیں اور رکوع اور سجدے میں کوئی تفاوت باقی نہ رہے۔ کیونکہ نماز رکوع اور سجدہ ہی کا دوسرا نام ہے۔

سوال ۳۷ :۔ دوسری رکعت کے بعد تشہد کیوں واجب ہے ؟

جواب ۳۷ :۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رکوع و سجدہ سے قبل اذان اور دعا اور قرأت ہو جاتی ہے اسی لیئے دو رکعت کے بعد تشہد ، تحمید اور دعا کا حکم دیا گیا۔

سوال ۳۸ :۔ نماز کا اختتام "سلام" پر کیوں کیا جاتا ہے اور اس کی بجائے **اللہ اکبر** ، **سبحان اللہ** یا اور کوئی لفظ مقرر کیوں نہیں کیا گیا ؟

جواب ۳۸ :۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نمازی جیسے ہی نماز شروع کرتا ہے تو اس کے لیئے مخلوق سے کلام کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ اور جب نماز کا اختتام ہوتا ہے تو وہ مخلوق کے ساتھ کلام کرنے سے ہوتا ہے اور مخلوق کے ساتھ کلام کی ابتدا سلام سے ہی ہو سکتی ہے۔

سوال ۳۹ :۔ پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور پچھلی دو رکعات میں تسبیحات اربعہ کیوں کافی ہے ؟

جواب ۳۹ :۔ یہ اس لیئے ہے کہ خدا کی فرض کردہ رکعات اور رسول خدا

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فرض کردہ رکعات کا فرق معلوم ہو سکے۔

سوال ۴۰ :۔ جماعت کا حکم کیوں دیا گیا ؟

جواب ۴۰ :۔ خدا کی مشیت یہ ہے کہ اخلاص ، توحید اور اسلام اور عبادت کھلم کھلا طور پر ادا ہو کیونکہ اس کا اظہار اہل مشرق و مغرب کے لیئے حجت ہے اور منافق اور دل میں دین کی صداقت کو ہلکا سمجھنے والا شخص بھی اسلام ظاہری کے فریضے پر عمل کرے اور مزید یہ کہ لوگ ایک دوسرے کے لیئے اسلام کی گواہی دے سکیں۔

علاوہ ازیں جماعت کے ذریعے سے مسلمان ایک دوسرے کی خیر و عافیت معلوم کر سکتے ہیں اور نیکی اور اچھائی کے کاموں میں حصہ لے سکتے ہیں اور خدا کی نافرمانی سے بچنے کے لیئے ایک دوسرے کے مدد گار ثابت ہو سکتے ہیں۔

سوال ۴۱ :۔ بعض نمازیں جہری ہیں اور بعض اخفاتی ہیں آخر ایسا کیوں ہے ؟

جواب ۴۱ :۔ اس میں خصوصی نکتہ یہ ہے کہ جہری نمازیں (فجر ، مغرب و عشا) وہی ہیں جو تاریکی میں پڑھی جاتی ہیں اور ان نمازوں کو بلند آواز سے پڑھنے کا حکم اس لیئے دیا گیا تا کہ اگر کوئی شخص اس مسجد کے پاس سے گزرے تو وہ آواز سن سکے اور اگر وہ جماعت میں شامل ہونا چاہے تو ہو سکے کیونکہ اگر اسے تاریکی کی وجہ سے جماعت نہ بھی دکھائی دے تو آواز سن کر وہ معلوم کر سکے کہ یہاں جماعت ہو رہی ہے۔

اور جو دو نمازیں ظہر و عصر اخفات سے پڑھی جاتی ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ دن کی روشنی میں پڑھی جاتی ہیں اور ہر شخص دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ یہاں جماعت ہو رہی ہے اور سنانے کی اسے چنداں ضرورت نہیں ہے۔

سوال ۴۲ :۔ نماز کے اوقات مقرر کیوں کر دیئے گئے کہ ان

میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی ؟

جواب ۴۲ :۔ ۱۔ اہل زمین کے لیئے چار وقت ایسے ہیں جنہیں ہر عالم و جاہل کسی جستجو کے بغیر معلوم کرسکتا ہے۔

1۔ سورج کے غروب ہونے کا وقت مشہور و معروف ہے اور اس وقت نماز مغرب ادا کی جاتی ہے ۔

2۔ افق مغرب سے شفق کا ٹل جانا بھی مشہور و معروف وقت ہے اور اس وقت نماز عشا پڑھی جاتی ہے۔

3۔ طلوع فجر کا وقت بھی مشہور و معروف وقت ہے اور اس وقت نماز فجر ادا کی جاتی ہے۔

4۔ سورج کے ڈھلنے کا وقت بھی مشہور و معروف وقت ہے اور اس وقت نماز ظہر پڑھی جاتی ہے۔

البتہ ان چار اوقات کی طرح سے نماز عصر کا کوئی مشہور و معروف وقت نہیں ہے ۔ اسی لیئے اس کا وقت نماز ظہر کے بعد رکھا گیا ہے ۔(۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنے ہر کام کاج سے پہلے اس کی اطاعت کریں اور اس کی عبادت بجا لائیں۔ اسی لیئے جب لوگ صبح سویرے نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور اپنے کام کاج کی تیاری شروع کرتے ہیں تو اللہ نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے کام کاج بعد میں سر انجام دیں پہلے نماز فجر ادا کریں۔

پھر جب دوپہر ڈھلتی ہے اور لوگ کام کاج سے تھک ہار کر قیلولہ کرنا چاہتے ہیں اور اپنے کپڑے اتار کر کچھ لمحات کے لیئے آرام کرنا پسند کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ آرام بعد میں کریں پہلے اسے یاد کرلیں اور نماز ظہر ادا کریں ۔

ا۔ یہاں تک کہ ہر چیز کا سایہ اس کے چار برابر ہو جائے ۔خ

پھر جب لوگ دوپہر کے وقت آرام سے فارغ ہو کر دوبارہ اپنے کام کاج میں مصروف ہونا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکم ہوا کہ وہ دوبارہ مشغول ہونے سے پہلے ایک مرتبہ پھر اسے یاد کر لیں اور نماز عصر ادا کریں۔

پھر جیسے ہی سورج غروب ہوتا ہے اور لوگ کام چھوڑ کر اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں اور کھانا کھانا چاہتے ہیں تو خدا کی طرف سے انہیں حکم ہوا کہ تم کھانا بعد میں کھاؤ پہلے میرا ذکر کرو اور نماز مغرب ادا کرو۔

پھر جب لوگ رات کا کھانا کھا لیتے ہیں اور سونے کا ارادہ کرنے لگتے ہیں تو خدا کی طرف سے انہیں حکم ملتا ہے کہ چند لمحات کے لیئے اپنے کپڑے تبدیل نہ کریں اور سونے سے پہلے ایک دفعہ مجھے یاد کر لیں اور نماز عشاء ادا کریں۔

اور جب لوگ نماز پنجگانہ کو ان کے وقت کے مطابق ادا کریں گے تو وہ نہ تو خدا کو بھولیں گے اور نہ ہی اس سے غافل ہوں گے اور ان کے دل سخت نہ ہوں گے اور ان کی رغبت بھی کم نہ ہوگی۔

سوال ۴۳ :۔ جب نماز عصر کا کوئی طبعی اور مشہور و معروف وقت نہیں تھا تو اسے نماز ظہر و مغرب کے بیچ کیوں رکھا گیا۔ جب کہ اس نماز کو عشاء اور فجر یا فجر اور ظہر کے درمیان بھی رکھا جا سکتا تھا ؟

جواب ۴۳ :۔ نماز عصر کے موجودہ وقت سے زیادہ آسان ترین وقت اور کوئی نہیں ہے اور یہ ایک ایسا وقت ہے کہ جس میں کمزور اور طاقتور یکساں طور پر نماز ادا کر سکتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام افراد دن کے ابتدائی حصے میں تجارت و معاملات میں مصروف ہوتے ہیں اور اپنی حاجات کو پورا کرنے کی جستجو میں لگے ہوئے ہوتے ہیں یا بہت سے لوگ بازاروں میں مصروف کاروبار ہوتے ہیں ۔

اسی لیئے خدا نے نہیں چاہا کہ ان کی مصروفیت کے وقت میں نماز فرض کر کے انہیں طلب دنیا سے روک دے۔ اسی لیئے اللہ نے نماز عصر کو نماز فجر

اور ظہر کے درمیان نہیں رکھا اور نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان نماز عصر کو اس لیئے نہیں رکھا کہ وہ لوگوں کے آرام کا وقت ہوتا ہے اور لوگوں کے لیئے آدھی رات کے وقت بیدار ہونا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر رعایت فرمائی اور کسی مشکل وقت میں نماز عصر واجب نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نماز عصر کو آسان ترین وقت میں فرض کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (البقرہ۔ ۱۸۵)

"اللہ تمہارے لیئے آسانی چاہتا ہے وہ تمہارے لیئے تنگی نہیں چاہتا"۔

سوال ۴۴:۔ اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ کیوں بلند کیئے جاتے ہیں؟

جواب ۴۴:۔ ہاتھ بلند کرنا ایک طرح کا تضرع اور خشوع ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ میرا بندہ جب نماز پڑھے اور میری کبریائی کا تذکرہ کرے تو پورے خشوع اور تضرع سے کرے۔ رفع یدین میں احضار نیت اور اخلاص قلب مضمر ہے۔

سوال ۴۵:۔ سنتی نمازیں چونتیس رکعات کیوں ہیں؟

جواب ۴۵:۔ فرض نمازوں کی سترہ رکعات ہیں اور فرض کی تکمیل کے لیئے چونتیس رکعات سنتی نمازیں مسنون کی گئی ہیں۔

سوال ۴۶:۔ سنتی نمازیں علیحدہ علیحدہ اوقات میں کیوں مقرر کی گئی ہیں۔ ایک ہی وقت میں ساری سنتی نمازیں کیوں نہیں پڑھی جاسکتیں؟

جواب ۴۶:۔ افضل وقت تین ہیں۔ سورج کے زوال کا وقت، مغرب کے بعد کا وقت اور سحر کا وقت۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تین افضل اوقات میں اس کی عبادت کی جائے۔

علیحدہ پڑھنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جب سنتی نمازیں علیحدہ پڑھی جائیں گی تو ان کا ادا کرنا آسان اور ہلکا محسوس ہو گا اور اگر تمام سنتی نمازیں ایک

ہی وقت میں پڑھنے کا حکم صادر ہوتا تو اس کی ادائیگی انتہائی دشوار ہو جاتی۔

سوال ۴۷:۔ نماز جمعہ دو رکعت ہے اور جب امام نہ ہو تو چار رکعت (نماز ظہر) کیوں پڑھی جاتی ہے ؟

جواب ۴۷:۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں ۔

1۔ لوگ نماز جمعہ کے لیئے دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لوگ تھکے ہوئے ہیں اس لیئے انہیں دو رکعات کی رعایت دی جائے۔ اسی لیئے نماز جمعہ دو رکعت ہے۔

2۔ امام کچھ دیر کے لیئے خطبہ دیتا ہے اور مقتدی خطبہ سنتے رہتے ہیں اور انہیں نماز کا انتظار ہوتا ہے اور جو نماز کے انتظار میں ہو تو وہ بھی نماز میں شمار کیا جاتا ہے اسی لیئے جمعہ کے دو خطبے دو رکعات کے قائم مقام ہیں ۔

3۔ امام کے ساتھ دو رکعت نماز خدا کی نظر میں چار رکعت ہے کیونکہ امام کے علم ، فقہ ، عدل اور فضل کی وجہ سے دو رکعت نماز کو اتنی بلندی نصیب ہوئی ہے کہ وہ چار رکعت متصور ہوتی ہے۔

4۔ جمعہ مسلمانوں کی عید ہے اور نماز عید دو رکعت ہی ہوا کرتی ہے اور دو خطبوں کی وجہ سے اس میں قصر پیدا نہیں ہوتی۔

سوال ۴۸:۔ نماز جمعہ میں خطبہ کیوں واجب کیا گیا ہے ؟

جواب ۴۸:۔ نماز جمعہ ایک عظیم اجتماع ہوتا ہے۔ اسی لیئے خدا نے چاہا کہ اس اجتماع کو فائدہ مند بنایا جائے اور امام لوگوں کو وعظ کرے اور انہیں اطاعت کی ترغیب دے اور انہیں نافرمانی کے برے اثرات سے آگاہ کرے اور انہیں دین و دنیا کے مصالح سے باخبر کرے اور انہیں جدید حالات سے آگاہی کردے اور انہیں نفع و نقصان کی باتوں سے آگاہ کرے۔

سوال ۴۹ :۔ دو خطبات کی کیا حکمت ہے ؟

جواب ۴۹ :۔ ایک خطبہ خدا کی حمد و ثنا اور تقدیس کے لیئے ہے اور دوسرا خطبہ تبلیغ ،انذار اور دعوت کے لیئے ہے اور جس نیکی کا حکم دینا ہو یا جس برائی سے روکنا مقصود ہو تو اس کا اظہار دوسرے خطبے میں کیا جائے گا۔

سوال ۵۰ :۔ نماز جمعہ کا خطبہ نماز سے قبل اور عیدین کے خطبات عیدین کے بعد کیوں ہیں ؟

جواب ۵۰ :۔ جمعہ امر دائی ہے اور یہ مہینے میں اور سال میں تو کئی بار آتا ہے لہٰذا اگر جمعہ کی نماز پہلے اور خطبہ بعد میں ہوتا تو لوگ نماز پڑھ کر چلے جاتے اور خطبہ سننا پسند نہ کرتے۔ اسی لیئے خطبہ پہلے ہے اور نماز جمعہ بعد میں ہے ۔

اور عیدین سال میں دو ہی ہوتی ہیں اور ان میں لوگوں کا ازدحام زیادہ ہوتا ہے اور لوگ نماز عید کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں ۔ اسی لیئے عید کے دن نماز پہلے پڑھی جاتی ہے اور خطبے بعد میں دیئے جاتے ہیں۔ اور اگر بالفرض خطبے کے دوران چند لوگ اٹھ کر چلے بھی جائیں تو بھی ان کے جانے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔ لوگوں کی بھاری جمعیت خطبہ سننے کے لیئے موجود ہو گی۔

مصنف کتاب ھذا رحمہ اللہ عرض پرداز ہے کہ ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

جمعہ اور عید کے دو خطبے نماز کے بعد ہیں کیونکہ یہ خطبات دو پچھلی رکعات کے قائم مقام ہیں اور سب سے پہلے خطبات کو عثمان بن عفان نے نماز سے مقدم کیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب اس سے بہت سی بے اعتدالیاں سرزد ہوئیں تو لوگ اس کا خطبہ نہیں سنتے تھے اور یہ کہہ کر چلے جاتے تھے کہ ہم اس کا وعظ سن کر کیا کریں گے جب کہ ہمیں اس کے کرتوتوں کا پورا پورا علم ہے۔

جب حضرت عثمان نے یہ حالت دیکھی تو اس نے خطبے کو نماز سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا تا کہ لوگ چار و ناچار اس کا خطبہ سنیں۔

سوال ۵۱ :۔ نماز جمعہ دو فرسخ پر رہنے والوں پر کیوں واجب ہے اور اس سے زیادہ دور رہنے والوں پر واجب کیوں نہیں ہے ؟

جواب ۵۱ :۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دو ڈاکیوں کے سفر کے برابر جب انسان سفر کرے تو نماز قصر ہو جاتی ہے۔ ایک جانے والا ڈاکیا چار فرسخ سفر کرتا ہے اور اسی طرح سے آنے والا ڈاکیا بھی چار فرسخ سفر طے کرتا ہے۔ تو قاعدہ شریعت یہ طے پایاکہ ایک ڈاکیے کی نصف مسافت کے فاصلے پر رہنے والوں کے لیئے جمعہ کی شرکت واجب قرار دی گئی۔

سوال ۵۲ :۔ جمعے کے دن سنتی نمازوں میں چار رکعات کا اضافہ کیوں کیا گیا ؟

جواب ۵۲ :۔ اضافہ اس دن کی عظمت کے اظہار اور اس دن اور باقی دنوں کے امتیاز کی غرض سے کیا گیا۔

سوال ۵۳ :۔ سفر میں نماز قصر کیوں ہے ؟

جواب ۵۳ :۔ اصل بات یہ ہے کہ بنیادی طور پر دس رکعات نماز ہی فرض ہوئی تھی اور سات رکعات کا اس میں بعد میں اضافہ کیا گیا اور سفر کی تھکان اور مصروفیت کی وجہ سے مذکورہ سات رکعات نماز ختم کر دی گئی۔ البتہ نماز مغرب کی اضافہ شدہ ایک رکعت باقی رہنے دی گئی کیونکہ وہ دراصل قصر شدہ نماز ہے۔

سوال ۵۴ :۔ آٹھ فرسخ پر نماز قصر کیوں ہو جاتی ہے اس سے کم پر کیوں نہیں ہوتی ؟

جواب ۵۴ :۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عام انسان اور قافلہ ایک دن میں آٹھ فرسخ کا سفر طے کرتا ہے۔اسی لیئے ایک دن کی مسافت پر نماز قصر کا حکم دیا گیا ۔

سوال ۵۵ :۔ایک دن کی مسافت پر قصر نماز کا حکم کیوں جاری کیا گیا اس سے زیادہ پر قصر کیوں نہ جاری ہوئی ؟

جواب ۵۵ :۔اگر ایک دن کی مسافت پر نماز قصر نہ ہوتی تو پھر ایک سال کی مسافت پر بھی نماز قصر نہ ہوتی کیونکہ ایک دن کے بعد جب دوسرا دن آتا ہے تو وہ بھی تو پہلے دن ہی جیسا ہوتا ہے۔اور جب پہلے دن نماز قصر نہیں ہوئی تو دوسرے دن کی وجہ سے بھی نماز قصر نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ دونوں دن ایک جیسے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سوال ۵۶ :۔لوگوں کی رفتار بھی تو مختلف ہوتی ہے پھر ایک دن کی مسافت آٹھ فرسخ ہی کیوں فرض کر لی گئی ہے ؟

جواب ۵۶ :۔آٹھ فرسخ کی رفتار سے ساربان اور قافلے سفر کرتے ہیں لہٰذا یہی معیاری رفتار ہے۔

سوال ۵۷ :۔قصر کی حالت میں دن کے نوافل معاف ہیں مگر رات کے نوافل معاف نہیں ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے ؟

جواب ۵۷ :۔جو نماز قصر نہ ہو تو اس کے نوافل میں بھی قصر نہیں ہوتی اور نماز مغرب قصر نہیں ہوتی اسی لیئے اس کے نوافل میں بھی قصر واقع نہ ہو گی۔ اسی طرح سے نماز فجر بھی قصر نہیں ہوتی لہٰذا اس کی سنتیں بھی قائم رہتی ہیں۔

سوال ۵۸ :۔نماز عشاء قصر ہوتی ہے مگر اس کی دو سنتی رکعتیں کیوں پڑھی جاتی ہیں ؟

جواب ۵۸ :۔اصل حقیقت یہ ہے کہ نماز عشا کی دو رکعتوں کا تعلق پچاس سے نہیں ہے۔ان دو رکعات کو نوافل میں اس لیئے شامل کیا گیا تا کہ سترہ رکعات فریضہ کے مقابلے میں سنتی نمازوں کی تعداد چونتیس ہو سکے۔

سوال ۵۹ :۔ مریض اور مسافر نماز شب رات کے پہلے حصے میں پڑھ سکتے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟

جواب ۵۹ :۔ مسافر کو اس کے سفر کی وجہ سے اس کی اجازت دی گئی ہے اور مریض کو اس کی بیماری کی وجہ سے اس کی اجازت دی گئی اور مقصد یہ ہے کہ مریض راحت کے وقت آرام سے سویا رہے اور مسافر نے اگر پچھلے پہر سفر کرنا ہو تو وہ بھی سکون سے سفر کر سکے۔

سوال ۶۰ :۔ نماز جنازہ کا حکم کیوں دیا گیا ؟

جواب ۶۰ :۔ تاکہ لوگ اس کی خدا کے حضور شفاعت کریں اور اس کی مغفرت کی دعا مانگیں اور کوئی بھی شخص اس گھڑی سے زیادہ شفاعت اور استغفار کا محتاج نہیں ہوتا جتنا کہ مرنے والا محتاج ہوتا ہے۔

سوال ۶۱ :۔ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں ہی کیوں فرض کی گئیں اور اس کی بجائے چار یا چھ تکبیروں کا حکم کیوں نہیں دیا گیا ؟

جواب ۶۱ :۔ نماز جنازہ کی پانچ تکبیریں دراصل نماز پنجگانہ سے ماخوذ ہیں کیونکہ دن رات میں نمازیں پانچ فرض ہیں اور ہر نماز کے بدلے میں نماز جنازہ میں ایک تکبیر رکھی گئی ہے۔

سوال ۶۲ :۔ نماز جنازہ میں رکوع اور سجدہ کیوں نہیں ہے ؟

جواب ۶۲ :۔ نماز جنازہ کا اول و آخر مقصد مردہ کی مغفرت طلب کرنا ہے ۔ کیونکہ وہ دنیا سے سفر کر چکا ہے اور آخرت کے سفر میں پہلا قدم رکھ رہا ہے اسی لیئے اس کی مغفرت کی دعا کے لیئے نماز جنازہ فرض کی گئی ہے۔

سوال ۶۳ :۔ غسل میت میں کون سی حکمت کار فرما ہے ؟

جواب ۶۳ :۔ جب کوئی شخص اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس پر نجاست اور

ناپاکی غالب ہوتی ہے ۔ اسی لیئے شریعت نے اس کے غسل کا حکم دیا ہے تا کہ وہ پاک و صاف ہو سکے اور جب ملائکہؐ سے مصافحہ کرے تو وہ پاک و صاف ہونا چاہیئے اور جب خدا کے حضور پیش ہو تو بھی پاک و صاف ہو کر پیش ہو۔

علاوہ ازیں جب بھی کوئی شخص مرتا ہے تو اس سے جنابت خارج ہوتی ہے۔ اسی لیئے اسے غسل دینا واجب ہے۔

سوال ۶۴ :۔ میت کو کفن کیوں پہنایا جاتا ہے ؟

جواب ۶۴ :۔اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان خدا کے حضور پیش ہو تو اس کا جسم بھی پاک و صاف ہونا چاہیئے اور اس کی شرم گاہ بھی ڈھکی ہوئی ہو تا کہ اس کی لاش اٹھانے والے اور اسے دفن کرنے والے اس کی قباحتوں سے باخبر نہ ہوں اور مزید یہ کہ دیکھنے والے سنگدل نہ بن جائیں کہ اسے دفن کرنے سے کہیں انکار نہ کردیں۔

اور کفن دینا اس لیئے بھی ضروری ہے کہ مرنے والے کے ننگے بدن کے تصور سے اس کے زندہ دوستوں کو گھن محسوس نہ ہو اور وہ اس احساس کی وجہ سے اس کی وصیت پر عمل نہ کریں۔

سوال ۶۵ :۔ اسلام میں مردے کو دفن کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ؟

جواب ۶۵ :۔اگر مردوں کو دفن نہ کیا جاتا تو مرنے کے بعد جیسے ہی ان کا بدن گلنے سڑنے لگتا اور اس سے بدبو کے بھبوکے اٹھتے تو زندہ افراد کو اس سے سخت اذیت محسوس ہوتی۔ اور دشمن یہ منظر دیکھ کر خوش ہوتے اور دوستوں کو تکلیف محسوس ہوتی ۔ان تمام باتوں سے بچنے کے لیئے اسلام نے مردے کو دفن کرنے کا حکم دیا۔

سوال ۶۶ :۔جو مردے کو غسل دے ۔ اسے غسل مس میت کا حکم کیوں دیا گیا ؟

جواب ۶۶ :۔ تا کہ میت کے جراثیم سے پاک وصاف ہو جائے کیونکہ جب روح

نکل جاتی ہے تو جسم پر بہت سی آفتیں اور غلاظتیں آجاتی ہیں۔

سوال ۶۷ :۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ انسان کے علاوہ اگر کوئی شخص مردہ پرندے ، مردہ جانور یا مردہ درندے کو ہاتھ لگائے تو اس پر غسل مسِ میت واجب کیوں نہیں ہوتا ؟

جواب ۶۷ :۔ مذکورہ تمام اشیاء کی جلد اون یا بالوں میں پوشیدہ ہوتی ہے اور اون اور بالوں میں روح نہیں ہوتی اسی لیئے مردار کے وہ بال پاک ہوتے ہیں جب کہ انسان کا جسم بالوں یا اون میں پوشیدہ نہیں ہوتا اور اس کی کھال ظاہر ہوتی ہے اسی لیئے اسے ہاتھ لگانے سے غسل مسِ میت واجب ہو جاتا ہے۔

سوال ۶۸ :۔ آپ نماز جنازہ وضو کے بغیر کیوں جائز قرار دیتے ہیں؟

جواب ۶۸ :۔ کیونکہ اس میں نہ تو رکوع ہے اور نہ ہی سجدہ ہے یہ تو فقط دعا اور سوال پر مبنی ہوتی ہے۔ اور دعا کے لیے وضو شرط نہیں ہے۔ آپ کسی بھی حالت میں خدا سے دعا مانگ سکتے ہیں، جب کہ وضو اس نماز کے لیے واجب ہے جس میں رکوع اور سجدہ ہو۔

سوال ۶۹ :۔ آپ مغرب سے قبل اور فجر کے بعد نماز جنازہ کو کیوں جائز قرار دیتے ہیں؟

جواب ۶۹ :۔ نماز جنازہ کے لیئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے جیسے ہی جنازہ لایا جائے اس پر نماز جنازہ پڑھ لینی چاہیئے۔ اس میں انسان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ نماز جنازہ تو ایک مسلم کے حق کی ادائیگی ہے اور حق کی ادائیگی کے لیئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔

سوال ۷۰ :۔ سورج گرہن اور چاند گرہن کے موقع پر نماز کیوں واجب کی گئی ؟

جواب ۷۰ :۔ سورج گرہن اور چاند گرہن خدا کی ایک نشانی ہے جس کے

متعلق کوئی علم نہیں کہ وہ رحمت کی علامت ہے یا عذاب کی علامت ہے۔اسی لیئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ اس طرح کے موقع پر آپؐ کی امت خدا کے حضور توبہ کرے اور خدا سے رحم کی درخواست کرے تا کہ خدا انہیں قوم یونس کی طرح سے ہر مصیبت اور عذاب سے محفوظ رکھے۔

سوال ۱۷ :۔ نماز آیات میں دس رکوع کیوں واجب کیئے گئے ؟

جواب ۱۷ :۔جب ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نماز فرض کی تھی تو وہ کل دس رکعات تھی اور نماز آیات میں دس رکعات کے دس رکوع جمع کر دیئے گئے۔ اور ہر نماز میں کم از کم چار سجدے واجب ہوتے ہیں۔ اسی لیئے نماز آیات میں دس رکوع اور چار سجدے رکھے گئے ہیں۔

سوال ۲۷ :۔ اگر دس رکوع کی بجائے دس سجدے واجب کر دیئے جاتے تو کیا فرق پڑتا ؟

جواب ۲۷ :۔رکوع کا تعلق قیام سے ہے اور سجدہ کا تعلق قعود سے ہے اور اس میں شک نہیں کہ قیام، قعود سے بہتر ہوتا ہے۔اور جب گرہن کے وقت کوئی شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو اسے گرہن بھی دکھائی دیتا ہے اور گرہن کا ختم ہو جانا بھی دکھائی دیتا ہے اور حالت سجدہ میں نہ تو گرہن دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی گرہن کا ختم ہونا دکھائی دیتا ہے۔

سوال ۳۷ :۔ نماز کسوف (نماز آیات) کا طریقہ عام نماز سے مختلف کیوں ہے؟

جواب ۳۷ :۔کیونکہ یہ نماز مظاہر فطرت کی تبدیلی کی وجہ سے پڑھی جاتی ہے اور نماز پڑھی ہی تبدیلی کی وجہ سے جاتی ہے تو اس کا طریق کار بھی دوسری نمازوں سے تبدیل ہو گا۔ کیونکہ جب علت میں تبدیلی آئے گی تو معلول

میں بھی تبدیلی آئے گی۔

سوال ۷۴ :۔یوم فطر کو عید کا درجہ کیوں دیا گیا ؟

جواب ۷۴ :۔تاکہ مسلمان جمع ہو کر خدا کی حمد و ثنا کریں اور مزید یہ کہ شوال کا پہلا دن عید کا دن اور اجتماع کا دن اور افطار کا دن اور زکوٰۃ فطرہ کا دن اور رغبت اور تضرع کا دن بن سکے۔ اور یہ سال کا پہلا دن ہے جس میں دن کے وقت کھانا پینا حلال کیا گیا ہے۔کیونکہ اہل حق کے نزدیک سال کا پہلا مہینہ ماہ رمضان ہے۔اسی لیئے خدا نے چاہا کہ لوگ اس دن جمع ہو کر اس کی حمد و تقدیس بجا لائیں۔

سوال ۷۵ :۔عام نمازوں کی بہ نسبت اس میں تکبیریں کیوں زیادہ ہیں ؟

جواب ۷۵ :۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تکبیر خدا کی عطا کردہ ہدایت و عافیت پر اس کی حمد اور پاکیزگی بیان کرنے کا نام ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰا كُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ (البقرہ۔۱۸۵)

"کہ تم عدد پورے کر دو اور اللہ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی کبریائی کا اقرار کرو شاید اس طرح اس کے شکر گزار بندے بن جاؤ"۔

سوال ۷۶ :۔اس میں بارہ تکبیریں کیوں رکھی گئی ہیں ؟

جواب ۷۶ :۔تاکہ دو رکعات میں بارہ تکبیریں ہوں۔اسی لیئے بارہ تکبیریں رکھی گئی ہیں۔

سوال ۷۷ :۔پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کیوں ہیں ؟

جواب ۷۷ :۔نماز فریضہ میں سنت یہ ہے کہ ابتدا سات تکبیروں سے کی جائے۔ اسی لیئے نماز عید کا آغاز سات تکبیروں سے کیا گیا ۔ اور دوسری رکعت میں

پانچ تکبیریں اس لیئے رکھی گئی ہیں کہ دن رات میں پانچ نمازیں واجب ہیں اور ہر نماز کا افتتاح تکبیر سے ہوتا ہے تو یوں دن رات میں پانچ تکبیرۃ الاحرام ہوتی ہیں۔

اور دونوں رکعتوں میں طاق عدد میں تکبیریں رکھی گئی ہیں کیونکہ طاق عدد اللہ کو زیادہ پیارا ہے۔

سوال ۷۸ :۔روزے کا حکم کیوں دیا گیا ؟

جواب ۷۸ :۔تا کہ لوگوں میں بھوک اور پیاس کی تکلیف کا احساس اجاگر کیا جا سکے اور اس بھوک و پیاس کو مد نظر رکھ کر فقر آخرت کا تصور کریں۔

علاوہ ازیں روزے سے انسانی نفس کو برداشت کی تربیت ملتی ہے اور روزے کی بھوک و پیاس کی وجہ سے روزہ دار میں خضوع و خشوع ، استکانت اور اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

روزے سے انسان ثواب کا حقدار بنتا ہے اور خواہشات سے رک جاتا ہے۔

اور یہی تربیت اسے حال اور مستقبل میں فائدہ پہنچاتی ہے اور اسی تربیت کی وجہ سے احکام الہٰی کی ادائیگی میں اسے آسانی پیدا ہوتی ہے ۔

علاوہ ازیں روزے کی بھوک و پیاس کی وجہ سے انسان میں بھوکے انسانوں کی مدد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان اپنا فریضہ ادا کرتا ہے۔

سوال ۷۹ :۔ماہ رمضان میں روزہ کیوں فرض ہے کسی دوسرے مہینے میں روزہ فرض کیوں نہیں کیا گیا ؟

جواب ۷۹ :۔ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا اور حق و باطل کے درمیان تفریق پیدا کی گئی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۔ (البقرہ۔ ۱۸۵)

"ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ یہ لوگوں کے لیئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی واضح نشانیاں موجود ہیں"۔

اسی ماہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا اور اسی میں لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے اور اس رات میں ہر صاحب حکمت امر کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اسی رات ہر شخص کے لیئے پورے سال کے خیر و شر اور نفع و نقصان اور رزق اور موت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس رات کو لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔

سوال ۸۰ :۔ لوگوں پر صرف ماہ رمضان کے روزے ہی کیوں فرض کیئے گئے۔ اس سے زیادہ یا اس سے کم فرض کیوں نہیں ہوئے ؟

جواب ۸۰ :۔ لوگوں کی قوت برداشت کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا گیا کیونکہ ہر کمزور اور طاقتور ایک ماہ کے روزے رکھنے کے قابل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرائض میں ہمیشہ اغلب چیزوں کو مد نظر رکھ کر فیصلے کیئے ہیں اور پھر وہ فیصلے تمام لوگوں کے لیئے عام کیئے گئے۔ پھر زیادہ کمزوروں کو اس میں رعایت بھی دی گئی اور اہل قوت کو حصول فضیلت کی ترغیب دی گئی۔

اگر ایک ماہ سے کم ایام کے روزے لوگوں کی اصلاح کے لیئے کافی ہوتے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس میں کمی کر دیتا اور اگر انسانیت کے لیئے ایک ماہ سے زیادہ روزوں کی ضرورت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ کر دیتا۔

سوال ۸۱ :۔ عورت حالت حیض میں نماز اور روزہ کیوں نہیں بجا لاسکتی ؟

جواب ۸۱ :۔ حالت حیض میں عورت نجاستؑ میں ہوتی ہے جب کہ خدا

چاہتا ہے کہ اس کی عبادت حالت طہارت میں کی جائے اور جس کی نماز صحیح نہ ہوتی ہو اس کا روزہ بھی صحیح نہیں ہو گا۔

سوال ۸۲ :۔ایام حیض کی قضا شدہ نمازیں معاف ہیں جب کہ مخصوص ایام کے روزوں کی قضا واجب ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟

جواب ۸۲ :۔اس کی چند وجوہات ہیں ۔

1۔ روزہ عورت کو اس کی اپنی خدمت اور شوہر کی خدمت اور گھریلو کام کاج سے نہیں روکتا۔ جب کہ نماز ان تمام چیزوں میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہے۔

2۔نماز ایک دن میں پانچ مرتبہ واجب ہے۔اسی لیئے اس کی قضا باعث تکلیف ہے جب کہ روزہ چند دنوں کے لیئے ہے۔

3۔ نماز میں بہت سے ارکان بجا لانے پڑتے ہیں جس کی وجہ سے تھکان محسوس ہوتی ہے جب کہ روزے میں کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا۔ بس کھانے پینے سے پرہیز کرنا پڑتا ہے۔ اس کے کچھ ارکان ادا نہیں کرنے پڑتے۔

4۔ہر آنے والے وقت میں ایک نئی نماز ادا کرنا پڑتی ہے جب کہ روزانہ روزہ نہیں رکھنا پڑتا۔

سوال ۸۳ :۔اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے یا سفر میں ہو اور پورا سال وہ سفر میں رہے یا پورا سال بیمار رہے اور دوسرا ماہ رمضان آجائے تو پہلے ماہ رمضان کے روزوں کا فدیہ دینا واجب ہے۔ اور اگر اس دوران بیمار تندرست ہو جائے یا مسافر سفر ختم کر کے گھر آجائے لیکن وہ روزوں کی قضا بجا نہ لائے اور پھر دوسرا ماہ رمضان آ جائے تو ان پر قضا اور فدیہ دونوں واجب ہیں ۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟

جواب ۸۳ :۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مریض پر پچھلے سال کے روزے واجب

ہوئے تھے مگر خدا نے اسے روزے رکھنے کی مہلت ہی نہیں دی اور اسے صحت ہی عطا نہیں کی اور پھر دوسرا ماہ رمضان آ گیا۔ اسی لیئے ایسے شخص کے لیئے فدیہ کا حکم ہے اور یہی حال مسافر کا ہے۔اگر وہ پورا سال سفر میں رہا ہو اور پھر دوسرا ماہ رمضان آ جائے تو اسے بھی فدیہ دینا ہو گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:۔

"جب خدا اپنے بندے پر بیماری غالب کردے تو وہ اس کے لیئے خود ہی عذر پیدا کر دیتا ہے"۔

ایسا شخص ان افراد کے زمرے میں آتا ہے جس پر روزہ فرض ہو اور وہ اسے ادا کرنے کی سکت نہ رکھتا ہو تو اسے روزے کے بدلے میں فدیہ دینا پڑا ہو۔ جیسا کہ ان آیات میں یہی قاعدہ دکھائی دیتا ہے۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآ سَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِ طْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا۔۔۔ (المجادلہ۔۴)

" ظہار کرنے والا شخص اگر غلام آزاد نہ کرسکتا ہو تو آپس میں ایک دوسرے کو مس کرنے سے پہلے دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے پھر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے "۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّ اْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ۔ (البقرہ۔۱۹۶)

" اب جو تم میں سے بیمار ہے یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہے تو وہ روزہ یا صدقہ یا قربانی دے "۔

چنانچہ اسی قاعدے کے تحت جو پورے سال تک سفر میں رہا ہو یا جو پورا سال بیمار رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر روزوں کے بدلے میں صدقہ (فدیہ) فرض کیا۔

سوال ۸۴ :۔ کیا جسے پچھلے سال استطاعت روزہ نہ تھی وہ اس سال استطاعت رکھتا ہے؟

جواب ۸۴ :۔ کیونکہ اس پر نیا ماہ رمضان آگیا ہے اس پر سابقہ ماہ رمضان کا فدیہ واجب ہے۔ کیونکہ یہ اس کے حکم میں ہے جس میں کسی کفارے کے تحت روزہ رکھنا واجب ہو اور وہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو اسے اس کے بدلے میں فدیہ دینا ہوگا۔

اور اگر وہ دوران سال تندرست ہو جائے اور روزہ نہ رکھے تو اس پر روزہ اور فدیہ دونوں واجب ہیں۔ فدیہ اس لیئے واجب ہے کہ اس نے فرض کو ضائع کیا اور روزہ اس لیئے واجب ہے کہ اسے اس کی استطاعت حاصل ہوئی۔

سوال ۸۵ :۔ ماہ رمضان کے روزے جو فرض تھے سو وہ فرض تھے مگر سنتی روزے میں کیا مصلحت ہے؟

جواب ۸۵ :۔ تا کہ فرض روزوں کی کمی کی تلافی ہو سکے۔

سوال ۸۶ :۔ ہر مہینے میں تین روزے اور ہر دس دن میں ایک روزہ رکھنا کیوں مسنون ہے؟

جواب ۸۶ :۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۔ (الانعام ۔ ۱۶۰)

"جو شخص بھی نیکی کرے گا اسے دس گنا اجر دیا جائے گا"۔

لہٰذا جو شخص ہر دسویں دن روزہ رکھے گا تو گویا وہ ہمیشہ روزہ رکھنے والا ہے۔

جیسا کہ سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا :۔

ایک ماہ کے تین روزے پورے ماہ کے روزوں کے برابر ہیں اور جسے پورے دور اور زمانے کے علاوہ کچھ اور ملے تو وہ اس کا روزہ رکھے۔

سوال ۸۷ :۔ سنتی روزوں کے لیئے پہلے عشرے کا جمعرات اور آخری عشرے کا جمعرات اور درمیانی عشرے میں بدھ کا دن کیوں منتخب کیا گیا؟

جواب ۸۷ :۔ جمعرات کی وجہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

بندوں کے اعمال جمعرات کو خدا کے سامنے پیش کیئے جاتے ہیں اسی لیئے بہتر یہی ہے کہ جب جمعرات کو اس کے عمل خدا کے حضور پیش ہوں تو وہ روزے کی حالت میں ہو اور آخری جمعرات کی وجہ یہ ہے کہ جب آٹھ دن کے اعمال خدا کے حضور پیش ہوں اور بندہ روزہ کی حالت میں ہو تو اس کے لیئے بہتر یہ ہے کہ جب اس کے دو دن کے عمل پیش ہوں تو ان میں بھی وہ حالت روزہ میں ہو۔

درمیانی عشرہ میں بدھ کا روزہ سنت ہے۔ کیونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

خداوندعالم نے دوزخ کو بدھ کے دن پیدا کیا اور وہ "نحس مستمر" ہے۔ یعنی مسلسل نحوست والا دن ہے۔ اسی لیئے بہتر ہے کہ انسان اس دن کی نحوست کو روزہ کے ذریعے سے دور کرے۔

سوال ۸۸ :۔ جس شخص پر کفارہ کے طور پر غلام آزاد کرنا واجب ہو اور وہ غلام آزاد کرنے کی سکت نہ رکھتا ہو تو غلام کے بدلے میں اسے روزے رکھنے پڑتے ہیں۔

آخر ایسا کیوں ہے۔ روزہ کی بجائے حج یا نماز کی چند رکعات فرض کیوں نہیں ہیں۔ اس حکم میں کیا مصلحت ہے؟

جواب ۸۸ :۔ نماز، حج اور دیگر فرائض کے لیئے انسان کو اضافی وقت دینا پڑتا ہے جس سے اس کی معیشت ایک گونہ متاثر ہوتی ہے اور اس کے علاوہ اس میں وہ اسباب بھی کارفرما ہیں جن کا ذکر ہم نے حائض کے مسئلے میں کیا ہے

کہ وہ نماز کی بجائے روزہ کی قضا کیوں بجا لائے گی۔

سوال ۸۹ :۔ کفارہ میں دو مسلسل مہینے روزہ رکھنے کا حکم کیوں دیا گیا اور اس کی بجائے ایک ماہ یا تین ماہ کا حکم کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب ۸۹ :۔ اللہ تعالیٰ نے روزے ایک ماہ کے فرض کیے ہیں کفارہ کی تاکید اور مزید پختگی کے لیئے دو ماہ کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال ۹۰ :۔ دو ماہ مسلسل روزہ رکھنے کا حکم کیوں ہے ؟

جواب ۹۰ :۔ تا کہ کفارہ ادا کرنے والا اسے معمولی نہ سمجھے اور اگر علیحدہ علیحدہ روزہ رکھنے کا حکم دیا جاتا تو لوگ اسے معمولی نوعیت کا کفارہ سمجھ لیتے۔

سوال ۹۱ :۔ حج کے حکم میں کونسی مصلحت کار فرما ہے؟

جواب ۹۱ :۔ حج خدا کے حضور مہمان بننے اور ماضی کے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے اور مستقبل کے لیئے توفیقات الٰہی طلب کرنے اور اپنے جسم کو تھکانے اور خاندان و اہل وعیال سے جدا ہونے اور اپنے آپ کو لذات سے کنارہ کش کرنے اور خضوع و خشوع کے ساتھ مناسک بجا لانے کا نام ہے۔

حج اہل مشرق و مغرب اور سرد وگرم علاقوں میں رہائش پذیر تمام افراد خواہ وہ حج میں شامل ہوں یا نہ ہوں ۔ سب کے لیئے باعث خیر و برکت ہے۔ اور اس میں تمام اصناف کے فوائد موجود ہیں۔ حج سے تاجر ، بیچنے والے ، خریدنے والے ، جانور کرایہ پر چلانے والے اور تمام ہنر مند اور غریب و امیر یکساں مستفید ہوتے ہیں۔

علاوہ ازیں مختلف افراد کے میل میلاپ سے ان کے مسائل حل ہوتے ہیں اور طالبانِ ہدایت ائمہ کی روایات حاصل کر کے تمام اطراف عالم میں انہیں پہنچاتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ

وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۔ (التوبہ۔۱۲۲)

" ہر گروہ میں سے ایک جماعت اس کام کے لیئے کیوں نہیں نکلتی کہ دین کا علم حاصل کرے اور پھر جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو اسے عذاب الٰہی سے ڈرائے کہ شاید وہ اسی طرح ڈرنے لگیں۔ (۱)

سوال ۹۲ :۔زندگی میں صرف حج ایک مرتبہ ہی کیوں واجب ہے اس سے زیادہ کیوں نہیں؟

جواب ۹۲ :۔اللہ تعالیٰ نے فرائض کے لیئے سب سے کمزور افراد کو پیش نظر رکھا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۔ (البقرہ۔۱۹۶)

" جو قربانی میسر آسکے"

اور وہ ممکنہ قربانی بکری کی ہے جو کہ امیر و غریب دونوں کو میسر آسکتی ہے۔

چنانچہ اس سنت الٰہی کے تحت اللہ نے صاحبانِ استطاعت پر ایک مرتبہ حج فرض کیا البتہ جن کے پاس زیادہ کی طاقت ہو انہیں اس کی مزید ترغیب دی۔

سوال ۹۳ :۔حج تمتع کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب ۹۳ :۔یہ خدا کی طرف سے رعایت اور رحمت ہے تا کہ لوگ عمرہ کر کے احرام کھول دیں اور انہیں طویل عرصے کے لیئے احرام کی پابندی نہ کرنی پڑے اور طویل پابندی کی وجہ سے ان میں کسی طرح کا بگاڑ پیدا نہ ہو۔

حج تمتع کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ حج اور عمرہ دونوں واجب رہیں اور عمرہ اپنے مقام پر صحیح ہو اور حج اپنے مقام پر درست رہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہو۔

۱۔یہ آیت مجیدہ اس بات کی شاہد ہے کہ یہاں جہاد کی بجائے علم دین کے حصول کی غرض سے نکلنا مقصود ہے۔ صاحب تفسیر البرہان نے اس آیت کے ضمن میں بہت سی روایات نقل کی ہیں جن سے امام علیہ السلام نے معرفت امام کے وجوب پر استدلال کیا۔
اصولیین نے اس آیت سے خبر واحد کی حجیت پر استدلال کیاہے۔ مزید تحقیق کے لیئے علم الاصول کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا :۔

"قیامت کے روز تک عمرہ، حج میں داخل کر دیا گیا"۔

اور اگر آپؐ قربانی ساتھ لے کر نہ آتے تو جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچتی تو آپؐ احرام نہ کھولتے۔ اور آپؐ بھی وہی کچھ کرتے جس کا آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا تھا۔

اسی لیئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

"جو کام میں نے بعد میں کیا اگر وہی کام میں پہلے کرتا تو میں بھی وہی عمل بجا لاتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے لیکن (مجبوری یہ ہے کہ) میں قربانی ساتھ لایا ہوں اور قربانی لانے والا اس وقت تک احرام نہیں کھول سکتا جب تک قربانی قربان گاہ میں نہ پہنچ جائے"۔

یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا :۔

یا رسول اللہؐ ! یہ کیا بات ہوئی کہ ہم حج کے لیئے اس مشکل میں نکلیں کہ ہمارے سروں سے جنابت کا پانی ٹپک رہا ہو ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا :۔

"تم اس پر ہرگز ایمان نہیں لاؤ گے"۔

سوال ۹۴ :۔ حج کے لیئے ذی الحجہ کی دس تاریخ ہی کیوں مقرر کی گئی ؟

جواب ۹۴ :۔ اللہ تعالٰی نے چاہا کہ یہ عبادت ایام تشریق میں سرانجام پائے اور سب سے پہلے ملائکہ نے جب حج کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا تو انہوں نے بھی اسی تاریخ کو حج کیا تھا۔ اللہ تعالٰی نے اسے قیامت تک کے لیئے قائم کر دیا۔ اور حضرت آدمؑ ، حضرت نوحؑ ، حضرت ابراہیمؑ ، حضرت موسیٰؑ ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفٰی صلوات اللہ علیہم اجمعین اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی اسی تاریخ کو حج کیا تھا۔ اور قیامت تک اسی تاریخ کو حج ہوتا رہے گا۔

سوال ۹۵ :۔ احرام کا حکم کیوں دیا گیا ؟

جواب ۹۵ :۔ تا کہ حرم خدا میں داخل ہونے سے قبل لوگوں کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو اور اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ احرام باندھ کر لہو و لعب میں مصروف نہ رہیں اور دنیا وی زیب و زینت کے فریفتہ نہ رہیں اور وہ جس رضائے الٰہی کے حصول کے مقصد کے لیئے گھر سے چلے ہیں اسی مقصد کو اپنا ہدف بنائیں اور دل و جان سے اس کے حصول کی کوشش کریں۔

احرام اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تلبیہ خدا کے حضور پیش ہوتے وقت تذلل (عاجزی) و خشوع کا مظہر ہے۔

و صلی اللہ علی محمد و آلہ و سلم

۲۔ ہم سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے ہم سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے جب فضل بن شاذان سے یہ علل و اسباب سنے تو میں نے ان سے کہا :۔

آپ مجھے یہ بتائیں کہ جو علل و اسباب آپ نے بیان کیئے ہیں ۔ یہ عقلی استنباط و استخراج کا ثمر ہیں یا آپ نے یہ سنے ہیں اور ان کی روایت کی ہے ؟

فضل بن شاذان نے کہا :۔

اللہ تعالیٰ نے جو فرائض فرض کیئے ہیں میں بھلا ان کے اسباب کیسے جان سکتا ہوں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی مقرر کردہ سنت کی مصلحتیں میں کیسے معلوم کر سکتا ہوں اور میں اپنی طرف سے ان کے اسباب و علل کیسے بنا سکتا ہوں ؟

میں نے مذکورہ تمام علل و اسباب اپنے آقا و مولا ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے متعدد بار سنے ہیں۔ میں نے انہیں جمع کیا۔

میں (راوی) نے ان سے پوچھا :۔

تو کیا میں انہیں آپ کی سند سے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کر سکتا ہوں ؟

انہوں نے کہا:۔

جی ہاں !

۳۔ ہم سے حاکم ابو محمد جعفر بن نعیم بن شاذان نیشاپوری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ۔ انہوں نے اپنے چچا ابی عبداللہ محمد بن شاذان سے روایت کی۔ انہوں نے فضل بن شاذان سے روایت کی۔ انہوں نے کہا :۔

میں نے یہ علل و اسباب اپنے آقا و مولا ابی الحسن بن موسیٰ رضا علیھما السلام سے سنے ۔ میں نے انہیں علیحدہ علیحدہ لکھا پھر سب کو جمع کر دیا ۔

باب 35

اسلام اور شرائع دین کی اصل حقیقت (۱)

۱۔ ہم سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار نے نیشاپور میں شعبان ۳۵۲ھ میں بیان کیا۔انہوں نے علی بن محمد بن قتیبہ نیشا پوری سے روایت کی،انہوں نے فضل بن شاذان سے روایت کی۔انہوں نے کہا:۔

"مامون نے امام علی رضاعلیہ السلام سے درخواست کی کہ آپؑ اس کے لیئے مختصر طور پر اسلام کی حقیقت تحریر کر دیں۔

اس کے جواب میں آپؑ نے لکھا:۔

اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ معبود واحد ، احد ، فرد ،صمد، قیوم ، سمیع ، بصیر،قدیم ،قائم اور باقی ہے۔

وہ ایسا عالم ہے جس پر جہالت طاری نہیں ہوتی۔وہ قادر ہے اس پر عاجزی طاری نہیں ہوتی۔ وہ غنی ہے اس پر احتیاج طاری نہیں ہوتی۔وہ عادل ہے ظلم نہیں کرتا۔ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور کوئی چیز اس کی مثال نہیں ہے۔ اس کی کوئی شبیہ نہیں اور اس کی ضِد ، ندا اور کوئی کفو نہیں ہے۔اور دعا ، رغبت وخوف اور عبادت کا مقصود صرف وہی ہے۔

اور یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ اور اس کے امین اور اس کے صفی اور مخلوق میں سے خدا کے پسندیدہ اور آپؐ مرسلین کے سردار ، سلسلۂ انبیاءؑ کے خاتم اور تمام عالمین سے افضل و برتر ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ آپؐ کی ملت میں تبدیلی اور شریعت میں کوئی تغیر نہ ہوگا۔

۱۔ یہ باب اٹھارہ احادیث پر مشتمل ہے۔

اور جو کچھ محمدؐ بن عبداللہ لے کر آئے ہیں وہ حق مبین ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور آپؐ سے پہلے جتنے خدا کے انبیاء ورسل وحجج آئے ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

اور ہم خدا کی سچی اور اس غالب کتاب کی تصدیق کرتے ہیں کہ باطل جس کے سامنے نہیں آسکتا اور جس کے پیچھے نہیں آ سکتا جسے صاحبِ حکمت اور لائق حمد خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اور وہ تمام کتابوں کی نگہبان ہے اور وہ اپنی ابتدا سے لے کر انتہا تک حق ہے۔ ہم اس کے محکم اور اس کے متشابہ اور اس کے خاص و عام ، وعد، وعید ،ناسخ، منسوخ ، قصص و اخبار پر ایمان رکھتے ہیں۔ مخلوق میں سے کسی کو یہ طاقت حاصل نہیں ہے کہ وہ قرآن کی مثال لا سکے۔

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کا رہنما اور مومنین پر حجت اور امر مسلمین کا قائم کرنے والا اور احکام قرآن بیان کرنے والا ، اور احکام قرآن سے مکمل آگاہی رکھنے والا ، آنحضرتؐ کا بھائی اور آپؐ کا جانشین اور آپؐ کا وصی اور وارث اور وہ جسے وہی مقام حاصل تھا جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھا ، علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے۔

آپؑ مومنین کے امیر اور متقین کے امام اور سفید رو افراد کے قائد اور تمام اوصیاء سے افضل اور انبیاء و مرسلین کے علم کے وارث ہیں۔

آپؑ کے بعد جوانان جنت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ امت کے امام ہیں۔ پھر زین العابدین علی بن الحسین امام ہیں ۔ پھر علم انبیاء کے شگافتہ کرنے والے محمد بن علی امام ہیں ۔پھر علم اوصیاء کے وارث جعفر صادق بن محمد باقر امام ہیں ۔ پھر موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ امام ہیں۔ پھر علیؑ رضا بن موسیٰ کاظمؑ امام ہیں۔ پھر محمد بن علی ، پھر علی بن محمد۔ پھر حسن بن علی ۔ پھر حجت القائم المنتظر صلوات اللہ علیھم امام ہیں۔ میں ان سب کی وصیت اور امامت کی گواہی دیتا ہوں۔

زمین کسی بھی وقت خدا کی حجت سے خالی نہیں رہتی۔ اور یہی خدا کی مضبوط رسی اور ہدایت کے امام اور اہل دنیا پر خدا کی حجت ہیں یہاں تک کہ اللہ زمین اور اس کے رہنے والوں کا وارث بنے۔

اور جس نے بھی ان کی مخالفت کی ، وہ گمراہ ، گمراہ کنندہ ، باطل اور حق و ہدایت کا تارک ہے۔ اور وہی قرآن کے ترجمان اور رسول خداؐ کی طرف سے بیان کرنے والے ہیں۔

جو انہیں پہچانے بغیر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اور ان کے دین میں تقویٰ ، عفت ، صداقت ، بھلائی ، استقامت ، اجتہاد ، ہر نیک اور بد کی امانت کی ادائیگی، طویل سجدے، دن کے روزے ، راتوں کا قیام ، محرمات سے پرہیز ، صبر اور حسن ہمسائیگی سے کشائش کا انتظار شامل ہے۔

پھر وضو اسی طرح سے کرنا چاہیئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ یعنی چہرے کو دھونا چاہیئے اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا چاہیئے اور سر اور دونوں پاؤں کا مسح کرنا چاہیئے۔

وضو پیشاب، پاخانہ ، ریح ، نیند اور جنابت سے ٹوٹتا ہے۔ اور جس نے موزوں پر مسح کیا تو اس نے خدا اور رسولؐ کی مخالفت کی اور اس نے فریضہ اور کتاب خدا کو ترک کیا۔

جمعہ، عیدین ، مکہ اور مدینہ میں دخول ، زیارت، احرام ، ماہ رمضان کی چاند رات ، ماہ رمضان کی سترہ ، انیس ، اکیس اور تیئیس کی راتوں کو غسل کرنا سنت ہے۔

غسل جنابت فرض ہے اور غسل حیض بھی اسی طرح سے واجب ہے۔

ظہر کی نماز چار رکعت فرض ہے اور عصر کی چار اور مغرب کی تین اور عشاء کی چار اور فجر کی دو رکعت نماز فرض ہے اور یوں کل فرضی رکعات کی تعداد سترہ ہے۔

اور سنت نماز چونتیس رکعات ہے۔ جن میں سے آٹھ رکعات ظہر سے پہلے اور آٹھ رکعات عصر سے پہلے اور چار رکعات مغرب کے بعد اور عشاء کے بعد دو رکعات بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں جو کہ ایک رکعت شمار ہوتی ہے۔

اور سحر کے وقت آٹھ رکعات نماز تہجد اور دو رکعت نماز شفع اور ایک رکعت نماز وتر ہے اور دو رکعت نافلہ فجر جسے فریضۂ فجر سے پہلے پڑھا جاتا ہے۔

اور اول وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے اور جماعت سے نماز پڑھنا انفرادی نماز سے چوبیس گنا افضل ہے۔(۱)

اور فاسق و فاجر کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اور اقتدا صرف اہل بیتؑ کی کرنی چاہیئے اور مردار اور درندے کی کھال پر نماز نہیں ہوتی۔

پہلے تشہد میں " **السلام علینا و علی عباد الله الصالحین** " نہیں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ سلام کرنے کے ساتھ نماز تمام ہو جاتی ہے اور جب تم یہ الفاظ کہو گے تو تم نے سلام کر دیا۔

آٹھ فرسخ یا اس سے زیادہ سفر میں نماز قصر ہوتی ہے اور جب نماز قصر ہو تو اس دن کا روزہ نہیں ہوتا۔ اور جو شخص حالت قصر میں بھی روزہ رکھے اس کا روزہ درست نہیں ہو گا اور اس کے ذمے روزے کی قضا ہو گی۔ کیونکہ سفر میں اس پر روزہ واجب نہیں ہے۔

دعائے قنوت فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا میں سنت واجبہ ہے۔ اور نماز جنازہ کی پانچ تکبیریں ہیں اور جس نے اس میں کمی کی اس نے سنت کی مخالفت کی۔

اور میت کا لباس آرام سے پاؤں کی طرف سے اتارا جائے گا اور اسے بڑی نرمی کے ساتھ داخل کیا جائے گا۔

۱۔ دوسرے نسخہ میں یہ الفاظ مرقوم ہیں۔
جماعت کی ایک رکعت انفرادی دو ہزار رکعات سے افضل ہے۔

تمام نمازوں میں **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کو بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے۔

ہر دو سو درہموں میں واجب زکوۃ پانچ درہم ہے اور اس سے کم رقم میں زکوۃ واجب نہیں ہے اور زکوۃ مال پر اس وقت واجب ہوتی ہے جب اس پر پورا سال گزر جائے۔

اور مشہور اہل ولایت کے علاوہ دوسرے لوگوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔ اور گندم، جو، کھجور اور منقیٰ میں دسواں حصہ زکوۃ کے عنوان سے دیا جائے گا جب وہ اجناس پانچ وسق ہوں۔ اور ایک " وسق " ساٹھ " صاع " کے برابر ہے اور ایک صاع چار مٹھوں کے برابر ہے۔

زکوۃ فطرہ ہر چھوٹے بڑے، آزاد، غلام، مرد اور عورت کی طرف سے ادا کرنا ضروری ہے اور فطرہ میں ایک صاع گندم، جو، کھجور اور منقیٰ دیا جائے گا اور صاع چار مشت کے برابر ہے۔ زکوۃ فطرہ بھی اہل ولایت کو ہی دینی چاہیئے۔

حیض زیادہ سے زیادہ دس دن اور کم از کم تین دن جاری رہتا ہے۔ اور مستحاضہ روئی رکھے گی اور غسل کرکے نماز پڑھے گی۔ ماہواری کے ایام میں عورت نماز نہیں پڑھے گی اور اس کی قضا بھی نہیں بجا لائے گی اور ماہواری کی حالت میں عورت روزہ نہ رکھے گی بعد میں اس کی قضا بجا لائے گی۔

ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں ۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھا جائے گا اور چاند دیکھ کر عید کی جائے گی ۔

اور نوافل کو جماعت سے پڑھنا ناجائز ہے کیونکہ یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں جائے گی۔

ہر مہینے میں تین روزے رکھنا سنت ہے اور ہر دس دنوں میں ایک روزہ رکھنا سنت ہے اور ہر ماہ کے پہلے اور آخری عشرہ میں جمعرات کے دن روزہ رکھنا چاہیئے اور درمیانی عشرہ میں بدھ کے دن روزہ رکھنا چاہیئے۔

اور جو ماہ شعبان میں روزے رکھے تو اس کے لیئے بہت ہی اچھا ہے اور اگر ماہ رمضان کے متفرق روزے قضا ہوئے ہوں گے تو ماہ شعبان کے روزوں سے ان کی تکمیل ہو جائے گی۔

اور ہر صاحب استطاعت پر بیت اللہ کا حج فرض ہے اور استطاعت سے مراد زادِ راہ ، سواری اور صحت ہے۔ (باہر کے لوگوں کے لیئے) صرف حج تمتع ہی درست ہے۔ اور حج قران اور حج افراد جسے عام لوگ بجا لاتے ہیں یہ صرف اہل مکہ کے لیئے درست ہے۔

اور میقات سے پہلے احرام باندھنا ناجائز ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَ اَتِمُّوا الحَجَّ وَ العُمرَةَ لِلّٰهِ ۔ (البقرہ۔۱۹۶)

"اور حج و عمرہ کو اللہ کے لیئے مکمل کرو"۔

اور خصی جانور کی قربانی ناجائز ہے کیونکہ خصی ناقص ہوتا ہے اور جس جانور کی رگیں مسل دی گئی ہوں اس کی قربانی بھی ناجائز ہے۔

اور جہاد عادل امام کے ساتھ واجب ہے اور جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے اور دارالتقیہ میں کسی کافر یا ناصبی کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ سوائے قاتل کے یا اس کے جو فساد برپا کرنے کی کوشش میں مصروف ہو۔ اور اس حکم پر عمل بھی اسی صورت میں واجب ہے جب تمہیں اپنی اور اپنے دوستوں کی جان کا خوف نہ ہو۔

اور دار التقیہ میں تقیہ کرنا واجب ہے۔ اور جو تقیہ کی وجہ سے کوئی قسم کھائے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ سے ظلم دور کرے اور پھر اس قسم پر عمل نہ کرے تو اس پر قسم توڑنے کا کفارہ لازم نہیں ہو گا۔

اور سنت کے مطابق طلاق کا وہی طریقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا اور پیغمبر اکرمؐ نے اپنی تعلیمات سے واضح فرمایا اور خلاف سنت طلاق

مؤثر نہیں ہے اور ہر وہ طلاق جو کتاب خداوندی کی مخالف ہو طلاق نہیں ہے۔ اور اسی طرح سے ہر وہ نکاح، نکاح نہیں ہے جو کتابِ خداوندی کے خلاف ہو۔

اور ایک وقت میں چار آزاد عورتوں سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا اور جب کسی عورت کو وقفے سے تین طلاقیں ہو جائیں تو وہ اپنے سابق شوہر کے لیئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا :۔

" ان عورتوں سے پرہیز کرو جنہیں ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دی گئی ہوں۔ وہ شوہر دار ہیں"۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر صلوات بھیجنا ہر مقام پر اور چھینک اور ذبحہ اور دیگر مواقع پر واجب ہے۔

اور اولیاء اللہ سے محبت رکھنا واجب ہے اور دشمنان خدا سے بغض رکھنا اور ان سے بیزاری اختیار کرنا واجب ہے اور دشمنان خدا کے رہنماؤں سے بغض رکھنا اور ان سے بیزاری اختیار کرنا واجب ہے۔

والدین سے بھلائی کرنا واجب ہے اگرچہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں۔ اور خدا کی نافرمانی میں والدین کی اور ان کے علاوہ کسی اور کی اطاعت ضروری نہیں ہے کیونکہ خالق کی نافرمانی کے لیئے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

اور جانور کا ذبحہ اس کے شکم والے بچے کا ذبحہ شمار ہوتا ہے بشرطیکہ اس پر بال اور اون آ چکی ہو۔

اور متعۃ النساء اور متعۃ الحج یہ وہ دو متعے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور رسول خداؐ نے انہیں رائج کیا ہے۔ یہ دونوں حلال ہیں۔

میراث اسی طرح سے تقسیم کی جائے گی جس طرح سے اللہ نے اس کے سہام مقرر کیئے ہیں اور " عول " باطل ہے۔ میراث میں اولاد اور والدین کی

موجودگی میں صرف شوہر یا بیوی میراث حاصل کر سکتے ہیں۔ اور جس کا حصہ مقرر شدہ ہے وہ اس سے زیادہ حقدار ہے جس کا حصہ مقرر نہ کیا گیا ہو۔ اور عصبہ یعنی متعلقین کا دین خداوندی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور ہر پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا عقیقہ واجب ہے۔اسی طرح سے بچے کا نام رکھنا اور پیدائش کے ساتویں دن سر منڈانا اور بالوں کے وزن برابر سونا یا چاندی تصدق کرنا بھی واجب ہے۔

ختنہ مردوں کے لیئے سنت واجبہ اور عورتوں کے لیئے عزت کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بھی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اور بندوں کے اعمال و افعال اللہ کی مخلوق ہیں مگر وہ خلق تقدیر ہے۔ خلقِ تکوین نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ اور ہم جبر و تفویض پر عقیدہ نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ گناہ گار کے بدلے میں بے گناہ کو نہیں پکڑتا اور اللہ تعالیٰ باپ کے گناہوں کے عوض اس کے چھوٹے بچوں کو سزا نہیں دیتا۔اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور انسان کو اس کی کوشش اور محنت کا ثمر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا عفو و تفضل کا اختیار حاصل ہے اور اللہ ظلم و جور نہیں کرتا کیونکہ وہ اس سے پاک و پاکیزہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کبھی بھی اس کی اطاعت واجب نہیں کرتا جس کے متعلق وہ جانتا ہو کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ اور اپنی رسالت کے لیئے اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کا ہرگز انتخاب نہیں کرتا جن کے متعلق وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا اور اس کی عبادت کا انکار کریں گے اور اسے چھوڑ کر شیطان کی پوجا کریں گے۔

اور اسلام اور ہے اور ایمان اور ہے اور ہر مومن مسلم ہے مگر ہر مسلم مومن نہیں ہے اور چور جس وقت چوری کر رہا ہوتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا اور زانی جس وقت زنا کر رہا ہوتا ہے وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔اور حدود الہیہ

کے حق دار مسلم ہیں مومن نہیں ہیں اور کافر بھی نہیں ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے مومن سے جنت کا وعدہ کیا ہے اسے دوزخ میں نہیں ڈالے گا اور اللہ تعالیٰ نے کافر سے دوزخ اور اس میں ہمیشہ رہنے کا وعدہ کیا ہے اسی لیئے وہ کسی کافر کو دوزخ سے باہر نہیں نکالے گا۔

اور اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا۔اس کے علاوہ جسے چاہے معاف فرمادے اور اہل توحید کے گناہ گار دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور ان کے لیئے شفاعت جائز ہو گی۔ اور آج کی مملکت دارالتقیہ ہے اور یہ نہ تو دارالکفر ہے اور نہ ہی دارالایمان ہے۔

اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی جب ممکن ہو تو انہیں بجا لانا واجب ہے اور ان کا وجوب اسی حالت میں ہو گا جب انسان کو اپنی جان کا خطرہ نہ ہو۔

اور ایمان امانت کی ادائیگی اور تمام گناہان کبیرہ سے پرہیز کرنے کا نام ہے۔

اور ایمان معرفت بالقلب اور اقرار باللسان اور عمل بالارکان کے مجموعہ کا نام ہے۔

اور عیدین میں نماز پنجگانہ کے بعد تکبیریں کہنا واجب ہے اور اس کی ابتدا عید الفطر کی شب نماز مغرب کے بعد سے کی جائے گی۔ اور عید قربانی کے موقع پر دس نمازوں کے بعد تکبیریں کہنا واجب ہے اور اس کی ابتدا قربانی کے دن نماز ظہر کے بعد سے کی جائے گی۔اور منیٰ میں پندرہ نمازوں کے بعد تکبیریں کہی جائیں گی۔

اور نفاس والی عورت اٹھارہ دن سے زیادہ نماز نہیں چھوڑے گی۔ اور اگر اٹھارہ دنوں سے پہلے خون نفاس سے پاک ہوجائے تو وہ نماز پڑھے گی اور اگر اٹھارہ دن گزرجائیں اور اس کا خون بند نہ ہو تو وہ غسل کر کے نماز پڑھے گی اور وہ مستحاضہ کے احکام پر عمل کرے گی۔

اور عذاب قبر اور منکر و نکیر اور بعث بعد الموت اور میزان اور صراط پر ایمان ضروری ہے۔

اور جن لوگوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا اورانہیں گھروں سے نکالنے کا ارادہ کیا اور جنہوں نے ان پر ظلم کو رواج دیا اور جنہوں نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت تبدیل کی ان سے بیزاری ضروری ہے۔

اور اس کے ساتھ ناکثین (اصحاب جمل) ، قاسطین (اصحاب صفین) اور مارقین (خوارج) سے بیزاری ضروری ہے جن لوگوں نے حجاب رسول کو ہٹایا اور جنہوں نے اپنے امام کی بیعت توڑ ڈالی اور ایک عورت کو باہر نکال لائے اور امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ کی اور امیر المومنین علیہ السلام کے متقی شیعوں کو قتل کیا ، ان سب سے بیزاری ضروری ہے ۔

اور ان لوگوں سے بیزاری بھی ضروری ہے جنہوں نے نیک لوگوں کو گھروں سے نکال کر جلا وطن کیا اور جن ملعون افراد کورسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے شہر سے نکالا تھا ، جو انہیں واپس لے آئے اور انہیں اپنے ہاں پناہ دی اور جنہوں نے دولت کو اپنے ہی دولت مندوں میں گردش دی اور جنہوں نے معاویہ اور عمرو بن العاص جیسے افراد جن پر رسول خداؐ لعنت فرما چکے تھے ،کو حکومت میں شامل کیا۔ اور ان کے ساتھ ان کے پیرو کاروں سے بیزاری ضروری ہے جنہوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ کی اور انصار و مہاجرین اور اہل فضل و تقویٰ سابقین کو قتل کیا۔

اور اس کے ساتھ استحصالی طبقے (اموی حکومت) اور ابو موسیٰ اشعری اور اس کے ان تمام دوستوں سے بیزاری ضروری ہے جن کی دنیاوی زندگی کی محنت اکارت گئی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ اچھے عمل کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے خدا کی آیات اور امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت اور خدا کی ملاقات کا انکار کیا اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ وہ علیؑ کی امامت کے بغیر ہی خدا سے ملاقات کر لیں گے۔ ایسے لوگوں کے اعمال ضائع ہو گئے اور ہم قیامت کے دن ایسے لوگوں کے اعمال

کے لیئے وزن قائم نہیں کریں گے اور وہ لوگ اہل دوزخ کے کتے ہیں۔

اور " انصاب " (بتوں) ، " ازلام " (پانسے کے تیروں) جو کہ گمراہی کے پیشوا اور تمام اہل جور خواہ وہ اولین میں سے ہیں یا آخرین میں سے، کے رہنما ہیں ان سے بھی بیزاری ضروری ہے۔

اور اس کے ساتھ ناقۃ اللہ کے قاتلوں کے مشابہ جو اولین و آخرین کے بہت بڑے بد بخت ہیں اور ان کے پیرو کاروں سے بیزاری بھی ضروری ہے۔

اور امیرالمومنین علیہ السلام اور ان صحابہ سے محبت کرنا ضروری ہے جو پوری زندگی بغیر کسی تغیر و تبدل کے اپنے نبی اکرمؐ کی راہ پر چلتے رہے۔ جیسے سلمان فارسی اور ابو ذر غفاری ، مقداد بن اسود ، عمار بن یاسر ، حذیفہ یمانی ، ابو الہیثم بن تیہان ، سہل بن حنیف ، عبادہ بن صامت ، ابو ایوب انصاری ، خزیمہ بن ثابت ذو الشہادتین اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنھم ورحمۃ اللہ علیھم جیسے افراد سے محبت رکھنا واجب ہے۔ اور ان بزرگواروں کے پیرو کاروں اور ان کی ہدایت کے زیر اثر چلنے والوں اور ان کے راہ پر سفر کرنے والوں سے محبت رکھنا ضروری ہے۔

اور شراب کم ہو یا زیادہ بہر طور حرام ہے۔اور ہر نشہ آور مشروب خواہ کم ہو یا زیادہ حرام ہے۔ اور جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ پیدا کرے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ اور حالت اضطرار میں بھی شراب نہیں پینی چاہیئے کیونکہ شراب اس کے لیئے مہلک ثابت ہو گی ۔

اور تمام پنجے دار پرندے حرام ہیں اور تمام نوک دار پنجے والے پرندے حرام ہیں اور تلی کا کھانا حرام ہے کیونکہ وہ خون ہے اور " ملی مچھی " اور " سانپ مچھی " ، " طافی " اور " زمیر "(۱) حرام ہیں اور ہر وہ مچھلی حرام ہے جس پر چاند سا چھلکا نہ ہو۔

۱۔ طافی اور زمیر حرام مچھلی کی دو علیٰحدہ علیٰحدہ قسمیں ہیں ۔

گناہان کبیرہ سے پرہیز کرنا واجب ہے اور وہ یہ ہیں ۔

۱۔ ناحق کسی کو قتل کرنا ۲۔ زنا ۳۔ چوری

۴۔ شراب نوشی ۵۔ والدین کی نافرمانی

۶۔میدان جہاد سے فرار ۷۔ ظلم سے یتیم کا مال کھانا

۸۔ کسی شرعی مجبوری کے بغیر مردار ، خون ، خنزیر کا گوشت اوراسے کھانا جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

۹۔ ثبوت کے بعد سود کھانا۔ ۱۰۔ حرام اور ناجائز کمائی۔

۱۱۔ جوا ، قمار بازی ۱۲۔ ناپ تول میں کمی۔

۱۳۔ عفیف عورتوں پر تہمت لگانا ۱۴۔ لواطت

۱۵۔ جھوٹی گواہی ۱۶۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا

۱۷۔ خدا کے عذاب سے مطمئن ہو جانا۔

۱۸۔ اللہ کے کرم سے مایوس ہونا۔

۱۹۔ ظالموں کی مدد اور ان کی طرف مائل ہونا ۔

۲۰۔ جھوٹی قسم ۲۱۔ کسی مجبوری کے بغیر حقوق روک لینا۔

۲۲۔ جھوٹ بولنا ۲۳۔ تکبر کرنا

۲۴۔ فضول خرچی اور ناجائز خرچ کرنا ۲۵۔ خیانت

۲۶۔ حج کو حقیر سمجھنا۔ ۲۷۔ اولیاء خدا سے جنگ کرنا

۲۸۔ آلات غنا سے مشغول ہونا ۲۹۔ گناہوں پر اصرار کرنا"۔

۲۔ مجھ سے حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیھم السلام نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو نصر قنبر بن علی بن شاذان نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ، انہوں نے فضل بن شاذان سے روایت کی ، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت

کی مگر اس نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا کہ امام علیہ السلام نے مامون کو لکھا تھا اور آپؑ نے اس میں فطرے کے متعلق لکھا کہ گندم کی زکوٰۃ فطرہ دو مد (نصف صاع) ہے اور جو، کھجور اور منقّی کی زکوٰۃ فطرہ ایک صاع ہے۔ اور آپؑ نے اس خط میں یہ بھی لکھا کہ اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھونا واجب ہے اور دو بار دھونے سے وضو کی تکمیل ہوتی ہے۔

اور اس خط میں آپؑ نے یہ ذکر بھی کیا کہ انبیاء کے گناہ (ترک اولیٰ) کا تعلق صغیرہ سے ہوتا ہے اور وہ انہیں معاف شدہ ہوتے ہیں۔

اور اس خط میں آپؑ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ زکوٰۃ گندم، جو، کھجور، منقّی، اونٹ، گائے، بکری، سونا اور چاندی نو چیزوں پر واجب ہے۔

اور میرے نزدیک عبدالواحد بن محمد بن عبدوس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔ **ولا قوۃ الا باللہ۔**

۳۔ہم سے حاکم ابو محمد جعفر بن نعیم بن شاذان رضی اللہ عنہ نے روایت کی، انہوں نے اپنے چچا ابی عبداللہ محمد بن شاذان سے روایت کی، انہوں نے فضل بن شاذان سے روایت کی اور انہوں نے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس کی حدیث جیسی روایت کی۔

امام علی رضا علیہ السلام کی چند روایات

۴۔ (حذف اسناد)" امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے والد علیہ السلام کے سامنے گفتگو کی اور بہت خوبصورت گفتگو کی۔ آپؑ کی گفتگو سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

پیارے فرزند! اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے تمہیں اپنے آباء کا جانشین بنایا اور خوشی دینے والا فرزند اور دوستوں کا نعم البدل بنایا"۔

۵۔ہم سے حاکم ابو علی حسین بن احمد بیہقی نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ اس نے محمد بن یحییٰ صولی سے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ اس سے عون بن محمد کندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوالحسین محمد بن ابی عباد نے بیان کیا اور وہ موسیقی سننے اور نبیذ پینے میں مشہور تھا۔انہوں نے کہا:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے " سماع " کے متعلق سوال کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا :۔

اس سلسلے میں اہل حجاز کی اپنی ایک رائے ہے اور یہ باطل اور لہو میں شامل ہے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:۔

وَ اِذَا مَرُّوْ بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۔ (الفرقان ۔۷۲)

" اور خدا کے نیک بندے جب کسی بے ہودہ چیز سے گزریں تو باعزت گزر جاتے ہیں "۔

۶۔ اسی اسناد سے سہل بن قاسم نوشجانی سے روایت ہے :۔

" مجھ سے امام علی رضا علیہ السلام نے خراسان میں فرمایا :۔

ہمارے اور تمہارے درمیان ایک رشتہ موجود ہے۔

میں (راوی) نے کہا:۔

مولا ! وہ کون سا رشتہ ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

جب عبداللہ بن عامر بن کریز نے خراسان فتح کیا تو اس نے ایرانی بادشاہ یزدگرد بن شہر یار کی دو بیٹیوں کو قید کیا اورانہیں قیدی بنا کر عثمان بن عفان کے پاس روانہ کیا۔

ان میں سے حضرت عثمان نے ایک لڑکی امام حسن علیہ السلام کو بخش دی اور دوسری لڑکی امام حسین علیہ السلام کو بخش دی۔اور دونوں بہنیں زچگی کے ایام میں فوت ہوئیں۔

امام حسین علیہ السلام کی زوجہ سے علی بن الحسین پیدا ہوئے۔

امام زین العابدین کی پرورش ان کے والد کی ایک کنیز کرتی رہی۔امام زین العابدین علیہ السلام جب بڑے ہوئے تو وہ اسی پالنے والی کنیز کو ہی اپنی ماں سمجھتے تھے۔پھر آپؑ کو معلوم ہو کہ وہ آپؑ کی ماں نہیں ہے اور وہ ان کے والد کی ایک کنیز ہے۔ اور لوگ بھی اس کنیز کو امام زین العابدین علیہ السلام کی ماں کہہ کر ہی پکارتے تھے۔

لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی والدہ کا نکاح کر دیا تھا۔

پناہ بخدا ایسا ہرگز نہیں ۔ انہوں نے اس پالنے والی کنیز کا نکاح ضرور کیا تھا اور اس کا سبب یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنی ایک زوجہ سے مقاربت کی ۔پھر آپؑ غسل کرنے کے لیئے نکلے تو آپؑ کے والد کی یہ کنیز آپؑ کے سامنے آئی۔تو آپؑ نے اس سے کہا :۔

اگر تمہارے دل میں گھر داری کی خواہش ہو تو اس کے لیئے خدا سے ڈرنا اور مجھے بتا دینا۔

اس نے کہا:۔

جی ہاں !

پھر آپؑ نے اس کا نکاح کر دیا تھا۔ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ علی بن الحسین علیہ السلام نے اپنی والدہ کا نکاح کر دیا ہے"۔

عون (راوی) کہتا ہے کہ مجھ سے سہل بن قاسم نے کہا :۔

میرے تمام طالب علموں نے اس حدیث کو امام علی رضا علیہ السلام کی روایت سے لکھا۔

۷۔ (حذف اسناد) ابوالحسین بن محمد بن ابی عباد نے کہا:۔

" ایک دن امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو آواز دے کر کہا:۔

یَا غُلَامُ اٰتِنِی الْغَدَآءَ۔

" غلام ! میرے پاس ناشتہ لاؤ "۔

یہ الفاظ سن کر مجھے تعجب (۱) سا ہوا۔امام علیہ السلام نے میرے تعجب کو بھانپ لیا اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا ۔(الکھف ۶۲)

" اس نے اپنے غلام سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ "۔

میں نے سن کر کہا :۔

بے شک آپؑ تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔اور آپؑ تمام لوگوں سے افضل ہیں"۔

ولایت نعمت ہے

۸۔ ہم سے حاکم ابو علی حسین بن احمد بیہقی نے بیان کیا ،انہوں نے محمد بن یحییٰ صولی سے روایت کی ، انہوں نے ابو ذکوان قاسم بن اسماعیل سے یہ روایت سیراف شہر میں ۲۸۵ھ میں سنی۔انہوں نے یہ روایت اھواز میں ابراہیم بن عباس صولی الکاتب سے ۲۲۷ھ میں سنی ۔انہوں نے کہا :۔

"ہم ایک دن امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا :۔

دنیا میں کوئی حقیقی نعمت نہیں ہے۔

پاس بیٹھے ہوئے ایک فقیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۔ (التکاثر ۔۸)

۱۔ اس لفظ میں تعجب کی وجہ یہ تھی کہ عرب عام طور پر اتی یاتی فعل کے مفعول بہ کے ساتھ باجارہ لگاتے ہیں جیسے۔

" **ایتونی بکل ساحر علیم** "۔ " **فاتوا بمثلہ** "۔

جب ابوالحسین نے آپؑ سے " **اٰتِنَا غَدَآئنَا** " کے جملے سنے تو اسے یہ جملے خلاف فصاحت محسوس ہوئے اور وہ چاہتا تھا کہ امام علیہ السلام اس جملے کو باجارہ کے ساتھ ادا کرتے یعنی آپؑ کہتے " **اتنا بغدائنا** "۔ مگر امام علیہ السلام نے اس کی یہ غلط فہمی دور کرتے ہوئے قرآن مجید کی درج بالا آیت پڑھی جہاں صلہ میں باجارہ موجود نہیں ہے جب اس نے اس آیت کو سنا تو وہ فوراً اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے اقرار کیا کہ بے شک آپؑ فصاحت و بلاغت میں بھی یکتائے روزگار ہیں۔

" پھر تم سے اس دن نعمت کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا "

اور اس دنیا میں ٹھنڈا پانی نعمت ہے۔

یہ تفسیر سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے بلند آواز سے اس سے کہا:۔

تم نے اس طرح سے اس کی تفسیر کی ہے اور تم نے اس کی کئی اقسام بنا ڈالیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ نعمت ٹھنڈا پانی ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ نعمت اچھا کھانا ہے اور کچھ اور نے کہا اچھی نیند نعمت ہے۔

مجھ سے میرے والد علیہ السلام نے بیان کیا ، انہوں نے اپنے والدامام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق بیان کیا کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے **ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ** کی آیت پڑھی گئی اور ان کے سامنے نعمت کی تفسیر کے متعلق مختلف اقوال بیان کیئے گئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام لوگوں کی تفسیر سن کر غضب ناک ہوئے اور فرمایا:۔

"اللہ تعالٰی نے لوگوں پر جو احسان کیا ہے وہ اس کے متعلق اپنے بندوں سے کوئی سوال نہیں کرے گا اور اپنا احسان جتا کر اپنے بندوں کو شرمندہ بھی نہیں کرے گا کیونکہ اگر مخلوق میں سے بھی کوئی ایسا کرے تو وہ بھی قابل مذمت قرار پاتا ہے۔ تو جو چیز مخلوق کے حق میں اچھی نہیں سمجھی جاتی وہ خدا کے متعلق کیسے اچھی سمجھی جا سکتی ہے۔

(سنو !) ہم اہل بیتؑ کی محبت ہی نعمت ہے اور توحید و نبوت کے بعد اللہ تعالٰی ہماری ولایت کے متعلق اپنے بندوں سے سوال کرے گا۔ اور جس بندے نے اس نعمت کو ادا کیا ہو گا تو وہی نعمت اسے جنت کی اس نعمت تک لے جائے گی جس پر زوال نہ ہو گا۔ اور میرے والد علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی روایت سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

یا علیؑ ! مرنے کے بعد بندے سے " **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** " کے ساتھ تمہاری ولایت کے متعلق پوچھا جائے گا کیونکہ خدا نے تمہیں ولی بنایا ہے اور میں نے تمہارا اعلان کیا ہے۔اور جو اس کا اعتقاد رکھتا ہو گا اور اس کا اقرار کرے گا تو وہ اس نعمت میں منتقل ہو جائے گا جس پر زوال نہیں آئے گا"۔

پھر ابو ذکوان نے مجھے یہ حدیث سنا کر میرے کسی سوال کے بغیر مجھ سے کہا:۔

میں یہ حدیث چند وجوہات کی بنا پر تمہیں سنا رہا ہوں۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ تم بصرہ سے سفر کر کے میرے پاس آئے ہو۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ میں نے یہ حدیث تمہارے چچا سے سنی تھی۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ میں کچھ عرصے سے لغت اور اشعار میں مصروف رہا اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔

ایک رات میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ۔ لوگ آپؐ پر سلام کر رہے تھے اور آنحضرتؐ انہیں جواب دے رہے تھے۔میں نے آگے بڑھ کر آپؐ کو سلام کیا مگر آپؐ نے مجھے جواب نہ دیا۔

میں نے عرض کی :۔

یا رسول اللہؐ! کیا میں آپؐ کا امتی نہیں ہوں ؟

آپؐ نے فرمایا :۔

ہاں ! تم میرے امتی ہو۔ لوگوں کو نعمت والی وہ حدیث سناؤ جو تم نے ابراہیم سے سنی تھی۔

صولی نے کہا:۔

اس حدیث کو لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے مگر لوگوں نے اس میں نعیم اور آیت کی تفسیر نہیں کی ۔لوگوں نے آنحضرتؐ سے یہ الفاظ روایت کیئے۔

قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے توحید و نبوت اور علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کے متعلق سوال کیا جائے گا"۔

عظمتِ قرآن

۹۔ (حذف اسناد)" ایک دن امام علی رضا علیہ السلام کی محفل میں قرآن مجید کا تذکرہ ہوا تو آپؑ نے قرآن کی حجت کو عظیم کہا اور فرمایا قرآن کی ترتیب خدا کا معجزہ ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا :۔

"قرآن اللہ کی مضبوط رسی اور نہ ٹوٹنے والا رابطہ ہے اور قرآن خدا کا بے مثال راستہ ہے ۔ قرآن جنت تک لے جانے والا اور دوزخ سے بچانے والا ہے۔ زمانہ اسے بوسیدہ نہیں کر سکتا اور زبانوں پر یہ گراں محسوس نہیں ہوتا۔ کیونکہ قرآن کسی مخصوص زمانے کے لیئے نہیں آیا۔ قرآن کو اللہ نے دلیل و برہان بنایا اور ہر انسان پر اسے حجت بنایا۔ باطل نہ تو اس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے آسکتا ہے۔ قرآن صاحب حکمت اور لائقِ حمد ذات کی طرف سے نازل کردہ ہے"۔

۱۰۔ (حذف اسناد)" سہل بن قاسم نوشجانی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ عروہ بن زبیر سے یہ روایت کی جاتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ وفات تک حالتِ تقیہ میں رہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

جب اللہ تعالیٰ نے **يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ** ۔ (المائدہ۔۶۷)

" اے رسول ! اس حکم کی تبلیغ کریں جو آپؐ کے رب کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپؐ نے اس کا پیغام ہی نہیں پہنچایا اور اللہ آپؐ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ بے شک اللہ کافر

لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا" ۔(۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی اور رسول اکرمؐ نے ہر قسم کا تقیہ ختم کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کھول کر بیان کیا۔لیکن قریش نے بعد میں اپنی مرضی سے جو کرنا چاہا وہ کیا۔ اور اس آیت سے پہلے شاید تقیہ ہو"۔

روشِ دنیا

۱۱۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے والد علیہ السلام کی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا :۔

"جب دنیا کسی شخص کی طرف بڑھتی ہے تو اسے دوسری خوبیاں بھی دے دیتی ہے اورجب دنیا کسی کی طرف پشت کرتی ہے تو اس کی ذاتی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے"۔

۱۲۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"بیس برس کی محبت قرابت ہےاور علم باپ دادا کی بہ نسبت لوگوں کو زیادہ جمع کرنے والا ہے"۔

۱۳۔ (بحذف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے والد علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا :۔

"قائم (آل محمدؑ) امام بن امام اور وصی بن وصی ہوگا"۔

۱۔علامہ حلی لکھتے ہیں کہ جمہور محدثین و مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت غدیر خم کے مقام پر نازل ہوئی۔رسول خداؐ نے تمام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور فرمایا :۔

کیا میں تمہارا سرپرست نہیں ہوں ؟

سب نے کہا آپؐ ہی ہمارے حاکم اور سرپرست ہیں۔

پھر آپؐ نے علیؑ کا بازو پکڑ کر فرمایا :۔

من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ ۔

" جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے " ۔

۱۴۔ اسی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی اور حسن و حسین علیھم السلام کو اپنا وصی بنایا ۔ پھر آپؐ نے **يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآاَطِيْعُواللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ** ۔ (النساء ۔۵۹)

" اے ایمان والو ! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور جو تم میں صاحبانِ امر ہوں ، ان کی اطاعت کرو "۔ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا :۔

" امام قیامت تک علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد سے ہوں گے "۔

ہم شکل علیؑ

۱۵۔(حذف اسناد) امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

" شب معراج میں نے عرش کے درمیان ایک فرشتے کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ایک نور کی تلوار تھی اور وہ اس تلوار سے یوں کھیل رہا تھا جیسا کہ علیؑ ابن ابی طالب ذوالفقار کے ساتھ کھیلتے ہیں۔اور جب فرشتوں کو علیؑ بن ابی طالبؑ کی زیارت کا شوق ہوتا ہے تو وہ اس فرشتے کے چہرے کو دیکھتے ہیں۔

میں نے عرض کی :۔

پروردگار! کیا یہ میرا بھائی اور ابن عم علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے ؟

اللہ تعالیٰ نے کہا :۔

"محمدؐ ! یہ ایک فرشتہ ہے جسے میں نے علیؑ ابن ابی طالب کی صورت پر پیدا کیا ہے۔یہ میرے عرش کے درمیان میری عبادت کرتا ہے اور اس کی نیکیاں اور تسبیح و تقدیس قیامت کے دن تک علیؑ ابن ابی طالب کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی رہیں گی"۔

حسد کی تباہ کاری

۱۶۔ (محذوف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"قریب ہے کہ حسد تقدیر سے بھی سبقت لے جائے"۔

۱۷۔ (محذوف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔

"آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:۔

یا علیؑ! تمہارے متعلق میرے فرامین کو وہی مدنظر رکھیں گے جو پرہیزگار، پاکیزہ، نیک اور منتخب کئے ہوئے ہوں گے اور میری امت میں وہ ایسے نمایاں ہوں گے جیسے سیاہ رات میں سیاہ بیل کی پشت پر سفید بال ہوں"۔

جزع یمانی کی فضیلت

۱۸۔ (محذوف اسناد) امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور آپؐ کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی تھی جس میں جزع یمانی کا نگینہ تھا۔ آپؐ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب نماز مکمل ہوگئی تو آپؐ نے وہ انگوٹھی مجھے عطا فرمائی اور فرمایا:۔

علیؑ! اس انگوٹھی کو دائیں ہاتھ میں پہن کر نماز پڑھو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اس کے ساتھ ایک نماز ستر نمازوں کے برابر ہے اور یہ تسبیح و استغفار کرتی رہتی ہے اور اس کا اجر پہننے والے کو ملتا ہے"۔

و باللہ العصمۃ و التوفیق۔

باب36

نیشاپور میں آمد اور جس گھر میں قیام کیا اس کا بیان (۱)

۱۔ ابو واسع محمد بن احمد بن محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے اپنی دادی خدیجہ بنت حمدان بن پسندہ سے سنا۔

"جب امام علی رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے تو آپؑ نے مغربی محلہ میں قیام کیا جسے" لا شاباد " کہا جاتا ہے۔ اور آپؑ نے میرے دادا " پسندہ " کے گھر میں قیام فرمایا۔ اور میرے دادا کو " پسندہ " اس لیئے کہا جاتا ہے کہ امام علیہ السلام نے اسے لوگوں میں سے پسند فرمایا تھا۔ اور لفظ پسندہ فارسی کا لفظ ہے جسے عربی میں لفظ " مرضی " سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الغرض جب آپؑ نے ہمارے گھر میں قیام کیا تو آپؑ نے اس میں بادام کا بیج کاشت کیا جو بہت جلد جوان ہو گیا اور اس میں اسی سال پھل آنے لگے۔

جب لوگوں کو حضرت کی اس برکت کا علم ہوا تو لوگ اس کا پھل بطور شفا لے جانے لگے۔ جو شخص بیمار ہوتا وہ بطور تبرک بادام کھاتا تو وہ صحت یاب ہو جاتا تھا اور جس کی آنکھیں آشوب کر آتیں وہ اس بادام کو اپنی آنکھوں پہ لگاتا تو اسے آشوب چشم سے نجات مل جاتی تھی۔

اگر حاملہ عورت کو زچگی میں دشواری پیش آتی تو اسے بادام کھلایا جاتا تھا جس سے ولادت آسان ہو جاتی تھی۔ اگر کسی جانور کو مرض قولنج ہوتا تو اس درخت کی شاخ اس کے جسم پر پھیر دی جاتی تو مرض دور ہو جاتا۔

کچھ عرصے بعد وہ درخت خشک ہو گیا تو میرے دادا حمدان نے اس کی شاخیں کاٹ دیں۔ جس سے وہ اندھا ہو گیا اور اس کے بیٹے ابو عمرو نے درخت کاٹ ڈالا تو بابِ فارس پر اس کا تمام مال و اسباب ضائع ہو گیا جو ستر اسی ہزار

۱۔ یہ باب ایک ہی حدیث پر مشتمل ہے۔

درہم مالیت کا تھا۔

ابو عمرو کے دو بیٹے تھے جن کے نام ابو القاسم اور ابو صادق تھے۔ اور یہ دونوں بھائی ابوالحسن محمد بن ابراہیم مجور کے کاتب تھے ۔ ابو صادق نے بیس ہزار درہم خرچ کر کے اس مکان کی از سر نو تعمیر کرائی اور اس درخت کی باقی ماندہ جڑیں بھی نکلوا دیں اور اسے معلوم نہ تھا کہ اس کے اس پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔

ان میں سے ایک امیر خراسان کی جاگیر پر کارندہ بن کر نیشاپور واپس آیا تو وہ ابھی محمل میں ہی تھا کہ اس کا داہنا پاؤں سیاہ ہو گیا۔ جب مرض نے شدت اختیار کی تو پاؤں کاٹ دیا گیا اور ایک ماہ کے اندر وہ مر گیا۔

دوسرا بھائی جو اس سے عمر میں بڑا تھا وہ سلطان نیشاپور کے دربار میں ایک تحریر لکھ رہا تھا اور کچھ لوگ کھڑے اس کے خط کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا :۔

اللہ اس لکھنے والے کو نظر بد سے محفوظ رکھے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں رعشہ پیدا ہوا اور اس کے ہاتھ سے قلم گر گیا اور اس کے ہاتھ میں پھوڑا نمودار ہوا اور وہ اپنے گھر واپس آیا۔

ابوالعباس کاتب چند آدمیوں کو لے کر اس کی عیادت کرنے کے لیئے گیا اور کہا :۔ فکر کی کوئی ضرورت نہیں بس خون میں حدت پیدا ہوگئی ہے اسی لیئے آج ہی فصد کھلوا لو۔

اس نے اسی دن فصد کھلوائی اور ابوالعباس کاتب دوسرے دن پھر آیا اور اس سے کہا۔ آج اور فصد کھلوا لو ۔

دوسرے دن بھی اس نے فصد کھلوا لی۔ جس کے نتیجے میں تمام ہاتھ سیاہ ہو گیا۔ آخر کار اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور پھر چند دن بعد وہ مر گیا اور دونوں بھائی ایک ہی سال کے اندر لقمۂ اجل بن گئے"۔

باب 37

حدیث سلسلۃ الذہب (۱)

جب آپؑ مامون کے پاس جا رہے تو راستے میں نیشاپور شہر کے چوک میں آپؑ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

۱۔ ابو سعید محمد بن فضل بن محمد بن اسحاق المذکر نیشاپوری نے ہمیں یہ حدیث نیشا پور میں سنائی۔ انہوں نے یہ حدیث ابو علی حسن بن علی خزرجی انصاری السعدی سے روایت کی۔ انہوں نے عبدالسلام بن صالح ابوالصلت ہروی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:۔

"جب امام علی رضا علیہ السلام نیشاپور سے جانے لگے تو میں آپؑ کے ساتھ تھا۔ آپؑ ایک سفید خچر پر سوار تھے اور جب آپؑ نیشاپور کے مرکزی چوک پر پہنچے تو محمد بن رافع، احمد بن حرث، یحییٰ بن یحییٰ اور اسحاق بن راہویہ اور دیگر اہل علم کے ایک گروہ نے آپؑ کی سواری کی لگام تھام لی اور عرض کی:۔

آپؑ کو اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کے حق کی قسم! آپؑ اپنے آباء سے منقول کوئی حدیث بیان فرمائیں۔

یہ درخواست سن کر آپؑ نے ہودج سے اپنا سر اطہر نکالا آپؑ اس وقت ایک اونی کڑھی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اور آپؑ نے فرمایا:۔

مجھ سے میرے والد بزرگوار عبد صالح موسیٰ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ان سے ان کے والد جعفر صادق بن محمد باقر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ان سے ان کے والد ابو جعفر محمد بن علی باقر علوم الانبیاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ان سے ان کے والد سید العابدین علی بن الحسین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ان سے ان کے والد سردار جوانان جنت حسین بن علی نے بیان

۱۔ یہ باب چار احادیث پر مشتمل ہے۔

کیا ، انہوں نے کہا کہ ان سے ان کے والد علی بن ابی طالب علیہم السلام نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ، انہوں نے کہا کہ میں نے جبریل سے سنا ، انہوں نے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا۔

"میں اللہ ہوں اور میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ لوگو ! تم میری عبادت کرو۔ یہ جان لو کہ تم میں سے جو شخص خلوص دل سے اس امر کی گواہی دیتا ہوا میرے پاس آیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو وہ میرے قلعے میں داخل ہوا اور جو میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا"۔

۲۔ ہم سے یہ حدیث ابوالحسین محمد بن علی بن شاہ فقیہ مرورودی نے اپنے مرورود کے گھر میں بیان کی، انہوں نے ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن عامر طائی سے بصرہ میں یہ حدیث سنی ، انہوں نے اپنے والد سے یہ حدیث روایت کی، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے یہ حدیث روایت کی ، آپؑ نے اپنے والد موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ، انہوں نے یہ حدیث ابی جعفر (۱) بن محمد علیہما السلام سے روایت کی ، انہوں نے یہ حدیث اپنے والد محمد بن علی علیہما السلام سے روایت کی ، انہوں نے یہ حدیث اپنے والد علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ،انہوں نے یہ حدیث اپنے والد حسین بن علی علیہما السلام سے روایت کی ،انہوں نے یہ حدیث اپنے والد علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ، آپؐ نے فرمایا :۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

" **لا الہ الا اللہ** " میرا قلعہ ہے اور جو میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا"۔

۱۔ ہمارے پاس جو نسخہ ہے اس میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ جب کہ یہاں ابو جعفر کی جائے ابو عبداللہ ہونا چاہیے۔ من المترجم

۳۔ ہم سے یہ حدیث ابو نصر احمد بن حسین بن احمد بن عبید ضبی نے بیان کی ، انہوں نے ابوالقاسم بن عبیداللہ بن بابویہ(۱) "رجل صالح" سے روایت کی ، انہوں نے ابو محمد احمد بن محمد بن ابراہیم بن ہاشم سے روایت کی ، انہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے یہ حدیث مکہ میں سنی ، انہوں نے اپنے والد امام علی نقی علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی ،انہوں نے اپنے والد امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والدامام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد امام سجاد زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد سردار جوانان جنت امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد سیدالاوصیاء علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے سید الانبیاء محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی، انہوں نے سیدالملائکہ جبریل سے روایت کی ، انہوں نے کہا:۔

"تمام سرداروں کے سردار اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

میں ہی اللہ ہوں۔ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ جس نے میری توحید کا اقرار کیا تو وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا"۔

۴۔ ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ، انہوں نے ابوالحسین محمد بن جعفر اسدی سے روایت کی ، انہوں نے محمد بن حسین صولی(۲) سے روایت کی، انہوں نے یوسف بن عقیل سے روایت کی ، انہوں نے اسحاق

۱۔ بعض نسخوں میں راوی کا نام " عبیداللہ بن مالویہ" مرقوم ہے اور بعض دیگر نسخوں میں " بالویہ" مرقوم ہے۔ واللہ اعلم

۲۔ بعض نسخوں میں لفظ "صوفی" مرقوم ہے اور یہ کوفہ کی ایک نواحی بستی "صوفہ" کی طرف منسوب ہے۔

بن راہویہ سے روایت کی ۔انہوں نے کہا:۔

"جب امام علی رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے اور پھر چند دن وہاں رہنے کے بعد مامون کے پاس جانے کے لیئے تیار ہوئے تو محدثین کی ایک جماعت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؑ سے عرض کی :۔

فرزند رسولؐ! آپؑ ہم سے کوئی حدیث بیان کیئے بغیر یہاں سے جارہے ہیں ۔کاش کہ آپؑ ہم سے کوئی حدیث بیان کرتے جس سے ہم مستفید ہوتے۔

آپؑ اس وقت ہودج میں بیٹھ چکے تھے۔آپؑ نے اپنا سر ہودج سے باہر نکالا اور فرمایا :۔

میں نے یہ حدیث اپنے والد موسیٰ بن جعفر سے سنی ، انہوں نے یہ حدیث اپنے والد جعفر بن محمد سے سنی ، انہوں نے یہ حدیث اپنے والد محمد بن علی سے سنی ، انہوں نے اپنے والد علی بن الحسین سے سنی ،انہوں نے یہ حدیث اپنے والد حسین بن علی سے سنی ، انہوں نے یہ حدیث اپنے والد امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیھم السلام سے سنی ، انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ،انہوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

" **لا الہ الا اللہ** " میرا قلعہ ہے جو میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا۔

جب آپؑ کی سواری گزرنے لگی تو آپؑ نے ہمیں آواز دے کر کہا:۔

" **لا الہ الا اللہ** "کی چند شرائط ہیں اور میں بھی اس کی شرائط میں سے ایک شرط ہوں۔

مصنف کتاب ھذا رحمہ اللہ عرض پرداز ہے۔

" **لا الہ الا اللہ** "کے شرائط میں امام علی رضا علیہ السلام شامل ہیں یعنی انہیں خدا کا مقرر کردہ مفترض الاطاعت امام سمجھا جائے۔

حمام رضا اور چشمہ کہلان

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے تو آپؑ نے محلہ فروینی میں قیام کیا۔ وہاں ایک حمام تھا۔ اور اب اس حمام کو "حمام رضا" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہاں ایک چشمہ بھی تھا جس کا پانی کم ہو گیا تھا اور کچھ مقررہ آدمی ہی اس چشمے سے پانی نکالا کرتے تھے۔ دروازے کے باہر ایک حوض بنا ہوا تھا۔ سیڑھی کے ذریعے سے اتر کر اس چشمے تک پہنچا جاتا تھا۔

امام علی رضا علیہ السلام اس حوض میں داخل ہوئے، غسل فرمایا، وہاں سے واپس آئے اور اس کے عقب میں جا کر نماز پڑھی۔

اس وقت سے لوگ بطور تبرک اس حوض سے غسل کرتے ہیں اور اس کا پانی پیتے ہیں اور اس کے عقب میں جا کر نماز پڑھتے ہیں اور اپنی حاجتوں کے لیئے اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ ان کی حاجات پوری ہوتی ہیں اور وہ چشمہ، چشمہ کہلان کے نام سے مشہور ہے۔ آج بھی لوگ وہاں جاتے ہیں۔

باب 38

آپؑ کی ایک نادر حدیث

(بحذف اسناد) علی بن بلال نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، آنحضرتؐ نے جبریل سے، جبریل نے میکائیل سے، میکائیل نے اسرافیل سے، اس نے لوح سے، اس نے قلم سے روایت کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ولایۃ علی بن ابی طالب حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی۔

"علی بن ابی طالبؑ کی ولایت میرا قلعہ ہے اور جو میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا"۔

باب 39

آپؑ کی نیشاپور سے طوس پھر وہاں سے مرو کی طرف روانگی(۱)

۱۔(محذف اسناد) احمد بن علی انصاری نے عبدالسلام بن ہروی سے روایت کی۔

"جب امام علی رضا علیہ السلام شہر نیشاپور سے مامون کے پاس جانے کے لیئے روانہ ہوئے اور قریۂ الحمرا کے قریب پہنچے تو آپؑ سے عرض کیا گیا :۔

فرزند رسولؐ! دن ڈھل چکا ہے کیا آپؑ ابھی نماز فریضہ ادا نہ کریں گے ؟

یہ سن کر آپؑ اپنی سواری سے اترے اور فرمایا :۔"پانی لاؤ"۔

عرض کیا گیا کہ پانی تو ہمارے ساتھ نہیں ہے ۔

چنانچہ آپؑ نے اپنے دست مبارک کو زمین کی طرف بڑھایا اور انگشت مبارک سے زمین کی مٹی کو ہٹایا ہی تھا کہ وہاں سے چشمہ پھوٹ پڑا جس سے آپؑ نے اور تمام ہمرائیوں نے وضو کیا (اس چشمے کے آثار ابھی تک باقی ہیں)۔

پھر آپؑ سناباد پہنچے تو ایک پہاڑی پر چڑھے جس کے خزینے سے دیگچیاں بنائی جاتی تھیں۔ آپؑ نے دعا کی :۔

" پروردگار ! اس میں نفع بخش دے اور جو برتن اس سے بنائے جائیں یا جو چیزیں اس برتن میں رکھی جائیں اس میں برکت عطا فرما "۔

پھر آپؑ کے ارشاد کے بموجب چند دیگچیاں آپؑ کے لیئے بھی اس سے بنائیں گئیں۔ آپؑ نے غذا پکانے کا حکم دیا ویسے آپؑ خود کم خوراک کھاتے تھے۔

اسی دن سے لوگ اس کے بنے ہوئے برتنوں کو استعمال کرنے لگے اور آپؑ کی دعاؤں کی وجہ سے ان برتنوں میں برکتیں پیدا ہو گئیں۔

اس کے بعد آپؑ حمید بن قحطبہ طائی کے گھر تشریف لے گئے۔ پھر آپؑ اس قبہ میں داخل ہوئے جس میں ہارون الرشید کی قبر تھی۔ آپؑ نے اس کی ایک

۱۔ یہ باب تین احادیث پر مشتمل ہے۔

جانب اپنے ہاتھ سے نشان کھینچا اور فرمایا :۔

"یہ میری قبر کی جگہ ہے۔ میں یہیں دفن کیا جاؤں گا اور اس مقام پر میرے شیعہ اور میرے محبین آئیں گے اور خدا کی قسم ان میں سے جو بھی میری زیارت کو آکر مجھ پر سلام بھیجے گا تو یقیناً ہم اہل بیت کی شفاعت کے ذریعے سے مغفرت اور اللہ کی رحمت کا مستحق ہو گا"۔

اس کے بعد آپؑ روبہ قبلہ کھڑے ہوئے اور کئی رکعتیں نمازیں پڑھیں اور مختلف دعائیں پڑھتے رہے۔ بعد فراغت ایک طویل سجدہ کیا جس میں ہم نے شمار کیا تو پانچ سو بار **سبحان اللہ** کہا۔ پھر آپؑ وہاں سے واپس ہوئے"۔

۲۔ ہم سے ابو نصر احمد بن حسین بن احمد بن عبید ضبی نے بیان کیا، انہوں نے ابی الحسین بن احمد سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے دادا سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا :۔

"جب امام علی رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے تو میں حضرت کی خدمت کرتا رہا اور آپؑ کے امور بجا لاتا رہا۔ اور جب آپؑ نیشاپور سے مرو کی طرف روانہ ہوئے تو میں نے سرخس تک آپؑ کی مشایعت کی اور جب آپؑ سرخس سے مرو روانہ ہونے لگے تو میں نے چاہا کہ مرو تک آپؑ کی مشایعت کروں اور جب آپؑ روانہ ہوئے تو آپؑ نے ہودج سے سر باہر نکال کر مجھ سے فرمایا :۔

ابو عبداللہ ! خیر و عافیت سے واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا اور مشایعت کی کوئی خاص حد مقرر نہیں ہوتی۔

میں نے کہا :۔

آپؑ کو مصطفیٰ، مرتضیٰ اور زہرا علیہم السلام کے حق کا واسطہ ! آپؑ مجھ سے کوئی حدیث بیان فرمائیں جو میرے لیئے باعثِ شفا ہو۔ تاکہ حدیث سن کر میں واپس چلا جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

تم مجھ سے حدیث کی خواہش کر رہے ہو جب کہ حالت یہ ہے کہ مجھے میرے جد اطہر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حرم سے نکالا جا چکا ہے اور میں نہیں جانتا کہ میرے حالات کیا رخ اختیار کریں گے۔

میں نے کہا:۔

آپؑ کو مصطفیٰ، مرتضیٰ اور زہرا سلام اللہ علیہم کے حق کی قسم ہے آپؑ مجھے حدیث سنائیں جس سے مجھے شفا نصیب ہو پھر میں واپس چلا جاؤں گا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"مجھ سے میرے والد علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت بیان کی، انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لا اله الا الله اسمی من قاله مخلصا من قلبه دخل حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی۔

"**لا اله الا الله** میرا نام ہے جس نے خلوص دل سے **لا اله الا الله** کہا تو وہ میرے قلعے میں داخل ہوا اور جو میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا"۔

مصنف کتاب ھذا رحمہ اللہ عرض پرداز ہے:۔

خلوص دل سے یہ مراد ہے کہ انسان **لا اله الا الله** کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے محرمات الٰہی سے رک جائے۔

حرز رضا یا رقعۃ الجیب

۳۔ (حذف اسناد) یاسر خادم نے کہا:۔

جب امام علی رضا علیہ السلام نے حمید بن قحطبہ کے محل میں قیام فرمایا

تو آپؑ نے اپنے میلے کپڑے اتار کر دھلانے کے لیئے حمید کو دیئے اور حمید نے آپؑ کے کپڑے دھونے کے لیئے اپنی کنیز کے حوالے کیئے۔کچھ دیر بعد کنیز ایک رقعہ لے کر آئی اور وہ رقعہ حمید کے ہاتھ میں رکھ کر کہا :۔

یہ رقعہ ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ کی جیب سے برآمد ہوا ہے۔

حمید نے وہ رقعہ اٹھایا اور امام علیہ السلام سے کہا:۔

میں آپؑ پر قربان جاؤں ! یہ رقعہ آپؑ کی جیب میں تھا۔اور کنیز نے اسے آپؑ کی جیب سے نکالا ہے۔ یہ کیسا رقعہ ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

یہ ایک تعویذ ہے جسے ہم اپنے سے علیحدہ نہیں کرتے۔

حمید نے کہا :۔

تو کیا آپؑ ہمیں بھی اس کے متعلق کچھ بتانا پسند کریں گے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

یہ تعویذ جس کی جیب میں ہو گا وہ شیطان رجیم اور سلطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

پھر آپؑ نے اس تعویذ کی عبارت حمید کو پڑھ کر سنائی اور وہ عبارت یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم ۔بسم الله انی اعوذ بالرحمن منك ان کنت تقیا او غیر تقی اخذت بالله السمیع البصیر علی سمعك و بصرك لا سلطان لك علی و لا علی سمعی ولا بصری ولا علی شعری ولا علی بشری ولا علی لحمی ولا علی دمی ولا علی مخی ولا علی عصبی ولا علی عظامی ولا علی اهلی ولا علی مالی ولا علی رزقنی ربی سترت بینی و بینك بسترة النبوة الذی استتر به انبیاء الله من سلطان الفراعنة جبرئیل

عن يميني و ميكائيل عن يساري و اسرافيل من ورائي و محمدؐ امامي و الله مطلع علي ما يمنعك و يمنع الشيطان مني۔ اللهم لا يغلب جهله اناتك ان يستفزني و يستخفني۔ اللهم اليك التجأت۔ اللهم اليك التجأت۔ اللهم اليك التجأت۔

" رحمان و رحیم اللہ کے نام کا سہارا لے کر۔اللہ کے نام کا سہارا لے کر میں تم سے رحمان کی پناہ چاہتا ہوں خواہ تم متقی یا غیر متقی ہو۔سمیع و بصیر اللہ کی مدد سے میں نے تمہارے کان اور تمہاری آنکھ پر قبضہ کر لیا ہے۔اور تمہیں مجھ پر اور میرے کان اور آنکھ اور میرے بالوں اور میری کھال اور میرے گوشت اور میری مخ اور میرے اعصاب اور میری ہڈیوں اور میرے اہل و عیال اور میرے مال اور جو کچھ بھی میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے ، کوئی قبضہ و تسلط نہیں ہے۔

اور میں نے اپنے اور تمہارے درمیان نبوت کا وہ پردہ لٹکا دیا ہے جس میں فراعنہ کے تسلط سے انبیاء نے پناہ لی تھی۔جبریل میرے داہنے اور میکائیل میرے بائیں اور اسرافیل میرے پیچھے اور محمدؐ میرے آگے ہیں اور مطلع ہے اس چیز پر جو تمہیں روک سکتی ہے اور شیطان کو مجھ سے روک سکتی ہے۔

خدایا ! اس کی جہالت تیری بردباری پر غالب نہ آئے کہ وہ مجھے جلا وطن کرے اور میری توہین کرے۔

خدایا ! میں نے تیرے ہاں پناہ لی۔خدایا میں نے تیرے ہاں پناہ لی۔ خدایا میں نے تیرے ہاں پناہ لی۔

باب 40

آپؑ کی ولی عہدی کا بیان اور اس پر کون خوش ہوا اور کون ناراض ہوا

۱۔ (حذف اسناد) حسن بن موسیٰ نے کہا کہ ہمارے اصحاب نے روایت کی :۔

" ایک شخص نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا :۔

خدا آپؑ کی اصلاح فرمائے ! آپؑ مامون کے ولی عہد کیوں بن گئے ؟

اس شخص نے ان الفاظ سے حضرتؑ پر تنقید کی تھی۔

آپؑ نے اس سے فرمایا :۔

بندۂ خدا ! مجھے یہ بتاؤ کہ نبی افضل ہوتا ہے یا وصی ؟

اس نے کہا :۔

نبی افضل ہوتا ہے ۔

آپؑ نے فرمایا :۔

مسلم افضل ہے یا مشرک ؟

اس نے کہا :۔

مسلم افضل ہے ۔

آپؑ نے فرمایا :۔

عزیز مصر مشرک تھا اور یوسف علیہ السلام نبی تھے۔ جب کہ مامون مسلمان ہے اور میں وصی ہوں۔ یوسفؑ نے عزیز مصر سے درخواست کی تھی کہ وہ انہیں شریک اقتدار کرے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ۔

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (یوسف ۵۵)

" یوسفؑ نے کہا۔ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے۔ بے شک میں حفاظت کرنے والا صاحبِ علم ہوں " ۔

(اور میں نے درخواست نہیں کی) جب کہ مجھے تو اس پر مجبور کیا گیا ہے۔

حضرت یوسفؑ نے اپنے آپ کو " حفیظ علیم " کہا تھا۔ یعنی آپ نے فرمایا جو کچھ میرے ہاتھ میں ہو گا میں اس کی حفاظت کروں گا اور میں ہر زبان کا علم رکھنے والا ہوں"۔

۲۔ (محذف اسناد)"ریان بن صلت نے کہا کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی :۔

فرزند رسولؐ ! لوگ کہتے ہیں کہ آپؑ نے دنیا سے زہد و بے رغبتی رکھنے کے باوجود ولی عہدی کیوں قبول فرمائی؟

آپؑ نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا مگر جب مجھ سے کہا گیا یا تو ولی عہدی قبول کرو یا اپنا قتل ہونا قبول کرو تو میں نے اپنے قتل کے بدلے ولی عہدی کو قبول کیا۔ ان نکتہ چینوں پر افسوس ہے کیا وہ نہیں جانتے کہ یوسف علیہ السلام نبی تھے مگر ضرورت نے مجبور کیا کہ وہ عزیز مصر کے خزانہ دار بن جائیں۔ انہوں نے خود کہا تھا۔

اِجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ (یوسف۔۵۵)

" زمین کے خزانے میرے حوالے کر دے میں حفاظت کروں گا اور جانتا ہوں کہ اس کی حفاظت کیسے کی جاتی ہے"۔

اسی طرح ضرورت نے مجھے بھی مجبور کر دیا اور مجھ پر اتنا دباؤ ڈالا گیا کہ مجھے اپنے سامنے موت دکھائی دینے لگی تھی۔ اس کے باوجود میں نے اس کو اس طرح سے قبول کیا کہ مجھے اس سے کوئی سرو کار نہ ہوگا۔ میں اللہ سے فریاد کرتا ہوں اور وہی میری مدد کرنے والا ہے"۔

مامون کی دھمکی

۳۔ ہم سے حسین بن ابراہیم بن تاتانہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے روایت کی، انہوں نے اپنے والد ابراہیم بن ہاشم سے روایت کی اور اس نے ابو الصلت ہروی سے روایت کی۔

"مامون نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا :۔

فرزند رسول! میں آپؑ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور آپؑ کی عبادت سے واقف ہوں اور میری رائے یہ ہے کہ آپؑ مجھ سے خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"عبادت اللہ کے لیئے ہوتی ہے اور یہ قابل فخر ہے اور زہد کی وجہ سے میں دنیاوی شر سے محفوظ رہنے کی امید کرتا ہوں۔ تقویٰ اور ورع یعنی محرمات سے پرہیز، تو میں اسے عظیم کامیابی تصور کرتا ہوں اور تواضع و انکساری اور خاطر داری کرنے سے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ کی بارگاہ میں بلند درجہ حاصل ہو گا"۔

مامون نے کہا :۔

میرا خیال ہے کہ میں خلافت سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپؑ کو خلیفہ بنا کر آپؑ کی بیعت کروں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

" اگر واقعتاً خلافت آپ کا حق ہے اور اللہ نے آپؑ کو خلیفہ بنایا ہے تو یہ جائز نہیں کہ آپ خدا کی عطا کردہ خلافت کا پیراہن اتار کر کسی اور کے حوالے کر دیں۔ اور اگر یہ خلافت تمہاری نہیں اور کسی دوسرے کی ملکیت ہے تو تمہیں جائز نہیں کہ جو چیز خود تمہاری نہیں وہ ہمیں بخش دو"۔

مامون نے کہا :۔

فرزند رسول! مگر آپؑ کو یہ خلافت و حکومت قبول کرنا ہی پڑے گی۔

آپؑ نے فرمایا :۔

"جبر کی بات اور ہے ورنہ خوشی سے میں کبھی بھی اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوں"۔

الغرض مامون کئی روز تک کوشش کرتا رہا کہ آپؑ خلافت قبول کر لیں اور جب وہ آپؑ کی طرف سے بالکل ناامید ہو گیا تو اس نے کہا :۔

اچھا اگر آپؑ خلافت قبول نہیں کرتے اور آپؑ کو یہ بات پسند نہیں کہ میں آپؑ کی بیعت کروں تو آپؑ میرے ولی عہد بن جائیں تاکہ میرے بعد خلافت آپؑ کو ملے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"خدا کی قسم ! میرے پدر بزرگوار علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے اور آپؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (میرے اور تمہارے متعلق) روایت بیان کی ہے کہ۔

میں تم سے پہلے زہر سے مقتول ہو کر اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا اور مجھ پر آسمانوں اور زمین کے تمام فرشتے گریہ کریں گے اور پردیس کے عالم میں مجھے ہارون کے پہلو میں دفن کیا جائے گا"۔

یہ سن کر مامون رونے لگا اور کہا :۔

فرزند رسول ! میری زندگی میں بھلا کون آپؑ کو قتل کرنے کی جرأت کر سکتا ہے اور کون آپؑ کی گستاخی کر سکتا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

" اگر میں چاہوں تو میں بتا سکتا ہوں کہ مجھے قتل کرنے والا کون ہو گا"۔

مامون نے کہا:۔

فرزند رسول ! آپؑ یہ سب کچھ اس لیئے کہہ رہے ہیں کہ آپؑ یہ بار خلافت اٹھانا ہی نہیں چاہتے اور آپؑ اس لیئے انکار کر رہے ہیں تاکہ لوگ آپؑ

کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہیں کہ علی بن موسیٰ بڑے ہی تارک الدنیا شخص ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

"سنو ! مجھے پروردگار کی قسم ! جب سے اللہ نے پیدا کر کے مجھے اس دنیا میں بھیجا ہے۔میں نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔میں ترک دنیا کو حصول دنیا کا ذریعہ نہیں بنانا چاہتا اور میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ آپؑ کیا چاہتے ہیں"۔

مامون نے کہا :۔

بھلا بتایئے کہ میں کیا چاہتا ہوں ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

" اگر سچ کہوں تو جان کی امان ہوگی ؟"

مامون نے کہا :۔

جی ہاں ! امان ہے۔

آپؑ نے فرمایا :۔

" تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ درحقیقت علی بن موسیٰ نے دنیا کو نہیں چھوڑا تھا بلکہ دنیا نے انہیں چھوڑا تھا۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ خلافت کی لالچ میں ولی عہدی کو انہوں نے کتنی خوشی سے قبول کر لیا"۔

یہ سن کر مامون کو غصہ آیا اور کہنے لگا :۔

آپؑ تو ہمیشہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں جو ہمیں ناپسند ہوتی ہیں۔ یہ سب کچھ میری ڈھیل اور رعایت کا نتیجہ ہے۔

اچھا اب خدا کی قسم ! اگر آپؑ نے ولی عہدی قبول کر لی تو بہتر ورنہ میں جبراً آپؑ کو ولی عہد بناؤں گا۔ اگر اس پر بھی آپؑ نے قبول نہ کیا تو آپؑ کی گردن اڑا دوں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو جو کچھ تمہارے جی میں آئے ، اس پر عمل کرو۔ میں اسے قبول کرلوں گا۔ مگر میری شرط یہ ہے کہ میں نہ تو کسی کو کسی عہدہ پر مقرر کروں گا اور نہ ہی کسی کو برخواست کروں گا۔ اور میں تمہارے کسی آئین و دستور کو منسوخ نہیں کروں گا۔بس معاملات خلافت میں تمہیں دور سے مشورہ دیتا رہوں گا"۔

مامون اس پر راضی ہو گیا اور اس نے آپؑ کی ناپسندیدگی کے باوجود آپؑ کو اپنا ولی عہد بنا دیا"۔

۴۔ (حذف اسناد) محمد بن عرفہ نے کہا :۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا :۔

آپؑ نے ولی عہدی کیوں قبول کرلی؟

آپؑ نے فرمایا :۔

"جس طرح سے امیرالمومنین علیہ السلام نے شوریٰ میں داخل ہونا قبول کرلیا تھا"۔

۵۔(حذف اسناد) " ابوالصلت ہروی نے کہا :۔

خدا کی قسم : امام علی رضا علیہ السلام اپنی خوشی سے ولی عہد نہیں بنے انہیں مجبور کرکے کوفہ لایا گیا۔پھر انہیں وہاں سے بصرہ، فارس اور مرو لے جایا گیا"۔

۶۔ (حذف اسناد) موسیٰ بن سلمہ (سہل رخل) نے کہا کہ میں محمد بن جعفر کے ساتھ خراسان میں تھا وہاں میں نے ذوالریاستین فضل بن سہل سے ایک دن سنا ۔وہ ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا :۔

واہ رے تعجب ! جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ انتہائی تعجب خیز ہے۔تم لوگ مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیا دیکھا ہے ؟

تمام افراد نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا دیکھ آیا ہے ؟

اس نے کہا :۔

میں نے امیرالمومنین (مامون) کو دیکھا کہ وہ علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے کہہ رہے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپؑ امور مسلمین کو سنبھال لیں اور میں اس سے سبکدوش ہو کر اس کا بوجھ آپؑ کی گردن میں ڈالنا چاہتا ہوں۔

اور میں نے علی بن موسیٰ الرضا کو یہ کہتے ہوئے سنا :۔

" اللہ اللہ ! مجھ میں اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں ہے"۔

میں نے آج تک خلافت سے زیادہ بے کار اور ضائع شدہ چیز کبھی نہیں دیکھی جسے امیرالمومنین چھوڑنا چاہ رہے تھے اور علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے"۔

شعراء کی خدمت امام میں حاضری

۷۔ (محذوف اسناد) جب امام علی رضا علیہ السلام ولی عہد مقرر ہوئے تو ابراہیم بن عباس اور دعبل بن علی جو کہ ایک دوسرے کے گہرے دوست تھے اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے اور رزین بن علی جو کہ دعبل کا بھائی تھا حضرت کے سلام کے لیئے گھر سے روانہ ہوئے ۔راستے میں ان کے مال پر ڈاکہ پڑ گیا اور ڈاکوؤں نے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔

پھر مذکورہ شعراء نے چند گدھے کرایہ پر حاصل کیئے جن پر پہلے کانٹے لدے ہوئے تھے۔جب تینوں شعراء گدھوں پر بیٹھ گئے تو ابراہیم نے یہ شعر کہا:۔

اعیدت بعد حمل الشوک احمالا من الخزف

نشاوی لا من الخمر بل من شدة الضعف

" کانٹے اٹھانے کے بعد ان گدھوں پر ایسی ٹھیکریاں سوار ہو گئی ہیں جو آواز دے رہی ہیں مگر وہ آواز شراب کی وجہ سے نہیں بلکہ کمزوری کی شدت سے پیدا ہو رہی ہے"۔

پھر اس نے رزین بن علی سے کہا تم اس پر گرہ لگاؤ۔

رزین نے یہ شعر کہا :-

فلو کنتم علی ذاك تصیرون الی القصف

تساوت حالکم فیه ولم تبقوا علی الخصف

" اگر تمہارا یہی حال رہا تو تم مزید کمزور ہو جاؤ گے اور تم ٹھیکریوں کی طرح سے ہو جاؤ گے اور تم پیوند لگانے کے بھی قابل نہ رہو گے "۔

پھر اس نے دعبل سے گرہ لگانے کو کہا :-

دعبل نے یہ شعر پڑھا۔

اذا فات الذی فات فکونوا من ذوی الظرف

وخفو انقصف الیوم فابی بایع خف

" جو کچھ تم سے جانا تھا سو وہ چلا گیا تمہیں ظرف والا بننا چاہیئے ۔اور آج ہمیں مزید کمزوری کا خوف ہے۔ میرا باپ موزہ فروش ہے"۔

۸۔ (حذف اسناد) "جب ابراہیم بن عباس اور دعبل بن علی خزاعی امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابراہیم نے اپنا مندرجہ ذیل قصیدہ پیش کیا۔

ازالت عناء القلب بعد التجلد

مصارع اولاد النبی محمد

" صبر و تحمل کے بعد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی شہادت نے دل کا سکون زائل کر دیا "۔

اور دعبل بن علی خزاعی نے اپنا مشہور قصیدہ تائیہ پڑھا جس کا مطلع یہ تھا۔

مدارس ایات خلت من تلاوة

و منزل وحی مقفر العرصات

"آیات الٰہی کے مدارس تلاوت سے خالی ہو چکے ہیں اور وحی کی منزل کا

صحن ویران ہو چکا ہے"۔

امام علی رضا علیہ السلام نے ان دونوں کو بیس ہزار درہم رضوی عطا کیئے۔

اور واضح رہے کہ درہم رضوی ان درہموں کو کہا جاتا ہے جن پر آپؑ کا اسم گرامی منقوش تھا اور جسے مامون نے اس وقت ڈھلوایا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ دعبل اپنا حصہ دس ہزار درہم لے کر قم گئے اور وہاں انہوں نے ہر درہم کو دس درہموں کے بدلے فروخت کر دیا۔ اس طرح اسے ایک لاکھ درہم مل گئے۔ لیکن ابراہیم نے اپنا حصہ اپنے پاس رکھا اور اس میں سے کچھ درہم لوگوں کو تحفے میں دیئے اور کچھ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کیئے اور بقیہ اپنے پاس رکھے اور جب ان کی وفات ہوئی تو یہی رقم ان کی تجہیز و تکفین میں کام آئی"۔

۹۔ (محذف اسناد) علی بن محمد بن سلیمان نوفلی کی روایت ہے:۔

"جب مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو ابو نواس کے سوا تمام شعراء مامون کے دربار میں پہنچے اور ہر ایک نے امام علیہ السلام کی مدح کی اور مامون کے اس اقدام کی تعریف کی اور یوں انہوں نے کافی انعامات حاصل کیئے۔

مگر ابو نواس دربار میں حاضر نہ ہوئے اور نہ ہی انہوں نے مداح میں کوئی قصیدہ پڑھا۔ ایک دن جب وہ مامون کے پاس گئے تو مامون نے ان سے کہا:۔

ابو نواس! تم جانتے ہو کہ میرے نزدیک علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کا مقام کیا ہے۔ اور میں نے انہیں کس عہدے پر متعین کیا ہے۔ اس کے باوجود تم نے ان کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں کہا حالانکہ تم شاعر عصر ہو اور شعرائے زمانہ کے سر تاج ہو۔

یہ سن کر ابو نواس نے یہ قطعہ پڑھا۔

قیل لی انت اوحد الناس طرا ۔ فی فنون من الکلام النبیہ

لک من جوھر الکلام بدیع ۔ یثمر الدر فی یدی مجتنیہ

فعلی ما ترکت مدح ابن موسیٰ - والخصال التی تجمعن فیه
قلت لا اهتدی لمدح امام - کان جبرئیل خادما لابیه

۱۔ مجھ سے کہا گیا کہ تم مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کرنے والے شعرا میں بے مثال ہو۔

۲۔ تم اپنے نادر اور بدیع کلام سے ایسے جواہرات پیش کرتے رہتے ہو۔ جس سے چننے والے افکار وخیالات کے موتی چنتے ہیں۔

۳۔ مگر اس کی آخر کیا وجہ ہے کہ علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام میں اتنے فضائل کے باوجود تم نے ان کی مدح کیوں نہ کی۔

۴۔ میں نے کہا کہ میں ایسے امام کی مدح میں لب کشائی کروں بھی تو کیا کروں جن کے والد کا جبریل خادم ہو"۔

مامون نے اسے آفرین کہی اور اس نے باقی شعراء کو جتنا انعام دیا تھا۔ تنا ہی انعام اس نے ابو نواس کو دیا بلکہ ان سے کچھ زیادہ انعام دیا"۔

ابو نواس کے اشعار

۱۰۔ (محذوف اسناد) ابوالحسن محمد بن یحییٰ فارسی کی روایت ہے:۔

"ایک دن امام علی رضا علیہ السلام اپنے خچر پر سوار ہو کر نکل رہے تھے کہ بو نواس کی آپؑ پر نظر پڑی۔ فوراً قریب آ گئے اور سلام کیا اور عرض کیا۔

فرزند رسولؐ! میں نے آپؑ کی مدح میں چند اشعار کہے ہیں اور میری خواہش ہے کہ آپؑ میری زبان سے انہیں سن لیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

سناؤ کیا ہے۔

ابو نواس نے یہ شعر پڑھے:۔

مطهرون نقیات ثیابهم - تجری الصلوٰة علیهم اینما ذکروا

من لم یکن علویا حین تنسبه ۔ فما له من قدیم الدهر مفتخر
فالله لما برئ خلقا فاتقنه ۔ صفا کم و اصطفا کم ایها البشر
فانتم الملاء الاعلی و عندکم ۔ علم الکتاب و ما جآءت به السور

۱۔ یہ ائمۂ طاہرین علیہم السلام اللہ کی طرف سے طاہر و مطہر پیدا کیئے گئے ہیں ۔ان کا لباس بھی پاک و صاف اور طیب و طاہر ہے۔ان لوگوں کا جہاں بھی ذکر ہوتا ہے تو درود و صلوٰۃ کا ایک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔

۲۔ حسب ونسب میں جو شخص علوی نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس کا ابتدائی اور قدیمی سلسلۂ نسب کوئی قابل فخر نہیں ہے۔

۳۔ اے خدا کے پاک بندو ! اللہ نے جب سے مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کی خلقت کو استوار کیا ۔ اسی وقت سے آپؑ لوگوں کو چنا اور منتخب کیا ہے۔

۴۔ آپؑ حضرات ملاء اعلیٰ ہیں۔ آپؑ کے پاس قرآن اور سورتوں کے مطالب ہیں"۔

ابو نواس کے ان اشعار کو سن کر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

واقعی تم نے ایسے اشعار سنائے کہ تم سے پہلے ایسے اشعار کسی نے نہیں سنائے تھے۔پھر آواز دی :۔

اے غلام ! ہمارے اخراجات کی رقم میں سے تمہارے پاس کچھ ہے۔

اس نے عرض کی :۔

جی ہاں ! تین سو دینار ہیں ۔

آپؑ نے فرمایا :۔

یہ ابو نواس کو دے دو ۔

پھر آپؑ نے فرمایا :۔

شاید ان کے پاس سواری نہیں ۔ اے غلام ! انہیں سواری کے لیئے یہ خچر بھی دے دو۔

جب ۲۰۱ھ ہجری کا سال آیا تو اسحٰق بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ لوگوں کے ساتھ حج کے لیئے آئے اور وہاں لوگوں کو مامون کی خلافت اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کی دعوت دی۔ اس کے بعد حمدویہ ابن علی بن عیسیٰ بن ماہان آگے بڑھے تو اسحٰق نے سیاہ لباس منگوایا تا کہ انہیں پہنایا جائے مگر وہ نہ ملا تو ایک علم کا سیاہ پھریرا لے کر اپنے جسم پر ڈال لیا۔ پھر بولے:۔

اے لوگو! ہمیں جو حکم دیا گیا تھا وہی ہم نے پہنچایا ہے۔ ہم امیرالمومنین مامون اور فضل بن سہل کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتے۔

یہ کہہ کر وہ منبر سے نیچے اتر آئے۔

ایک دن عبداللہ بن مطرف بن ماہان مامون کے پاس آئے۔ وہاں حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام بھی موجود تھے۔

مامون نے کہا:۔

آپ اہل بیتؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

عبداللہ نے جواب دیا:۔

اس طینت کے متعلق میرے قول کی کیا حقیقت جو آبِ رسالت سے گوندھی اور خمیر کی گئی ہو پھر وحی کے پانی سے مسلسل تر رکھی گئی ہو تو کیا ہدایت کی مشک اور تقویٰ کے عنبر کی خوشبو کے سوا ان سے بھلا کوئی اور خوشبو آسکتی ہے۔

راوی کا بیان ہے:۔

مامون کو ان کے یہ فقرات اتنے پسند آئے کہ اس نے جواہرات کا صندوقچہ منگوایا اور عبداللہ بن مطرف کے منہ کو موتیوں سے بھر دیا"۔

۱۱۔ (محذوف اسناد) ابوالعباس محمد بن یزید مبرد کا بیان ہے:۔

" ایک دن ابو نواس اپنے گھر سے نکلے۔ انہوں نے سامنے ایک سوار کو دیکھا جس کا چہرہ صاف نہ دکھائی دے رہا تھا۔

ابو نواس نے پوچھا:۔

وہ کون ہے ؟

اسے بتایا گیا کہ وہ امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام ہیں تو انہوں نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے۔

اذا ابصرتك العين من بعد غاية
و عارض فيك الشك اثبتك القلب
و لو ان قوما امموك لقادهم
نسيمك حتى يستدل بك الركب
وجعلتك لي حسبا اباهي بك الورى
و ما خاب من امسيٰ و انت له حسب

"جب آنکھ دور سے آپؑ کو دیکھ کر پہچان نہ سکے اور شک پیدا ہو تو دل آپؑ کو ثابت کر دیتا ہے۔

اگر کوئی گروہ آپؑ کے پاس آنا چاہے تو آپؑ کی خوشبو ہی انہیں آپؑ تک لے جائے گی اور قافلہ آپؑ تک پہنچ جائے گا۔

میں نے تو آپؑ کو ہی اپنے لیئے حسب بنا لیا ہے اور جس کا حسب آپؑ ہوں وہ کبھی نامراد نہیں رہتا"۔

۱۲۔ (محذف اسناد) ثمامہ بن اشرس کی روایت ہے۔

"ایک دن مامون نے آپؑ کو اپنا ولی عہد بنانے کا آپؑ پر احسان جتلایا تو آپؑ نے فرمایا:۔

"جو چیز رسول خداؐ کی وجہ سے حاصل کی جائے وہ رسول خداؐ کے نام پر دے دینی چاہیئے"۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا:۔

آپؑ کیسے ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"رسول خدا کی وجہ سے ساری دنیا کو امن ملتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہم خوف زدہ ہیں"۔

امام زین العابدینؑ کا مسافرت میں طرز عمل

۱۳۔ (محذف اسناد) "امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

امام زین العابدین علیہ السلام کا دستور تھا کہ آپؑ ایسے قافلے کے ساتھ سفر کرتے تھے جو آپؑ سے واقف نہ ہو اور آپؑ ان سے یہ شرط طے کرتے تھے کہ آپؑ اپنے ہم سفر افراد کی خدمت کریں گے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؑ ایک قافلے کے ساتھ سفر کر رہے تھے تو قافلے والوں میں سے ایک نے آپؑ کو پہچان لیا۔

اس نے قافلہ والوں سے کہا:۔

جانتے ہو کہ یہ کون ہیں ؟

اہل قافلہ نے کہا:۔

ہمیں کوئی علم نہیں ہے ۔

اس نے کہا :۔

یہ علی بن الحسین علیہ السلام ہے ۔

یہ سن کر اہل قافلہ اٹھے اور آپؑ کے ہاتھ پاؤں کو بوسے دینے لگے اور انہوں نے کہا:۔

فرزند رسولؐ! آپؑ تو ہمیں دوزخ کا ایندھن بنانا چاہتے تھے ۔ اگر زبان یا ہاتھ سے ہم سے کوئی گستاخی سرزد ہو جاتی تو ہم برباد ہو جاتے۔ آخر آپؑ نے یہ کیا کیا؟

آپؑ نے فرمایا:۔

بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں نے واقف افراد کے ساتھ سفر کیا تھا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وجہ سے انہوں نے مجھ سے وہ سلوک کیا جس کے میں قابل نہ تھا۔اسی لیئے میں نے تمہیں اپنا تعارف کرانا مناسب نہ سمجھا کہ کہیں تم بھی انہی کی طرح سے میرے ساتھ وہی سلوک کرو"۔

۱۴۔ (محذف اسناد) ھارون فروی کی روایت ہے۔

"جب مدینہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کی اطلاع ملی تو عبدالجبار بن سعید بن سلیمان مساحقی نے خطبہ دیا اور خطبے کے آخر میں کہا:۔

لوگو ! کیاتم جانتے ہو کہ تمہارا ولی عہد کون ہے ؟

لوگوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا :۔

سن لو ! تمہارا ولی عہد علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیھم السلام ہے۔ ان کے سات آباؤاجداد تمام کائنات سے افضل ہیں"۔

۱۵۔ (محذف اسناد) ابراہیم بن عباس کی روایت ہے۔

"جب مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو امام علیہ السلام نے مامون سے فرمایا :۔

امیرالمومنین ! آپ کی خیر خواہی میرے لیئے ضروری ہے اور مؤمن کے لیئے دھوکا دینا جائز نہیں ہے۔ آپ نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس پر عوام خوش نہیں ہیں اور جو سلوک آپ نے فضل بن سہل کے ساتھ روا رکھا اس سے خواص خوش نہیں ہیں۔ میری رائے یہی ہے کہ آپ ہمیں اپنے سے دور رکھیں تا کہ آپ کے حالات بہتر ہو سکیں۔

ابراہیم نے کہا:۔

خدا کی قسم ! آپؑ کی راست گوئی کی وجہ سے حالات نے دوسرا رخ اختیار کر لیاہے"۔

۱۶۔ (محذف اسناد) ابن ابی عبدون نے اپنے والد سے روایت کی۔
"جب مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو اس
نے آپؑ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔عباس خطیب نے اٹھ کر خوبصورت تقر
کی اور اپنی تقریر کا اختتام انہوں نے اس شعر پر کیا۔

لا بد للناس من شمس و من قمر
فانت شمس و هذا ذلك القمر

"لوگوں کو سورج اور چاند کی بڑی ضرورت ہے۔تم سورج ہو اور یہ چاند ہے"۔

خطبۂ امامؑ بوقت تہنیتِ ولی عہدی

۱۷۔ (محذف اسناد) محمد بن اسحاق نے اپنے والد سے روایت کی ہے :۔
"جب امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کی بیعت لی جا چکی تو لوگ
آپؑ کے پاس مبارکباد دینے کے لیے حاضر ہوئے۔
آپؑ نے مجمع کو خاموش ہونے کا اشارہ فرمایا،مجمع خاموش ہوا تو آپؑ ۔
ان کے سامنے یہ خطبہ دیا۔
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحمان و رحیم ہے۔
ہر طرح کی حمد کا سزاوار وہ اللہ ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کے
کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اس کے فیصلے کو کوئی مسترد نہیں کر سکتا۔ وہ لوگو
دزدیدہ نگاہوں اور دلوں کے چھپے ہوئے بھیدوں سے واقف ہے اور درود ہو حضر
محمدؐ پر اولین و آخرین میں اور آپؐ کی طیب و طاہر آل پر ۔
سنو ! میں علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ ہوں ۔میں یہ کہتا ہوں کہ امیرالمو
(مامون) اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ مضبوط کرے اور انہیں راہ صواب کی توفیق د
انہوں نے ہمارے اس حق کو پہچانا جس سے دوسرے لوگ انجان بنے ہوئے
اور اس صلہ رحمی کا پاس و لحاظ کیا جو منقطع کر دی گئی تھی اور وہ نفوس جو خ

و ہراس کی زندگی بسر کر رہے تھے انہیں امن کا احساس ہوا بلکہ جو تقریباً مر چکے تھے انہیں زندہ کر دیا گیا، جو افلاس میں مبتلا ہو چکے تھے ان کے افلاس کو دور کیا اور یہ سب انہوں نے پرور دگار کی رضا حاصل کرنے کے لیئے کیا اور اسی سے اس کی جزا چاہتے ہیں غیر سے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو یقیناً جزا دیتا ہے اور نیکی کرنے والوں کی نیکیوں کو ہر گز ضائع نہیں ہونے دیتا۔

بے شک انہوں نے اپنی عظیم حکومت و خلافت کا مجھے ولی عہد اور جانشین بنایا ہے۔ بشرطیکہ ان کے بعد میں زندہ رہا۔ پس یاد رکھو جس نے اللہ کی باندھی ہوئی گرہ کو کھولا اور جس رسی کو اللہ نے مضبوط بنایا، اسے کاٹا تو سمجھ لو کہ اس نے حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کیا۔ اس طرح اس نے امام کو نظر انداز کیا اور اسلام کی بے حرمتی کی۔ درحقیقت یہ سلسلہ ایک گزرنے والے نے جاری کیا تھا مگر امام وقت نے اس کی عہد شکنی پر صبر کیا اور اس کے بعد وہ جو کچھ کرتا رہا اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں دین پارہ پارہ اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر نہ جائے۔ کیونکہ جاہلیت کا دور ابھی عنقریب ہی گزرا تھا اور منافقین موقع کی تاک میں تھے۔ میں نہیں جانتا کہ اب ہمارے اور تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اور حکومت تو بس اللہ کی ہے اور وہی حق کا فیصلہ کرتا ہے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"۔

بابرکت نام

۱۸۔ (محذف اسناد) حسن بن جہم نے اپنے والد سے روایت کی۔

"جب امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کی بیعت ہو گئی تو مامون منبر پر آیا اور کہا:۔

لوگو! یہ علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کی بیعت ہے۔

خدا کی قسم ! اگر یہی نام گونگے اور بہرے اشخاص پر بھی دم کر دیے جائیں تو وہ بھی خدا کے حکم سے تندرست ہو جائیں گے"۔

ستاروں کی گردش

۱۹۔ (بحذف اسناد) عبید اللہ بن عبداللہ بن طاہر کی روایت ہے۔

"فضل بن سہل نے مامون کو مشورہ دیا تھا کہ وہ خدا اور رسولؐ کی رضا حاصل کرنے کے لیئے امام علی بن موسیٰ علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنائے تاکہ ہارون الرشید کی زیادتی کا ازالہ ہو سکے۔

مامون نے ۲۰۰ھ میں رجاء بن ابی الضحاک اور یاسر خادم کو خراسان سے روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ محمد بن جعفر صادقؑ اور علی بن موسیٰ کاظمؑ کو اپنے ساتھ خراسان لے آئیں۔

جب امام علی بن موسیٰ علیہ السلام خراسان تشریف لائے تو مامون نے انہیں اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اہل لشکر کو ایک سال کی تنخواہ بطور انعام دی اور امام علیہ السلام کی ولی عہدی کے متعلق پورے ملک میں تحریر کیا اور اس نے آپؑ کا نام " رضا " رکھا اور آپؑ کے نام کے درہم ڈھالے گئے اور مامون نے بنی عباس کا سیاہ رنگ کا لباس اتار کر بنی فاطمہ کا سبز رنگ کا لباس پہن لیا۔ اور اس نے اپنی ایک دختر ام حبیب کا نکاح امام علی رضا علیہ السلام اور دوسری دختر ام الفضل کا نکاح آپؑ کے فرزند محمد تقی علیہ السلام سے کیا اور خود اس نے حسن بن سہل کی صاحبزادی " پوران " سے نکاح کیا۔ اور حسن کی دختر کا نکاح اس کے چچا فضل بن سہل نے مامون کے ساتھ کیا اور یہ تینوں نکاح ایک ہی دن میں ہوئے اور وہ دلی طور پر یہ چاہتا تھا کہ امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی ان کے اقتدار میں تبدیل نہ ہو۔

صولی نے کہا:۔

احمد بن عبیداللہ کی روایت کئی وجوہ سے میرے ہاں صحیح ہے۔(۱)
ان میں سے ایک وجہ عون بن محمد کی وہ روایت ہے جو انہوں نے فضل بن سہل نوبختی یا اس کے بھائی سے کی ہے۔انہوں نے کہا:۔
جب مامون نے امام علیہ السلام کی ولی عہدی کا عزم کیا تو میں نے اپنے دل میں کہا:۔

خدا کی قسم! میں مامون کے دل کی بات اس سے ضرور معلوم کر کے رہوں گا کہ آیا وہ اس ولی عہدی کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے کا خواہش مند ہے یا صرف یہ بناوٹ اور تصنع ہے۔

یہ سوچ کر میں نے اس کے ایک مخصوص خادم کے ہاتھ اس کے پاس ایک رقعہ لکھ کر بھیجا اور مامون جب بھی رازدارانہ تحریر روانہ کرتا تھا تو اسی خادم خاص کے ذریعے سے روانہ کیا کرتا تھا۔اور اس رقعہ میں میں نے یہ لکھا۔

ذو الریاستین نے ولی عہدی کا عزم اس ساعت میں کیا ہے جو کہ سرطان کی ساعت ہے اور اس میں مشتری اور سرطان ایک دوسرے کے مد مقابل ہوتے ہیں اور اگر مشتری حالت شرف میں ہو تو وہ "برج منقلب" ہوتا ہے اور اس میں کیا جانے والا کوئی کام اپنے منطقی انجام تک نہیں پہنچ پاتا۔علاوہ ازیں اس وقت مریخ میزان میں ہے جو کہ اس کا چوتھا گھر ہے اور وہ زمین کا "وتد" ہے اور وہ "بیت عاقبت" میں ہے اور یہ بھی اس بات کی نشانی ہے کہ ولی عہدی کبھی بھی مکمل نہ ہو سکے گی۔ اور میں آپ کو یہ بات اس لیئے لکھ رہا ہوں کہ مبادا کل کوئی شخص آپ کو ستاروں کی چال کی خبر دے تو آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں۔

وہ خادم یہ رقعہ لے کر مامون کے پاس گیا تو مامون نے مجھے لکھا کہ اس بات کو دل میں رکھو اور کسی سے اس کا اظہار نہ کرو اور ذوالریاستین کو بھی اس

۱۔ اکثر نسخوں میں احمد بن عبیداللہ ہے جب کہ بعض نسخوں میں احمد بن عبیداللہ کی بجائے صرف عبیداللہ مرقوم ہے اور یہ سند متن کے لحاظ سے زیادہ صحیح ہے۔

کا علم نہیں ہونا چاہیئے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے عزم کو تبدیل کر لے (اور کسی نیک ساعت کا انتخاب کرلے) اگر ایسا ہواتو میں یہ سمجھوں گا کہ یہ سب کچھ تمہارا کیا دھرا ہے اور میں تمہیں ہی اس کا قصور وار سمجھوں گا اور ہاں میرا یہ خط اپنے پاس مت رکھنا۔ یہ خط پڑھ کر خادم کو واپس کر دینا۔

جب میں نے مامون کا یہ خط پڑھا تو میری دنیا ہی تاریک ہو گئی اور میں نے اپنے آپ سے کہا :۔

اے کاش ! میں نے اسے خط نہ لکھا ہوتا۔

پھر مجھے معلوم ہوا کہ فضل بن سہل ذوالریاستین کو بھی ساعت کی نحوست کا پتہ چل گیا اور وہ اپنے عزم کو بدل دینے پر آمادہ ہوا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ذوالریاستین علم نجوم پر اچھی دسترس رکھتا تھا۔

جب ذوالریاستین اپنا عزم تبدیل کرنے پر آمادہ ہوا تو مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور میں نے سوچا کہ اس کی تمام تر ذمہ داری مامون مجھ پرڈال دے گا۔

چنانچہ میں اپنی جان بچانے کے لیئے ذوالریاستین کے پاس گیا اور اس سے کہا :۔

کیا آسمان میں مشتری سے زیادہ کوئی سعد ستارہ ہے ؟

اس نے کہا :۔

نہیں !

میں نے کہا :۔

یہ بتائیں جب مشتری حالت شرف میں ہو تو اس سے زیادہ سعید کوئی اور ستارہ ہو سکتا ہے ؟

ذوالریاستین نے کہا :۔

نہیں ! یہ سب سے زیادہ سعد ساعت ہے۔

میں نے کہا :۔

پھر آپ کسی تردد کے بغیر ولی عہدی کا اعلان کرا دیں کیونکہ اس وقت سعد ترین ساعات ہیں۔

چنانچہ ذوالریاستین میرے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گیا اور وہ اپنے عزم پر قائم رہا اور جب تک امام علیہ السلام کی ولی عہدی کا اعلان نہیں ہوا اس وقت تک میری جان سولی پر لٹکی رہی۔ اور میں یہی سمجھتا رہا کہ میں دنیا میں نہیں ہوں"۔

دورِ متوکل کی ناصبیت کی جھلک

۲۰۔ (حذف اسناد) احمد بن محمد فرات ابو العباس اور حسین بن علی باقطانی نے بیان کیا :۔

"مشہور کاتب زیدان المعروف زمن کا بھائی اسحاق بن ابراہیم اور ابراہیم بن عباس ایک دوسرے کے گہرے دوست تھے اور ابراہیم بن عباس نے امام علی رضا علیہ السلام کی مدح میں کچھ اشعار کہے تھے اور اس نے وہ اشعار اس وقت کہے تھے جب امام علیہ السلام خراسان سے روانہ ہو رہے تھے اور اس کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے اشعار اس کے دوست اسحاق بن ابراہیم کے پاس موجود تھے۔

امام علیہ السلام شہید ہو گئے اور پھر چند دنوں بعد اقتدار متوکل کے ہاتھ میں آیا (اور وہ بدترین دشمن اہل بیت تھا)۔ ابراہیم بن عباس متوکل کے دور میں سرکاری جاگیروں کا افسر اعلیٰ مقرر ہوا تو اس نے اپنے پرانے دوست اسحاق کو اس کے منصب سے معزول کر دیا اور سرکاری بقایا جات کی وصولی کے لیئے اس پر سختی کی۔

اسحاق نے اپنے ایک معتمد ساتھی کو بلا کر ابراہیم بن عباس کے پاس بھیجا اور اس نے اس کے ذریعے اسے یہ پیغام روانہ کیا۔

اتنی سختی اچھی نہیں ہے کیونکہ تمہارے وہ اشعار جو تم نے امام علی رضا علیہ السلام کی تعریف میں لکھے تھے ابھی تک میرے پاس محفوظ ہیں اور اگر تم اپنی روش

سے باز نہ آئے تو میں تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے وہ اشعار متوکل کو پیش کردوں گا۔

جب ابراہیم کو اسحاق کا یہ دھمکی آمیز پیغام پہنچا تو اس کے لیئے دنیا اندھیر ہو گئی اور اس نے تمام مطالبات ختم کر دیئے اور اس کے عوض اس نے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے اشعار اس سے حاصل کیئے۔ اور دونوں نے آئندہ کے لیے ایک دوسرے کے خلاف کوئی کاروائی نہ کرنے کی قسمیں کھائیں۔

صولی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن علی منجم نے مجھے بتایا کہ ان دونوں کے درمیان پیغام رسانی میں نے کی تھی اور میں نے اسحاق سے اشعار حاصل کر کے ابراہیم بن عباس کو پہنچائے تھے اور اس نے میری موجودگی میں اپنے اشعار نذر آتش کر دیئے تھے۔

صولی نے کہا کہ مجھے احمد بن ملحان نے بتایا کہ ابراہیم بن عباس کے دو بیٹے تھے ۔ ایک کا نام حسن اور دوسرے کا نام حسین تھا۔ اور حسن کی کنیت ابو محمد تھی اور حسین کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور جب متوکل برسر اقتدار آیا تو اس نے متوکل کے شر سے بچنے کے لیئے بیٹوں کے نام اور کنیت تبدیل کر دی اور اس نے حسن کا نام اسحاق رکھا اور اس کی کنیت ابو محمد رکھی اور حسین کا نام عباس رکھا اور اس کی کنیت ابوالفضل رکھی۔

صولی نے کہا کہ احمد بن اسماعیل بن خصیب نے بیان کیا کہ ابراہیم بن عباس اور موسیٰ بن عبدالملک نبیذ پینے کے ہرگز عادی نہیں تھے اور جب متوکل برسراقتدار آیا تو ان دونوں نے نبیذ پینی شروع کر دی اور متوکل کو اپنا ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہونے کا یقین دلانے کے لیئے اوباش اور مخنث افراد کو اپنے ہاں بلاتے اور روزانہ ان کے سامنے تین بار مے نوشی کرتے تھے تا کہ ان کی مے خواری کی داستانیں متوکل کے پاس تسلسل سے پہنچتی رہیں اور وہ اس ذریعے سے قرب سلطانی کے مزے لوٹتے رہیں۔

متوکل دور کی اس کے علاوہ بھی بیسیوں داستانیں ہیں لیکن یہاں ان

کے ذکر کا محل نہیں ہے"۔

امام اور نماز عید

۲۱۔(حذف اسناد) ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مکتب اور علی بن عبداللہ وراق رضی اللہ عنھم نے بیان کیا، انہوں نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے روایت کی۔انہوں نے کہا :۔

"جب یاسر خادم خراسان سے واپس آئے تو اس نے مجھے سارے حالات بتائے نیز ریان بن صلت، محمد بن عرفہ اور صالح بن سعید نے بھی آپ کے تمام واقعات بیان کیئے اور کہا کہ جب محمد امین کی حکومت ختم ہوگئی اور مامون کی حکومت اچھی طرح قائم ہو چکی تو اس نے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو خط لکھا کہ آپؑ خراسان تشریف لائیں۔امام علی رضا علیہ السلام نے بہت سے عذر اور نہ جانے کے اسباب پیش کیئے۔ مگر مامون آپؑ کو مسلسل خط لکھتا رہا اور خراسان آنے کی درخواست کرتا رہا۔

جب امام علی رضا علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ مجھے کسی طرح نہیں چھوڑے گا تو مجبوراً مدینہ سے رخصت ہوئے۔ اس وقت آپؑ کے صاحبزادے حضرت ابو جعفر تقی جواد علیہ السلام صرف سات سال کے تھے۔مامون نے لکھا تھا کہ کوفہ اور قم کے راستے سے نہیں بلکہ بصرہ ۔ اہواز اور فارس سے ہوتے ہوئے مرو آئیں۔

جب آپؑ مرو پہنچے تو مامون نے آپؑ کے سامنے حکومت اور خلافت کی پیش کش رکھی کہ اسے آپؑ سنبھال لیں۔امام علی رضا علیہ السلام نے اس سے انکار کیا اور اس سلسلے میں گفتگو کا رابطہ تقریباً دو ماہ تک جاری رہا ۔مگر حضرت امام علی رضا علیہ السلام اس سے برابر انکار ہی کرتے رہے۔

جب اس بارے میں کافی گفتگو کے بعد بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تو مامون نے کہا :۔

اچھا اگر آپؑ خلافت و حکومت قبول نہیں کرتے تو ہماری ولی عہدی اور جانشینی ہی قبول کر لیجیئے۔ آپؑ کو یہ تو قبول کرنا ہی پڑے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

اگر اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو میں چند شرائط کے ساتھ ولی عہدی قبول کر لوں گا۔

مامون نے کہا :۔

جو چاہے شرط رکھ لیجئے ۔

امام علی رضا علیہ السلام نے تحریراً یہ بتایا کہ ولی عہدی ان شرائط پر منظور ہے کہ میں امر و نہی کسی قسم کا حکم جاری نہیں کروں گا۔ نہ کسی مقدمے کا فیصلہ کروں گا۔ اور جو حکومت کے ضوابط و قوانین رائج ہیں وہ بدستور جاری رہیں گے۔ میں ان میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کرونگا تم مجھے ان باتوں سے معاف ہی رکھنا۔

مامون نے آپؑ کی تمام شرائط منظور کرلیں ۔ اس کے بعد اس نے تمام سرداروں ، قاضیوں ، ملازموں اور عباسیوں کو اس امر کی اطلاع دی۔ وہ لوگ یہ سن کر بہت مضطرب ہوئے مگر مامون نے اس کے لیئے زر کثیر صرف کیا اور سرداروں کو بہت کچھ عطیات دے دلا کر راضی کر لیا۔ صرف تین آدمی راضی نہ ہوئے اور انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ ایک جلودی ، دوسرا علی بن عمران اور تیسرا ابن یونس ۔ انہوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ ہم ولی عہدی کے لیئے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بیعت نہ کریں گے۔ مامون نے انہیں قید میں ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کی بیعت لی گئی۔

تمام شہروں کو اس کے لیئے پروانے جاری کیئے۔ آپؑ کے نام سے درہم و دینار جاری کیئے اور آپؑ کا نام منبروں اور خطبوں میں داخل کر دیا گیا۔ مامون نے ان کاموں کے لیئے کثیر رقم خرچ کی ۔

بیعت کے بعد جو عید آئی تو مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا اور درخواست کی کہ عید گاہ تشریف لے جائیں۔ اور عید کا خطبہ آپؑ ہی دیں تاکہ لوگوں کے دل مطمئن ہو جائیں اور لوگ آپؑ کے فضل و شرف سے واقف ہو جائیں اور اس مبارک سلطنت سے ان کے دل ٹھنڈے ہو جائیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہیں خود بھی معلوم ہے ہمارے اور تمہارے درمیان اس بارے میں کیا شرط طے پائی تھی۔

مامون نے جواب دیا کہ میرا مقصد امورِ حکومت میں دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس لیئے چاہتا ہوں کہ عوام، افواج اور ملازمین حکومت کے دلوں میں آپؑ کی جگہ اور قدر و منزلت پیدا ہو۔ وہ آپؑ کی ولی عہدی سے مطمئن ہوں اور اللہ نے جو فضل و شرف آپؑ کو بخشا ہے اس کا اقرار کریں۔

اس سلسلے میں مسلسل گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر جب مامون نے بے حد اصرار کیا تو امام علی رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:۔

اے امیرالمومنین! اول تو میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اس امر سے درگذر کریں لیکن اگر درگذر کی گنجائش نہیں ہے تو پھر میں اس طرح نماز عید کے لیئے برآمد ہوں گا جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام روانہ ہوا کرتے تھے۔

مامون نے کہا:۔

آپؑ کو اختیار ہے جیسے چاہیں تشریف لے جائیں۔

پھر مامون نے اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ وہ علی الصبح امام علی رضا علیہ السلام کے درِ دولت پر حاضر ہو جائیں۔

لہٰذا تمام سرداران فوج امام علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہو گئے اور شہر کے مرد و زن اور بچے راستوں اور چھتوں پر اشتیاق دید و زیارت میں بیٹھ گئے۔

ادھر جب آفتاب طلوع ہوا تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے غسل فرمایا سر پر سوتی سفید عمامہ باندھا جس کا ایک سرا سینے پر اور دوسرا سرا دونوں کاندھوں کے درمیان ڈال دیا اور آستینوں کو چن کیا۔ پھر اپنے تمام غلاموں سے کہا :۔

تم بھی ایسا ہی کرو جیسے میں نے کیا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنے ہاتھ میں عصا لیا۔ ہم سب آپؑ کے سامنے تھے۔ آپؑ بیت الشرف سے برآمد ہوئے تو اس شان سے کہ پا برہنہ تھے۔ شلوار یعنی (پائجامہ) کو نصف ساق تک چڑھائے ہوئے اور عبا کے دامن کو گردانے ہوئے۔ جب آپؑ چلے تو ہم آپؑ کے آگے آگے تھے۔

آپؑ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور چار تکبیریں کہیں تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے ساری فضا اور تمام در و دیوار آپؑ کی تکبیروں کے جواب میں تکبیریں بلند کر رہے ہیں۔ ادھر تمام سردارانِ فوج اسلحہ سجائے ہوئے اور عوام الناس لباس ہائے فاخرہ پہنے ہوئے درِ دولت کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ ہم نے بھی امام علیہ السلام کی تقلید میں ننگے پاؤں کیئے۔ اپنے اپنے دامن گردانے اور نصف ساق تک شلوار (پائجامے) چڑھا لیئے تھے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام باہر نکلے تو تھوڑی دیر درِ دولت پر توقف فرمایا اور ارشاد فرمایا :۔

اللہ اکبر ۔ اللہ اکبر ۔ اللہ اکبر۔ اس بناء پر کہ اس نے ہماری ہدایت فرمائی۔ **اللہ اکبر** اس بات پر کہ اس نے ہم کو بہائم اور چوپاؤں کی روزی عطا فرمائی اور اس کی حمد اس بات پر کہ اس نے ہمیں آزمایا۔

آپؑ کی آواز بلند تھی ۔ ہم نے بلند آواز سے تکبیریں کہیں۔ پھر تو سارا مرو گریہ کناں اور نالۂ شیون و شین سے ہلنے لگا۔ آپؑ نے تین مرتبہ **اللہ اکبر** کہا تو سرداران فوج اپنی اپنی سواریوں سے نیچے گر پڑے اور اپنے اپنے جوتوں کے

تسمے کاٹ کر جوتے اتار پھینکے اور جب لوگوں کی نظریں حضرت امام علی رضا علیہ السلام پر پڑی تو پورے مرو میں ایک ساتھ مزید گریہ طاری ہو گیا۔ کسی کے لیئے گریہ کو ضبط کرنا ممکن نہ تھا۔ اب امام علی رضا علیہ السلام آگے بڑھے تو ہر دس قدم پر کھڑے ہو کر چار تکبیریں کہتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ تمام ارض و سماوات اور در و دیوار آپؑ کی تکبیروں کا جواب دے رہے ہیں۔

اس کی اطلاع مامون کو ہوئی تو فضل بن سہل ذوالریاستین نے اس سے کہا:

اے امیر المومنین! اگر حضرت امام علی رضا علیہ السلام اسی شان و شوکت سے عید گاہ تک پہنچ گئے تو سمجھ لیجیئے کہ لوگوں میں انقلاب برپا ہو جائے گا۔ میری یہ رائے ہے کہ آپ ان سے کہلا بھیجیں کہ آپؑ واپس آ جائیں۔ عید گاہ جانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔

مامون نے فوراً آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا:

فرزند رسولؐ! بس آپؑ زحمت نہ فرمائیں۔ واپس آ جائیں۔

یہ سن کر آپؑ نے اپنی نعلین منگوائی اور اسے پہن کر واپس تشریف لائے"۔

ولی عہدی کا اصل سبب بقول مامون

۲۲۔(بحذف اسناد) علی بن ابراہیم نے ریان بن صلت سے روایت کی ہے۔

"ان کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بیعت ولی عہدی کے متعلق سرداران لشکر اور عام لوگوں میں اکثر چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور کہنے لگے۔

یہ کچھ نہیں ہے مگر یہ کہ فضل بن سہل ذوالریاستین کی کارستانی ہے۔ یہ بات جب مامون کو معلوم ہوئی تو اس نے شب کے وقت میرے پاس اپنا آدمی بھیجا اور مجھے بلایا۔

میں گیا تو اس نے کہا:

اے ریان! میں نے سنا ہے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام

کی ولی عہدی کی بیعت یہ سب فضل بن سہل کی کارستانی ہے۔

میں نے کہا:۔

یا امیرالمومنین ! ایسا ہی ہے۔

مامون نے کہا :۔

مگر اے ریان ! ان کی سمجھ پر افسوس ہے جو یہ کہتے ہیں ۔ یہ بتاؤ ایک وہ خلیفہ جس کی خلافت ہر طرح سے مستحکم ہو ، رعایا اس کے قابو میں ہو ، سرداران لشکر اس کے مطیع ہوں اور کوئی بھی یہ جسارت کرے اس سے کہے کہ تم اپنی خلافت سے دستبردار ہو جاؤ اور فلاں شخص کے حوالے کر دو۔ کیا عقل اس کو باور کر سکتی ہے ؟

میں نے کہا:۔

نہیں ! خدا کی قسم یا امیر المومنین ! کسی میں یہ جرأت اور جسارت کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے الفاظ زبان پر جاری کرے۔

مامون نے کہا :۔

خدا کی قسم ! یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ اصل سبب میں بتاتا ہوں سنو !

جب میرے بھائی محمد امین نے میرے نام حکم نامہ بھیجا کہ فوراً میرے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ میں نے انکار کر دیا۔ تو اس نے علی بن عیسیٰ بن ہامان کو سردارِ لشکر بنا کر اسے حکم دیا کہ وہ مجھے قید کر کے اور گلے میں طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر دربار میں حاضر کرے۔ جب اس کی اطلاع مجھے ملی تو میں نے ہرثمہ بن اعین کو سجستان اور کرمان کی طرف روانہ کیا مگر میرا معاملہ خراب ہو گیا۔ ہرثمہ کو شکست ہوئی اور صاحب سریر سے نکل کر صوبۂ خراسان پر ایک جانب سے اس نے قبضہ کر لیا۔ یہ ساری مصیبتیں مجھ پر ایک ہفتہ میں نازل ہوئیں۔

ان پے درپے مصائب کو برداشت کرنے کی مجھ میں تاب و طاقت نہ تھی اور میرے پاس اس قدر مال و دولت نہ تھی کہ مقابلے کا سامان مہیا کرتا۔

پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری فوج کے سپاہی اور سرداران لشکر سب مایوسی اور بزدلی کا شکار ہیں تو میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنے ملک سے نکل کر کابل میں پناہ لوں۔ مگر پھر خیال آیا کہ کابل کا بادشاہ کافر ہے اور اگر میرے بھائی امین نے اسے کچھ رقم دے دی تو وہ مجھے پکڑ کر اس کے حوالے کر دے گا۔

لہٰذا سب سے بہتر صورت میں نے یہ پائی کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے گناہوں سے توبہ کروں اور اپنے ان امور میں اس سے مدد چاہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں رکھے۔

یہ سوچ کر میں نے حکم دیا کہ اس گھر کو صاف کیا جائے (یہ کہہ کر مامون نے اس گھر کی طرف اشارہ کیا)۔ جب گھر صاف ہو گیا تو میں نے غسل کیا اور دو سفید کپڑے پہنے اور چار رکعت نماز پڑھی اور جتنا مجھے قرآن یاد تھا وہ پڑھا۔ اس کے بعد اللہ سے دعا کی اور اس سے پناہ چاہی اور صدق دل سے خدا سے یہ عہد کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان مشکلات سے نجات دلائی اور میری مدد کی اور میں نے ان مشکلات پر قابو پا لیا تو اس خلافت کو اس جگہ رکھ دوں گا جہاں اللہ نے اسے رکھا ہے۔

جب یہ عہد کر کے اٹھا تو میرے دل میں قوت آئی اور میں نے طاہر کو علی بن عیسیٰ بن ہامان کی طرف روانہ کیا اور اس کا جو حشر ہوا وہ تمہیں معلوم ہے۔

اور پھر ہرثمہ کو رافع بن اعین کی طرف بھیجا۔ اس نے بھی اس پر فتح پائی اور اسے قتل کر دیا۔ اور صاحب سریر کی طرف آدمی بھیجا۔ اس نے کچھ رقم دے کر صلح کر لی وہ واپس آ گیا۔ اب مسلسل میری حکومت میں طاقت آنے لگی۔

یہاں تک کہ محمد امین کا جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمام مشکلات سے نجات دلائی اور تمام امور میرے قابو میں آ گئے۔

جب اللہ تعالیٰ نے میری نذر و عہد کو پورا کیا تو میں نے بھی یہی چاہا

کہ اللہ تعالیٰ سے کیئے ہوئے عہد کو پورا کروں اور میری نظر میں حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے زیادہ خلافت و حکومت کا کوئی حقدار نہ تھا۔ میں نے یہ خلافت آنجناب کو پیش کی لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا اور جو کچھ قبول کیا اور جس طرح قبول کیا وہ تمہیں معلوم ہے۔ یہ تھا اصل سبب۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا :۔

اللہ تعالیٰ آپ کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

پھر مامون نے مجھ سے کہا :۔

کل جب فوج کے سالار و سردار آئیں تو تم ان کے درمیان جا کر بیٹھنا اور ان سے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل بیان کرنا۔

میں نے کہا :۔

امیرالمومنین ! حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں بہترین حدیثیں تو وہی ہیں جو میں نے آپ سے سنی ہیں ۔

مامون نے کہا :۔

سبحان اللہ ! میں کسی ایک کو بھی اس معاملے میں مدد کرنے والا نہیں پاتا۔ میں نے محکم ارادہ کر لیا ہے کہ اہل قم کو اپنے شعار کے سانچے میں ڈھال لوں۔

میں نے کہا :۔

امیرالمومنین ! کیا وہ احادیث جو میں نے آپ سے سنی ہیں ، آپ کے حوالہ سے بیان کروں ؟

مامون نے کہا :۔

ہاں ! تم نے فضائل کی جو احادیث مجھ سے سنی ہیں وہ میرے حوالے سے بیان کر دینا۔

الغرض جب دوسرا دن ہوا تو میں فوجی سرداروں کے ساتھ ایک گھر میں

بیٹھا اور کہا :۔

مجھ سے بیان کیا امیرالمومنین (مامون) نے، انہوں نے اپنے والد سے سنا اور انہوں نے اپنے آباء سے سنا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا :۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ ۔

" یعنی جس کا میں حاکم ہوں اس کے حاکم علی ہیں " ۔

مجھ سے بیان کیا امیرالمومنین (مامون) نے ، انہوں نے روایت کی اپنے والد سے اور انہوں نے روایت کی اپنے آباء سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا :۔

علی منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ ۔

" علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی "

پھر میں نے حدیث خیبر پیش اور اسی طرح دوسری احادیث پیش کیں تو عبداللہ بن مالک خزاعی نے کہا :۔

اللہ تعالیٰ علیؑ کا بھلا کرے اچھے آدمی تھے ۔

مامون نے اپنے ایک غلام کو بھی اس نشست میں بھیج دیا تھا جو ان سرداروں کی باتیں سن رہا تھا ۔

ریان کا بیان ہے :۔

پھر مامون نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا ۔

میں گیا تو اس نے مجھے دیکھا تو کہا :۔

ریان ! میں تم سے بہتر حدیث کا حفظ کرنے والا اور روایت کرنے والا نہیں پاتا اور جو کچھ اس یہودی عبداللہ بن مالک نے کہا ہے :۔

" اللہ تعالیٰ علیؑ کا بھلا کرے اچھے آدمی تھے " ۔

میں نے وہ بھی سن لیا ہے ۔ میں انشاء اللہ اس کو ضرور قتل کروں گا۔

ہشام بن ابراہیم راشدی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے عہدہ سنبھالنے سے پہلے آپؑ کے مخصوصین میں سے تھا اور یہ ایک صاحب علم اور ادیب لبیب تھا۔ اور امام علیہ السلام کے تمام امور اسی کے ذریعے سے انجام پاتے تھے بلکہ اطراف و اکناف سے جو مال آتے وہ بھی اسی کے پاس آیا کرتے تھے۔

اور جب آپؑ نے ولی عہدی کا منصب سنبھالا تو ہشام بن ابراہیم راشدی ذوالریاستین سے وابستہ ہو گیا اور ذوالریاستین نے اس کو اپنے مقربین میں شامل کر لیا اور وہ امام علیہ السلام کے حالات ذوالریاستین اور مامون سے بیان کرتا تھا اور ان دونوں سے فائدہ اٹھایا کرتا تھا اور اس طرح آپؑ کا کوئی بھی حال ان سے چھپا نہ رہتا تھا۔

مامون نے ہشام بن ابراہیم کو امام علی رضا علیہ السلام کا حاجب مقرر کر دیا تھا۔ وہ جسے چاہتا وہی امام علی رضا علیہ السلام سے ملاقات کر سکتا تھا اور اس نے آپؑ کے دائرۂ احباب و اصحاب کو بہت تنگ کیا اور اگر ان میں سے کوئی آپؑ سے ملاقات کرنا چاہتا تو بھی آپؑ سے مل نہ سکتا تھا۔ اور حد یہ تھی کہ آپؑ کے غلاموں میں سے بھی کوئی آپؑ سے ملنا چاہتا تو بھی اسے اجازت نہیں تھی۔

اور امام علیہ السلام کی ہر گفتگو وہ مامون تک پہنچاتا تھا۔ پھر مامون نے ہشام کو اپنے بیٹے عباس کا اتالیق بھی بنا دیا تھا۔ اسی لیئے اسے ہشام عباسی کہا جانے لگا۔

ذوالریاستین امام علی رضا علیہ السلام سے شدید عداوت اور حسد کرنے لگا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مامون اس پر امام علی رضا علیہ السلام کو فضیلت اور ترجیح دیتا تھا اور اظہار عداوت کا پہلا سبب یہ ہوا کہ مامون کی چچا زاد بہن جسے مامون سے محبت تھی اور مامون بھی اس سے محبت کرتا تھا۔ اور اس کے حجرے کا دروازہ مامون کی نشست گاہ میں کھلتا تھا۔

مامون کی چچا زاد بہن ذوالریاستین سے نفرت کرتی تھی اور اس کی برائیاں کرتی تھی۔

جب ذوالریاستین کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک دن مامون سے کہا:۔

امیرالمومنین ! یہ مناسب نہیں کہ عورتوں کے حجرے کا دروازہ آپ کی نشست گاہ میں کھلے۔

مامون نے اس کے کہنے پر دروازہ بند کرا دیا۔

عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ مامون ایک دن امام علی رضا علیہ السلام کے ہاں آیا کرتا اور دوسرے دن امام علیہ السلام مامون کے یہاں جایا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک دن امام علی رضا علیہ السلام مامون کے یہاں تشریف لائے تو آپؑ کی نظر اس بند شدہ دروازے پر پڑی تو آپؑ نے دریافت فرمایا :۔

امیرالمومنین ! آپ نے یہ دروازہ کیوں بند کرایا ہے ؟

مامون نے کہا :۔

یہ فضل کی رائے تھی۔ اس کو پسند نہ تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ فضل کو امیرالمومنین اور ان کے حرم کے درمیان دخیل ہونے کا کیا حق ہے ؟

مامون نے آپؑ سے آپؑ کی رائے دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا :۔

آپؑ یہ دروازہ کھلوا دیں اور اپنی چچا زاد بہن کی آمدورفت کا راستہ نہ روکیں اور فضل کی کوئی بھی نا مناسب بات نہ مانیں۔

مامون نے اس کو گرا دینے کا حکم دے دیا اور پھر اپنی چچا زاد بہن کے پاس گیا۔

جب فضل نے یہ خبر سنی تو اسے اس پر بہت رنج ہوا"۔

کتاب " الحباء والشرط " سے اقتباس

۲۳۔میں نے ایک کتاب میں "کتاب الحباء والشرط" کا ایک اقتباس پڑھا ہے جسے میں یہاں نقل کر رہا ہوں اور میری معلومات کا ذریعہ صرف مذکورہ کتاب ہی ہے ۔ کسی راوی نے مجھ سے یہ بیان نہیں کیا۔

"کتاب مذکور میں ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اس دور کے عمال کو ایک طویل مکتوب تحریر کیا تھا جس میں انہوں نے فضل بن سہل اوراس کے بھائی کی دل کھول کر تعریف و توصیف کی تھی۔ اور اس کی عبارت یہ ہے۔

اما بعد ! ہرطرح کی تعریف کا حق دار وہ اللہ ہے جو خلقت کی ابتدا کرنے والا ہے اور جس نے نئی نئی چیزوں کو ایجاد کیا ہے۔کیونکہ وہ قادر بھی ہے اور قاہر بھی۔ وہ اپنے بندوں کا خود ہی نگران ہے اور رزاق ہے۔اس کی مالکیت کے سامنے ہر شے سجدہ ریز ہے اور اس کی عزت و غلبہ کے سامنے ہر شے ذلیل و مغلوب ہے۔

اس کی قدرت کے آگے ہر شے متواضع و منکسر ہے اس کا علم ہر شے کا احاطہ کیئے ہوئے ہے ۔ وہ ہر شے کی مقدار و شمار کو جانتا ہے۔ بڑی سے بڑی چیز کا سنبھالنا اس کے لیئے گراں نہیں ہے اور چھوٹی سے چھوٹی چیزاس کی علمی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔دیکھنے والوں کی آنکھیں اس کی دید سے بے بصارت و درماندہ ہیں اور تعریف کرنے والوں کی تعریفیں اس کے اوصاف کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔

خلق و امر صرف اسی کے لیئے ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں اس کی شان بلند ہے۔ وہ عزت اور حکمت والا ہے ۔

لائق حمد ہے وہ اللہ جس نے اسلام جیسا پسندیدہ دین اپنے بندوں کے لیئے بنایا ۔پھر اس کوتمام باطل ادیان پر فضیلت، عظمت ، شرافت اور کرامت عطاکی اور اس دین کو قیم اور نگران بنایا کہ جس میں بے دین کی گنجائش ہی نہیں۔

یہ وہ صراط مستقیم ہے جواس پر گامزن ہوا وہ کبھی گمراہ نہ ہو گا اور جس

نے اسے چھوڑا وہ کبھی ہدایت نہ پائے گا۔

اس دین میں اللہ نے نور ، برہان ، شفا اور بیان سب کچھ ودیعت فرما دیا ہے۔زمانہ سابق اور گزشتہ امتوں میں وہ اسی دین کو اپنے منتخب رسولوں کے پاس منتخب فرشتوں کے ذریعے سے بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آکر اختتام پذیر ہوا اور آپؐ پر ختم نبوت و رسالت کی مہر ثبت فرما دی اور آپؐ کو بھی رسولانِ ما سبق کے نقش قدم پر چلایا اور اللہ نے آپؐ کو تمام عالمین کے لیئے رحمت اور آپؐ کی نبوت کی تصدیق کرنے والوں کے لیئے بشیر اور جھٹلانے والوں کے لیئے نذیر بنا کر اس لیئے بھیجا تاکہ اللہ کی حجت سب پر تمام ہو جائے۔کسی کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ (انفال۔۴۲)

”تاکہ ہلاک ہونے والا دلیل و برہان سے ہلاک ہو اور زندہ رہنے والا بھی دلیل و برہان سے زندہ رہے اور بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے“۔

پس لائق حمد ہے وہ خدا جس نے آپؐ کے اہل بیتؑ کو انبیاء کی میراث کا وارث بنایا۔ انہیں علم و حکمت سے نوازا۔ ان کو امامت و خلافت کا معدن قرار دیا۔ ان کی محبت کو واجب گردانا۔ان کے شرف و منزلت کو بڑھایا اور اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے اپنے اہل بیتؑ کی مودت و محبت کا سوال کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریمؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔(الشوریٰ ۔ ۲۳)

” آپؐ اپنی امت سے کہہ دیں کہ میں تم سے اس کا اجر اور کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے قرابت داروں سے مودت و محبت کرنا “۔

یعنی ان سے دشمنی کا سلوک نہ کرنا۔ نیز اہل بیتؑ کے اوصاف کے بارے

میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ ہر رجس سے دور ہیں اور وہ تمام برائیوں سے پاک ہیں ۔چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد قدرت ہے :۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۔ (الاحزاب۔۳۳)

" اے اہل بیتؑ ! بس اللہ کا تو یہی ارادہ ہے کہ وہ تم سے ہر رجس کو دور رکھے اور تمہیں ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے "۔

مامون نے دراصل عترت رسولؐ کے معاملے میں رسول مقبولؐ کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ان کے اہل بیتؑ سے عزیزوں جیسا برتاؤ کیا۔ باہمی الفتوں کو واپس لایا ۔ بکھرے ہوئے شیرازوں کو پھر سے مجتمع کیا۔ درمیان میں پڑی ہوئی خلیج کو ہموار کیا۔ تعلقات میں آئے ہوئے شگاف کو پر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے سے دلی کدورتیں دور کیں۔ آپس کی نفرتیں مٹائیں اور اس کی جگہ دلوں میں محبت و مودت ، آپس میں میل ملاپ اور ایک دوسرے کی مدد اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا۔ ان کی توجہ کی برکت ، حسن سلوک اور میل ملاپ کی بدولت سب ایک ہو گئے۔ سب ایک زبان اور ایک دل بن گئے۔ اس لیئے کہ انہوں نے صاحبان حق کا لحاظ کیا اور میراث کو اصل وارث کے حوالے کیا ۔

احسان کرنے والوں کے احسانات کا بدلہ چکایا اور جو لوگ بلا و مصیبت میں گرفتار تھے ان کی مصیبتیں دور کیں۔

اس کے ساتھ دوسرا کام یہ کیا کہ جو لوگ حکومت کی خدمت اور سعی و کوشش میں پیش پیش تھے ان کو اپنی نوازش اور شرف و منزلت بخشی کے لیئے مخصوص کیا۔ چنانچہ ذوالریاستین فضل بن سہل بھی ایسا ہی تھا۔

جب امیرالمومنین نے یہ دیکھا کہ فضل بن سہل نے ان کا بوجھ ہلکا کیا ، ان کے حق کے لیئے لڑا اور ان کی طرف داری میں بولا۔

یہ ان کے سرداروں کا سردار اور ان کی فوجوں کا سالار ہے اور ان کی جنگوں کا ناظم اعلیٰ ہے۔ اس نے ان کی رعایا کا بہت خیال رکھا اور بہت دیکھ بھال کی۔ لوگوں کو ان کی خلافت کی دعوت دی۔ اور جس نے امیرالمومنین (مامون) کی اطاعت کو قبول کیا اس پر نوازشیں کیں اور جس نے روگردانی اور سرتابی کی اس سے قطع تعلق کیا۔ وہ امیرالمومنین (مامون) کی نصرت و مدد میں یکتا اور منفرد ہے۔ وہ لوگوں کے دلوں اور نیتوں کا اچھا معالج ہے۔

مال کی کمی اور آدمیوں کی قلت نے کبھی اس کو عمل سے نہیں روکا اور وہ کبھی کسی کی تحریص و ترغیب میں نہیں آیا۔ اس نے کسی کے ڈرانے دھمکانے کی پرواہ نہیں کی۔ اور وہ اپنے ارادے پر مستحکم و قائم رہا۔ بلکہ جب ڈرانے والوں نے اس کو ڈرایا، گرجنے والے گرجے، چمکنے والے چمکے اور مجاہدوں سے دشمنوں اور مخالفوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو اس وقت اس کا عزم اور بھی محکم ہوا اور اس کا ارادہ مزید پختہ ہوا اور اس کی جرأت اور دلیری اور بڑھ گئی۔ اس نے بہتر سے بہتر انتظام اور اچھی سے اچھی تدبیر کی اور مامون کی طرف دعوت دینے اور اس کے حق کو ثابت کرنے میں اس نے اور زیادہ قوت صرف کی۔ یہاں تک کہ اس نے گمراہوں کے دانت توڑ دیئے، ان کی ساری تیزیاں ختم کر دیں اور ان کے ناخنِ تدبیر کاٹ ڈالے، ان کی ساری شان و شوکت خاک میں ملا دی اور انہیں اس طرح زیر کیا جس طرح ملحدوں، بد عہدی کرنے والوں، حکومت کی مخالفت کرنے والوں، اس کے حق کا استخفاف کرنے والوں اور اس کا رعب نہ ماننے والوں کو زیر کرتے ہیں۔

پھر ذوالریاستین کی خدمات مشرک اقوام و ممالک میں بھی کافی ہیں۔ اللہ نے اس کے ذریعے سے مسلم ممالک کی حدود میں اضافہ کیا جس کی خبریں تم لوگوں تک پہنچ چکی ہیں اور تمہارے منبروں سے اس کا اعلان ہو چکا ہے اور تم لوگوں سے سن کر یہ خبریں دنیا نے دوسرے لوگوں تک بھی پہنچائی ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ ذوالریاستین نے مامون کی نوازشوں پر اپنی شکر گزاریوں اور وفا داریوں کی حد کر دی۔ ان کے حق کے لیئے جنگ کی اور اپنے شریف النفس اور ستودہ صفات مدبر بھائی ابو محمد حسن بن سہل کی جان کی بازی لگا دی اور اس سلسلے میں وہ گزشتہ سرفروشوں اور فاتح افراد سے بھی آگے بڑھ گیا۔

امیرالمومنین (مامون) نے اس کی خدمات کے صلے میں مال، جائیداد اور جواہرات بہت کچھ عطا کیئے۔ اگرچہ یہ اس کی زندگی بھر کی خدمات میں ایک دن کی خدمت کا بھی صلہ نہیں بن سکتا اور نہ یہ اس کے مرتبے اور منزلت کے مطابق تھا۔ مگر اس نے اپنی بلند ہمتی، سیر چشمی، اپنے زہد و تقویٰ، ترک دنیا اور شوق آخرت میں ان سب کو حقیر جانا اور سب کچھ چھوڑ دیا۔

چنانچہ اس نے امیرالمومنین (مامون) سے درخواست کی اور وہ یہ درخواست مسلسل کرتا رہتا تھا کہ اب ہمیں چھوڑیے اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے دیجیئے۔ مگر اس کی یہ درخواست امیرالمومنین (مامون) اور ہم پر بہت گراں تھی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے سے دین کو عزت بخشی ہے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور مشرکین سے جہاد کی قوت وطاقت عطا کی ہے۔ اللہ نے اس کی صدق نیت اور پر برکت وزارت، اسکی درست تدبیر، حصول مقصد کے لیئے عزم محکم اور حق و ہدایت اور نیکی و تقویٰ میں تعاون سب کچھ آشکار کر دیا ہے۔

اور جب ہمیں اور امیرالمومنین (مامون) کو پورا یقین ہو گیا کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے اس کے پیش نظر دین ہے اور یہ سب قربانیاں وہ اپنے اصلاح نفس کے لیئے دے رہا ہے تو اس کی درخواست منظور کر لی گئی اور ہم نے اس کے لیئے ایک بخشش اور شرطنامہ تحریر کردیا ہے جس کی تفصیل سابقہ باب میں دے دی گئی ہے۔

اور اس پر اپنے خاندان میں سے جو لوگ اس وقت موجود تھے، ان کی اور سرداران فوج کی، اصحاب اور قاضیوں کی، فقہاء اور دیگر عوام و خواص کی

گواہیاں بھی ثبت کرا دی گئیں ہیں۔

امیرالمومنین(مامون)کی رائے ہے کہ اس تحریر کی نقول ہر طرف روانہ کر دی جائیں تا کہ وہاں کے لوگوں میں اس کا اعلان کر دیا جائے اور منبروں سے پڑھ کراسے سنا دیاجائے اور وہاں کے والی اور قاضی اس کو محفوظ کر لیں اور امیرالمومنین (مامون) نے مجھ سے کہا ہے کہ یہ تحریر میں لکھوں اور اس کے مفہوم کو بھی واضح کروں۔ یہ کتابچہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصے میں ان تمام خدمات کی تفصیل دی گئی ہے جن کی وجہ سے اس کے حق کی ادائیگی کو اللہ نے ہم سب مسلمانوں پر واجب کر دیاہے۔

دوسرے حصے میں اس امر کا بیان کیا ہے کہ جن کاموں میں اس نے ہاتھ ڈالا اور جن امور کا انتظام سنبھالا ، ان میں موانع اور رکاوٹوں کو دور کرنے میں اس کا کیا مقام ہے اور جن کاموں کو اس نے ناپسند کیا ان میں ہاتھ نہیں ڈالا جس کی اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ۔یہ وہ خدمات ہیں کہ امیرالمومنین(مامون) کی بیعت کرنے والوں میں سے ہر شخص اس کا اوراس کے بھائی کا احسان مند رہے گا۔

اس کے علاوہ جو لوگ ان دونوں کے خلاف ہوئے تھے اور جنہوں نے ہمارے اور تمہارے ماننے والوں کے خلاف فتنے کھڑے کیئے تھے اور ان کے متعلق ان دونوں کے فیصلوں پر اعتراضات کا دور کرنا جن فیصلوں کا مقصد یہ تھا کہ آئندہ کوئی ان دونوں کے خلاف اقدام کرنے کی جرأت نہ کر سکے ، ان کے حکم کو نہ ٹال سکے اور ہمارے اور ان دونوں کے درمیان دخل اندازی کی ہمت نہ کر سکے۔

تیسرے حصے میں ہمارے عطیات کا ذکر ہے۔ اگرچہ انہوں نے حصول ثواب آخرت کے لیئے گوشہ نشینی اور جامہ زہد پہننے کی خواہش ظاہر کی ہے مگر ہم پر بہرحال لازم ہے کہ اسے اور اس کے بھائی کو کچھ دیں اور اس کی قدردانی اور عزت افزائی کریں۔ اس لیئے ان دونوں نے خود کو ان تمام چیزوں سے بچایا جن

سے ہم اپنے نفس کو بچاتے ہیں اور وہ واقعتاً وہ شخص جو دینی اور دنیاوی امور میں محتاط ہوتا ہے وہ یہی سب کچھ کرتا ہے۔

اور یہ ہے کتاب حباء و شرط کی نقل ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ امیرالمومنین عبداللہ المامون اور ان کے ولی عہد علی بن موسیٰ الرضا (علیہ السلام) کی طرف سے ایک تحریر ہے جو ذوالریاستین فضل بن سہل کے لیئے سوموار ۷ ماہ رمضان ۲۰۱ھ کو لکھی گئی۔ آج ہی کا دن وہ ہے جس میں امیرالمومنین (مامون) کی حکومت کی تکمیل ہوئی اور ان کے ولی عہد کے لیئے بیعت لی گئی۔ عوام الناس نے سبز لباس پہنے اور اپنی ولی عہدی کے متعلق امیرالمومنین (مامون) کی خواہش پوری ہوئی۔ وہ اپنے دشمن پر فتح یاب ہوئے۔

ہم تمہیں کچھ صلہ دینا چاہتے ہیں تمہاری ان خدمات کا جو تم نے اللہ اور اس کے رسول ، امیرالمومنین (مامون)، ان کے ولی عہد اور بنی ہاشم کے حق کے لیئے انجام دی ہیں جن سے امید ہے کہ دین کی فلاح ہوگی۔ آپس کے مناقشات دور ہوں گے اور ان خدمات کی وجہ سے ہماری حکومت میں استحکام اور عام مسلمانوں کی نعمتوں میں پائیداری آئی۔

تم نے دین اور سنت کے قیام ، دعوت ثانیہ کے اظہار و ایثار نیز شرک کا قلع قمع کرنے ،بت شکنی اور باغیوں کو قتل کرنے میں امیرالمومنین (مامون) کی مدد کی۔ علاوہ ازیں دشمن کے خالی کیئے ہوئے شہروں میں اچھی خدمات انجام دیں ۔ یہ اس کا صلہ ہے۔

تم نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے مثلاً اصغر نامی شخص جس کی کنیت ابوسرایا اور نام مہدی بن جعفر کی سرکوبی کی ہے۔ ترک و خزلیجی، طبرستان اور اس کے مضافات بندار ہرمز بن شروین دیلم اور اس کے مضافات ، کابل اور اس

کے مضافات مہوزین ، اصفہد ، الن مبرم ، کوہ بدار ہندہ و غرشستان ، غور اور اس کے اقسام اور خراسان میں خاقان و ملون صاحب جبل تبت ، کیمان ، تغزغر میں آرمینیہ حجاز ، صاحب سریر ، صاحب خزر میں ، مغرب اور اس کے غزوات میں جو خدمات انجام دی ہیں جن کی تفصیل دیوان سیرت میں درج ہے ۔

اعترافِ خدمات کے صلے میں تم کو دس کروڑ درہم نقد اور دس لاکھ درہم کی قیمت کا غلہ دیتے ہیں اور یہ اس کے علاوہ ہے جو امیر المومنین(مامون)تم کو اس سے پہلے جاگیریں دے چکے ہیں اور یہ دس کروڑ درہم بھی تمہارے استحقاق کو دیکھتے ہوئے کم ہیں۔ اس لیئے کہ اتنی رقم تم کو محمد امین مخلوع بھی دے رہا تھا لیکن تم نے چھوڑ دی ۔تم نے اللہ اور اس کے دین کے لیئے قربانی دی۔ اس طرح تم نے امیرالمومنین(مامون)اور ان کے ولی عہد کو ممنون کیا۔ یہ سب تمہاری طرف سے مسلمانوں کے لیئے ایثار تھا جو انہیں بخش دیا۔

تم نے درخواست کی ہے کہ تمہیں تخلیئے اور زہد کی اس منزل پر پہنچنے دیا جائے جس کی تمہیں ہمیشہ سے خواہش رہی ہے تا کہ تمہارے ترک دنیا پر لوگوں کا شک دور ہو جائے اور وہ سمجھ لیں کہ یہ جو کچھ تم نے کیا ہے وہ آخرت کے لیئے کیا ہے دنیا کے لیئے نہیں کیا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ نہ تم جیسے شخص سے بے نیاز ہوا جا سکتا ہے اور نہ درخواست کو رد کیا جا سکتا ہے۔ اگر تم نے اپنی درخواست میں کچھ مال و دولت کا مطالبہ کیا ہوتا تو اسے بھی مسترد نہ کیا جاتا۔ چہ جائیکہ تم نے تو ایسے امر کی درخواست کی ہے جس میں کچھ صرف نہیں۔ اور تم چاہتے ہو کہ ان لوگوں پر اپنی حجت تمام کرو جو یہ سمجھتے ہیں کہ تم نے ہماری امارت و خلافت کی طرف جو دعوت دی ہے وہ صرف دنیا کے لیئے دی ہے۔ آخرت کے لیئے نہیں ۔

بہر حال ہم نے تمہاری اس درخواست کو قبول کیا اور ہم تمہارے لیئے

اللہ تعالیٰ سے یہ تاکیدی عہد و میثاق کرتے ہیں کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو گا۔ حکومت و امارت اس وقت بھی تمہارے ہی سپرد ہے۔ خوش دلی سے جو کام کرنا چاہو کرو اور جو نہ کرنا چاہو نہ کرو خواہ وہ کوئی سا بھی کام ہو۔ بہر حال ہم صرف ان کاموں سے تمہیں روکیں گے جن سے ہم خود کو بچاتے ہیں۔ ہم نے اس تخلیئے کی درخواست اس لیئے قبول کی ہے کہ تمہیں جسمانی طور پر آرام ملے۔ اس لیئے کہ تمہیں جسمانی راحت و آرام کی ضرورت ہے۔

اس تحریر میں جو تفصیل دی گئی ہے وہ سب تم کو دیتے ہیں اور جس کو آج تم چھوڑ رہے ہو۔ نیز تمہارے بھائی حسن بن سہل کو بھی اتنی ہی رقم دیتے ہیں جتنی تم کو دی ہے۔ اس کے علاوہ جو عطیات تم کو دیئے ہیں اس کا نصف اس کو بھی دیتے ہیں۔ اس لیئے کہ اس نے بھی باغیوں سے جہاد کیا اور دو مرتبہ فتح عراق اور شیاطین کے جتھے کو پراگندہ کرنے میں جان کی بازی لگا دی تھی جس سے دین میں قوت آئی اور جنگ کے شعلے بجھ گئے۔ ان کا، ان کے گھر والوں کا اور تمام حق کا ساتھ دینے والوں کا بہت بہت شکریہ۔

اس تحریر میں جو کچھ بھی مرقوم ہے۔ ہم اس پر اللہ کو، اس کے ملائکہ کو، اس کی مخلوقات میں سے منتخب ہستیوں کو اور ہر اس شخص کو جس نے آج بیعت کی ہے یا اس کے بعد کرے گا شاہد بناتے ہیں۔ اللہ کو اپنا کفیل قرار دیتے ہیں۔ ہم سب نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے کہ ہم ان تمام شرائط کو بلا استثنا اور بے کم وکاست، درپردہ اور ظاہر میں بھی پورا کریں گے۔ مومنین سے ان کی شرائط اور کیئے ہوئے عہد کے لیئے باز پرس ہو گی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص تمام لوگوں سے وفا کا طالب ہے اس کو بھی سب سے زیادہ وفا کرنی چاہیئے۔

جبکہ وہ صاحب قدرت و استطاعت بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ

بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۔ (النحل۔۹۱)

" اور اللہ کا جب تم عہد کر چکو تو اسے پورا کرو اور قسموں کو ان کے پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو کیونکہ تم اپنے اوپر اللہ کو ضامن قرار دے چکے ہو۔ بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے "۔

حسن بن سہل نے مامون کی طرف سے یہ تحریر کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو کچھ اس تحریر میں مرقوم ہے ان سب کو پورا کرنا امیرالمومنین (مامون) نے اپنے اوپر واجب و لازم کر لیا ہے۔ اس پر اللہ کو داعی اور کفیل اور ضامن بنایا ہے اور اس پر اپنے ہاتھ سے نقش و شرط کی تاکید و تشریف کے لیئے ماہ صفر ۲۰۲ھ میں دستخط کیئے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی تحریر و توثیق بخط خود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس تحریر میں جو شرائط مرقوم ہیں ان سب کو پورا کرنا علی بن موسیٰ رضا (علیہ السلام) نے اپنے اوپر لازم و واجب تاکیدی قرار دیا۔ آج کے لیئے بھی اور کل کے لیئے بھی جب تک وہ زندہ ہیں۔ اور اس پر اللہ کو داعی اور ضامن و کفیل بنایا اور اللہ شہادت کے لیئے بہت کافی ہے۔ اور یہ تحریر اپنے ہاتھ سے اسی مہینے اور اسی سن میں لکھی اور ہر طرح کی حمد اللہ کے لیئے ہے جو تمام عالمین کا پروردگار ہے اور درود ہو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر۔ ہمارے لیئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے اس تحریر کی تصدیق و توثیق کی"۔

فضل بن سہل کا انجام

۲۴۔ ہم سے حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیھم السلام نے ۳۳۹ھ میں قم میں بیان کیا۔

اس نے کہا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ۳۰۷ھ میں انہیں تحریر کیا کہ مجھے یاسر خادم نے بتایا:۔

"امام علی رضا علیہ السلام کا دستور تھا جب ان کے پاس باہر کا کوئی شخص نہ ہوتا تو آپؑ اپنے تمام متعلقین کو اپنے پاس جمع کرتے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ ان سب سے محبت و انس کی باتیں کرتے اور جب آپؑ دستر خوان پر بیٹھتے تو چھوٹے بڑے سب ہی موجود ہوتے۔ یہاں تک کہ سائیس (گھوڑے کی دیکھ بھال کرنے والے) اور فصد کھولنے والے بھی آپؑ کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

یاسر کا بیان ہے :۔

ایک دن ہم آپؑ کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگاہ اس دروازے کا قفل کھلا جو مامون اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے بیت الشرف کے درمیان تھا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

اب تم لوگ جاؤ۔ ہم اٹھ کر چلے گئے۔ تو مامون آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک طویل خط تھا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے چاہا کہ اس کی تعظیم کے لیئے اٹھیں کہ مامون نے رسول اللہؐ کے حق کی قسم دیدی کہ آپؑ اپنی جگہ سے نہ اٹھیں۔ وہ خود آپؑ کے سامنے ایک مسند پر بیٹھ گیا اور وہ خط پڑھ کر سنانے لگا۔ اس میں کابل کے بعض دیہاتوں کی فتح تحریر تھی کہ ہم نے فلاں فلاں دیہات فتح کر لیئے۔

جب وہ سارا خط پڑھ کر فارغ ہوا تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

اے امیر المومنین! کیا آپ کو مشرکوں کے ایک قریے کی فتح نے خوش کر دیا ہے؟

مامون نے کہا:۔

کیا یہ خوشی کی بات نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

اے امیر المومنین ! امت محمدیؐ کے سلسلے میں آپ اللہ سے ڈریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امت کی خبر گیری سے ہٹا کر ملک گیری کی خدمت کے لیئے معین نہیں کر دیا۔ آپ نے مسلمانوں کے امور کی ، ذمہ داریوں کو تو پورا کیا نہیں۔ اس کو دوسروں کے حوالے کر دیا۔ جو ان لوگوں پر حکم خدا کے خلاف اپنا حکم چلاتے ہیں اور آپ ہیں کہ اس ملک میں بیٹھے ہیں ۔ آپ نے اس شہر مدینہ کو چھوڑ دیا جو دارالہجرت تھا۔ وہاں نزول وحی ہوتا تھا۔ آپ کی عدم موجودگی میں وہاں مہاجرین و انصار پر ظلم ہو رہا ہے۔ وہاں کے مومنین کے پاس کچھ نہیں ہے۔ بلکہ بعض لوگوں پر ایسا وقت آ جاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ آ جاتے ہیں ۔وہ دانے دانے کو محتاج ہو جاتے ہیں۔وہاں کون ہے جس سے وہ اپنا دکھ درد بیان کریں۔ وہ لوگ یہاں آپ تک نہیں پہنچ پاتے۔

لہٰذا اے امیر المومنین ! امور مسلمین کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور شہر نبیؐ اور مہاجرین و انصار کی آبادی میں واپس چلیں۔

اے امیر المومنین ! کیا آپ کو نہیں معلوم کہ مسلمانوں کے والی اور خلیفہ کی حیثیت اس عمود اور چوب کی ہے جو خیمے کے درمیان میں استادہ ہوتی ہے جو چاہے اس تک پہنچ جائے۔

مامون نے کہا:۔

پھر آپ کی کیا رائے ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

میری رائے یہ ہے کہ اس ملک سے نکلیں اور اپنے آباؤ اجداد کے وطن میں واپس چلیں۔ وہاں مسلمانوں کی دیکھ بھال کریں۔ وہاں کے لوگوں کو کسی غیر کے سپرد نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ ہی سے باز پرس کرے گا اس لیئے کہ آپ والی ہیں۔

یہ سن کر مامون اٹھا اور بولا :۔

ہاں ! آپؑ کی رائے بالکل درست ہے اور یہ کہہ کر نکلا اور حکم دیا کہ کوچ کا سامان کرو۔

جب یہ خبر ذوالریاستین کو پہنچی تو اسے شدید غم ہوا۔ وہ حکومت پر چھایا ہوا تھا۔ اس کے سامنے مامون کی رائے بھی اہمیت نہ رکھتی تھی۔ مگر اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ اپنے غم کا اظہار کر سکے۔

اس کے بعد جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مزید زور دیا تو ذوالریاستین مامون کے پاس آیا اور کہا :۔

یا امیرالمومنین ! آپ نے جو حکم دیا ہے یہ کس کی رائے سے دیا ہے ؟

مامون نے کہا :۔

یہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی رائے ہے اور یہی درست ہے۔

اس نے کہا :۔

یا امیرالمومنین ! یہ رائے درست نہیں ہے۔ ابھی کل کی تو بات ہے کہ آپ نے اپنے بھائی کو قتل کیا اور اس سے خلافت چھینی ہے۔ آپ کے باپ کی اولادیں تمہاری دشمن ہیں ۔ بلکہ عراق ، عرب اور آپ کا سارا خاندان آپ کا دشمن ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات آپ نے یہ کر دی کہ ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنا دیا اور اپنے خاندان سے خلافت نکال کر دوسرے کو دے دی۔ اس بناء پر سارے عوام ، علماء ، فقہاء اور آل عباس آپ سے ناراض ہیں۔ ان کے دل آپ سے نفرت کرتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ابھی کچھ دن اور خراسان

میں قیام کریں تاکہ لوگوں کے دلوں سے یہ بات نکل جائے اور لوگ آپ کے بھائی محمد امین کے واقعے کو بھول جائیں۔

اے امیرالمومنین ! یہاں چند اور بھی بزرگ ہیں جنھوں نے آپ کے والد ہارون الرشید کی خدمت کی ہے۔ وہ معاملہ فہم افراد ہیں ۔ ان سے بھی مشورہ کر لیجیئے۔ اگر ان کا بھی یہی مشورہ ہو تو بسم اللہ۔

مامون نے پوچھا :۔

مثلاً وہ کون لوگ ہیں ؟

اس نے کہا :۔

علی بن عمران ،ابن مونس اور جلودی ۔(یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی ولی عہدی سے انکار کیا تھا۔ اس پر راضی نہ ہوئے تھے۔ اسی بات پر مامون نے انہیں قید میں ڈال دیا تھا۔)

مامون نے کہا :۔

اچھا ٹھیک ہے ۔

دوسرے دن حضرت امام علی رضا علیہ السلام پھر مامون کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا :۔

یا امیرالمومنین ! آپ نے کیا فیصلہ کیا۔ تو مامون نے وہ سب کچھ بیان کر دیا جو کچھ ذوالریاستین نے مشورہ دیا تھا ۔

پھر مامون نے حکم دیا :۔

وہ لوگ سامنے حاضر کیئے جائیں ۔

وہ قید خانے سے نکالے گئے اور پہلا شخص جو مامون کے سامنے لایا گیا وہ علی بن عمران تھا۔

اس نے مامون کے پہلو میں جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو بیٹھے

ہوئے دیکھا تو بولا :۔

خدا کی پناہ یا امیرالمومنین ! وہ حکومت جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیئے مخصوص کر دی تھی ۔آپ نے اسے اپنے خاندان سے نکال کر اپنے دشمنوں کے ہاتھ میں دے دی ۔اور دی بھی انہی کو جن کے آباء و اجداد کو آپ کے آباء و اجداد نے قتل کیا تھا۔ اور انہیں شہر بدر کیا تھا۔

مامون نے کہا :۔

اے زانیہ کی اولاد ! ابھی تو بچ گیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے۔

پس اس کی گردن مار دی گئی۔

اب ابن مونس کو لایا گیااور جب اس نے مامون کے پہلو میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو بیٹھے ہوئےدیکھا تو بولا :۔

یا امیر المومنین ! یہ آپ کے پہلو میں جو بیٹھے ہیں ۔ خدا کی قسم بت ہیں بت۔ خدا کو چھوڑ کر ان کی پوجا کی جاتی ہے ۔

مامون نے کہا :۔

اے ولد الحرام ! تو بھی بچ گیا تھا ۔

اس نے جلاد کو حکم دیا :۔

اس کی گردن بھی مار دو ۔

چنانچہ اس کی گردان بھی مار دی گئی۔

اس کے بعد جلودی سامنے لایا گیا۔

(واضح ہو کہ جلودی وہ ہے جو ہارون رشید کے دور حکومت میں تھا۔ جب محمد بن جعفر بن محمد نے مدینے سے خروج کیا تو ہارون الرشید نے اس کو مدینے بھیجا اور حکم دیا کہ ان کو پکڑو تو گردن مار دینا۔ نیز اولاد ابی طالب کے

سارے گھروں کو مسمار کردینا ۔ اور ان کی عورتوں کے جسموں پر صرف ایک کپڑے کے سوا اور کچھ نہ چھوڑنا ۔ جلودی نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ وہ تمام گھروں کو لوٹتا ہوا حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے دروازے پر پہنچا اور آپؑ کے گھر پر اپنے فوجیوں کے ساتھ ہجوم کیا۔

جب حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے یہ دیکھا تو ساری عورتوں کو ایک مکان میں جمع کر لیا اور خود دروازے پر کھڑے ہو گئے۔

جلودی نے کہا :۔

امیرالمومنین (ہارون الرشید) کے حکم کے مطابق لازم ہے کہ میں گھر کے اندر داخل ہو جاؤں اور عورتوں کے جسموں سے کپڑے تک اتار لوں۔

حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا :۔

میں خود عورتوں کے جسموں سے کپڑے اتار کر تجھے دے دیتا ہوں اور میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ ایک چیز بھی بغیر اتارے نہ رہوں گا۔ آپ مسلسل اس سے درخواست کرتے رہے اوراپنا یہ حلف دھراتے رہے کہ وہ خاموش ہو گیا۔

حضرت ابوالحسن علیہ السلام گھر کے اندر تشریف لے گئے اور عورتوں کے کانوں کے بندے اور خلخال وغیرہ سب اتروا کر اسے دے دیں اور گھر میں جو چیز بھی تھی خواہ بڑی تھی یا چھوٹی سب اس کے حوالے کردی۔)

لیکن آج جب جلودی مامون کے سامنے حاضر ہوا تو امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

یا امیرالمومنین ! اس شیخ کو مجھے بخش دیجیے۔

مامون نے کہا :۔

یہ وہی شخص تو ہے جس نے دختران رسولؐ کے جسموں سے کپڑے اور زیورات تک اتار لیئے تھے۔

جلودی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ آپؑ مامون سے مصروفِ گفتگو ہیں ۔ مگر وہ اس کے لیئے عفو کی درخواست کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اس شیخ کو مجھے بخش دیں۔

مگر وہ یہ سمجھا کہ امام علی رضا علیہ السلام مامون کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہیں ۔ اس لیئے کہ مدینے میں آپؑ کے ساتھ ظالمانہ سلوک کر چکا تھا۔

جلودی نے پکار کر کہا :۔

یا امیرالمومنین ! آپ کو اللہ کا واسطہ۔ میں نے جو آپ کے باپ ہارون الرشید کی خدمت کی ہے اس کا واسطہ۔ میرے معاملے میں آپ ان کا کوئی مشورہ قبول نہ کریں۔

مامون نے کہا:۔

یا ابوالحسنؑ ! اب میں معافی چاہتا ہوں میں آپؑ کی بات نہیں مان سکتا ۔ اس نے مجھ کو آپ کی بات نہ ماننے کی قسم دے دی ہے۔

پھر مامون نے جلودی سے پکار کر کہا :۔

خدا کی قسم ! میں تمہارے معاملے میں ان کی بات نہیں مانوں گا اور حکم دیا کہ اسے بھی اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دو۔

اس کو بھی لیجایا گیا اور گردن مار دی گئی۔

ادھر مامون ڈیرے خیموں کو آگے بڑھانے کا حکم دے چکا تھا۔ ذوالریاستین تو مامون کو مشورہ دے کر اپنے باپ سہل کے پاس چلا گیا۔ مگر جب مامون نے ان تینوں کو قتل کرا دیا تو وہ سمجھ گیا کہ مامون نے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے مامون سے فرمایا :۔

یا امیرالمومنین ! آپ نے ڈیرے خیموں کو آگے بڑھانے کے لیئے کیا کیا ؟

مامون نے کہا :۔

یا سیدی ! آپؑ خود ذرا زحمت فرمائیں ۔

پس امام علی رضا علیہ السلام نے لوگوں کو پکار کر فرمایا :۔

ڈیرے خیمے آگے بڑھائے جائیں ۔

یہ سنتے ہی فوراً لوگوں نے ڈیرے خیمے آگے بڑھانے شروع کر دیئے مگر ذوالریاستین اپنے گھر ہی میں بیٹھا رہا۔

مامون نے آدمی بھیج کر اسے بلایا اور اس سے پوچھا :۔

تم گھر میں کیوں بیٹھے ہو۔کیا چلنا نہیں ہے ؟؟

اس نے کہا:۔

یا امیرالمومنین ! میں آپ کے خاندان اور عام مسلمانوں کی نظر میں سب سے بڑا مجرم ہوں ۔لوگ مجھے آپ کے بھائی محمد امین کے قتل اور امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی پر برا بھلا کہتے ہیں ۔ مجھے خطرہ ہے کہ چغل خور ، حاسد اور مخالف آپ سے میرے متعلق لگائی بجھائی کریں گے۔ لہٰذا مجھے یہیں خراسان میں چھوڑ دیجئے۔ میں یہیں آپ کی نیابت کروں گا۔

مامون نے کہا :۔

نہیں ! ہمیں تو تمہاری ضرورت ہے اور تمہارا یہ خیال کہ لوگ ہم سے تمہارے متعلق چغلیاں کریں گے تو اس کا مجھ پر کیا اثر ہوگا۔ اس لیئے کہ تم ہمارے نزدیک باوثوق، ناصح اور مشفق ہو اور اگر پھر بھی تمہیں خطرہ ہو تو خود اپنے قلم سے امان نامہ اور ضمانت نامہ لکھ لو جس عبارت میں بھی تم چاہو تا کہ تمہیں اطمینان ہو جائے۔

فضل بن سہل گیا۔ اپنے ہاتھ سے ایک امان نامہ لکھا ۔ علماء کو جمع کیا اور مامون کے پاس آیا اور اسے پڑھ کر سنایا ۔

مامون نے اس امان نامے کی ہر بات قبول کر لی اور اپنے قلم سے ایک ہبہ

نامہ لکھا کہ میں نے فلاں فلاں اختیار ،جاگیر اور نقدی فضل کو دی۔

فضل نے کہا:۔

یا امیرالمومنین ! اس امان نامے پر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے بھی دستخط ضروری ہیں۔ اس لیئے کہ وہ آپ کے ولی عہد ہیں۔

مامون نے کہا :۔

تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے اپنی ولی عہدی کے لیئے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ یہ سب کچھ نہ کریں گے۔لہٰذا میں ان سے دستخط کے لیئے نہ کہوں گا۔تم خود ہی ان سے بات کرو ۔ وہ تمہاری بات نہیں ٹالیں گے ۔

فضل بن سہل وہ امان نامہ لے کر امام علی رضا علیہ السلام کے پاس گیا۔

یاسر کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

تم سب ہٹ جاؤ۔

ہم سب ہٹ گیئے ۔آپؑ نے فضل کو اندر بلایا۔ وہ کچھ دیر آپؑ کے سامنے کھڑا رہا۔

امام علیہ السلام نے نظر اٹھائی اور اسے دیکھ کر فرمایا :۔

فضل ! کیا کام ہے ؟

اس نے کہا:۔

میرے آقا ! یہ امان نامہ میرے لیئے امیرالمومنین(مامون)نے تحریر کر دیا ہے۔ آپؑ ان کے ولی عہد ہیں ۔ اس لیئے جو مراعات مجھے امیرالمومنین (مامون)نے دی ہیں آپؑ بھی منظور فرما کر دستخط فرما دیں ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

اچھا پڑھو ۔

امان نامہ کی تحریر بہت طویل تھی ۔ اس لیئےاس نے کھڑے ہو کر آخر تک

پڑھ کر سنا دی۔

آپؑ نے فرمایا :۔

فضل ! ان سب کی پابندی ہم پر اس وقت تک لازم ہے جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو ۔

یاسر کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے فقط ایک ہی فقرے پر اس کا تمام معاملہ ختم کر دیا۔ وہ امام علیہ السلام کی خدمت سے نکلا۔

اب مامون نے کوچ کیا ۔ان کے ساتھ ہم نے بھی امام علیہ السلام کے ہمراہ کوچ کیا۔

جب کئی دن کے سفر کے بعد ہم نے ایک منزل پر قیام کیا تو ذوالریاستین اپنے بھائی حسن بن سہل کا ایک خط لے کر آیا جس میں درج تھا۔

میں نے ازروئے علم نجوم اس سال کی تحویل پر نظر ڈالی ہے۔ اس میں سے یہ معلوم ہوا کہ فلاں مہینے میں بدھ کے دن تم کو لوہے اور آگ سے گزند پہنچے گا۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم اور امیرالمومنین (مامون) اور امام علی رضا علیہ السلام اس دن حمام جا کر فصد کھلواؤ اور پھر تو اپنے جسم پر خون مل لو تاکہ نحوست ختم ہو جائے۔

فضل نے مامون کے پاس آدمی بھیجا اور اس کے متعلق اسے تحریری اطلاع دی اور درخواست کی کہ آپ بھی میرے ساتھ حمام چلیں اور امام علی رضا علیہ السلام کو بھی اپنے ساتھ چلنے کے لیئے کہیں۔

مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کو رقعہ لکھا اور ساتھ چلنے کی درخواست کی۔

امام علی رضا علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا کہ میں کل حمام نہیں جاؤں گا اور آپ کے لیئے بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ کل آپ بھی حمام نہ جائیں ۔ بلکہ میری رائے فضل کے متعلق بھی یہی ہے کہ وہ بھی حمام نہ جائے۔

اس سلسلے میں طرفین سے دو دفعہ رقعے آئے۔ بالآخر امام علی رضا علیہ السلام نے رقعہ کے جواب میں لکھا :۔

میں کل حمام نہیں جاؤں گا کیونکہ کل میں نے خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔اورآپؐ نے مجھے فرمایا:۔

علیؑ ! کل حمام نہ جانا ۔

میری رائے یہ ہے کہ آپ اور فضل دونوں ہی کل حمام نہ جائیں۔

مامون نے رقعہ کا جواب لکھا :۔

میرے آقا ! آپؑ نے سچ فرمایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سچ فرمایا ۔ میں کل حمام نہیں جاؤں گا البتہ فضل اپنے معاملے میں آزاد ہے۔

یاسر کا بیان ہے کہ جب شام ہوئی اور سورج ڈوب گیا تو امام علیہ السلام نے ہم سے فرمایا کہ آج رات تم یہ دعا پڑھتے رہو۔

نعوذ باللہ من شر ما ینزل فی ھذہ الیلۃ۔

" ہم اس شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جو آج رات نازل ہونے والا ہے"۔

ہم سب یہ دعا پڑھتے رہے۔ امام علیہ السلام نے نماز فجر ادا کی اور ہم سے فرمایاکہ تم اب بھی یہ دعا ان الفاظ کے ساتھ پڑھتے رہو۔

نعوذ باللہ من شر ما ینزل فی ھذا الیوم۔

" ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں اس شر سے جو کہ آج دن میں نازل ہونے والا ہے "۔

پھر جب آفتاب طلوع ہونے کے قریب آیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

ذرا مکان کی چھت پر جا کر سنو کچھ شور و غل سننے میں آ رہا ہے ؟

جب میں چھت پر گیا تو سنا کہ ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں ۔ اتنے میں مامون اس دروازے سے داخل ہوا جو امام علیہ السلام اور اس

کے گھروں کے درمیان تھا اور وہ یہ کہتا ہوا آیا۔

یا سیدی یا ابوالحسن ! فضل کی موت پر صبر کیجیئے۔ اللہ آپؑ کو اس صبر کا اجر دے گا۔ وہ حمام میں گیا تھا کچھ لوگ تلواریں لیئے ہوئے وہاں پہنچ گئے اور اسے قتل کر دیا۔ جو لوگ وہاں گئے تھے وہ تعداد میں تین تھے اور اس وقت وہ سب گرفتار ہو چکے ہیں اور ان میں ایک اس کا خالہ زاد بھائی ذوالقلمین بھی شامل ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر سرداران فوج اور تمام فوجی اور ذوالریاستین کے آدمی مامون کے دروازے پر مظاہرہ کرنے اور مطالبہ کرنے لگے کہ تم نے دھوکے سے حمام میں بھیج کر فضل کو قتل کرایا ہے اور ہم اسکے خون کا عوض لیں گے۔

مامون نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا :۔

یا سیدی ! آپؑ زحمت فرمائیں اور اس مجمع کو منتشر کریں۔

یاسر کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مجھے بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ جب ہم دروازے سے نکلے تو امام علیہ السلام نے اس مجمع پر نظر ڈالی۔ وہ لوگ آگ لیئے ہوئے تیار تھے کہ مامون کے دروازے کو آگ لگائیں گے۔ امام علیہ السلام نے مجمع سے فرمایا کہ منتشر ہو جاؤ۔

یہ حکم پاتے ہی سب منتشر ہو گئے۔

یاسر کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ! لوگ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے تھے اور آپؑ نے جس کو چلے جانے کا حکم دیا وہ فوراً ہی سواری کو ایڑ لگا کر چلا گیا کوئی بھی وہاں نہ ٹھہرا"۔

آپ حکومت کریں اور میں دعا کروں

۲۵۔ (محذف اسناد) ابوالحسین محمد بن ابی عبادہ سے روایت ہے :۔

"جب فضل بن سہل کا کام تمام ہوا اور وہ قتل ہو گیا تو مامون روتا ہوا امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا :۔

ابوالحسنؑ ! اب اس وقت ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔ آپؑ حکومت کا انتظام سنبھالیں اور میری مدد فرمائیں ۔

آپؑ نے فرمایا :۔

امیرالمومنین ! سلطنت کا انتظام تو آپ ہی کریں اور میری دعا آپ کے ساتھ ہے ۔

جب مامون چلا گیا تو میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کی :۔

امیرالمومنین(مامون) نے آپؑ کو انتظام سنبھالنے کے لیئے کہا تو آپؑ نے انکار کیوں فرمایا ۔ آخر آپؑ کو اس میں پس و پیش کیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

وائے ہو تم پر ! میرا اس حکومت سے کوئی واسطہ نہیں ہے ۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپؑ نے مجھے مغموم دیکھا تو فرمایا :۔

اس میں تمہارا کیا فائدہ ہے ؟ فرض کرو اگر تمہارے کہنے کے مطابق حکومت ادھر پلٹ بھی آئے تو تم کو اس وقت بھی مجھ سے اتنا ہی ملے گا جتنا اخراجات کے لیئے اب تمہارے ہاتھ میں ہے اور تم میں اور عام لوگوں میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جا ئیگا"۔

قائم آلِ محمد (عج) کی پیش گوئی

۲۶۔ (حذف اسناد) محمد بن ابی الموج حسین رازی نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ میں نے اس شخص سے روایت کی جس نے امام علی رضا علیہ السلام سے یہ سنا تھا۔ آپؑ فرما رہے تھے :۔

"تمام قسم کی تعریف خدا کے لیئے مخصوص ہے جس نے ہمارے ان حقوق کی حفاظت فرمائی جسے لوگوں نے ضائع کیا اور جس نے ہمیں بلندی دی جب کہ لوگ ہمیں پست کرتے رہے ۔ یہاں تک کہ کفر کے منبروں پر پورے اسی(۸۰)

سال تک ہم پر لعنت کی گئی اور ہمارے فضائل چھپائے گئے اور ہم پر جھوٹ تراشنے کے لیئے دولتیں خرچ کی گئیں جب کہ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ ہمارا ذکر بلند رہے اور ہمارے فضائل بیان ہوتے رہیں۔

خدا کی قسم ! یہ شرف ہمیں اپنی طرف سے نہیں ملا بلکہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور ہماری آپؐ سے قرابت کی وجہ سے نصیب ہوا اور آج ہماری حکومت قائم ہوئی اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے بعد اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نشانی ظاہر ہوگی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلند ترین علامت کا ظہور ہو گا"۔

شکر کی قدردانی

۲۷۔ (حذف اسناد) احمد بن عیسیٰ بن زید نے کہا:۔

"مامون نے ایک شخص کے قتل کا ارادہ کیا تو اس نے کہا :۔

آپ مجھے زندہ رہنے دیں میں شکر کرنے والا شخص ہوں۔

مامون نے کہا :۔

تیری اور تیرے شکر کی حیثیت ہی کیا ہے ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

امیرالمومنین ! میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ لوگوں کے شکر کی قدردانی کریں اگرچہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے شکر کا حکم دیا۔لوگوں نے شکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا"۔

فضل نے امام علیہ السلام کی ولی عہدی کا مشورہ کیوں دیا ؟

۲۸۔"بہت سے مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے کہ فضل بن سہل نے مامون کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنائے۔

چنانچہ منجملہ ان کے ابو علی حسین بن احمد سلامی بھی ہے جس نے اپنی کتاب

میں جو تاریخ خراسان پر مشتمل ہے تحریر کیا ہے۔

فضل بن سہل ذوالریاستین مامون کا وزیر اور اس کے تمام امور کا نگران تھا۔ یہ پہلے مجوسی تھا اوراس نے یحیٰی بن خالد برمکی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور اسی کی صحبت میں رہا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نہیں بلکہ اس کا باپ سہل ، مہدی کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا اور یحیٰی بن خالد برمکی نے مامون کی خدمت کے لیئے اسے منتخب کیا تھا اور وہ مامون سے وابستہ ہو کر اس پر چھا گیا اور اس میں مطلق العنانی آ گئی۔

اسے ذوالریاستین (دو طرح کی ریاست رکھنے والا) اس لیئے کہاجاتا ہے کہ وہ بیک وقت مامون کا وزیر اور اس کی فوج کا سالار تھا اور جب مامون نے اپنے بھائی مؤتمن کواپنا ولی عہد بنایا توایک دن فضل بن سہل نےاپنے ہم نشینوں سے کہا :۔

ابو مسلم خراسانی کے کام کے مقابلے میں میرا کام کس درجہ پر ہے ؟

انہوں نے جواب دیا :۔

اس کا کام تو یہ تھا کہ حکومت کو ایک قبیلے سے نکال کر دوسرے قبیلے میں منتقل کر دے اور آپ نے یہ کیا کہ حکومت کو ایک بھائی کے ہاتھ سے نکال کر دوسرے بھائی کے ہاتھ منتقل کر دیا۔ اور ان دونوں کرداروں میں جو فرق ہے اسے آپ خود بہتر جانتے ہیں۔

فضل نے کہا :۔

مجھ میں یہ صفت بھی ہے کہ حکومت کو ایک قبیلہ سے نکال کردوسرے قبیلے میں پہنچا سکتا ہوں۔

اس کے بعد اس نے مامون کو مشورہ دیا کہ آپ امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد مقرر کریں۔

اس پر مامون نےاپنے بھائی مؤتمن کو ولی عہدی کے منصب سے کالعدم قرار

دیا اور امام علیہ السلام کو اپنا جانشین اور ولی عہد مقرر کیا۔

امام علی رضا علیہ السلام مامون کے پاس ۲۰۰ھ میں رجاء بن ابی ضحاک کے ساتھ براہ بصرہ و فارس خراسان پہنچے تھے۔ اور امام علیہ السلام کا عقد مامون کی دختر سے ہوا۔ جب آپؑ کی ولی عہدی کی خبر بغداد میں عباسیوں کو ملی تو انہوں نے ابراہیم بن مہدی کو آگے بڑھایا اور خلافت کے لیئے اس کی بیعت کرلی۔

دعبل خزاعی نے اسی کے متعلق یہ اشعار کہے تھے۔

یا عشر الاجناد لا تقنطوا ۔ خذوا عطا یاکم و لا تسخطوا

فسوف یعطیکم حنینیة ۔ یلذها الا مرد والا شمط

والمعبدیات لقوادکم ۔ لا تدخل الکیس ولا تربط

وهکذا یرزق اصحابه ۔ خلیفة مضجعه البربط

" اے گروہ افواج اسلامی ! مایوسی اختیار نہ کرو۔ خفگی کی کیا بات ہے۔ تمہیں تو اپنی تنخواہوں سے غرض ہے تم تنخواہ لیئے جاؤ۔

خلیفہ صاحب تمہیں ایسے ایسے گانے سنائیں گے کہ جن کو سن کر بوڑھے اور جوان بھی وجد میں آکر جھومیں گے۔

یہ تمہارے سرداروں کو " معبدیات " (مشہور نغمہ) سے لطف اندوز کریں گے۔ نیز اپنے اصحاب کو بھی اسی سے نوازیں گے۔ اس لیئے کہ اب وہ خلیفہ بنا ہے جس کا دین ، ایمان اور قرآن سب کچھ بربط (بانسری اور شہنائی جاتا) ہے "۔

اور دعبل خزاعی نے یہ اس لیئے کہا تھا کہ ابراہیم بن مہدی کو عود و بربط بجانے کا بڑا شوق تھا اور وہ ہمیشہ شراب میں غرق رہتا تھا۔

الغرض جب یہ خبر مامون کو پہنچی تو اس کو یہ احساس ہوا کہ فضل بن سہل نے یہ کام غلط کرا دیا ہے اور مجھے غلط مشورہ دیا ہے ۔

وہ فوراً عراق جانے کے لیئے مرو سے نکلا اور درمیان راہ اس نے ایسی

تدبیر کی کہ سرخس کے ایک حمام میں اس کو قتل کرا دیا اور یہ واقعہ ۲۰۲ھ کا ہے اور پھر اس نے دوسری تدبیر یہ کی کہ امام علی رضا علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کر دیا اور حکم دیا کہ محوس کے قریہ سنا باد میں ہارون الرشید کی قبر کے پہلو میں آپؑ کو دفن کیا جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شہادت کے وقت آپؑ کی عمر پچپن(۵۵) برس کی تھی"۔

ہم دونوں کے لیئے شرائط کی پابندی ضروری ہے

۲۹۔ (حذف اسناد) معمر بن خلاد سے روایت ہے:۔

"مجھ سے امام رضا علیہ السلام نے بیان فرمایا:۔

ایک دن مامون نے مجھ سے کہا:۔

فرزند رسول! آپؑ اپنے بھروسے کا آدمی تلاش کریں تاکہ اس کو ان شہروں کا والی بنایا جائے جن کا انتظام فاسد اور خراب ہو رہا ہے۔

میں نے اس کے جواب میں کہا تھا:۔

تم مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو اور میں تم سے کیا ہوا وعدہ پورا کروں گا۔ میں نے ولی عہدی کو اس معاہدہ پر قبول کیا تھا کہ میں کوئی حکم جاری نہ کروں گا اور نہ کسی کو کسی کام سے منع کروں گا اور نہ کسی کو معزول کروں گا اور نہ کسی کو والی بناؤں گا اور نہ کسی کو شہر بدر کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم سے پہلے مجھے اپنی بارگاہ میں طلب فرمائے اور بخدا خلافت ایسی چیز ہے کہ میرے دل میں اس کا کبھی خیال بھی نہیں آیا۔ میں تو شہر مدینہ کی گلیوں میں اپنی سواری پر بیٹھ کر چلا پھرا کرتا تھا۔ اہل مدینہ اور غیر اہل مدینہ سب ہی اپنی اپنی حاجات کے لیئے میرے پاس آتے تھے اور میں ان کی حاجتوں کو پورا کیا کرتا تھا۔ اور وہاں کے باشندے ہمارے لیئے چچاؤں کی مانند تھے اور تمام دیار و امصار میں میری تحریر نافذ العمل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں مجھے عطا فرمائی تھیں،

ان میں تیری ولی عہدی نے کوئی اضافہ نہیں کیا۔

مامون نے کہا :۔

درست ہے ۔ میں اپنے وعدہ پر قائم رہوں گا"۔

فضل بن سہل کا امام کو ورغلانا

۳۰۔ (حذف اسناد) روایت کی گئی کہ ایک مرتبہ فضل بن سہل، ہشام بن ابراہیم (عمرو خل) کو ساتھ لے کر آپؑ کے پاس آیا اور کہا :۔

فرزند رسول ! میں تنہائی میں آپؑ سے کچھ بات کرنے آیا ہوں۔ تخلیہ چاہیئے۔

جب تخلیہ ہو گیا تو فضل نے تمام غلاموں کی آزادی اور بیویوں کی طلاق کا ایک ایسا حلف نامہ نکالا جس کو کوئی کفارہ نہ ہو۔ اور ان دونوں نے کہا :۔

ہم لوگ آپؑ کے پاس اس لیئے آئے ہیں کہ آپؑ سے حق اور سچی بات کہیں ۔ ہمیں معلوم ہے یہ حکومت آپؑ کی ہے اور فرزند رسول یہ آپؑ کا حق ہے کہ آپؑ حکومت کریں اور ہم جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں ، ہمارے دل میں بھی وہی ہے۔ ہم حلفیہ کہتے ہیں کہ ہم مامون کو قتل کر دیں گے اور حکومت خالص آپؑ کی ہو جائیگی۔ آپؑ کا حق آپؑ کو مل جائے گا اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہمارے سارے غلام آزاد اور ہماری ساری عورتوں کو طلاق اور تمیں حج پا پیادہ ہم پر واجب۔

آپؑ نے ان کی کوئی بات نہ سنی اور انہیں ڈانٹا اور ان پر لعنت کی اور ان سے کہا :۔

تم لوگوں نے کفرانِ نعمت کیا ہے۔ لہٰذا اب تمہاری خیر نہیں اور اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں تو میری بھی خیر نہیں۔

جب فضل اور ہشام نے حضرتؑ کا یہ جواب سنا تو سمجھ گئے کہ ان سے غلطی ہوئی ہے ۔ پھر وہ فوراً امام علیہ السلام سے بولے :۔

ہم نے آپؑ کو آزمانے کے لیئے یہ کہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا :۔

تم دونوں جھوٹے ہو۔ تم نے مجھ سے وہی کہا جو کچھ تمہارے دل میں تھا مگر میں تمہارے ارادے سے متفق نہیں ہوا۔

اس کے بعد دونوں مامون کے پاس گئے اور اس سے کہا :۔

امیرالمومنین ! ہم دونوں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس گئے تھے اور ہم انہیں آزمانا چاہتے تھے اور اس ذریعے سے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ان کے دل میں کیا ہے ۔ چنانچہ ہم نے انہیں یہ کہا اور انہوں نے ہمیں یہ جواب دیا۔

مامون نے کہا :۔

اللہ تم دونوں کو بھلائی کی توفیق دے۔

جب یہ دونوں مامون کے دربار سے واپس ہوئے تو امام علیہ السلام مامون کے پاس تشریف لے گئے اور تخلیہ میں آپؑ نے وہ سب کچھ مامون کو بتا دیا جو ان دونوں نے کہا تھا۔اور پھر آپؑ نے اس سے فرمایا :۔

آپؑ ان سے اپنی جان کی حفاظت کریں۔

جب مامون نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوری تفصیل سنی تو سمجھ گیا کہ امام علی رضا علیہ السلام سچ کہہ رہے ہیں۔

باب 41

امام علی رضا علیہ السلام اور طلب باراں اور منکر کا انجام (۱)

۱۔ ہم سے ابوالحسن محمد بن قسم مفسر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن یسار سے روایت کی، ان دونوں نے اپنے اپنے والد کی سند سے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے والد امام علی نقی علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا :۔

"جب مامون نے علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو اس سال بارش نہ ہوئی اور مامون کے بعض حاشیہ نشین اور امام علیہ السلام سے تعصب رکھنے والوں نے یہ کہنا شروع کر دیا :۔

دیکھو ! جب سے علی بن موسیٰ رضا (علیہ السلام) آئے اور ولی عہد مقرر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارش روک دی ہے۔

یہ باتیں مامون تک پہنچیں تو اس کو بہت گراں گزرا ۔

اس نے امام علیہ السلام سے کہا :۔

بارش بالکل نہیں ہوئی۔ کاش ! آپؑ دعا فرماتے اور بارش ہو جاتی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

اچھا ! میں دعا کروں گا ۔

مامون نے کہا :۔

پھر آپؑ کب دعا فرمائیں گے ۔

یہ گفتگو جمعہ کے دن ہوئی ۔ آپؑ نے فرمایا :۔

۱۔ یہ باب ایک حدیث پر مشتمل ہے۔

میں سوموار کو دعا کروں گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ شب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس خواب میں تشریف لائے تھے اور آپؐ کے ساتھ حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام بھی تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا :۔

اے فرزند ! انتظار کرو اور سوموار کے دن صحرا میں جاؤ اور بارش کے لیئے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ پانی برسا دے گا۔ اور اس کے ساتھ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا :۔

یہ خواب تم سب پر ظاہر کر دو تا کہ جو لوگ تم سے ناواقف ہیں ان کو بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک تمہاری قدرو منزلت کیا ہے ۔

الغرض جب سوموار کا دن ہوا تو آپؑ صحرا میں تشریف لے گئے۔ ہجوم خلائق دیکھنے کے لیئے جمع ہوا۔ آپؑ منبر پر تشریف لے گئے اور اس طرح دعا شروع کی۔

اے اللہ ! اے ہمارے پروردگار ! تو نے ہم اہل بیت کو بڑا حق عطا فرمایا ہے اور اسی لیئے لوگ تیرے حکم کے مطابق ہمیں اپنا وسیلہ اور ذریعہ بنا کر تیرے فضل و کرم کی امید رکھتے ہیں اور تجھ سے احسانات و نعمتوں کی توقع رکھتے ہیں۔

لہٰذا تو ان لوگوں کو سیراب کر دے اور ایسی بارش عطا فرما جو عام اور جلد ہونے والی ہو۔ غیر مضر بھی ہو۔ لیکن یہ بارش اس وقت شروع ہو جب سب لوگ یہاں سے چلے جائیں اور اپنے اپنے گھروں میں پہنچ جائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس اللہ کی قسم ! جس نے حضرت محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ۔ یہ دعا کرتے ہی فضاؤں میں بادل منڈلانے لگے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا :۔

ابھی نہ جاؤ ۔ اپنی جگہ پر رہو کیونکہ یہ بادل تمہارے لیئے نہیں ہے ۔ بلکہ یہ فلاں شہر کے لیئے ہے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بادل لوگوں کے سروں سے گزر گیا۔

پھر ایک دوسرا بادل گرج چمک کے ساتھ نمودار ہوا۔ لوگوں نے بھاگنا شروع

کیا۔ آپؑ نے فرمایا:۔

ابھی جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بادل فلاں شہر والوں کے لیئے ہے ۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے بادل آتے اور سروں کو عبور کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دس بار بادل اٹھے اور ہر مرتبہ آپؑ یہی فرماتے رہے کہ ابھی نہ جاؤ۔ یہ بادل تمہارے لیئے نہیں ہے بلکہ فلاں شہر والوں کے لیئے ہے۔

بالآخر جب گیارھواں بادل اٹھا تو آپؑ نے فرمایا:۔

ایہاالناس ! لو یہ بادل اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیئے بھیجا ہے۔ اس نے تم پر بھی کرم فرمایا لہٰذا اس کا شکر ادا کرو اور اپنے اپنے گھروں اور اپنی اپنی منزلوں پر پہنچ جاؤ۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اطمینان سے چلے جاؤ۔ جب تک تم لوگ اپنے گھروں تک نہیں پہنچو گے یہ بادل اس وقت تک تمہارے سروں پر منڈلاتا رہے گا۔ اس کے بعد ہی برسے گا۔

یہ فرما کر آپؑ منبر سے اترے۔ آپؑ کے ارشاد کے مطابق وہ بادل اسی طرح سروں پر منڈلاتا رہا۔ اور جب لوگ اپنے گھروں کے قریب پہنچے تو بڑی بڑی بوندیں برسنے لگیں اور اتنی بارش ہوئی کہ سارے گڑھے ،تالاب ، وادیاں اور صحرا پانی سے بھر گئے۔ لوگ کہنے لگے کہ مبارک ہو یہ فرزند رسولؐ کی وجہ سے خدا کا ہم پر یہ کرم ہوا۔

پھر امام علیہ السلام برآمد ہوئے۔سامنے بہت بڑا مجمع تھا۔ آپؑ نے سب کو خطاب کر کے فرمایا :۔

لوگو ! خدا نے تم کو جو نعمتیں دی ہیں ان کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال کی وجہ سے یہ نعمتیں تم سے چھن جائیں اور ان نعمتوں اور بخششوں پر خدا کا شکر ادا کر کے اور اس کے احکام کی اطاعت کر کے ان نعمتوں کو ہمیشہ باقی رکھنے کی کوشش کرو اور یہ جان لو کہ اللہ پر ایمان لانے اور

آل محمدؑ کے حقوق کا اعتراف کرنے کے بعد اللہ کا سب سے بہترین شکر یہ ہے کہ تم اپنے برادران ایمانی میں ایک دوسرے کی مدد اور اعانت کرو جو ان کو جنت تک پہنچنے کے لیئے گزرگاہ اور پل کا کام دے گا اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے مخصوص بندوں میں شمار ہو گا۔

چنانچہ اس سلسلے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہی فرمایا ہے جو ایک کہنے والے کو کہنا چاہیئے۔ آپؐ سے کہا گیا تھا کہ یا رسول اللہ ! فلاں شخص ایسے ایسے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے وہ تو تباہ ہوا۔ کیا اس کی نجات نہ ہو گی؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا :۔

نہیں ! اس کی نجات ہو گی اور اس کے اعمال کا اختتام نیکی پر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دے گا اور اس کے بدلے اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص راستہ چل رہا تھا کہ اسے ایک مومن مرد دکھائی دیا جس کی شرم گاہ کھلی ہوئی تھی اور اس بے چارے کو اس کا علم نہ تھا۔ اور اس نے بڑھ کر اس کو ڈھانپ دیا تا کہ اس مومن کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

اس شخص نے اس مرد مومن سے کچھ نہیں کہا مگر اس کو راستہ چلتے پتہ چل گیا تو اس نے اس شخص کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ثواب میں اضافہ فرمائے اور تمہاری بازگشت مکرم ہو اور اللہ تعالیٰ حساب کتاب میں تم سے نرمی فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مومن کی دعا اس کے متعلق قبول فرما لی ہے اور اس دعا کی وجہ سے اس کا انجام بخیر ہو گا۔

چنانچہ جب رسول مقبولؐ کا وہ قول اس گناہ گار شخص تک پہنچا تو اس نے توبہ کی اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے لگا۔ اور ابھی سات دن بھی نہ گزرے تھے کہ مدینہ کی چراگاہ میں ڈاکہ زنی ہوئی۔

رسول مقبولؐ نے ڈاکوؤں کے تعاقب میں ایک گروہ کو بھیجا جس میں وہ مرد گناہ گار بھی تھا اور وہ اس میں شہید ہو گیا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا :۔

میرے والد امام علی رضا علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ملک میں خوشحالی آئی اور مامون کے کچھ رشتہ دار ایسے بھی تھے جو چاہتے تھے کہ امام علی رضا علیہ السلام کی بجائے وہ مامون کے ولی عہد بنیں۔ اس کے علاوہ مامون کے دربار میں امام علیہ السلام سے حسد کرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔

ان ہی میں سے کسی نے مامون سے کہا :۔

امیرالمومنین ! خدا نہ کرے کہ خلفاء کی تاریخ میں آپ وہ ہوں جس نے اس قابل فخر اور شرف عام خلافت کو اولاد عباس سے نکال کر اولاد علی میں پہنچا دی۔ آپ نے اپنی اور اپنے خاندان کی بنی ہوئی بات بگاڑ دی ۔ آپ اس ساحر ابن ساحر (نعوذ باللہ) کو خلافت میں لے آئے جو گمنامی میں تھا مگر آپ نے اس کو شہرت دلائی۔ یہ پست تھا آپ نے اسے بلند کیا ۔ لوگ انھیں بھول چکے تھے آپ نے یاد دلایا ۔ اس کا کوئی وزن نہیں تھا لیکن آپ نے اسے گراں قدر بنا دیا اور اب جو اس کی دعا سے بارش ہوئی ہے تو ساری دنیا میں اس کی اور بھی دھوم مچ گئی اور ہمیں تو سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ یہ شخص حکومت کو ہمیشہ کے لیئے بنی عباس سے نکال کر اولادِ علی میں پہنچا دے گا۔ اور صرف یہی نہیں ہمیں تو اس کے متعلق یہ خوف ہے کہ یہ آپ سے آپ کی حکومت چھین لے گا۔

بھلا کوئی شخص اپنے اور اپنے ملک کے حق میں بھی ایسی غلطی کرتا ہے جیسا کہ آپ نے کی ہے ؟

مامون نے کہا :۔

کیا بتاؤں ۔ یہ ہماری نگاہوں سے جب پوشیدہ تھے تو در پردہ اپنی طرف

لوگوں کو دعوت دیتے تھے ۔میں نے چاہا کہ انہیں اپنا ولی عہد بناؤں تو بجائے اپنی طرف دعوت دینے کے یہ ہماری طرف لوگوں کو دعوت دیں گے ۔ اور لوگوں کو ہمارے ملک اور ہماری خلافت سے متعارف کرائیں گے اور ان کے عقیدت مندوں اور شیدائیوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ جس امر کا انہیں دعویٰ ہے وہ بات ان میں تھوڑی سی بھی نہیں ہے اور واقعتاً خلافت ہمارا حق ہے ان کا نہیں ہے۔ نیز ہمیں ڈر تھا کہ اگر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا گیاتو یہ ایسا انقلاب نہ لے آئیں جس کا سدِ باب ہم سے نہ ہو سکے اور ہم پر ایسی مصیبت نہ نازل کریں جو ناقابل برداشت ہو۔

اب جو ہم نے کرنا تھا وہ تو کر چکے اور ہم سے جو غلطی ہونی تھی سو وہ ہو گئی۔ اب ان کے معاملے کو کوئی اہمیت نہ دینا جائز نہیں ہے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے مرتبہ و منزلت کو آہستہ آہستہ کم کریں اور رعایا کے سامنے انہیں اس شکل میں پیش کریں کہ رعایا سمجھ لے کہ وہ خلافت کے اہل نہیں ہیں۔ پھر ہم ایسی تدبیر کریں کہ اس بلا و مصیبت کی جڑ ہی کٹ جائے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا:۔

امیرالمومنین ! یہ کام آپ میرے حوالے کردیں۔ میں ان کے اور ان کے اصحاب کے دانت کھٹے کردوں گا۔اور میں ان کی قدرو منزلت کو ایسا گھٹاؤں گا کہ آپ بھی دیکھ لیں گے اور اگر میرے دل میں آپ کا خوف نہ ہوتا تو میں بہت پہلے ہی یہ کام کر چکا ہوتا اور جو ان کی وجہ سے بارش ہوئی ہے اس کا بھی نقص و قصور لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا۔

مامون نے کہا:۔

میرے لیئے اس سے اچھی بات بھلا اور کیا ہو گی ۔

اس نے کہا :۔

آپ اپنے تمام وزیروں ، سرداروں ، قاضیوں اور فقہائے روزگار کو

جمع کریں۔ میں ان سب کے سامنے اس کا نقص و قصور بیان کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد مامون نے اپنی رعایا میں سے افاضل افراد کو جمع کیا اور ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا۔ جس میں امام علیہ السلام کو افاضل افراد کے سامنے ان کے مناسب مقام پر بٹھایا۔

اور اس شخص نے امام علیہ السلام کی بے حرمتی کرنے کی غرض سے اس طرح خطاب کیا۔

اے علی بن موسیٰ! لوگ آپ کے بارے میں بہت کچھ بیان کرتے ہیں اور آپ کے اوصاف کو اس طرح بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ بھی ان کو سن لیں تو آپ خود بھی ان سے برأت کا اظہار کریں گے۔

ان میں سے پہلی صفت تو یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور بارش ہو گئی۔ حالانکہ اس بارش کا وقت مقرر تھا۔ جب وہ وقت آ گیا تو بارش ہو گئی۔ لیکن لوگوں نے اسے آپ کا معجزہ قرار دے دیا اور طے کر لیا کہ دنیا میں کوئی آپ کا مثل و نظیر نہیں ہے۔ حالانکہ یہ امیرالمومنین (مامون)، اللہ ان کو اور ان کے ملک کو سلامت رکھے، دنیا کے ہر شخص سے بہتر اور افضل ہیں۔ اور انہوں نے ہی آپ کو اس مرتبہ پر پہنچایا ہے۔ آپ پر ان کا احسان ہے جس کا بدلہ یہ تو نہیں ہے کہ آپ جھوٹوں اور کاذبوں کو کھلی چھٹی دے دیں کہ وہ آپ کی تعریف اور ان کے خلاف جھوٹی جھوٹی باتیں بیان کرتے پھریں۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا :-

سنو! اللہ تعالیٰ نے جو کرم و احسان مجھ پر فرمایا ہے اگر لوگ اس کو بیان کرتے ہیں تو ان کو روکا نہیں جا سکتا اگرچہ میں خود یہ نہیں چاہتا۔

اور تو نے یہ جو کہا کہ امیرالمومنین (مامون) نے مجھے اس عہدے پر فائز کیا ہے تو انہوں نے بالکل اسی طرح مجھے اس عہدے پر فائز کیا جس طرح بادشاہ مصر نے

حضرت یوسفؑ کو عہدہ پر فائز کیا تھا اور اس کی تفصیل بہ تمام و کمال تمہیں معلوم ہے۔

یہ سن کر حاجب کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا :۔

فرزند موسیٰ ! دیکھیئے آپ اپنی حد سے بڑھتے جا رہے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کر دی جس کا ایک وقت مقرر تھا نہ اس سے پہلے بارش ہو سکتی تھی نہ اس کے بعد۔ اور آپ نے اس کو اپنا معجزہ بنا لیا تا کہ اس سے آپ کی شان بڑھ جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ نے حضرت ابراہیمؑ کا معجزہ دکھایا ہے جو انہوں نے پرندوں کے سر اپنے ہاتھ میں لے کر ان کے جسم کے ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھ دیئے۔ پھر ہر ایک کو آواز دی تو وہ تیزی سے اڑتے ہوئے اپنے سروں سے ملحق ہو گئے۔

اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو آپ اس قالین پر جو دو شیروں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں ان کو مجسم اور زندہ کر دیں اور ان سے کہہ دیں کہ وہ مجھے پھاڑ کھائیں۔ تب میں سمجھوں گا کہ یہ معجزہ ہے ورنہ اس بارش کا تو وقت ہی مقرر تھا اور آپ کو یہ حق نہیں کہ دعویٰ کریں کہ یہ بارش آپ ہی کی دعا سے ہوئی۔ اس وقت اگر کوئی بھی انسان دعا کرتا تو بارش کو تو ہونا ہی تھا۔

شیرِ قالین کا مجسم ہونا

اس کی یہ بے ہودگی سن کر امام علیہ السلام کو غصہ آ گیا اور قالین پر منقش شیر کی صورتوں کو حکم دیا :۔

اٹھو اور اس فاسق و فاجر کو پھاڑ کھاؤ اور اس طرح سے کھا جاؤ کہ اس کی ایک بوٹی بھی باقی نہ رہے۔

یہ حکم سنتے ہی ان تصویروں نے ایک مرتبہ ہمہمہ بھرا اور مجسم شیروں کی شکل اختیار کر لی اور اس بے ہودہ کو حاجب پر جست لگا کر حملہ آور ہوئے اور اس طرح اس کی تکہ بوٹی کر کے کھا گئے جس طرح آپؑ نے حکم دیا تھا۔ یہاں

تک کہ ہڈیاں بھی چبالیں اور خون تک چٹ کر گئے۔

مجمع حیران و ششدر اور سہما ہوا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

جب یہ دونوں شیر اس سے فارغ ہوئے تو امام علیہ السلام سے مخاطب ہو کر بولے :۔

اے روئے زمین پر خدا کے ولی ! اب آپؑ کا کیا حکم ہے ۔ اگر اجازت ہو تو اس مامون کو بھی اس طرح صاف کردیں جس طرح حاجب کو صاف کیا ہے۔

یہ سن کر مامون کو غش آ گیا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

نہیں ٹھہر جاؤ۔ وہ دونوں حکم امامؑ کے منتظر رہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا :۔

مامون پر عرق گلاب چھڑکا جائے اور خوشبو سنگھائی جائے۔

چنانچہ جب اس پر عرق چھڑکا گیا تو وہ ہوش میں آ گیا۔

پھر ان شیروں نے پلٹ کر کہا :۔

اگر اجازت ہو تو اس کو اس کے ساتھی کے پاس پہنچا دیں ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

اللہ کی مصلحت اسی میں ہے اور وہ پوری ہو کر رہے گی اور آپؑ نے ان شیروں کو حکم دیا:۔

تم دونوں اپنی اصلی صورتوں پر پلٹ جاؤ۔

وہ دونوں شیر قالین کی طرف پلٹے اور پھر تصویر بن گئے۔

اس کے بعد مامون نے سکون کی سانس لی اور کہا :۔

شکر ہے اس خدا کا جس نے اس موذی حاجب حمید بن مہران سے ہمیں نجات دلائی۔

پھر وہ امام علیہ السلام سے بولا :۔

آپؑ چاہیں تو میں حکومت چھوڑ دوں اور آپؑ سنبھال لیں۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا:۔

اگر میں چاہوں تو مجھے تم سے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق کو ہمارا اطاعت گزار بنایا ہے جیسا کہ تم نے ابھی ابھی دیکھا ہے کہ ان تصویروں نے میری کس طرح اطاعت کی۔ بس صرف چند جاہل انسان ہیں جو نا فرمانی اور سرکشی پر تلے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اس میں بھی مصلحت ہے کہ ہمیں صبر کا حکم فرمایا کہ تم پر اعتراض نہ کریں۔

مگر تم نے جو اس سے کہلایا تھا کہ تم نے مجھے ولی عہد اور اپنا نائب بنایا ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے فرعون مصر کے نائب حضرت یوسفؑ تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد مامون بالکل ست پڑ گیا اور اس نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے متعلق (زہر خورانی کا) وہ فیصلہ کیا جو آپ کو معلوم ہے"۔

باب 42

امام علیہ السلام کی طرف سے مامون اور اس کے حواریوں کی رسوائی کی دعا (۱)

۱۔(بحذف اسناد) "عبدالسلام بن صالح ہروی نے بیان کیا کہ مامون کو بتایا گیا کہ امام علی رضا علیہ السلام اپنا علمی دربار منعقد کرتے ہیں اور دور دراز سے لوگ آ کر آپؑ سے خوشہ چینی کرتے ہیں۔مامون نے اپنے حاجب محمد بن عمرو طوسی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو امام علیہ السلام کے قریب نہ آنے دے۔

اس نے لوگوں کو امام علیہ السلام کے پاس سے منتشر کردیا۔

مامون نے امام علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور آپؑ کو سختی سے منع کیا کہ آپؑ اس طرح کی مجلس منعقد نہ کریں۔ اور اس نے آپؑ کو سخت سست کہا۔

امام علی رضاؑ مامون کے دربار سے نکلے تو آپؑ زیر لب یہ فرما رہے تھے:۔

مجھے مصطفیٰ ،مرتضیٰ اور حضرت سیدۃ النساء سلام اللہ علیھم کے حق کی قسم! میں خدا کی مدد سے انہیں بد دعا کروں گا اور اس علاقے کے لوگوں سے انہیں ذلیل و رسوا کر کے یہاں سے نکلوا دوں گا۔ اور ان کے ہر خاص و عام کی بے عزتی کراؤں گا۔

پھر آپؑ اپنے مقام پر تشریف لائے اور آپؑ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور دوسری رکعت کے قنوت میں آپؑ نے یہ دعا کی۔

اے قدرت جامعہ اور رحمت واسعہ اور مسلسل احسانات ، متواتر نعمات ، خوبصورت انعامات اور عظیم بخشش کرنے والے خدا ! اے وہ ذات جس کی وصف مثال اور نظیر سے نہیں بیان کی جا سکتی اور اے وہ ذات جو کسی مددگار کی وجہ سے غلبہ حاصل نہیں کرتا۔ اے وہ ذات جس نے پیدا کیا اور رزق دیا اور

۱۔ یہ باب ایک حدیث پر مشتمل ہے۔

جس نے ہر نفس کو نیکی اور بدی کا الہام فرمایا اور اسے عقل و شعور عطا کیا۔

اور اے وہ ذات جس نے اشیاء کو ایجاد کیا اور اس کے طریقے مقرر فرمائے اور جو بلند ہوا اور بہت بلند ہوا اور جس نے اندازہ کیا تو ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا اور جس نے تصویر کشی کی اور خوبصورت تصویر کشی کی اور جس کو جھکایا تو ٹھیک ٹھیک جھکایا اور جس نے انعام کیا تو انعام کو پھیلا دیا اور جس نے عطا کیا تو بہت زیادہ عطا کیا۔

اے وہ ذات جو مراتب عزت میں بلند ہوا تو نگاہوں کی حدود سے غائب ہو گیا اور جس نے لطف و کرم کیا تو افکار کے کھٹکنے کے قریب آ گیا۔ اے وہ ذات جو اپنے ملک میں واحد ہے اور اس کی سلطنت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

اے وہ ذات جو اپنی کبریائی میں منفرد ہے اور اس کے شان جبروت میں کوئی اس کا مد مقابل نہیں ہے۔ اور اے وہ ذات جس کی ہیبت کی کبریائی میں دقیق اوہام پریشان ہو گئے اور اس کی عظمت کے ادراک سے لوگوں کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔

اے وہ ذات جو عارفین کے دلوں کے خیالات کو جانتا ہے اور جو دیکھنے والوں کی نگاہوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اے وہ ذات جس کی ہیبت کے سامنے چہرے جھک گئے اور جس کے جلال کے سامنے گردنیں جھک گئیں اور جس کے خوف کی وجہ سے دل کانپ اٹھے اور اے وہ ذات جس کے خوف سے پستان اور مونڈھے کے درمیان کا گوشت کانپنے لگتا ہے۔ اے پیدا کرنے والے اور اے اچھا پیدا کرنے والے اور اے قوت رکھنے والے اور اے بلند و بالا! تو اس ذات پر درود بھیج جس کی وجہ سے درود کو شرف ملا ہے اور جس نے مجھ پر ظلم کیا اور جس نے میری تحقیر کی اور جس نے میرے دروازے سے میرے شیعوں کو ہٹایا۔ اس سے انتقام لے اور اسے ذلت و رسوائی کا ذائقہ چکھا جیسا کہ اس نے مجھے ذلیل کرنے کی کوشش کی اور ناپاک اور نجس افراد کے ہاتھوں انہیں یہاں سے ذلیل و رسوا کر کے نکال۔

ابو صلت کا بیان ہے کہ ابھی میرے آقا کی دعا مکمل نہ ہوئی تھی کہ شہر میں

ایک غوغا سنائی دیا اور چاروں طرف سے مارو مارو کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ میں یہ آوازیں سن کر اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ پھر میرے آقا نے نماز سے فارغ ہو کر مجھے فرمایا:۔

ابو صلت ! ذرا چھت پر چڑھو ۔ اور وہاں تم ایک ذلیل اور بدکار عورت کو دیکھو گے جسے اس علاقے والے اس کی بے حیائی کی وجہ سے سمانہ کہتے ہیں۔ اس نے سینے پر نیزہ رکھا ہوا ہو گا اور اس نے جھنڈے کی جگہ پر اپنا سرخ دوپٹہ بلند کیا ہوا ہو گا اور اس کے ساتھ اس علاقہ کے اوباش جمع ہوں گے اور وہ اپنا لشکر لے کر مامون کے محل اور اس کے لشکر کے سرداروں کے محلات پر حملہ آور ہو گی۔

ابو صلت کہتے ہیں کہ جب میں چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ لاٹھیوں اور پتھروں سے لوگوں کی سر پھٹول ہو رہی ہے اور اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ مامون زرہ پہن کر قصر شاہ جہان سے جنگ کرنے کے لیئے نکلا تو میں نے دیکھا کہ شاہ گرد حجام نے چھت کے اوپر سے کھڑے ہو کر ایک موٹی اینٹ پھینکی جس سے مامون کی خود(لوہے کی ٹوپی) ٹوٹ گئی اور اس کے سر پر زخم آیا۔

مامون کے کسی جاننے والے نے اینٹ پھینکنے والے سے کہا :۔

تم پر وائے ہو ! یہ تو امیرالمومنین ہے ۔

سمانہ نے یہ آواز سن کر کہا :۔

خاموش ہو جاؤ! یہ وقت کسی چھوٹے بڑے کی پہچان کا نہیں ہے۔ اگر یہ شخص امیرالمومنین ہوتا تو یہ بدکار لوگوں کو کنواری لڑکیوں پر کیوں مسلط کرتا؟

الغرض سمانہ کے لشکر نے مامون اور اس کے لشکر کو بہت برے طریقہ سے ذلیل کر کے وہاں سے نکال باہر کیا۔

باب 43

امام علی رضاؑ کی ذوق شاعری (۱)

آپؑ نے یہ اشعار مامون کے سامنے پڑھے جن میں حلم اور جاہل کے مقابلے میں سکوت اختیار کرنے اور دوست کو ملامت نہ کرنے اور دشمن سے بہتر رویہ اختیار کرنے اور راز مخفی رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔

۱۔ حلم کے بارے میں

۱۔ (محذوف اسناد) موسیٰ بن محمد محاربی نے کسی شخص سے اور انہوں نے حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

"ایک دن مامون نے آپؑ سے دریافت کیا:۔

کیا آپؑ کو کچھ اشعار یاد بھی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:۔

ہاں! مجھے بہت سے اشعار یاد ہیں۔

مامون نے کہا:۔

اچھا! آپؑ مجھے "حلم" کے متعلق کچھ اشعار سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔ سنو!

اذا کان دونی من بلیت بجهله
ابیت لنفسی ان تقابل بالجهل
و ان کان مثلی فی محلی من النهیٰ
اخذت بحلمی کی اجل عن المثل
و ان کنت ادنیٰ منه فی الفضل و الحجیٰ
عرفت له حق التقدم و الفضل

۱۔ یہ باب نو احادیث پر مشتمل ہے۔

"اگر ہمارا سابقہ کبھی ایسے شخص سے پڑے کہ اس کی جہالت میرے لیئے بلا و مصیبت بن جائے تو میں اپنے نفس کو مجبور کرتا ہوں کہ وہ انتہائی تحمل سے اس کی جہالت کو برداشت کرے۔

اور اگر وہ شخص عقل اور سمجھ میں میرے ہی مثل اور مرتبہ کا ہے تو میں بہت تحمل اور برداشت سے اس امر کی کوشش کرتا ہوں کہ اپنے مثل سے بڑھ جاؤں۔

اور اگر میں عقل و دانائی اور سمجھ بوجھ میں اس سے کم ہوں تو ظاہر ہے کہ تحمل اور برداشت کے ساتھ ہمیں اس کی فضیلت اور بڑائی کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا"۔

مامون نے کہا:۔

یہ بہت اچھے اشعار ہیں۔ یہ کس کے ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

ہمارے ہی ایک نوجوان نے یہ اشعار کہے ہیں۔

پھر اس نے کہا:۔

اچھا! اگر جاہل کے جواب میں خاموشی اور اپنے دوست پر عتاب نہ کرنے کے بارے میں آپؑ کو کوئی بہترین اشعار یاد ہوں تو وہ سنایئے۔

آپؑ نے فرمایا:۔ لو سنو!

۲۔ معافی بہترین انتقام ہے

انی لیھجرنی الصدیق تجنبا

فاریه ان لھجره اسباباً

و اراه ان عاتبته اغربته

فاری له ترك العتاب عتاباً

و اذا بلیت بجاھل متحکم

یجد المحال من الامور صواباً

اولیته منی السکوت و ربما

کان السکوت عن الجواب جوابا

" جب میرا کوئی دوست مجھ سے ملنے سے گریز کرنے لگتا ہے تو میں خود سمجھ لیتا ہوں کہ اس کے گریز کے کچھ نہ کچھ اسباب ضرور ہیں۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں اس کے گریز پر عتاب کروں گا تو وہ مجھ سے اور بھی دور ہو جائے گا۔ اسی لیئے میں ترک عتاب کو ہی عتاب سمجھ لیتا ہوں۔

اور اگر میرا سابقہ کسی ایسے جاہل حاکم سے پڑ جائے کہ کسی معاملے میں بھی اس کے لیئے صحیح راستے پر چلنا محال ہو تو۔

میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ سکوت اختیار کروں اور کبھی کبھی یہ سکوت اختیار کرنا اور جواب نہ دینا از خود ایک طرح کا جواب ہے "۔

مامون نے کہا :۔

یہ بہت اچھے اشعار ہیں۔ ان کا شاعر کون ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

یہ بھی ہمارے ہی نوجوانوں میں سے کسی نے کہے ہیں ۔

مامون نے کہا:۔

اچھا ! اگر آپؑ کو ایسے اشعار یاد ہوں جس میں دشمن کو دوست بنانے کا طریقہ بیان کیا گیا ہو تو وہ مجھے سنائیں ۔

آپؑ نے فرمایا:۔ لو سنو !

۳۔ بلند اخلاقی

و ذی غلة سالمته فقهر ته

فاو قرته منی لعفو التحمل

ومن لا یدافع سیئات عدوه

باحسانه لم یأ خذ الطول من عل

ولم ارفی الاشیاء اسرع مهلكا

لغمر قدیم من وداد معجل

"کچھ دشمنی اور کدورت رکھنے والے ایسے ہیں جنہیں میں نے صلح صفائی کے ذریعے سے رام کر لیا اور اپنی طرف سے بہترین عفو کا بوجھ اس پر لاد دیا۔

اور جو شخص دشمن کی بدسلوکی کو اس کے ساتھ نیکی اور احسان کر کے نہیں دفع کر سکتا وہ بلند مقام حاصل نہیں کر سکتا۔

میں نے دنیا میں کوئی چیز اتنی جلد ہلاک اور فنا ہونے والی نہیں دیکھی جتنی جلد نئی دوستی پرانی دشمنی کو فنا کر دیتی ہے"۔

مامون نے کہا:۔

کیا خوب! بہت اچھے اشعار ہیں۔ یہ کس کے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:۔

یہ بھی ہمارے ایک نوجوان نے کہے ہیں۔

مامون نے کہا:۔

اچھا اپنے راز کو چھپائے رکھنے کے متعلق جو بہترین اشعار آپؑ کو یاد ہوں وہ سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔ اچھا سنو!

۴۔ رازداری

و انی لا نسی السر کیلا اذیعه

فیا من رای سراً یصان بان ینسی

مخافة ان یجری ببالی ذکره

فینبذه قلبی الی ملتوی الحشا

فیوشك من لم یفش سرا وجال فی

خواطره ان لا یطیق له حبساً

" میں اپنے راز کی باتوں کو بھلا دیتا ہوں تا کہ اس کو فاش نہ کر سکوں اور کیا کہنا اس شخص کا جو اپنا راز چھپانے کے لیئے راز کو بھلا دیتا ہے۔

صرف اس ڈر سے کہ اگر یہ راز میرے ذہن میں گردش کرتا رہا تو ایک نہ ایک دن میں وہ راز کسی کے سامنے اگل دونگا۔

جس نے ابھی اپنے راز کو فاش نہیں کیا ہے مگر اس کے دل و دماغ میں وہ چکر لگا رہا ہے تو کچھ بعید نہیں جو وہ اسے ضبط نہ کر سکے اور فاش کر دے"۔

اس کے بعد مامون نے غلام کو حکم دیا کہ یہ خط لے کر فضل بن سہل کے پاس چلا جا اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے لیئے تین لاکھ درہم لے آ"۔

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام کی طرف سے مامون کا ہدیہ قبول کرنے کی بالکل وہی نوعیت ہے جس طرح سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم غیر مسلم سلاطین کا ہدیہ قبول فرما لیتے تھے۔ یا جس طرح سے امام حسن مجتبیٰ معاویہ کی دی ہوئی رقم قبول فرمالیتے تھے یا جس طرح سے ہمارے دیگر ائمہ اپنے سلاطین وقت و خلفاء کی رقم قبول فرما لیا کرتے تھے۔ اور اصولی طور پر اگر ایک شخص ہماری دولت پر زبردستی قبضہ کر کے بیٹھ جائے تو اگر وہ اس میں سے ہمیں کچھ دے تو اس کا لے لینا جائز ہے۔

مروان بن ابی حفصہ کے اشعار سے اذیت

۲۔ (حذف اسناد) سید عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے روایت کی کہ معمر بن خلاد اور ایک جماعت کا بیان ہے:۔

" ہم ایک دن امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ہم میں سے ایک شخص نے کہا:۔

فرزند رسولؐ! میں آپؐ پر نثار جاؤں۔ آج آپؐ کے چہرۂ مبارک پر حزن و ملال کے آثار کیوں نمایاں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا :۔

میں تمام رات مروان بن ابی حصہ کے اس شعر پر غور کرتا رہا جس کی وجہ سے مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔وہ شعر یہ ہے۔

انّی یکون ولیس ذاك بكائن
لبنی البنات وراثة الاعمام

" یہ کیسے ہوسکتا ہے اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ لڑکی کی اولاد چچاؤں کو پہنچنے والی میراث حاصل کرلے "۔

یہی سوچتے سوچتے مجھے نیند آ گئی تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے دروازے کا بازو تھامے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہا ہے۔

انی یکون و لیس ذاك بكائن
للمشركين دعائم الاسلام
لبنی البنات نصیبهم من جدهم
و العم متروك بغير سهام
ما للطليق و للتراث ؟ وانما
سجدا الطليق مخافة الصمصام
قد كان اخبرك القران بفضله
فمضى القضاء به من الحكام
ان ابن فاطمة المنوه باسمه
حاز الوراثة عن بنى الاعمام
و بقى ابن نثلة واقفاً متردداً
يرثى و يسعده ذو و الارحام

" یہ کیسے ہوسکتا ہے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جو پہلے مشرک تھے اب

اسلام کے ستون بن جائیں۔

ازروئے شرع نواسوں کو نانا کا ترکہ ملتا ہے اور چچا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

بھلا آزاد کردہ کا میراث سے کیا تعلق اور وہ بھی ایسا آزاد کردہ جس نے تلوار کے خوف سے سجدہ کیا ہو۔

قرآن مجید نے تو پہلے ہی اس وارث رسولؐ کے فضل واستحقاق کی اطلاع دے دی تھی۔اسی لیئے سابقہ حکام وقت نے کئی بار ان کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کی اولاد جو اپنے ناموں سے پکاری جاتی ہے۔ اس نے آنحضرتؐ کے چچاؤں کی اولاد کو وراثت سے محجوب کر دیا ہے۔

اور آج تلہ کی اولاد کھڑی ہو کر اس کا مرثیہ پڑھ رہی ہے اور ان کے رشتہ دار ان کی اس مرثیہ خوانی میں مدد کر رہے ہیں"۔

موت کا ایک دن معین ہے

۳۔ (حذف اسناد) "عبداللہ بن مغیرہ کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کو مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے سنا:۔

انك في دار لها مدة
يقبل فيها عمل العامل
الا ترى الموت محيطا بها
يكذب فيها امل الامل
تعجل الذنب لما تشتهي
و تامل التوبة في قابل
والموت يأتي اهله بغتة
ما ذاك فعل الحازم العاقل

" اس وقت تم ایک ایسے گھر میں ہو کہ جس کی رہائش کی مدت تک ہر عمل کرنے والے کا عمل قبول کیا جاتا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ موت نے اس کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور وہ ہر امید رکھنے والے کی امید کا خاتمہ کر دیتی ہے۔

تم اپنی خواہش کے مطابق گناہ کا ارتکاب کرنے میں تو جلدی کرتے ہو اور اس میں دیر نہیں کرتے لیکن توبہ کو آئندہ کے لیئے ملتوی کر دیتے ہو۔

حالانکہ موت اچانک آ جاتی ہے اس لیئے ایک عقل مند اور محتاط آدمی کا یہ کام نہیں کہ توبہ کو ملتوی رکھے"۔

عیوب کی پردہ پوشی کرو

۴۔ (محذوف اسناد) " احمد بن حسین کاتب الی الفیاض نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی کا شکوہ کیا تو آپؑ نے یہ اشعار پڑھے۔

اعذر اخاك علی ذنوبه

وا ستر وغط علی عیوبه

واصبر علی بهت السفیه

و للزمان علی خطوبه

ودع الجواب تفضلا

و کل الظلوم الی حسیبه

" اگر تمہارے بھائی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے معذور سمجھو اور اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرو۔

بے وقوف اور احمق کی باتوں پر اور زمانے کے حوادث پر صبر کرو۔

اور کرم کرتے ہوئے اسے کوئی جواب نہ دو اور ظالم کو حساب کرنے والے کے حوالے کر دو"۔

اشعار عبدالمطلب بزبان امام علی رضاؑ

۵۔ (حذف اسناد) "ریان بن صلت کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے حضرت عبدالمطلبؑ کے مندرجہ ذیل اشعار سنائے۔

یعیب الناس کلهم زمانا
و ما لزماننا عیب سوانا
نعیب زماننا والعیب فینا
و لو نطق الزمان بناهجانا
وان الذئب یترك لحم ذئب
ویا کل بعضنا بعضا عیاناً
لبسنا للخداع مسوك طیب
وویل للغریب اذا اتانا

" تمام لوگ زمانے کو ہی عیب لگاتے ہیں۔ حالانکہ زمانے میں کوئی عیب نہیں ۔ اگر ہے تو ہم ہی اس کے عیب اور اس کے دامن کا دھبہ ہیں۔

دراصل عیب ہم لوگوں میں ہے مگر ہم ہیں کہ زمانے کو عیب لگاتے ہیں۔ اگر زمانہ کو اللہ قوت گویائی دیتا تو وہ ہماری ہی ہجو کرتا۔

ایک بھیڑیا تو دوسرے بھیڑیے کا گوشت نہیں کھاتا اور ہم میں سے بعض بعض کو کھلے عام کھائے جا رہے ہیں ۔

ہم نے دھوکا دینے کے لیئے پاک و صاف کھال پہن رکھی ہے۔ جب کوئی اجنبی مسافر آ جاتا ہے تو اس کا برا حال کر دیتے ہیں"۔

سخاوت اور بخل

۶۔ ہیثم بن عبداللہ رمانی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اور آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے بیان کیا :۔

"امیرالمومنین علیہ السلام یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

خلقت الخلائق فی قدرة
فمنهم سخي و منهم بخيل
فاما السخی ففی راحة
و اما البخيل فشوم طويل

" اے اللہ تو نے اپنی قدرت سے کیسی کیسی مخلوق پیدا کی ہے ان میں کچھ سخی ہیں اور کچھ بخیل ہیں۔

پس ان میں سے جو سخی ہیں انہیں تو آرام ہی آرام ہے لیکن جو بخیل ہیں وہ ہمیشہ اور مستقل مصیبت میں بسر کرتے ہیں"۔

کائنات کی بے ثباتی

۷۔ (حذف اسناد) محمد بن یحییٰ بن ابی عباد نے اپنے چچا سے روایت کی ہے۔انہوں نے کہا:۔

میں نے ایک دن امام علی رضا علیہ السلام کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا۔ حالانکہ آپؑ بہت ہی کم شعر پڑھا کرتے تھے۔

كلنا نامل مدأ فی الاجل
والمنايا هن أفات الامل
لا تغرنك اباطيل المنى
والزم القصد ودع عنك العلل
انما الدنيا كظل زائل
حل فيه راكب ثم رحل

" ہم انسانوں میں سے ہر ایک کو یہی امید ہوتی ہے کہ ابھی اس کی زندگی کی مدت اور آگے بڑھے گی۔ لیکن موت تمام امیدوں کے لیئے آفت بن کر آ جاتی ہے۔

اے انسان! باطل تمناؤں اور خواہشات سے دھوکا نہ کھانا اور میانہ روی اختیار کرنا اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرنا۔

یہ دنیا ایک ڈھلتی ہوئی چھاؤں ہے جس میں کوئی مسافر تھوڑی دیر آرام کر کے روانہ ہو جائے"۔

راوی کہتا ہے، میں نے عرض کیا :۔

یہ اشعار کس کے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا :۔

یہ تمہارے کسی عراقی شاعر کے ہیں۔

میں نے عرض کیا :۔

یہ اشعار تو مجھے ابو العتاھیہ نے سنائے تھے۔

آپؑ نے فرمایا :۔

اس کا نام لیا کرو۔ ابو العتاھیہ نہ کہا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

وَ لَا تَنَا بَزُوْا بِا لْاَلْقَابِ ۔ (الحجرات۔۱۱)

"کسی کو برے لقب سے نہ پکارو۔ ممکن ہے اس کو برا محسوس ہو"۔

بڑھاپے کی شکایت

۸۔ (حذف اسناد) ابراہیم بن محمد حسنی کا بیان ہے :۔

"مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کو ایک کنیز ہبہ کی۔ جب کنیز نے آپؑ کے بڑھاپے کو دیکھا تو اس نے ناگواری سی محسوس کی۔

آپؑ نے کنیز کو واپس مامون کے پاس روانہ کر دیا اور یہ اشعار لکھ کر اسے بھیج دیئے۔

نعی نفسی الی نفسی المشیب

و عند الشیب یتعظ اللبیب

فقد ولی الشباب الی مداہ
فلست اری مواضعه یؤب
سابکیه و اندبه طویلا
و ادعوه الی عسی یجیب
و هیهات الذی قد فات عنی
تمنینی به النفس الکذوب
و راع الغانیات بیاض رأسی
و من مد البقاء له یشیب
اری البیض الحسان یجدف عنی
و فی هجر انهن لنا نصیب
فان یکن الشباب مضی حبیباً
فان الشیب ایضاً لی حبیب
ساصحبه بتقوی الله حتی
یفرق بیننا الاجل القریب

"میرے نفس نے مجھے بڑھاپے کی خبر سنائی اور بڑھاپے کے وقت عقل مند نصیحت حاصل کرتا ہے۔

جوانی اپنی منزل پر پہنچ کر چلی گئی۔ اور اب اس کی واپسی کی مجھے کوئی امید تک نہیں ہے۔

میں جوانی کو روؤں گا اور ایک طویل عرصے تک اس کا مرثیہ کرتا رہوں گا اور اسے آوازیں دوں گا کہ وہ لوٹ آئے۔

لیکن جو چیز مجھ سے چلی گئی ہے وہ کبھی واپس آنے والی نہیں ہے اور یہ سب جھوٹے نفس کی تمنا ہے جو کبھی پوری نہیں ہوگی۔

میرے سر کی سفیدی نے خوبرو عورتوں کو مجھ سے خوفزدہ کر دیا ہے اور جسے طویل عمر مل جائے تو وہ بوڑھا ہی ہو جاتا ہے۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ پری پیکر مجھ سے دور ہو رہے ہیں اور ان سے علیحدہ رہنا ہمارا مقصد بن چکا ہے۔

اگر جانے والی جوانی مجھے عزیز تھی تو یہ بڑھاپا بھی مجھے عزیز ہے۔میں خدا کے تقویٰ کے ساتھ اس سے صحبت قائم رکھوں گا یہاں تک کہ وہ موت جو قریب ہے۔ ہمارے درمیان جدائی ڈال دے گی"۔

اپنی خوش حالی پر نہ اتراؤ

۹۔ (محذف اسناد) ابراہیم بن عباس کابیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

اذا کنت فی خیر فلا تغترر به

ولکن قل اللهم سلم و تمم

"اگر تم خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہو تو اس پر نہ اتراؤ اور غرہ(ناز) نہ کرو بلکہ اللہ سے دعا کرو کہ یہ خوشحالی سلامت رہے اور تمام و کمال کو پہنچے"۔

باب 44

آپ کے اخلاق کریمانہ اور کیفیت عبادت کا بیان (۱)

۱۔ (محذف اسناد) "ابو عباد کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام گرمیوں میں چٹائی اور جاڑوں میں موٹے کمبل پر بیٹھتے تھے۔ہمیشہ موٹا لباس پہنتے تھے مگر جب مجمع عام میں تشریف لے جاتے تو ان کی خاطر عمدہ قسم کی پوشاک زیب تن کیا کرتے تھے"۔

۲۔ (محذف اسناد) حماد بن عیسیٰ نے اپنے والد سے روایت کی ،انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ، آپؑ نے اپنے والد علیہ السلام سے روایت کی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جب کوئی شخص میرے پاس کوئی حاجت لے کر آتا تو میں اس کی حاجت برآری کے لیئے جلدی کرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھ سے مستغنیٰ نہ ہوجائے اور پھر کبھی ضرورت کے وقت میرے پاس آنے کو ناگوار نہ سمجھے"۔

کنیزوں سے سلوک

۳۔ (محذف اسناد) "صولی کہتا ہے کہ میری دادی نے مجھ سے بیان کیا جن کا نام عذر تھا کہ مجھے بھی چند کنیزوں کے ساتھ شہر کوفہ سے خریدا گیا۔ میرے والد عرب اور والدہ غیر عرب تھی۔

یہاں سے مجھے خرید کر مامون کے پاس لے جایا گیا۔ وہاں میں مامون کے گھر میں رہی جو میرے لیئے جنت تھا۔ کھانا پینا ، عطریات ، درہم و دینار ہر شے با فراغت تھی۔

اس کے بعد مامون نے مجھے امام علی رضا علیہ السلام کو ہبہ کر دیا۔ جب میں آپؑ کے بیت الشرف میں پہنچی تو یہاں ہر چیز مفقود تھی اور ہم کنیزوں پر

۱۔یہ باب سات احادیث پر مشتمل ہے ۔

ایک داروغہ مقرر تھی جو ہمیں نماز شب کے لیئے بیدار کرتی تھی۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزرتی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح سے یہاں سے نکل جاؤں۔

پھر امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے تمہارے دادا عبداللہ بن عباس کو ہبہ کر دیا اور جب میں ان کے گھر پہنچی تو ایسا معلوم ہوا کہ جنت میں آ گئی۔

صولی کا بیان ہے کہ میں نے آج تک اپنی دادی سے زیادہ عقل مند کوئی دوسری خاتون نہیں دیکھی اور نہ میں نے کسی خاتون کو اپنی دادی سے زیادہ سخی پایا۔ ان کا انتقال ۲۷۰ھ میں بعمر سو سال ہوا۔

ان سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں اکثر لوگ دریافت کیا کرتے۔تو وہ کہا کرتی :۔

مجھے تو بس ان کے متعلق اتنا یاد ہے کہ وہ عود ہندی سلگاتے۔ اس کے بعد عرق گلاب اور مشک استعمال کرتے اور صبح کی نماز اول وقت میں پڑھا کرتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد جب آپؑ سجدہ کرتے تو آفتاب بلند ہونے کے بعد سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔ پھر اٹھتے اور لوگوں سے ملاقات کے لیئے تشریف لے جاتے یا کہیں جانے کے لیئے سواری تیار کراتے۔

یہ ممکن نہ تھا کہ آپؑ کے بیت الشرف میں کوئی شخص بلند آواز سے بات کرے اور آپؑ خود زیادہ بات چیت کرنا پسند نہ کرتے تھے۔

میرے دادا عبداللہ میری دادی کو متبرک خیال کرتے تھے اور جس دن سے یہ ان کو ہبہ ہوئی تھیں تو اسی دن سے میرے دادا نے میری دادی کو کنیز مدبرہ (چند شرائط پوری کرنے کے بعد آزاد) بنا دیا تھا۔

ایک دن میرے دادا کے ماموں عباس بن احنف حنفی میرے دادا کے پاس آئے اور میری دادی کی باتوں کو سن کر حیرت زدہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ کنیز آپ مجھے دے دیں۔ میرے دادا نے کہا تھا۔ یہ مدبرہ ہے۔

یہ سن کر عباس بن اخنف نے کہا :۔

ایا عذر زین باسمك العذر

واساء لا یحسن بك الدھر

" اے عذر ! تیری وجہ سے لفظ عذر خوبصورت بن گیا اور زمانے پر تعجب ہے جو تجھ سے برائی کر رہا ہے"۔

آپؑ ہر سوال کا جواب قرآن سے دیا کرتے تھے

۴۔ (محذف اسناد) صولی نے ابو ذکوان سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم بن عباس کو کہتے ہوئے سنا:۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ ان سے کسی نے کوئی سوال کیا ہو اور آپؑ کو اس کا علم نہ ہو اور میں نے ان کے دور میں ان سے بڑا عالم اور کہیں نہیں پایا۔

مامون نے بارہا آپؑ کی آزمائش کی اور ہر طرح کے سوالات آپؑ سے دریافت کیئے۔ جن کا جواب آپؑ فوراً ہی دے دیتے تھے۔ آپؑ کی ساری گفتگو اور جوابات قرآن مجید سے ماخوذ ہوتے تھے۔ آپؑ پورا قرآن تین دنوں میں ختم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر چاہوں تو تین دن سے کم میں بھی ختم کر سکتا ہوں۔ لیکن جب بھی کوئی آیت پڑھتا ہوں تو غور کرتا ہوں کہ یہ آیت کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی اور کس وقت نازل ہوئی۔ اسی لیئے میں تین دن میں ختم کرتا ہوں"۔

کلام دلنشین کی جھلک

آپؑ کا مشہور فرمان ہے :۔

" گناہان صغیرہ ، گناہان کبیرہ کا راستہ ہیں اور جو شخص چھوٹی چیز کے متعلق خدا سے نہیں ڈرتا وہ بڑی چیز کے لیئے بھی نہیں ڈرتا۔ اور اگر اللہ تعالٰی جنت کا

انعام اور دوزخ کے عذاب کی دھمکی نہ بھی دیتا تو بھی انسانوں پر فرض تھا کہ وہ خدا کے فضل، احسانات اور انعامات کی وجہ سے اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں"۔

یومیہ نمازوں میں فرائض و نوافل کی تفصیل

۵۔ (محذف اسناد) احمد بن علی انصاری نے بیان کیا کہ میں نے رجاء بن ابی ضحاک سے سنا۔ انہوں نے کہا:۔

"مجھے مامون نے حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو مدینہ سے لانے کے لیئے بھیجا اور حکم دیا کہ انہیں بصرہ، اہواز اور فارس کے راستے سے لے کر آنا۔ قم کے راستے سے نہ لانا اور یہ بھی حکم دیا کہ جب تک ہمارے پاس نہ پہنچ جاؤ تب تک دن رات ان کی نگرانی خود کرتے رہنا۔

چنانچہ میں مدینہ سے لے کر مرو تک آپؑ کے ساتھ ساتھ رہا۔

خدا کی قسم! میں نے کسی کو آپؑ سے زیادہ صاحبِ تقویٰ، ذکر الٰہی میں مشغول اور خوف خدا رکھنے والا نہیں پایا۔

جیسے ہی فجر کا وقت قریب ہوتا تو آپؑ کھڑے ہو کر فجر کی دو رکعات مستحب نماز ادا کرتے۔ جس کی پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ اخلاص تلاوت کرتے تھے اور جب فجر طلوع ہو جاتی تو آپؑ اذان و اقامت کہہ کر نماز فجر کی دو رکعات واجب بجالاتے تھے اور سلامِ نماز کے بعد آپؑ تسبیح، تحمید، تکبیر، تہلیل اور درود میں مشغول رہتے۔

اس کے بعد تجدید وضو کرتے اور اپنے مصلےٰ پر پہنچ جاتے۔ جب زوال کا وقت ہوتا تو کھڑے ہو کر ظہر کی نوافل کی چھ رکعات نماز ادا کرتے۔ پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ کافرون، دوسری رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ اخلاص اور اس کے بعد چار رکعات میں ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ اخلاص پڑھتے اور دوسری رکعت میں رکوع سے قبل دعائے قنوت اور آخر میں سلام پڑھتے اس کے بعد اذان کہتے اور دو رکعات ظہر کی مستحب نماز ادا کر کے اقامت کہتے اور ظہر کی چار رکعات نماز واجب ادا کرتے۔ جب نماز ظہر کے آخر میں سلام پڑھ لیتے تو دیر تک تسبیح، تحمید و تکبیر میں مصروف رہتے۔ پھر سجدۂ شکر بجالاتے اور اس میں سو مرتبہ "شُكْرًا لِلّٰهِ" کہتے۔

پھر سجدے سے سر اٹھاتے اور عصر کی مستحب نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے تو چھ رکعات نماز ادا کرتے، ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ اخلاص اور ہر دوسری رکعت میں رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھتے اور آخر میں سلام پڑھتے۔ اس کے بعد اذان کہتے اور دو رکعات نماز عصر کی نوافل ادا کر کے اقامت کہتے اور نماز عصر کی چار رکعات واجب ادا کرتے۔ جب نماز عصر پڑھ کر فارغ ہوتے تو اپنے مصلّے پر تشریف رکھتے اور تعقیبات پڑھتے جس قدر اللہ چاہتا۔ پھر سجدۂ شکر بجالاتے جس میں سو (۱۰۰) مرتبہ "حَمْدًا لِلّٰه" کہتے۔

جب سورج غروب ہوجاتا تو آپؑ تجدید وضو کرتے اور اذان و اقامت کے بعد مغرب کی تین رکعات نماز واجب بجالاتے، جس کی دوسری رکعت میں قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے اور سلام کے بعد نماز کو تمام کرتے اور اپنی جائے نماز پر تشریف رکھتے ہوئے آپؑ تسبیح، تحمید، تکبیر اور تہلیل میں مصروف رہتے جب تک خدا چاہتا پھر سجدۂ شکر بجالاتے اور پھر سجدے سے سر اٹھاتے اور کسی سے کلام کیے بغیر کھڑے ہو کر مغرب کی مستحب چار رکعات نماز دو سلاموں کے ساتھ ادا کرتے۔ جس کی پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ اخلاص کی تلاوت کرتے، جس کی ہر دوسری رکعت میں قرأت کے بعد اور رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھتے اور سلام پھیرنے کے بعد جب تک خدا چاہتا تعقیبات میں مصروف رہتے اور جب رات کا اندھیرا چھا جاتا پھر آپؑ افطار فرماتے۔

پھر تھوڑا دم لیتے اور جب ایک تہائی رات گزر جاتی تو کھڑے ہو کر چار رکعت نماز عشاء واجب بجالاتے جس کی دوسری رکعت میں سورتوں کی تلاوت کے بعد اور رکوع سے قبل قنوت پڑھتے اور جب سلام پڑھ کر نماز سے فارغ ہوجاتے (تو آپؑ فوراً عشاء کی دو رکعت مستحب نماز بیٹھ کر پڑھتے جو ایک رکعت شمار ہوتی ہے) پھر آپؑ ذکر الٰہی میں مشغول ہوجاتے اور جب تک اللہ چاہتا تسبیح، تحمید، تکبیر و تہلیل کرتے رہتے۔ پھر ان تعقیبات کے بعد سجدۂ شکر بجالاتے اور اپنے بستر پر تشریف لے جاتے۔

اور جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا تو آپؑ اپنے بستر سے **سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُلِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کہتے ہوئے اٹھتے، مسواک کرتے، وضو فرماتے اور نماز شب کے لیے کھڑے ہوجاتے اور آٹھ رکعت نماز شب پڑھتے۔ جس کی ہر دوسری رکعت پر سلام کہتے۔ اور ہر پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد **سورۂ اخلاص** تیس (۳۰) مرتبہ پڑھتے۔ اس کے بعد نماز جعفر طیار چار رکعت اور ہر دو رکعت پر سلام اور ہر دوسری رکعت میں رکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔ اس کے بعد باقی دو رکعتیں جن کی پہلی رکعت میں

سورۂ حمد اور سورۂ ملک اور دوسری رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ حمد اور سورۂ دھر پڑھتے۔

اور اس کے بعد نماز شفع کی دو رکعت پڑھتے ۔ جس کی ہر رکعت میں سورۂ حمدایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھاکرتے تھےاوردوسری رکعت میں قنوت پڑھتے تھے اور سلام کے بعد نماز وتر ایک رکعت پڑھتے تھے جس میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ اخلاص تین بار اور سورۂ فلق ایک بار اور ایک بار سورۂناس پڑھتے تھے اور اس میں بھی رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے اور قنوت میں یہ دعا پڑھتے۔

اللھم صل علی محمد و ال محمد اللھم اھدنا فیمن ھدیت و عافنا فیمن عافیت و تولنا فیمن تولیت و بارك لنا فیما اعطیت و قنا شرما قضیت فانك تقضی ولا یقضیٰ علیك انه لا یزل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا و تعالیت۔

اس کے بعدستر مرتبہ " أَسْتَغْفِرُاللّٰهَ وَ أَسْئَلُهُ التَّوْبَةَ " کہتے ۔ جب سلام پڑھ کر نماز وتر تمام کرتے تو تعقیبات کے لیئے بیٹھ جاتے۔ اس کے بعد شکر کے دو سجدے کرتے یہاں تک کہ خوب دن نکل آتا ۔

آپؑ تمام فرض نمازوں کی پہلی رکعت میں سورۂ حمد اور سورۂ قدر اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد اورسورۂاخلاص پڑھتے تھے ۔ سوائے جمعہ کے دن نماز صبح اور نماز ظہر اور نماز عصر کے۔

ان میں آپ سورۂ حمد اور سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد اور سورۂ اعلیٰ کی تلاوت فرماتے اور سوموار اور جمعرات کے دن صبح کی پہلی رکعت میں سورۂ حمد اورسورۂ دہر اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد اور سورۂ غاشیہ تلاوت فرماتے تھے ۔

اور آپ نماز مغرب ، نماز عشاء ، نماز شب (تہجد) ، نماز شفع ، نماز

وتر اور نماز صبح بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور نماز ظہر اور عصر دھیمی آواز سے پڑھتے تھے اور آخر کی دو رکعتوں میں تسبیحات اربعہ یعنی " **سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الااللہ واللہ اکبر** " تین مرتبہ پڑھتے اور ہر نماز کے قنوت میں یہ دعا پڑھتے۔

رب اغفر و ارحم و تجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاجل الاکرم۔

آپؑ جب کسی شہر میں دس دن قیام کرتے تو روزہ رکھتے قصر نہ فرماتے اور جب رات تاریک ہو جاتی تو افطار سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

آپؑ دوران سفر نماز مغرب کے علاوہ باقی تمام نمازیں دو دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ آپؑ مغرب کی تین رکعات پوری پڑھا کرتے تھے اور سفر و حضر میں نوافلِ مغرب ، نماز تہجد، نماز شفع اور نماز وتر کو ہر حال میں ادا کرتے تھے۔

آپؑ دن کی نمازوں کے نوافل سفر میں ادا نہیں کرتے تھے۔ اور جن نمازوں کو قصر کر کے پڑھتے ان میں تسبیحات اربعہ یعنی" **سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر** " تین مرتبہ پڑھتے اور فرماتے یہ اتمام نماز کے لیئے ہے۔اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپؑ نے سفر یا حضر میں نماز الضحیٰ پڑھی ہو۔ نیز آپؑ سفر میں کوئی روزہ نہیں رکھتے تھے۔

آپؑ اپنی دعا کو محمدؐ و آل محمدؐ پر درود کے ساتھ شروع فرماتے اور نماز میں بلکہ نماز کے علاوہ بھی کثرت سے درود پڑھتے تھے۔

آپؑ رات کے وقت اپنے بستر پر کثرت سے تلاوت کلام پاک کیا کرتے تھے۔ جب کسی ایسی آیت پر پہنچتے جس میں جنت یا جہنم کا ذکر ہوتا تو گریہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے جنت کی دعا فرماتے اور جہنم سے پناہ چاہتے۔

آپؑ شب و روز کی تمام نمازوں میں" **بسم اللہ الرحمن الرحیم** "

بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔

اور جب آپؑ سورۂ اخلاص پڑھتے تو خفی آواز سے " الله احد " کہتے تھے اور جب سورۂ اخلاص کی تلاوت سے فارغ ہوتے تو " كذلك الله ربنا " تین بار کہتے تھے۔

اور جب سورۃ الکافرون کی تلاوت کرتے تو دل میں کہتے " يا ايها الكافرون "

اور جب اس کی تلاوت سے فارغ ہوتے تو فرماتے " ربی الله و دينی الاسلام "۔

اور جب سورۃ التین کی تلاوت کرتے تو یہ سورہ مکمل کرنے کے بعد " بلى و انا من الشاهدين " کہتے تھے۔

اور جب سورۃ القیامۃ یعنی " لا اقسم بيوم القيامة " کی تلاوت کرتے تو تلاوت کے بعد فرماتے " سبحانك اللهم بلى "۔

اور جب سورۂ جمعہ کی تلاوت کرتے تو تلاوت سے فراغت کے بعد فرماتے۔

" قل ما عندالله خير من اللهو و من التجارة للذين اتقوا والله خير الرازقين "۔

اور جب سورۂ فاتحہ کی تلاوت فرماتے تو تلاوت کے بعد فرماتے۔

" الحمد لله رب العالمين "۔

اور جب سورۃ الاعلیٰ کی تلاوت کرتے تو تلاوت کے بعد دل میں کہتے۔

"سبحان ربی الاعلیٰ"

اور جب آپؑ قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت کرتے جن میں " يا ايها الذين امنوا " ہے تو آپؑ آہستہ سے " لبيك اللهم لبيك " کہتے تھے۔

اور اس سفر کے درمیان جس شہر میں بھی کوئی شخص آپؑ کے پاس آتا اور آپؑ سے دینی مسائل دریافت کرتا تو آپؑ اس کے جوابات اکثر و بیشتر اپنے آباء و

اجداد علیھم السلام کے سلسلے سے دیا کرتے تھے۔ یعنی سلسلے کو حضرت علی علیہ السلام اور ان سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی حدیث بیان فرماتے ۔

الغرض جب میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو لے کر مامون کے پاس پہنچا تو اس نے دورانِ سفر ان حضرت کا حال دریافت کیا تو میں نے شب و روز آپؑ کے کوچ اور قیام میں جو دیکھا تھا ، بیان کیا ۔ تو اس نے کہا:۔

ابن ضحاک! یہ روئے زمین پر سب سے بہتر انسان ہیں۔ سب سے زیادہ صاحب علم ہیں اور سب سے زیادہ عبادت گزار ہیں ۔ مگر تم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کسی سے بیان نہ کرنا تاکہ ان کا فضل و شرف لوگوں پر ظاہر نہ ہوسکے اور آپؑ کے متعلق جو میری نیت ہے اس میں اللہ سے میں مدد چاہتا ہوں"

قید خانہ میں عبادت

۲۔ (حذف اسناد)"عبدالسلام بن صالح ہروی کا بیان ہے :۔

میں مقام سرخس میں اس اس گھر دروازے پر پہنچا جہاں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نظر بند اور قید تھے۔

میں نے قید خانہ کے داروغہ سے آپؑ سے ملاقات کی اجازت طلب کی تو اس نے کہا۔

ان سے ملنے کی کوئی صورت نہیں ہے ۔

میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا :۔

ان کے پاس وقت ہی کہاں ہے۔ وہ روز و شب میں ایک ہزار رکعات نماز ادا کرتے ہیں ۔ البتہ دن کے ابتدائی حصے میں ذرا دم لیتے ہیں۔ پھر زوال سے پہلے اور غروب آفتاب سے قبل نماز میں مشغول نہیں ہوتے۔ مگر اس وقت بھی آپؑ اپنے مصلی پر بیٹھے رہتے ہیں اور اپنے رب سے محو مناجات رہتے ہیں ۔

میں نے کہا :۔

اچھا تو پھر انہی اوقات میں سے کسی وقت کی ملاقات کی اجازت میرے

لیئے حاصل کرلو۔

اس نے میرے لیئے اجازت مانگی ۔میں حاضرِ خدمت ہوا تو آپؑ اپنے مصلٰی پر بیٹھے ہوئے کچھ سوچ رہے تھے۔میں نے آپؑ سے عرض کی :۔

فرزند رسولؐ ! لوگ آپؑ کی طرف سے عجیب روایت بیان کر رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا :۔

کون سی روایت ؟

میں نے عرض کیا :۔

لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ حضرات اس بات کے دعویدار ہیں کہ تمام لوگ آپؑ کے زر خرید غلام ہیں ۔

آپؑ نے فرمایا :۔

اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، پوشیدہ اور ظاہر باتوں کے جاننے والے ! تو خود اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے یہ بات کسی سے نہیں کی اور نہ ہی میرے آبائے طاہرینؑ نے کبھی کوئی ایسا دعویٰ کیا تھا۔ اور تو بخوبی جانتا ہے کہ لوگوں نے ہم پر کتنے ظلم کیئے ہیں اور یہ بھی انہی مظالم میں سے ایک ظلم ہے۔

پھر آپؑ میری جانب متوجہ ہوئے اور مجھ سے فرمایا :۔

عبدالسلام ! فرض کر لو اگر تمام لوگ ہمارے غلام بن جائیں تو ہم ان قیدی غلاموں کو آخر کس کے پاس فروخت کریں گے ؟

میں نے کہا :۔

فرزند رسولؐ! آپؑ نے سچ فرمایا۔پھر آپؑ نے فرمایا:۔

عبدالسلام ! کیا تم بھی اپنے علاوہ دوسروں کی طرح سے ہماری ولایت کے وجوب کے منکر ہو ؟

میں نے کہا:۔

معاذاللہ ! ایسا نہیں ہے ۔میں تو آپؑ کی ولایت کا اقرار کرتا ہوں"۔

نشست و برخاست کا انداز

۷۔ (محذف اسناد) ابراہیم بن عباس کا بیان ہے:۔

"میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو کبھی کسی سے ترش روئی سے بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نیز کبھی کسی کی بات کاٹ کر خود بات کرتے ہوئے یا کسی محتاج کے سوال کو رد کرتے ہوئے یا کبھی اپنے ہم نشینوں کے سامنے پیر پھیلائے ہوئے یا ہم نشینوں کے سامنے تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے یا اپنے غلاموں میں سے کسی کو سخت سست کہتے ہوئے یا تھوکتے ہوئے یا ہنستے وقت قہقہہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپؑ کی ہنسی صرف مسکراہٹ تک محدود ہوتی تھی۔

جب دستر خوان لگایا جاتا تو آپؑ کے ساتھ غلام، دربان، اور سائیس بھی کھانا کھاتے تھے۔ اور آپؑ رات کو بہت کم سوتے اور زیادہ بیدار رہتے تھے۔ اور اکثر راتوں کو پوری پوری رات جاگ کر بسر کرتے تھے۔ آپؑ اکثر و بیشتر روزہ رکھتے تھے۔ ہر مہینے کے تین روزے آپؑ کبھی نہیں چھوڑا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ یہ "صوم الدهر" ہے۔

آپؑ پوشیدہ طور پر بہت صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے اور عموماً اندھیری راتوں میں ایسا کرتے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم نے آنجنابؑ کے مانند کسی شخص کو فضل و شرف میں دیکھا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس کو سچا نہ جانو۔

باب 45

امامت و تفضیل کے متعلق مامون کا مناظرہ (۱)

مامون کے متعلق امامؑ کا ارشاد

۱۔ (بحذف اسناد) "اسحاق بن حماد سے روایت ہے کہ مامون صرف حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو خوش کرنے اور قربت جتانے کے لیئے اہل بیت علیہم السلام کے مخالفین سے مباحثوں اور مناظروں کی مجالس منعقد کیا کرتا اور ان میں سے حضرت علی امیرالمومنینؑ کی امامت اور تمام صحابہ پر آپؑ کی فضیلت کے متعلق بحث کیا کرتا تھا۔ مگر حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے معتمد اور باوثوق اصحاب کو یہ بتا دیا کرتے تھے:۔

دیکھو! مامون کی باتوں سے دھوکا نہ کھا جانا۔ بخدا یہی میرا قاتل ہے لیکن ہمیں ابھی اس معینہ اجل تک صبر کرنا ہے"۔

مخالفین اہلبیت سے مامون کا منظرہ

۲۔ (بحذف اسناد) اسحاق بن حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن اکثم قاضی کو کہتے ہوئے سنا :۔

مامون نے مجھے حکم دیا کہ میں محدثین، متکلمین اور مناظرین کی ایک جماعت فراہم کروں۔ تو میں نے محدثین و متکلمین دونوں قسم کے تقریباً چالیس افراد جمع کر دیئے اور ان سب کو لے کر دربار میں پہنچا اور انہیں دربان کے پاس بٹھا کر میں اندر گیا تاکہ انہیں یہ بتا دوں کہ یہ لوگ کس مرتبے اور منزلت کے ہیں۔

مامون نے ان سب کے رتبے اور منزلت سن کر کہا :۔

اچھا! ان سب کو میرے سامنے لاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ آج آپ لوگوں

۱۔ یہ باب دو احادیث پر مشتمل ہے

کے سامنے اس حجت کو تمام کر دوں جو مجھ پر عنداللہ فرض ہے۔ لہٰذا اب آپ حضرات میں سے جن صاحب کو اپنی ضروریات بشری سے فارغ ہونا ہو وہ فارغ ہو جائیں۔ اپنے موزے اور ردائیں اتار کر بے تکلف بیٹھ جائیں۔

چنانچہ جب وہ لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے تو مامون نے ان سے خطاب کیا۔

حضرات! میں نے آپ کو آج اس لیئے زحمت دی ہے کہ آپ سے ایک اہم مسئلے پر گفتگو کروں اور آپ سے بھی مجھے یہ امید ہے کہ ہمہ تن گوش ہو کر اس گفتگو کو سنیں گے۔

مامون: سنیئے! میں ایک شخص ہوں جس کا دعویٰ ہے کہ بعد از نبی اکرمؐ حضرت علی خیرالبشر اور افضل الخلائق ہیں۔ اگر آپ حضرات کے نزدیک بھی میرا یہ دعویٰ سچا ہے تو اس کی تصدیق و تائید کریں ورنہ اسے رد کر دیں۔ اور اب اس سلسلے میں اگر آپ کہیں تو میں چند سوالات کروں یا آپ حضرات مجھ سے سوالات پوچھ سکتے ہیں۔

پہلا محدث: ہم آپ سے سوال کریں گے۔

مامون: بہتر! مگر آپ حضرات اپنے حلقے میں سے ایک شخص کو گفتگو کے لیئے منتخب کر لیں تا کہ صرف وہی بات کرے باقی سب سنتے رہیں۔ البتہ اس کے بعد اگر کوئی اور شخص مزید گفتگو کرنا چاہے تو وہ اس کی کمی پوری کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک محدث نے بحث کا آغاز اس طرح کیا۔

محدث: امیرالمومنین! ہمارا نظریہ یہ ہے کہ رسول خداؐ کے بعد حضرت ابوبکر ہی تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ اور ہمارا یہ نظریہ رسول اکرمؐ کی ایک متفقہ حدیث کی بنیاد پر قائم ہے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا:۔

اقتدوا باللذین من بعدی ابوبکر وعمر۔

"تم میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتدا کرنا"

پس جب رسول رحمتؐ نے شیخین کی اقتدا کا حکم دے دیا ہے تو اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ آپؐ نے لوگوں کو ان کی اقتدا کا حکم دیا ہے جو کہ تمام لوگوں سے بہتر ہے۔

مامون: یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے پاس روایات زیادہ ہیں اور ان روایات کے متعلق تین ہی صورتیں ہیں۔ یا تو تمام روایات سچی ہیں یا تمام روایات جھوٹی ہیں یا پھر کچھ سچی اور کچھ جھوٹی ہیں۔

تمام روایات کو سچا ماننا ممکن نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کچھ روایات دوسری روایات کی متضاد ہیں اور تمام روایات کو باطل کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر تمام روایات کو غلط تسلیم کر لیا جائے تو پھر پورے کا پورا دین اور پوری شریعت ہی باطل ہو جائے گی (کیونکہ دین و شریعت روایات کی اساس پر قائم ہے) اور جب پہلی دو صورتیں غلط ہیں تو ہمیں لازمی طور پر تیسری صورت کو صحیح قرار دینا ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ بعض روایات حق اور بعض روایات باطل ہیں۔ اور اس کے لیے ہمیں کسی محکم دلیل کی ضرورت ہوگی جس سے صحیح روایات کو ثابت اور اس کی متضاد روایات کی نفی کی جا سکے اور جب روایت صحیح ثابت ہو جائے تو ہمیں اس پر اعتقاد رکھنا چاہیے اور اس سے تمسک کرنا چاہیے اور جو روایت آپ نے پیش کی ہے اس کا تعلق ان روایات سے ہے جن کے باطل ہونے کی دلیلیں خود ان کے اندر موجود ہیں۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ اور امر مسلم یہ ہے کہ رسول اکرمؐ تمام صاحبان حکمت سے بڑے حکیم اور تمام مخلوقات میں سب سے بڑے راست گو تھے اور آپؐ کے متعلق یہ بات سوچی ہی نہیں جا سکتی کہ آپؐ کسی ناممکن اور امر محال کا حکم فرمائیں اور لوگوں کو مجبور کریں کہ وہ غلط بات پر عقیدہ رکھیں اور دیانت داری کے خلاف عمل کریں اور جو روایت آپ نے پیش کی ہے اس میں یہی بات نظر آتی ہے۔

اور اسی روایت میں جن دو افراد کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے وہ دونوں یا تو ہر لحاظ سے متفق ہوں یا مختلف ہوں گے۔ اور اگر دونوں ہر لحاظ سے متفق ہیں تو پھر انہیں عدد، صفت، صورت، جسم اور فرد واحد تسلیم کرنا پڑے گا اور ایسا ناممکن ہے کہ دو افراد ہر لحاظ سے ایک ہوں۔ اور اگر وہ دونوں مختلف تھے تو ان کے باہمی اختلاف کے باوجود لوگوں کو ان کی اقتداء کا حکم کیسے دیا جا سکتا

ہے ؟اور یہ "تکلیف ملایطاق" ہے۔

کیونکہ اگر انسان ایک کی اقتدا کرے گا تو دوسرے کی مخالفت کرے گا اور شیخین کے باہمی اختلاف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے اہل ارتداد کو قید کرنے کا حکم دیا تھا اور حضرت عمر نے انہیں آزاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کو مشورہ دیا تھا کہ وہ خالد بن ولید کو سالاری سے معزول کر دیں اور مالک بن نویرہ کے قصاص میں اسے قتل کر دیں۔ مگر حضرت ابو بکر نے ان کا مشورہ قبول نہیں کیا تھا۔ حضرت عمر نے متعة الحج اور متعة النساء کو حرام قرار دیا تھا جب کہ حضرت ابو بکر نے ایسا نہیں کیا تھا حضرت عمر نے وظائف کے رجسٹرات مرتب کرائے تھے جب کہ حضرت ابو بکر نے ایسا نہیں کیا تھا۔ حضرت ابو بکر نے اپنے بعد کے لیے ایک شخص کو اپنا خلیفہ نامزد کیا، جب کہ حضرت عمر نے کسی فرد واحد کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا اور یہ معاملہ شوریٰ پر چھوڑا تھا۔ اس کے علاوہ بھی شیخین میں باہمی اختلافات کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

خدا را ! اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اتنے اختلافات کے باوجود ان دونوں کی بیک وقت اقتدا کیسے کی جا سکتی ہے؟ یہ سن کر پہلا محدث خاموش ہو گیا۔

قول مؤلف : کتاب ہذا کے مصنف کہتے ہیں کہ یہ گفتگو انتہائی فیصلہ کن ہے اور اس بحث کے دوران مامون کو یہ کہنا یاد نہ رہا کہ محدثین اہل سنت نے مذکورہ حدیث کو "**اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر**" کے الفاظ سے بیان نہیں کیا۔ اگر وہ اس روایت کو ان الفاظ سے بیان کرتے تو اس سے شیخین کی اقتدا کرنے کا حکم ثابت ہوتا۔

محدثین اہل سنت نے اس روایت کو ان الفاظ سے بیان کیا

اقتدوا بالذین من بعدی ابو بکرو عمر۔

اور بعض محدثین اہل سنت نے اس روایت کو ان الفاظ سے بیان کیا۔

واقتدوا باللذین من بعدی ابابکر و عمر

اور اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو "نصب" کی صورت میں حدیث کا عربی

مفہوم یوں ہوگا۔

1۔اقتدوا بالذین من بعدی کتاب اللہ و العترۃ یا ابابکر و عمر۔

"اے ابو بکر و عمر! تم میرے بعد دو چیزوں یعنی قرآن اور میری عترت کی اقتدا کرنا"۔

اور اگر اس روایت کو "رفع" کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا عربی زبان میں مفہوم اس طرح سے ہوگا۔

2۔ اقتدوا ایھا الناس و ابوبکر وعمر بالذین من بعدی کتاب اللہ و العترۃ۔

"اے لوگو اور اے ابو بکر و عمر! میرے بعد تم اللہ کی کتاب اور عترت کی اقتدا کرنا"۔

الغرض جن دو مذکورہ طریقوں سے محدثین اہل سنت نے اس روایت کو بیان کیا ہے اس سے کسی طور پر حضرت ابو بکر و عمر کی اقتدا کا حکم سرے سے ثابت ہی نہیں ہوتا۔

آمدم بر سر مطلب اس کے بعد دوسرے محدث نے گفتگو شروع کی۔

دوسرا محدث : مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:۔

لو کنت متخذا خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلا ۔

"اگر میں کسی کو اپنا خلیل منتخب کرتا تو حضرت ابو بکر کو ہی اپنا خلیل منتخب کرتا"۔

مامون : یہ بھی ناممکن ہے۔اس لیئے کہ آپ لوگ ہی یہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ میں مواخات قائم کرائی یعنی انہیں ایک دوسرے کا بھائی بنایا مگر حضرت علیؑ کو چھوڑ دیا اور انہیں کسی کا بھائی نہ بنایا۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی :۔

یا رسول اللہؐ ! آپؐ نے لوگوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا تو آپؐ نے فرمایا :۔

علیؑ ! میں نے تمہیں اپنے لیئے منتخب کیا ہے ۔

انت اخی فی الدنیا والا خرة ۔

" تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو " ۔

لہٰذا یہ روایت اور ابھی آپ نے جو روایت پڑھی ہے دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ اور یہ دونوں بیک وقت کیسے صحیح ہو سکتی ہیں ؟

اور صاف بات ہے کہ ان میں سے ایک ہی صحیح ہو گی اور دوسری غلط ۔

چنانچہ یہ جواب سن کر وہ بھی خاموش ہو گیا ۔

تیسرا محدث : جنابِ عالی ! مگر حضرت علی علیہ السلام نے خود بر سر منبر کہا ہے :۔

" نبی اکرمؐ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابو بکر و عمر ہیں " ۔

مامون : آپ خود سوچیں کہ یہ کیسے ممکن ہے اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان دونوں بزرگوں کو پوری امت سے بہتر سمجھتے تو ان دونوں کو کبھی عمرو بن العاص اور کبھی اسامہ بن زید کے ماتحت نہ کرتے اور اس روایت کی تکذیب تو حضرت علیؑ کا یہ قول کر رہا ہے ۔

"جب نبی اکرمؐ کی وفات ہوئی تو میں آنحضرتؐ کی جانشینی کا سب سے زیادہ حقدار تھا۔ مگر میں نے سوچا کہ یہ لوگ ابھی ابھی تو چند دن پہلے مسلمان ہوئے ہیں اگر میں ان سے الجھوں گا تو پھر یہ کہیں کافر نہ ہو جائیں"۔

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا :۔

"یہ دونوں مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ میں ان دونوں کے اسلام لانے سے پہلے اللہ کی عبادت کرتا رہا اور ان دونوں کی وفات کے بعد بھی اللہ کی عبادت کر رہا ہوں"۔

یہ سن کر وہ محدث لا جواب ہو گیا۔

چوتھا محدث: مگر یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنا دروازہ بند کر لیا تھا اور یہ فرماتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھ سے یہ عہدہ لے لے اور میں اس کے حق میں دست بردار ہو جاؤں ؟

اس موقع پر حضرت علی علیہ السلام نے ان سے کہا، جب رسول خداؐ نے آپ کو مقدم کیا تو پھر آپ کو مؤخر کون کر سکتا ہے ؟

مامون: مگر یہ روایت بھی درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر سے بیعت سے کنارہ کشی کی تھی اور آپ لوگوں کی روایات میں ہمیں یہ الفاظ دکھائی دیتے ہیں کہ جب تک حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا زندہ رہیں تو اس وقت تک حضرت علی علیہ السلام بیعت سے کنارہ کش رہے۔

اور حضرت زہراؑ یہ وصیت کر کے فوت ہوئی تھیں کہ مجھے شب کے اندھیرے میں دفن کرنا تاکہ یہ دونوں میرے جنازے میں شریک نہ ہو سکیں۔

اور آپ کی بیان کردہ روایت کے غلط ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر رسول خداؐ ان کو اپنا خلیفہ بنا گئے تھے تو پھر انہیں جائز ہی نہیں کہ وہ دوسرے کے حق میں دستبردار ہوں ، اور انہیں کیا حق تھا کہ وہ ایک نصاریٰ سے یہ کہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں پر ابو عبیدہ یا حضرت عمر کو خلیفہ بنا کر خود خلافت سے دستبردار ہو جاؤں۔

جواب معقول تھا اس لیے وہ بھی خاموش ہو گیا۔

پانچواں محدث: ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ عمرو بن العاص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا:۔

یا رسول اللہؐ ! خواتین میں سے آپ کو سب سے زیادہ کون سی خاتون پیاری ہے ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

عائشہ

پھر عمرو بن العاص نے آپؐ سے پوچھا:۔

اور مردوں میں سے کون آپؐ کو زیادہ محبوب ہے ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

ان کے والد ۔

مامون : یہ روایت بھی درست نہیں ہے اس لیے کہ آپ حضرات کے پاس ایک مشہور اور متواتر روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ رکھا گیا تو آپؐ نے دعا فرمائی کہ پروردگار ! جو تیرے نزدیک ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو اس کو اسی وقت بھیج دے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کو بھیج دیا ۔ اب آپ بتائیں کہ اس متواتر روایت کے سامنے آپ کی پیش کردہ روایت کو کس طرح قبول کیا جائے ؟

چھٹا محدث: حضرت علیؑ نے خود ہی کہا ہے کہ جو شخص مجھے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر فضیلت دے گا تو اس کو میں اتنے تازیانے ماروں گا، جتنے تازیانے ایک جھوٹے اور مفتری کو مارے جاتے ہیں ۔

مامون: یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ ایسا فرمائیں کہ جس پر از روئے شرع کوئی حد نہیں اس پر میں حد شرع جاری کروں گا ۔ اس طرح تو انہوں نے خود حدود الٰہی سے تجاوز اور حکم خدا کے خلاف ارشاد فرمایا اس لیے کہ ان دونوں سے کسی کو افضل سمجھنا کوئی گناہ نہیں ہے ۔

اور پھر آپ حضرات نے خود حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے کہ جب وہ والی مقرر ہوئے تو انہوں نے اپنے پہلے خطبے میں کہا:۔

"لوگو ! مجھے تمہارا والی بنایا گیا ہے مگر میں تم سے بہتر نہیں ہوں"۔

اب آپ خود ہی بتائیں کہ ان دونوں میں سے سچا کون ہے ۔ حضرت ابوبکر جو اپنے لیے خودہی اعلان کررہے ہیں یا حضرت علیؑ جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو فضیلت دے رہے ہیں ۔

اور ان دونوں باتوں میں جو تناقض اور تضاد ہے وہ تو اپنی جگہ ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اپنے اس قول میں سچے ہیں تو کس حد تک ؟ اور اگر سچے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہیں یہ کیسے معلوم ہوا ؟

کیا انہیں وحی کے ذریعے معلوم ہوا ؟

وحی کا سلسلہ ختم ہوچکا ۔ اب یہ کہ وہ خود اپنی ہی نظر میں ایسے تھے ؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے متعلق مشکوک تھے اور اگر وہ اپنے اسی قول میں سچے نہ تھے تو ایسا شخص جو مسلمانوں کا ولی ہو اور جو احکام اسلام کے نفاذ کا ذمہ دار ہو اور جو مسلمانوں پر حدود اسلامی جاری کرنے والا ہوباوجوداس کے وہ کاذب ہو ؟؟

یہ عجیب بات ہے ۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ اپنے قول میں سچے تھے اور وہ لوگوں سے کسی طرح اور کسی طور پر افضل نہیں تھے ۔

ساتواں محدث : مگر حدیث میں یہ بھی تو ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر اور عمر جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں ۔

مامون : آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ کبھی بھی نہیں فرماسکتے ۔ اس لیے کہ جنت میں بڑھاپا نہیں ہوگا ۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک ضعیفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے حصول جنت کے لیے دعا کی طالب ہوئی تو آپؐ نے فرمایا "کوئی بوڑھی خاتون جنت میں داخل نہیں ہوگی"۔

یہ سن کر وہ رونے لگی۔ آپؐ نے فرمایا ، کیوں روتی ہو ؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا (الواقعہ ۳۵ تا ۳۷)

"بے شک ہم نے ان حوروں کو خلق کیا ہے، انہیں نت نئی بنایا ہے یہ باکرہ اور آپس میں ہم سن سہیلیاں ہوں گی"۔

مقصد آیت یہ ہے کہ جنت میں بڑھاپا نہیں ہوگا ۔ اب اگر آپ کہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر بھی جوان بن کر جنت میں جائیں گے تو آپ کے یہاں یہ حدیث بھی موجود ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں۔ خواہ وہ اولین میں سے ہو یا آخرین میں سے اور دونوں کے والدین ان سے افضل و بہتر ہیں ۔

یہ جواب سن کر وہ بھی خاموش ہوگیا ۔

آٹھواں محدث: ان کے افضل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! اگر مجھے تمہارے پاس نبی بنا کر نہ بھیجا جاتا تو عمر کو نبی بنا کر تمہارے پاس بھیج جاتا ۔

مامون: یہ بھی نہ ممکن ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

(النساء ۱۶۳)

"اے رسولؐ ! ہم نے آپؐ کے پاس بھی اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور ان کے بعد والے پیغمبروں پر بھیجی تھی"۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ (الاحزاب، ۷)

"اے رسولؐ ! اس وقت کو یاد کریں جب ہم نے انبیاءؑ سے وعدہ لیا تھا اور آپؐ سے اور نوحؑ سے اور ابراہیمؑ سے اور موسیٰؑ سے اور عیسیٰ بن مریمؑ سے وعدہ لیا تھا"۔

اب آپ خود ہی انصاف کر کے مجھے یہ بتائیں کہ کیا یہ جائز ہے کہ اللہ جس سے عہد و میثاق لے ، اس کو تو نہ بھیجے اور جس سے کوئی عہد و میثاق نہ لیا

گیا ہوا سے نبی بنا کر بھیج دے ؟

یہ سن کر وہ بھی لاجواب ہوگیا۔

نواں محدث : یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ فخر و مباہات کرتا ہے۔

چنانچہ آنحضرتؐ سے روایت ہے کہ آپؐ یوم عرفہ میں حضرت عمر کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بالعموم اور عمر پر بالخصوص فخرو مباہات کرتا ہے۔

مامون : یہ بھی ناممکن اور محال ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کر سکتا کہ حضرت عمر پر تو فخر کرے اور اپنے نبیؐ کو چھوڑ دے اور حضرت عمر کا شمار خاص بندوں میں ہو اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا شمار عام بندوں میں ہو۔

اور آپ لوگوں کی روایات کو دیکھتے ہوئے اس روایت پر کوئی تعجب نہیں ہوتا اس لیے کہ آپ کے یہاں تو یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

جب میں جنت میں داخل ہونے لگوں گا تو مجھے کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دے گی اور میں دیکھوں گا کہ حضرت ابوبکر کے غلام بلال مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہورہے ہیں۔ اور اسی بنا پر جب شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ، حضرت ابوبکر سے بہتر ہیں تو آپ جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کا غلام بھی رسول خداؐ سے افضل ہے کیونکہ سابق مسبوق سے افضل ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں آپ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ جب شیطان حضرت عمر کو آتا ہوا محسوس کرتا تھا تو بھاگ جاتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ آپ نے یہ روایت بھی تراشی ہوئی ہے کہ شیطان نے رسول خداؐ کی زبان پر لات و منات کی تعریف جاری کرادی تھی اور سورۃ النجم کی تلاوت کے دوران آپؐ کے منہ سے ابلیس نے یہ کلمات جاری کرائے تھے " **انھن الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی** " اب ذرا انصاف سے تو مجھے بتائیں کہ شیطان حضرت عمر کو دیکھ کر تو

بھاگ کھڑا ہوتا تھا مگر رسول اکرمؐ سے کلمۂ کفر تک کہلادیا کرتا تھا ؟؟

مامون کا جواب معقول تھا ۔ وہ محدث بے چارہ جواب میں کیا کہتا ۔ لہٰذا وہ بھی خاموش ہوگیا ۔

دسواں محدث: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اگر عذاب نازل ہوتا تو میری امت میں سوائے حضرت عمر کے اور کوئی نہ بچتا ۔ (بھلا اس سے بڑھ کر افضلیت کی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے ؟)

مامون : مگر یہ روایت تو نص قرآنی کے سراسر خلاف ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔(الانفال ۳۳)

اے رسولؐ! جب تک آپؐ ان کے درمیان میں موجود ہیں اس وقت تک اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا ۔

آپ لوگوں نے تو اس روایت کی بنا پر حضرت عمر کو حضرت رسول اکرمؐ کے مثل بنادیا ۔ (یہ جواب سن کر وہ محدث بھی خاموش ہوگیا)۔

گیارہواں محدث : اچھا ! اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود گواہی دی ہے کہ حضرت عمر فاروق ان دس صحابہ میں سے ہیں جو جنتی ہیں اور جنہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے ؟

مامون : اگر ایسا ہوتا جیسا کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو حضرت عمر بار بار حضرت حذیفہؓ سے یہ نہ کہتے کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں ، بتاؤ کیا میں بھی منافقین میں سے ہوں ؟

غور کیجیۓ ! اگر رسول خداؐ نے ان کے متعلق یہ فرما دیا تھا کہ تم جنتی ہو تو کیا ان کو رسول اکرمؐ کی بات کا یقین نہ تھا اور وہ حذیفہؓ سے اس کی تصدیق کیوں چاہتے تھے ؟

اس کا دوسرا مقصد تو یہ بنتا ہے کہ وہ حضرت حذیفہؓ کو تو سچا جانتے تھے

مگر رسول اکرمؐ کو نہیں ۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس سے تو ان کے اسلام کی نفی ہوتی ہے ۔ اور اگر وہ آنحضرتؐ کو سچا جانتے تھے تو یہ بتائیں کہ انہوں نے حضرت حذیفہؓ سے بار بار کیوں دریافت کیا ۔ بہر حال عشرہ مبشرہ والی روایت اور حذیفہ والی روایت یہ دونوں آپس میں متناقض اور متضاد ہیں ۔

محدث کے پاس کوئی جواب نہ تھا ۔ وہ خاموش ہو گیا ۔

بارہواں محدث: نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے ۔

میری ساری امت کو ترازو کے ایک پلے میں رکھا گیا اور دوسرے پلے میں مجھے رکھا گیا تو میرا پلہ بھاری رہا ۔ پھر مجھے اتار کر ابوبکر کو رکھا گیا تو ان کا پلہ بھی بھاری رہا ۔ پھر ان کو اتار کر ان کی جگہ عمر کو رکھا گیا تو ان کا پلہ بھی بھاری رہا ۔ پھر اس کے بعد وہ ترازو ہی اٹھا لی گئی ۔

مامون: جناب یہ ناممکن ہے ۔ اس لئے کہ یہ بات دو حال سے خالی نہیں ہیں ۔ یہاں یا تو ان دونوں کے اجسام کا وزن مراد ہے یا ان کے اعمال و افعال کا وزن اگر دونوں کے اجسام کا وزن مراد ہے تو دنیا جانتی ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ ان کے اجسام اتنے وزنی ہوں کہ ساری امت کے اجسام سے بھاری ہو جائیں ۔

اب رہ گیا اعمال و افعال کا وزن تو وہ کچھ دنوں کے بعد تو رہے نہیں اور ان کے اعمال کا سلسلہ جلد ہی ختم ہو گیا ۔ مگر بہت سے لوگ ان کے بعد زندہ رہے اور اعمال بجالاتے رہے ۔ نیز بہت سے لوگ تو امت کے ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے پھر ان لوگوں کے اعمال سے توازن کے کیا معنیٰ ؟

اچھا! آپ حضرات یہ بتائیں کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت کس بنا پر حاصل ہوتی ہے ؟

کسی نے کہا:۔

اعمال صالحہ کی بنا پر ۔

مامون نے کہا:۔

پھر زیادہ سے زیادہ عہد نبوی تک ان کے اعمال کا پلہ بھاری ہو سکتا ہے مگر جن لوگوں کے اعمال کا پلہ ہلکا تھا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد بھی اعمال صالحہ انجام دیئے تو کیا ان کو بھی اس میں ملا دیا جائے گا ؟

اگر کہیں کہ ہاں ۔ تو میں عصر حاضر کی مثالیں پیش کروں گا ۔

ان میں ایسی ہستیاں بھی ہیں جنہوں نے ان دونوں سے زیادہ جہاد کئے ۔ان سے زیادہ حج کئے۔ان سے زیادہ نمازیں پڑھیں اور ان سے زیادہ صدقات و زکوٰۃ دی۔

لوگوں نے کہا :۔

امیرالمومنین! آپ نے سچ کہا۔ ہمارے زمانے کے بعض افراد کے اعمال صالحہ عہد نبوی کے زمانے کے لوگوں سے زیادہ ہیں دونوں کا توازن نہیں ہو سکتا۔

مامون نے کہا :۔

اچھا ! ذرا آپ اپنے ان ائمہ کو دیکھیں جن سے آپ نے دین حاصل کیا کہ انہوں نے حضرت علیؑ کے فضائل میں کتنی روایات نقل کی ہیں ۔ اگر عشرہ مبشرہ میں سے سب کے فضائل مل کر بھی حضرت علیؑ کے فضائل کے برابر ہو جائیں تو ہمیں آپ حضرات کی بات تسلیم۔ اور اگر ان ائمہ نے عشرہ مبشرہ کے فضائل سے زیادہ حضرت علیؑ کے فضائل نقل کئے ہوں تو آپ حضرات میرے موقف کو تسلیم کر لیں ۔

یہ سن کر سب لوگ خاموش ہو گئے ۔

مامون نے کہا : ۔

کیا بات ہے آپ حضرات خاموش کیوں ہو گئے ؟

انہوں نے کہا :۔

بس اس سلسلے میں ہمیں جو کچھ کہنا تھا ہم نے کہہ دیا مزید ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے۔

مامون کے محدثین سے سوالات

سوال : پہلی بات تو یہ بتائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت

کے وقت کون سا عمل سب سے افضل تھا ؟

جواب : اسلام کی طرف سبقت کرنا ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ (سورۂ واقعہ ۱۰ ۔ ۱۱)

"اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہیں اور وہی مقرب ہیں"۔

مامون : کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے پہلے بھی کسی نے اسلام میں سبقت کی تھی ؟

جواب : نہیں۔ سب سے پہلے حضرت علیؑ ہی اسلام لائے مگر ابھی وہ نابالغ تھے اور نابالغ کا اسلام معتبر نہیں ہوتا۔ اور حضرت ابوبکر پختہ عمر میں اسلام لائے لہٰذا ان کا اسلام معتبر ہے۔

مامون: اس سلسلے کی وضاحت کرتے ہوئے آپ یہ بتائیں کہ حضرت علی علیہ السلام کیوں ایمان لائے ؟ کیا آپ کو الہام ہوا تھا کہ آپؑ اسلام لائیں یا یہ کہ رسول کریمؐ نے انہیں دعوت دی تھی ؟ اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ انہیں بذریعۂ الہام حکم ملا تھا ، تو پھر آپؑ رسول مقبولؐ سے بھی افضل ہوئے ۔ کیونکہ رسول خداؐ کو الہام نہیں ہوا تھا بلکہ جبریل امینؑ آپؐ پر نازل ہوئے تھے اور انہوں نے آپؐ کو پیغام نبوت پہنچانے کا حکم دیا ۔

اور اگر آپ حضرات یہ کہیں کہ حضرت علیؑ نے جناب رسول خداؐ کی دعوت پر اسلام قبول کیا تھا تو پھر یہ بات دو حالتوں سے خالی نہ ہوگی۔

1۔ رسول خداؐ نے انہیں حکم خدا سے دعوت اسلام دی ہوگی ۔

2۔ یا ازخود اپنی طرف سے دعوت اسلام دی ہوگی ۔

اور یہ دوسری شق باطل ہے کیونکہ یہ بات قرآن کے خلاف ہے ۔

قرآن مجید میں آنحضرتؐ کے متعلق یہ الفاظ موجود ہیں ۔

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (صٓ ۔ ۸۶)

" اور میں از خود بناوٹ اور غلط بیانی کرنے والا نہیں ہوں "۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا :۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔ (النجم۔ ۳)

"رسولؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے جب تک ان کے پاس اللہ کی طرف سے وحی نہ آ جائے"۔

تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ بچوں میں سے علیؑ کو دعوت اسلام دیں۔

لہٰذا آنحضرتؐ کی دعوت اسلام اور حضرت علیؑ کا اسلام لانا دونوں لائق وثوق اور معتبر ہیں۔

اور یہاں پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدائے حکیم کے لیے یہ روا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو کسی ایسے کام کا حکم دے جو اس مخلوق کی طاقت اور بساط سے باہر ہو؟

اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو یہ کفر ہے اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ اللہ اپنے رسولؐ کو حکم دے کہ تم ایسے شخص کو دعوت اسلام دو جو اپنے بچپن اور کم سنی اور نابالغی کی وجہ سے دعوت اسلام قبول کرنے کے لائق ہی نہیں ہے۔

اور اس کے ساتھ میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا آپ حضرات یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بچوں میں سے کسی دوسرے بچے کو دعوت اسلام دی تھی اور اگر بالفرض آپؐ نے کسی اور بچے کو دعوت اسلام دی تھی تو کب اور کیسے دی؟

اور اگر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے بچے کو دعوت اسلام نہیں دی تو یہ کائنات کے تمام بچوں پر حضرت علیؑ کی مخصوص فضیلت ہے۔

سوال : اچھا آپ حضرات یہ بتائیں کہ سبقت ایمانی کے بعد سب سے افضل اور برتر عمل کون سا ہے؟

جواب : علماء نے کہا کہ اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ افضل عمل ہے۔

سوال: پھر یہ بتائیں کہ آپ لوگوں نے عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک کے لیے بھی جہاد کی اتنی روایات پیش کیں ہیں جتنی روایات حضرت علیؑ کے متعلق منقول ہیں؟

آپ صرف غزوہ بدر پر غور کرلیں کہ اس میں ساٹھ سے زیادہ کافر قتل ہوئے اور حضرت علیؑ نے ان میں سے بیس سے زیادہ کافروں کو تن تنہا قتل کیا۔ جبکہ باقی تین سو بارہ مجاہدین نے مل کر قریباً چالیس افراد کو قتل کیا۔

یہ سن کر ایک محدث نے کہا

ایک محدث: مگر آپ یہ نہ بھولیں کہ حضرت ابوبکر آنحضرتؐ کے ساتھ عریش یعنی ایک چھپر میں موجود تھے اور وہ جہاد کا انتظام کررہے تھے؟

مامون: آپ نے بلاشبہ ایک عجیب بات کہی ہے۔ اچھا یہ بتائیں کیا وہ نبی اکرمؐ کے انتظام کے علاوہ کوئی اور انتظام کررہے تھے یا نبی اکرمؐ کے انتظام میں شریک تھے یا یہ کہ آنحضرتؐ اپنے انتظام میں حضرت ابوبکر کی رائے اور مشورے کے محتاج تھے؟

آپ حضرات ان تین باتوں میں سے ایک بات تسلیم کریں۔

دوسرا محدث: خدا نہ کرے اگر ہم یہ سمجھیں کہ ان کا انتظام آنحضرتؐ کے انتظام سے علیحدہ تھا یا وہ آنحضرتؐ کے ساتھ انتظام میں شریک تھے یا آنحضرتؐ کو ان کے مشورہ کی ضرورت تھی۔

مامون: پھر حضرت ابوبکر کو میدان جنگ چھوڑ کر عریش میں بیٹھنے سے کونسی فضیلت حاصل ہوگئی۔ اگر فضیلت کا یہی معیار مان لیا جائے تو جہاد نہ کرنے والے افراد مجاہدین سے افضل قرار پائیں گے۔ جب کہ اللہ کا فرمان ہے۔

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا

(سورۃ النساء ۹۵)

"معذوروں کے سوا جہاد سے منہ چھپا کر بیٹھنے والے اور خدا کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والے ہر گز برابر نہیں ہوسکتے۔ بلکہ اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو گھر میں بیٹھنے والوں پر خدا نے درجے کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے۔ اگرچہ خدا نے تمام ایمان لانے والوں سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے مگر مجاہدین کو عظیم ثواب کے اعتبار سے خانہ نشینوں پر بڑی فضیلت دی ہے"۔

سورہ دہر کی تلاوت

اسحاق بن حماد بن زید کا بیان ہے کہ پھر مامون نے مجھ سے کہا، ذرا سورۂ دہر هَلْ اَتٰى کی تلاوت کرو۔

میں نے تلاوت شروع کی اور یہ آیات پڑھیں۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا، اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَانُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا، اِنَّانَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا، فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا، وَ جَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا، مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا، وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا، وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا، قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا، وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا، عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا، وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا، وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا، عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ وَّ حُلُّوْآ اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَ سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا، اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا۔ (دہر ۔ ۸ تا ۲۲)

"یہ اس کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم

صرف اللہ کی رضا کی خاطر تمہیں کھلاتے ہیں ورنہ نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ ہم اپنے پروردگار سے اس دن کے بارے میں ڈرتے ہیں جس دن چہرے بگڑ جائیں گے اور ان پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی ۔ تو خدا نے انہیں اس دن کی سختی سے بچالیا اور انہیں تازگی اور سرور عطا کیا ۔ اور انہیں ان کے صبر کے بدلے میں جنت اور حریر جنت عطا کیا ۔ جہاں وہ تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے نہ آفتاب کی گرمی دیکھیں گے نہ سردی ۔ ان کے سروں پر قریب ترین سایہ ہوگا اور جنت کے میوے ان کے اختیار میں کردیئے جائیں گے ۔ ان کے گرد چاندی کے پیالے اور شیشے کے ساغروں کی گردش ہوگی۔ یہ ساغر بھی چاندی ہی کے ہونگے جنہیں یہ لوگ اپنے پیمانے کے مطابق بنا لیں گے ۔ یہ وہاں ایسے پیالے سے سیراب کیئے جائیں گے جس میں زنجبیل کی آمیزش ہو گی ۔جو جنت کا ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ ان کے گرد ہمیشہ نوجوان رہنے والے بچے گردش کررہے ہوں گے کہ تم انہیں دیکھوں گے تو بکھرے ہوئے موتی معلوم ہوں گے ۔ اور پھر دوبارہ دیکھو گے تو پھر نعمتیں اور ملک کبیر دکھائی دے گا ۔ ان کے اوپر کریب کے سبز لباس اور ریشم کے حلے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے ۔ اور انہیں ان کا پروردگار پاکیزہ شراب سے سیراب کرے گا یہ سب تمہاری جزا ہے اور تمہاری سعی قابل قبول ہے "۔

اور جب میں یہ آیات پڑھ چکا تو مامون نے مجھ سے کہا ۔

مامون: یہ آیات کس کے متعلق نازل ہوئیں ؟

اسحاق بن حماد: یہ آیات حضرت علی علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئیں ۔

مامون: اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے پاس ایسی کوئی ایک روایت بھی موجود ہے جس میں یہ کہا گیا ہو کہ جب مسکین ، یتیم اور اسیر نے حضرت علیؑ کا شکریہ ادا

کیا ہو تو انہوں نے سائل کو روک کر کہا ہو کہ ہمیں تمہارے شکریے کی ضرورت نہیں ہے ۔ ہم تو رضائے خدا کے لیے تمہیں کھانا کھلا رہے ہیں ؟

اسحاق بن حماد : نہیں ہمارے پاس ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے ۔

مامون: اس کا مقصد تو پھر یہ ہوا کہ حضرت علیؑ نے اپنی زبان سے یہ لفظ ادا نہیں کیئے ۔ اللہ نے ان کے دلی بھید اور نیت کی ترجمانی ان الفاظ سے کی ہے ۔

علاوہ ازیں اللہ تعالٰی نے اہل جنت کے لیئے قرآن مجید میں طرح طرح کی نعمتوں کا اعلان کیا ہے لیکن کیا ان آیات کے علاوہ جو کہ شان اہل بیتؑ میں نازل ہوئیں ہیں۔کسی دوسری جگہ عام مومنین کے لیئے یہ کہا ہو " **قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ**" یعنی ان کے لیئے شفاف چاندی کے ساغر ہوں گے ؟

اسحاق بن حماد : نہیں ، یہ الفاظ صرف اہل بیتؑ کے متعلق ہی ہیں ۔

مامون : تو یہ علیؑ کی ایک اور مخصوص فضیلت ہے جس میں ان کے اہل خانہ کے علاوہ کوئی شریک نہیں ہے۔اور کیا آپ حضرات جانتے ہیں کہ شفاف چاندی کے ساغر کیسے ہوں گے ؟

محدثین : ہمیں معلوم نہیں ہے ۔

مامون : ان کے ساغر ایسی شفاف چاندی سے بنے ہوں گے کہ شیشہ کے جام کی طرح سے ان کے اندر کا مشروب باہر سے دکھائی دے گا ۔ علاوہ ازیں لغت عرب میں خوبصورت خواتین کو بھی لفظ " **قوارير** " آبگینوں ،سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور کلام عرب کا یہ بھی ایک اسلوب ہے کہ کسی ایک " علاقہ " کی وجہ سے اسے مجازاً دوسرے لفظوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک بار حضرت رسول مقبولؐ ابو طلحہ انصاری کے گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپؐ نے فرمایا " **انی لوجدته بحرا**" میں نے تو اسے سمندر پایا ہے۔ آپؐ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ وہ گھوڑا اپنی تیز رفتاری میں سمندر کی موج کی مانند ہے ۔

اور اسی طرح سے مصیبت کو بھی اللہ تعالیٰ نے لفظ "موت" سے تعبیر کیا۔
جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَ یَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَیِّتٍ وَمِنْ وَّ رَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ۔ (ابراہیم ۔ ۱۷)

"اور اسے ہر طرف سے موت گھیرے ہوئے ہوگی لیکن وہ مرنے والا نہیں ہوگا اور اس کے پیچھے بہت سخت عذاب لگا ہوا ہوگا"۔

مقصد آیت یہ ہے کہ اس پر اتنی مصیبتیں آئیں گی کہ ان میں سے ایک مصیبت ہی موت کے لیے کافی ہو گی۔

مامون: کیا آپ ان لوگوں میں نہیں ہو جو دس مخصوص افراد کے لیئے جنت کی گواہی دیتے ہو اور ان دس افراد کو آپ اپنی اصلاح میں عشرہ مبشرہ کہتے ہو؟

اسحاق: جی ہاں ۔ ہمارا یہ نظریہ ہے۔

مامون: اچھا یہ بتاؤ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ عشرہ مبشرہ کی حدیث صحیح ہے یا باطل ہے ۔ تو کیا یہ کہنے والا شخص تمہاری نظر میں کافر ہو جائے گا؟

اسحاق: ہر گز نہیں ، وہ کافر نہیں ہوگا۔

مامون: اب آپ سمجھیں کہ علیؑ اور اس کے اغیار میں کتنا فرق ہے ۔ اگر کوئی شخص عشرہ مبشرہ کی روایت کا انکار کرے تو وہ مسلمان ہی رہتا ہے اور اگر کوئی شخص سورۂ دہر کا انکار کرے جو حضرت علیؑ کی فضیلت میں نازل ہوا ہے تو وہ کافر بن جاتا ہے اور اسی طرح سے حضرت علیؑ کی فضیلت اور زیادہ مستحکم اور مؤکد ہو جاتی ہے(۱)

سورۂ دہر کا شان نزول

(۱)۔ زمخشری اور فخر رازی نے نقل کیا ہے کہ سورۂ دہر کی یہ آیات کریمہ اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوئیں ۔ ایک مرتبہ حسنؑ اور حسینؑ بیمار ہوئے اور حضرت پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کو نذر ماننے کی دعوت دی۔

انھوں نے، جناب فاطمہؑ اور جناب فضہؓ نے تین تین روزوں کی نذر مانی اور جب شفا کے لیے روزے رکھے تو آپؑ جو لے آئے اور حضرت فاطمہؑ نے وہ جو پیسے اور ان سے پانچ روٹیاں تیار کیں ۔ پہلے دن افطار کرنے کے لیئے بیٹھے تو ایک مسکین نے دستک دی اور روٹی کا سوال کیا تو سب حضرات نے اپنے اپنے حصے کی روٹیاں مسکین کو دے دیں ۔ اور پانی سے افطار کیا بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں

حدیث طیر

(حدیث طیر یہ ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ لایا گیا تو آپؐ نے دعا مانگی کہ خدایا! تیری مخلوق میں سے جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، اسے یہاں بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ آکر اس پرندے کو کھا سکے۔ دعا ختم نہ ہوئی کہ حضرت علیؑ تشریف لائے)۔

مامون: اسحاق! بھلا یہ بتاؤ حدیث طیر کو صحیح مانتے ہو؟

اسحاق: جی ہاں! یہ صحیح ہے۔

مامون: خدا کی قسم! پھر تو حضرت علیؑ سے آپ کا بغض و عناد ظاہر ہو گیا اس لیے کہ یا تو علیؑ ان صفات کے حامل تھے جن کے لیے رسول خداؐ نے دعا مانگی تھی یا پھر وہ (عیاذاً باللہ) ان صفات سے خالی تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ افضل کون ہے مگر اس کے باوجود اللہ نے افضل کو چھوڑ کر غیر

پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو:

اور انہوں نے دوسرے دن پھر روزہ رکھا اور جب افطار کا وقت آیا تو حضرت سیدہؑ نے پانچ روٹیاں تیار کیں۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی کہ آل محمدؐ میں یتیم ہوں۔ آپ مجھے کھانا کھلائیں۔ یہ آواز سن کر آل محمدؐ نے اپنی تمام روٹیاں سائل کے حوالے کردیں اور پانی سے روزہ افطار کیا۔

اور اسی بھوک کی حالت میں تیسرے دن روزے کی نیت کی اور جب شام کے وقت ان کے سامنے پانچ روٹیاں تیار رکھی گئیں تو دروازے پر ایک آواز بلند ہوئی کہ آل محمدؐ! میں قیدی ہوں۔ آپ مجھے کھانا کھلائیں۔ یہ آواز سن کر تمام حضرات نے اپنے اپنے حصے کی تمام روٹیاں سائل کے حوالے کردیں تو جبریل امینؑ خدا کی طرف سے یہ سورہ لے کر نازل ہوئے۔

امام شافعی نے کیا ہی اچھا کہا تھا۔

الام الام و حتی و متی   اعاتب فی حب هذا الفتی

وهل زوجت فاطمه غیره   وفی غیره هل اتی " هل اتی "

" مجھے کب تک علیؑ کی الفت و محبت میں ملامت کیا جائے گا؟ تو کیا حضرت فاطمہؑ کا عقد ان کے علاوہ کسی اور سے ہوا؟ اور کیا علیؑ کے علاوہ کسی اور کے لیئے سورۂ " هل اتی " نازل ہوئی۔

افضل کو اپنا محبوب بنا کر یا پھر شاید آپ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ (عیاذ باللہ) خود خدا کو بھی معلوم نہ تھا کہ افضل کون ہے اور مفضول کون ہے اور اس لیے اس نے غیر افضل کو اپنا محبوب بنا کر آنحضرتؐ کے پاس بھیج دیا ؟

یعنی حدیث طیر کو صحیح تسلیم کرنے کے باوجود حضرت علیؑ کی افضیلت کا انکار کرنا بغض علیؑ کا ثبوت ہے ۔

راوی کہتا ہے کہ اسحاق کا بیان ہے یہ سن کر میں تھوڑی دیر خاموش رہا اور پھر بولا ۔

آیت غار

اسحاق : امیر المومنین ! اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کے متعلق ارشاد فرمایا

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔ (توبہ ۴۰)

" دو آدمیوں میں سے دوسرے نے جب کہ وہ دونوں غار میں تھے اپنے ساتھی سے کہا ، حزن و ملال نہ کرو ۔ اللہ یقیناً ہمارے ساتھ ہے "۔

اس آیت مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو محمدؐ کا صاحب قرار دیا ہے جو بہت بڑی فضیلت ہے ۔

مامون : مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس لغت اور کلام خدا کا علم بہت ہی کم ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ایک کافر بھی مومن کا صاحب (ساتھی) کہلا سکتا ہے جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے ۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۔ (کہف ، ۳۷)

" اس کا صاحب (ساتھی) جو اس سے باتیں کر رہا تھا ، کہنے لگا کہ کیا تم اس پروردگار کے منکر ہو جس نے تمہیں پہلے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے ، پھر

تمہیں ٹھیک ٹھاک مرد بنادیا"۔

اس آیت مجیدہ میں ایک کافر کو ایک مومن کا صاحب بیان کیا گیا ہے۔

آپ نے ہذلی کا شعر سنا ہوگا

و لقد غدوت وصاحبی وحشیة

تحت الرداء بصیرة بالمشرق

اور ازدی نے کہا تھا

ولقد زعرت الوحش فیه و صاحبی

محض القوائم من هجان هیکل

ان اشعار میں شعراء نے اپنے گھوڑے اور گدھے تک کو بھی اپنا صاحب کہا ہے۔ لہٰذا لفظ صاحب سے آپ حضرت ابوبکر کی کوئی فضیلت ثابت نہیں کر سکتے۔

علاوہ ازیں " اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا " بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے ، کے لفظوں سے بھی ان کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ساتھ ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو۔ کیا آپ نے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا۔

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۔

(المجادلہ ۔ ۷)

"جب تین آدمیوں کا خفیہ مشورہ ہوتا ہے تو وہ (اللہ) ان کا چوتھا ہوتا ہے اور جب پانچ آدمیوں کا مشورہ ہوتا ہے تو وہ (اللہ) ان کا چھٹا ہوتا ہے اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور چاہے کہیں بھی ہوں وہ (اللہ) ان کے ساتھ ضرور ہوتا ہے"۔

اور پھر اس آیت میں لَا تَحْزَنْ کا لفظ موجود ہے یعنی حبیب خداؐ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ "حزن و غم نہ کرو"۔

تو آپ یہ بتائیں کہ حضرت ابوبکر کے اس موقعے پر حزن کو کیا سمجھا جائے ؟

یعنی آپ کو اس بات کی وضاحت کرنا ہو گی کہ حضرت ابو بکر کا حزن اطاعت خدا پر مبنی تھا یا خدا کی نافرمانی پر؟؟

اب اگر آپ یہ کہیں کہ ان کا حزن اطاعت خدا پر مبنی تھا تو پھر میں آپ سے یہ پوچھوں گا کہ اگر ان کا حزن اطاعت خدا پر مبنی تھا تو آنحضرتؐ نے اسے حزن وملال کرنے سے منع کیوں فرمایا؟

اور اگر معصیت و نافرمانی پر مبنی تھا تو پھر ایک معصیت کار کی فضیلت ہی کیا ہے۔ اور معصیت وطاعت کا فیصلہ کرنے کے لئے یہ معیار ہر وقت مد نظر رکھیں۔

یَأمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔(الاعراف ۱۵۷)

"رسول نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے"۔

لہٰذا جس چیز سے رسول کریمؐ روک دیں وہ نیکی نہیں ہو سکتی۔

اچھا! آگے بڑھیں اسی سورۂ آیت ۴۰ میں یہ فقرہ بھی ہے **فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ** کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ تو آپ حضرات یہ بتائیں کہ خدا کی طرف سے تسکین کس پر نازل کی گئی ؟؟

اسحاق: خدا کی طرف سے تسکین حضرت ابوبکر پر نازل کی گئی کیونکہ آنحضرتؐ تو تسکین سے مستغنی تھے ان کو اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

مامون: اگر ایسا ہے تو پھر اس آیت کے متعلق آپ کیا کہیں گے۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۔ (توبہ ۲۵،۲۶)

"اور جنگ حنین کے دن جب تمہیں اپنی کثرت نے مغرور کر دیا تھا، پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم

پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ تب اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی "۔

اور اگر نبی اکرمؐ تسکین سے مستغنی تھے تو اللہ تعالیٰ نے حنین میں ان پر تسکین نازل کیوں فرمائی ۔

اور اس کے علاوہ آپ کو یہ علم بھی ہے کہ جنگ حنین میں وہ مومن کون تھے جن پر اللہ نے تسکین نازل فرمائی ؟

اسحاق : مجھے معلوم نہیں ہے ۔

مامون: تو مجھ سے سنو ! مسلمانوں کو جنگ حنین میں شکست ہوئی اور سب فرار کر گئے اور اس دارو گیر کے مرحلے پر بنی ہاشم میں سے صرف سات آدمی آپؐ کے ساتھ رہ گئے۔ ایک حضرت علیؑ جو تلوار چلا رہے تھے۔ دوسرے حضرت عباسؓ جو آنحضرتؐ کے گھوڑے کی عنان تھامے ہوئے تھے کہ کہیں کافر آپؐ کو گزند نہ پہنچائیں اور اس کے علاوہ دیگر پانچ آدمی رسول خداؐ کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھے ۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو فتح وکامرانی سے نوازا اور اپنے رسولؐ اور بنی ہاشم کے دیگر سات افراد پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی ۔

اب آپ فیصلہ کرکے مجھے بتائیں کہ افضل وہ ہیں جو جہاد میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہے اور ان پر تسکین نازل ہوئی یا وہ جو آنحضرتؐ کے ساتھ غار میں رہا اور پھر بھی تسکین سے محروم رہا ؟؟

بستر رسولؐ پر شب بسری

اے اسحاق !آپ ہی انصاف سے کہیں کہ افضل کون ہے ؟

آیا وہ افضل ہے جو پیغمبرؐ کے ساتھ غار میں رہا یا وہ افضل ہے جس نے پیغمبر اکرمؐ کے بستر پر سو کر اپنی جان کی بازی لگائی اور پیغمبر اکرمؐ کو بچالیا ۔

نے اپنے حبیبؐ کو حکم دیا کہ آپؐ علیؑ سے کہہ دیں کہ وہ آپؐ کے بستر پر آپؐ کو خطرے سے بچانے کے لیے سو جائیں۔

جب نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا تو انہوں نے یہ کہا تھا۔

یا رسول اللہؐ! کیا میرے سونے سے آپؐ کی جان بچ جائے گی؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

جی ہاں!

یہ سن کر حضرت علی نے کہا تھا:۔

میں دل و جان سے آپؐ کے بستر پر سو جاؤں گا۔

یہ کہہ کر حضرت علیؑ، آنحضرتؐ کی خوابگاہ میں پہنچے اور آپؐ کی چادر اوڑھ کر سو رہے۔ اور ادھر مشرکین تاریکی شب میں آئے اور چاروں طرف سے آپ کا محاصرہ کرلیا اور ان کو یقین تھا کہ بستر پر پیغمبرؐ سو رہے ہیں اور ان لوگوں نے متفقہ طور پر یہ طے کرلیا تھا کہ قریش کے خاندان کا ہر فرد ایک ساتھ آنحضرتؐ پر تلوار چلائے تاکہ ان کا خون تمام قریش میں تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم سارے خاندانِ قریش سے ان کے خون کا بدلہ نہ لے سکیں۔

حضرت علیؑ نے خون کے پیاسوں کی آہٹ سنی اور انہیں یقین ہوگیا کہ وہ اس وقت سخت خطرے میں ہیں مگر اس کے باوجود وہ بستر مرگ کو پھولوں کا بستر سمجھ کر سوتے رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کی حفاظت کے لیے فرشتوں کو بھیجا۔

جب صبح ہوئی اور حضرت علیؑ بستر سے اٹھے اور مشرکین نے انہیں دیکھا تو حیران ہوکر پوچھنے لگے۔

محمدؐ کہاں ہیں؟

حضرت علیؑ نے جواب دیا :۔

کیا تم میرے حوالے کر گئے تھے کہ مطالبہ کرنے آئے ہو ؟

انہوں نے کہا :۔

آپ نے رات بھر ہمیں دھوکے میں رکھا ۔

اس کے بعد حضرت علیؑ آنحضرتؐ کی امانتیں واپس کر کے مدینہ منورہ آگئے ۔

چونکہ حضرت علیؑ نے شروع سے ہی ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے ۔ اسی لیے وہ ہمیشہ ہی سے افضل رہے ۔ اور پھر اس کے بعد ان کے کارناموں میں مزید اضافہ ہوتا گیا اور وہ افضل ترین ہوگئے اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو وہ محمود و مغفور تھے ۔

حدیث ولایت

مامون: اسحاق ! کیا آپ حدیث ولایت روایت نہیں کرتے ؟

اسحاق : جی ہاں ! کرتا ہوں ۔

مامون : اچھا تو بیان کرو ۔

اسحاق : سنیئے ! رسول خداؐ نے فرمایا " مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ "

یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے ۔

مامون : تو کیا رسول خداؐ حضرات شیخین کے مولا تھے یا نہیں اور آپؐ ان پر حق ولایت رکھتے تھے یا نہیں ؟

اور اگر آنحضرتؐ ان دونوں کے مولا تھے اور ان پر حق ولایت بھی رکھتے ہیں تو اس حدیث کے تحت حضرت علیؑ بھی ان دونوں پر حق ولایت رکھتے تھے جب کہ وہ دونوں علیؑ پر کوئی حق نہیں رکھتے تھے ۔

اسحاق : مگر لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جو بات حضرت علیؑ کے لیے کہی تھی وہ زید بن حارثہ کی وجہ سے کہی تھی ؟

مامون: اچھا یہ بتائیں آنحضرتؐ نے یہ حدیث کس مقام پر بیان فرمائی ؟

اسحاق: غدیر خم پر حجۃ الوداع سے واپسی پر ۔

مامون: اور زید بن حارثہ کب شہید ہوئے تھے ؟

اسحاق: وہ جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے ۔

مامون: تو کیا زید بن حارثہ غدیر خم سے پہلے شہید نہ ہوچکے تھے ؟

اسحاق: جی ہاں ، ایسا ہی ہے ۔

مامون: پھر آپ پر افسوس ہے جب وہ اس موقعے پر زندہ ہی نہ تھے تو رسول خداؐ نے ان کی وجہ سے مذکورہ حدیث کیوں بیان کی۔ اور آپ لوگوں نے یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے علماء وفقہا کو اپنا رب مان لیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (توبہ ، ۳۱)

" ان یہود و نصاریٰ نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں کو اپنا رب بنا رکھا ہے "۔

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے عالموں اور راہبوں کی عبادت نہیں کرتے تھے اور وہ ان کے لیے روزے نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی ان کے لیے نماز پڑھتے تھے۔ بلکہ وہ جو حکم دیتے تھے یہ لوگ ان کی اطاعت کیا کرتے تھے یہی حال آج آپ لوگوں کا ہے جو کچھ آپ کے مشائخ نے آپ سے کہا آپ نے آنکھیں بند کرکے اسے مان لیا ہے اور یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ ان کی بات صحیح ہے یا غلط ہے ؟

حدیث منزلت

مامون: اچھا یہ بتاؤ کیا آپ اس حدیث کی بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کے متعلق فرمایا۔ اَنتَ مِنّیِ بِمَنزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوْسٰی ۔ " علیؑ! تمہیں مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی "۔

اسحاق: جی ہاں ! میں یہ حدیث بھی روایت کرتا ہوں ۔

مامون: تو کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے حقیقی بھائی اور ایک باپ اور ماں سے تھے ؟

اسحاق: جی ہاں ! دونوں حقیقی بھائی تھے ۔

مامون: تو علیؑ بھی رسول خداؐ کے سگے بھائی تھے ؟

اسحاق: نہیں ! وہ آنخضرتؐ کے چچازاد بھائی تھے ۔

مامون: مگر ہارونؑ نبی تھے جب کہ حضرت علیؑ نبی نہیں تھے تو پھر نہ یہ منزلت اور نہ وہ منزلت ، تو اب تیسری منزلت سوائے خلافت کے اور کیا باقی رہ جاتی ہے ؟

اور منافقین بھی اس حدیث سے انکار نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ آنخضرتؐ، علیؑ کو ایک بوجھ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے پھر ان کی دلجوئی کے لیئے یہ کہہ دیا اور یہ حدیث اس آیت قرآنی کے مطابق ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ سے فرمایا۔

وَ قَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هَارُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۔ (الاعراف، ۱۴۲)

" اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ آپ میری قوم میں میری جانشینی کریں اور ان کی اصلاح کرتے رہیں اور خبردار مفسدین کے راستے کی پیروی نہ کرنا "۔

اسحاق: جی ہاں ! حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو اپنی قوم میں اپنا جانشین اپنی زندگی میں مقرر کیا تھا پھر وہ انہیں جانشین مقرر کرکے تورات لینے کے لیے طور

سینا پر تشریف لے گئے اور جب طور سینا سے واپس آئے تو ہارونؑ کی خلافت ختم ہوگئی ۔ اسی طرح سے جب آنحضرتؐ تبوک جانے لگے تو آپؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین بنایا تھا اور جب آپؐ تبوک سے واپس آگئے تو حضرت علیؑ کی خلافت بھی ختم ہوگئی ۔

مامون : اچھا یہ بتاؤ کہ جب موسیٰ علیہ السلام طور سینا پر جارہے تھے اور انہوں نے اپنے بھائی ہارونؑ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا تو کیا حضرت موسیٰؑ کے کچھ صحابی بھی اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے ؟

اسحاق : نہیں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کوئی بھی صحابی نہیں تھا وہ طور سینا پر اکیلے تشریف لے گئے تھے اور ان کی ساری امت اور سارے اصحاب ہارونؑ کے پاس تھے

مامون : اور یہ بتائیں جب تبوک کے موقعے پر رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو مثیل ہارونؑ بنا کر مدینہ ٹھہرایا تو اس وقت صحابہ کی اکثریت رسول خداؐ کے ساتھ تھی یا علیؑ کے پاس مدینہ میں ٹھہری ہوئی تھی ؟

اسحاق : صحابہ کی اکثریت رسول خداؐ کے ساتھ روانہ ہوگئی تھی ۔ مدینہ میں تو صرف عورتیں ، بوڑھے اور بچے ہی تھے ۔

مامون : بھلا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ علیؑ مثیل ہارونؑ ہوں اور ہارونؑ تو پوری امت اور صحابہ پر خلیفہ ہو اور علیؑ صرف بوڑھے مردوں اور عورتوں اور بچوں پر خلیفہ ہو ؟

اصل بات یہ ہے کہ علیؑ مثیل ہارونؑ اس وقت ہی قرار پائیں گے جب وہ ہارونؑ کی طرح سے تمام اصحاب اور امت کے خلیفہ مانے جائیں گے ۔ اور ان کی خلافت کو صرف تبوک کے لیے محدود نہ کیا جائے گا۔ اور علیؑ کی خلافت کی دلیل اسی حدیث منزلت میں ہی موجود ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ۔

عَلِيٌّ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَانَبِيَّ بَعْدِیْ ۔

" علیؑ کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل

تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا"۔

مقصد یہ ہے کہ انہیں نبوت حاصل نہ ہوگی انہیں صرف خلافت حاصل ہوگی اور حدیث منزلت سے حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے وزیر ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِيْ وَ اَشْرِكْهُ فِيْ اَمْرِيْ ۔ (طٰہٰ ۲۹ تا ۳۲)

"پروردگار! میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر قرار دے اسی سے میری پشت کو مضبوط بنادے اور اس کو میرے کاموں میں میرا شریک بنا"۔

اور جب حضرت علیؑ، حضرت رسولؐ کے لیے بمنزلۂ ہارونؑ کے ہیں تو پھر حضرت علیؑ بھی رسول خداؐ کے اسی طرح وزیر ہوں گے جس طرح سے ہارونؑ، موسیٰؑ کے وزیر تھے اور پھر حضرت علیؑ بھی اسی طرح سے خلیفہ ہوں گے جسطرح سے ہارون علیہ السلام خلیفہ تھے۔

متکلمین سے گفتگو

اس کے بعد مامون الرشید مناظرین و متکلمین کے گروہ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔

بتائیں! میں آپ سے کچھ پوچھوں یا آپ مجھ سے کچھ پوچھیں گے؟

ان لوگوں نے کہا:۔

ہم آپ سے پوچھیں گے۔

مامون نے کہا: پوچھیے۔

پہلا متکلم: یہ بتائیں کہ حضرت علیؑ کی خلافت و امامت بھی خدا کی طرف سے اسی طرح واجب ہے جس طرح ظہر کی چار رکعت نماز یا دو سو درہم پر پانچ درہم زکوۃ یا مکہ میں خانۂ کعبہ کا حج؟

مامون : جی ہاں ! ایسا ہی ہے ۔

متکلم : آخر یہ تمام فرائض بھی رسول خداؐ نے تعلیم فرمائے ہیں اور حضرت علیؑ کی امامت بھی رسول خداؐ کی تعلیم کردہ ہے۔ تو پھر یہ کیا بات ہے کہ ان تمام فرائض میں تو کوئی اختلاف نہیں اور اگر امت نے اختلاف کیا تو صرف حضرت علیؑ کی امامت میں ؟

مامون : خلافت اقتدار اور حکومت کا نام ہے جب کہ نماز روزہ میں اقتدار و حکومت والی کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔ اسی لیے لوگوں نے حصول اقتدار کے لیے علیؑ سے اختلاف کیا ہے تاکہ ان کے دنیاوی مفادات کی تکمیل ہوتی رہے ۔

دوسرا متکلم: آپ کو اس سے آخر کیوں انکار ہے کہ آنحضرتؐ چونکہ اپنی امت پر انتہائی مہربان اور شفیق تھے۔ اس لیے آپؐ نے سوچا کہ اگر میں نے اپنا خلیفہ و جانشین نامزد کردیا اور اگر امت نے اس کی نافرمانی کی تو امت پر عذاب آجائے گا ۔ اسی لیے آپؐ نے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں کیا اور آپؐ نے امت کو ہی حکم دے دیا کہ تم جس کو چاہو میرا خلیفہ اور جانشین منتخب کرلو تاکہ نافرمانی سے بچو ۔

مامون : اگر آنحضرتؐ نے ازراہ شفقت کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا کہ کہیں امت پر عذاب نہ آجائے تو اس صورت میں آپ کو چاہیے کہ انبیاء کی بعثت کا ہی انکار کردو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر رسول خداؐ سے زیادہ مہربان ہے۔ پھر اللہ نے اپنی مخلوق کے پاس انبیاء و رسل بھیجے جب کہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم بھی تھا کہ لوگ میرے انبیاء کی نافرمانی کریں گے۔ اور نافرمانی کی وجہ سے ان پر عذاب آئے گا ۔

اللہ کو تجربہ بھی ہوگیا مگر اس کے باوجود اس نے انبیاء و رسل بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا اور اس سے باز نہ آیا ۔

علاوہ ازیں دوسری بات یہ ہے اگر آپؐ نے امت کو خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار دے دیا تو پھر سوال یہ ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کا حق پوری امت کے تمام افراد کو حاصل ہے یا چند مخصوص افراد کو حاصل ہے؟

اور اگر یہ حق تمام افرادِ امت کو حاصل ہے تو آپ مجھے یہ بتائیں کہ وہ کون سا خلیفہ ہے جسے تمام امت کے افراد نے منتخب کیا ہو۔

اور اگر آنحضرتؐ نے چند افراد امت کو انتخاب خلیفہ کا حق تفویض کیا ہے تو آخر ان کی کس خصوصیت کی بنا پر انہیں یہ حق دیا گیا ہے ؟

اور اگر یہ حق صرف امت کے فقہاء کو حاصل ہے تو ان کی بھی تحدید اور پہچان کی ضرورت تھی تا کہ معلوم ہو سکے کہ وہ کون سے فقیہ ہیں جنہیں خلیفہ منتخب کرنے کا حق حاصل ہے اور اگر حاصل ہے تو آخر کیوں ؟

تیسرا متکلم: آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت ہے کہ تمام مسلمان جس بات کو اچھی سمجھیں اور پسند کریں وہ بات اللہ کے نزدیک بھی اچھی اور پسندیدہ ہے اور جس بات کو تمام مسلمان ناپسند اور برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ اور بری ہے۔

مامون: یہ امر بھی بذات خود وضاحت طلب ہے کہ اس سے مومنین کے تمام افراد مراد ہیں یا ان میں سے بعض افراد مراد ہیں اور اگر اس سے مومنین کے تمام افراد مراد ہیں تو یہ امر محال ہے کیونکہ تمام کا ایک امر پر مجتمع ہونا محال اور نا ممکن ہے۔

اور اگر اس سے بعض مومن مراد ہیں تو یہ اور زیادہ مشکل ہے اس لیئے کہ بعض مومن ایک فرد کو پسند کریں گے اور بعض دوسرے کو۔ مثلاً شیعہ ایک فرد کو پسند کرتے ہیں اور حشویہ دوسرے فرد کو تو اس طرح سے خلافت جو مقصود ہے وہ کہاں ثابت ہو سکتی ہے ؟

چوتھا متکلم: اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اصحاب محمدؐ سے خطا ہوئی اور کیا یہ نظریہ درست ہو سکتا ہے ؟

مامون: ہم ایسا کیوں سمجھیں کہ اصحاب محمدؐ نے خطا کی جب کہ وہ خلافت کو نہ فرض سمجھتے تھے اور نہ سنت۔ اور آج تک آپ کا بھی تو یہی خیال ہے کہ امامت وخلافت

نہ تو اللہ کی طرف سے فرض ہے اور نہ رسول خداؐ کی سنت ہے۔ تو وہ چیز جو آپکے نزدیک نہ فرض ہے اور نہ سنت، تو اس کے لیے خطا کا کیا سوال ہے؟

پانچواں متکلم: اچھا اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی حقدار خلافت ہیں اور آپ کے علاوہ کوئی دوسرا مستحق خلافت نہیں ہے تو آپ اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کریں۔

مامون: یہ دعویٰ میرا تو نہیں، میں تو اقرار کرنے والا ہوں اور اقرار کرنے والے پر بارِ ثبوت نہیں ہوتا۔ دعویٰ تو ان کا ہے لہٰذا بارِ ثبوت ان پر ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں خلیفہ مقرر کرنے اور معزول کرنے کا اختیار ہے۔ مگر یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ گواہی اور ثبوت میں کس کو پیش کیا جائے؟

کیا ان کو اس سلسلے میں پیش کیا جائے جن کا خود اس میں ہاتھ ہے؟

وہ تو خود اس میں فریق اور مدعا علیہ ہیں۔ ان کی گواہی کے کیا معنی ہیں؟

یا پھر غیروں کو پیش کیا جائے تو غیر وہاں کوئی تھا ہی نہیں، لہٰذا گواہی اور ثبوت اگر کوئی پیش بھی کرے تو کیسے اور کس طرح؟؟

چھٹا متکلم: اچھا یہ بتائیں کہ بعد وفات رسولؐ حضرت علیؑ کا کیا فریضہ تھا؟

مامون: آپ بتائیں کیا فریضہ تھا؟

متکلم: کیا حضرت علیؑ پر یہ واجب نہ تھا کہ لوگوں کو بتاتے کہ میں خلیفہ و امام ہوں؟

مامون: حضرت علیؑ خود تو امام نہیں بنے تھے کہ سب کو بتلاتے پھرتے کہ لو میں امام بن گیا ہوں اور نہ تو وہ لوگوں کے انتخاب سے امام بنے تھے۔

انہیں اللہ نے امام بنایا تھا اور امام بنانا اللہ کا کام ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ارشاد ہے۔

إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا۔ (بقرہ، ۱۲۴)

"میں آپؑ کو لوگوں کا امام بنا رہا ہوں"۔

اور حضرت داوٗد علیہ السلام کے لیے فرمان خداوندی ہے ۔

یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ۔ (ص ، ۲۶)

" اے داوٗد ! ہم نے آپؑ کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا "۔

اور حضرت آدمؑ کی خلافت کا اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔ (البقرہ ، ۳۰)

" میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں "۔

ان تین آیات مجیدہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابتدائے خلقت سے ہی اللہ کا بنایا ہوا ہوتا ہے ۔ وہ اپنے نسب میں شریف و نجیب ہوتا ہے ۔ وہ پیدائشی طاہر ہوتا ہے ۔ وہ ہمیشہ کے لیے معصوم بنایا جاتا ہے ۔

اگر امام بن جانا حضرت علیؑ کا ذاتی فعل ہوتا یعنی وہ اپنے کسی فعل کی وجہ سے مستحق امامت بنے ہوتے اور اگر اس کے خلاف عمل کرتے تو معزول ہو جاتے ،تب کہا جاسکتا تھا کہ امامت ان کا ذاتی فعل ہے ۔ مگر جب ان کا یہ فعل ہی نہیں ہے تو پھر ان پر اس طرح کا کوئی فرض بھی عائد نہیں ہوتا ۔

ساتواں متکلم : یہ کیا ضروری ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علیؑ ہی امام ہوں ؟

مامون : یہ اس لیے ضروری ہے کہ حضرت علیؑ بچپن ہی سے صاحب ایمان تھے بالکل اسی طرح سے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن ہی سے صاحب ایمان تھے اور آنحضرتؐ اپنی قوم کی ضلالت و گمراہی سے کنارہ کش رہے تھے اور کفرو شرک و بدعات سے اجتناب کرتے تھے ۔

آنحضرتؐ کی طرح حضرت علیؑ نے پوری زندگی میں ایک لمحہ کے لیے بھی شرک نہیں کیا کیونکہ قرآن مجید ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ اسی لیے شرک کرنے والا ظالم ہے اور قرآن مجید میں اللہ نے اپنا ابدی فیصلہ سناتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۔ (البقرہ ، ۱۲۴)

" میرا عہدہ امامت ظالموں کو نہیں پہنچے گا "۔

جس نے زندگی بھر میں ایک دفعہ شرک کیا ہو وہ امامت کے لائق نہیں رہتا اور پیغمبر اکرمؐ کے بعد جو لوگ مسند خلافت پر بیٹھے ، ان میں سے واحد شخصیت علیؑ ہیں جن کا چہرہ بتوں کے سامنے نہیں جھکا تھا۔ اسی لیے رسول مقبولؐ کے بعد علیؑ کا امام ہونا ضروری ہے ۔

آٹھواں متکلم : اچھا یہ بتایئے کہ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر ، حضرت عمر اور حضرت عثمان سے جنگ کیوں نہیں کی۔ جس طرح انہوں نے معاویہ سے جنگ کی تھی ؟

مامون : آپ کا یہ سوال ہی غلط ہے۔ کسی کام کے کرنے کا کوئی سبب ہوتا ہے ، نہ کرنے کا کوئی سبب نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ حضرت علیؑ کے معاملے میں لازماً یہ دیکھنا پڑے گا کہ آپ اللہ کے بنائے ہوئے امام تھے یا کسی دوسرے کے بنائے ہوئے ۔ اگر آپ اللہ کے بنائے ہوئے امام تھے تو پھر جو کچھ آپ نے کیا اس میں کسی طرح کی چوں و چرا کی گنجائش نہیں ہے اگر کوئی اعتراض کرے گا تو وہ دائرہ ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (النساء ، ۶۵)

" پس آپ کے پروردگار کی قسم ! یہ لوگ اس وقت تک مومن بن ہی نہیں سکتے جب تک یہ لوگ آپس کے اختلافات میں آپؐ کو حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپؐ اس کا فیصلہ کر دیں تو آپؐ کے فیصلے کے خلاف دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور آپؐ کے فیصلے کو اس طرح سے تسلیم کریں جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے "۔

ہر فاعل کا فعل اس کے اصل کے تابع ہوتا ہے ۔ اگر اللہ نے ان کو امام بنایا ہے تو پھر ان کے ہر کام کو بھی اللہ کی طرف سے سمجھنا چاہیے اور لوگوں کا فرض

ہے کہ ان کے کام پر راضی رہیں اور اسے تسلیم کریں۔

اور اس کے ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ مشرکین مکہ نے رسول خداؐ کو حج کرنے سے روک دیا تھا۔آپؐ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور ان سے جنگ نہ کی اور جب آپؐ کی قوت و طاقت میں اضافہ ہوا تو آپؐ نے جنگ سے گریز بھی نہیں کیا۔حدیبیہ کے موقعے پر اللہ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا۔

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۔ (الحجر، ۸۵)

مقصد آیت یہ ہے کہ آپ اچھے طریقے سے گزر کرتے ہوئے جنگ کو ٹال دیں۔

اورجب رسول خداؐ کی ظاہری طاقت بڑھ گئی تو اللہ نے حکم دیا۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۔ (توبہ، ۵)

"تم لوگ مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو اور انہیں پکڑو ان کا محاصرہ کرو اوران کے لیے گھات لگا کر بیٹھو"۔

نواں متکلم: جب آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کو عہدۂ امامت پر فائز کیا تو ان کا فرض تھا کہ جس طرح سے انبیاءؑ نے عہدۂ نبوت پر فائز ہونے کے بعد لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی تو حضرت علیؑ بھی لوگوں کو اپنی امامت کی دعوت دیتے۔ حضرت علیؑ کے لیے یہ کیسے جائز تھا کہ وہ خدائی عہدے پر مامور ہونے کے باوجود خاموشی اختیار کیئے رہیں اور کسی کو اپنی طرف دعوت نہ دیں۔

مامون: میں اس سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ حضرت علیؑ کو تبلیغ اور پیغام رسانی کا حکم تھا۔ اسی لیے کہ آپ رسول نہیں تھے بلکہ آپ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک علَم اور نشان بنائے گئے تھے۔ لہٰذا جو آپؑ کی پیروی کرے گا اطاعت گزار اور جو نافرمانی کرے گا وہ گناہ گار کہلائے گا اور جب آپ کو اعوان و انصار ملے تو آپؑ نے مخالفین سے جہاد کیا اور جب تک آپؑ کو اعوان و

انصار میسر نہیں تھے اس وقت تک آپؑ خاموش رہے اور جہاد نہ کرنے کا الزام آپؑ پر نہیں ہے بلکہ ان لوگوں پر ہے جنہوں نے آپؑ کی اطاعت اور مدد سے منہ موڑا۔ کیونکہ تمام امت کو رسول مقبولؐ کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کہ وہ علیؑ کی مدد کریں اور اس کی پیروی کریں اور حضرت علیؑ کو یہ حکم نہیں تھا کہ وہ بغیر اعوان و انصار کی قوت کے جہاد کریں۔

یاد رکھیں! حضرت علیؑ کی مثال خانۂ کعبہ جیسی ہے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ خانۂ کعبہ کے پاس جائیں۔ خانۂ کعبہ پر فرض نہیں کہ وہ لوگوں کے پاس جائے اگر کوئی شخص خانۂ کعبہ تک پہنچ کر مناسک حج ادا کرتا ہے تو وہ اپنا فرض پورا کرتا ہے۔اور اگر کوئی نہیں جاتا تو وہ خود قابل ملامت بنتا ہے۔ خانۂ کعبہ پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

دسواں متکلم: یہ بتایئے کہ اگر امام واقعی مفترض الطاعۃ ہوتا ہے تو یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت علیؑ ہی مفترض الطاعۃ امام ہوں کوئی دوسرا کیوں نہیں ہوسکتا ؟

مامون: اللہ کی طرف سے کوئی ایسا فریضہ عائد نہیں کیا جاسکتا جو مجہول ہو اور لوگ اس سے نا واقف اور لاعلم ہوں اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ جب اللہ نے ایک فریضہ عائد کیا ہے تو اس کا وجود بھی یقینی ہوگا اور وہ ممتنع العمل نہیں ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ مجہول ممتنع العمل ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ رسول مقبولؐ اس فرض کی نشاندہی کردیں تاکہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کوئی عذر باقی نہ رہے۔

آپ کی اس میں کیا رائے ہے کہ اگر اللہ ایک ماہ کے روزے فرض کردیتا اور مہینے مقرر نہ کرتا اور اس کے ساتھ یہ واجب کردیتا کہ لوگ نبی و امام کی طرف رجوع کیے بغیر خود ہی اس مہینہ کا تعین کریں تو کیا یہ طرز عمل درست ہوتا ؟

گیارہواں متکلم: یہ کہاں سے ثابت ہے کہ دعوت اسلام کے آغاز میں حضرت علیؑ بالغ تھے اس لیے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ دعوت اسلام کے آغاز میں آپؑ

نابالغ تھے اور نا بالغ بچے کا اسلام معتبر نہیں ہوتا ؟

مامون: یہ امر دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو حضرت علیؑ اس وقت ان لوگوں میں سے تھے جن کی طرف رسول خداؐ مبعوث ہوئے تھے تاکہ انہیں دعوت ایمانی دیں اگر ان میں سے تھے تو مکلف تھے اور اتنی قوت رکھتے تھے کہ فرائض کو ادا کر سکیں۔

اور اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ حضرت علیؑ اس وقت ان لوگوں میں سے تھے جن کی طرف رسول خداؐ مبعوث نہ ہوئے تھے تو پھر یہ الزام رسول خداؐ پر عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک ایسے فرد کو دعوت ہی کیوں دی جس کی طرف وہ مبعوث ہی نہ ہوئے تھے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ (الحاقہ ۴۴ تا ۴۶)

"اگر رسولؐ ہماری نسبت کوئی جھوٹ بات بنا لیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر ہم ضرور ان کی شہ رگ کاٹ دیتے"۔

اور غیر مکلف افراد کو دعوت اسلام دینا رسول اکرمؐ کے لیے محال اور ناممکن ہے۔

مامون کے یہ جوابات سن کر تمام متکلمین خاموش ہو گئے اور کسی نے مزید سوال کرنے کی جرأت نہ کی۔

مامون نے کہا: آپ سب اپنے اپنے سوالات کر چکے ہو اور اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں بھی آپ سے چند سوالات کروں ؟

سب نے کہا:۔

جی ہاں ! پوچھیے۔ آپ ہم سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں ؟

محدثین و متکلمین سے مامون کے سوالات

سوال: کیاساری امت نے بالاجماع آنحضرتؐ سے یہ روایت نہیں کی کہ آپؐ نے فرمایا:۔

"جو شخص عمداً کوئی جھوٹ بات میری طرف منسوب کرے گا وہ اوندھے

منہ دوزخ میں جائے گا''؟

جواب : جی ہاں ! یہ صحیح حدیث ہے ۔

سوال : اور لوگوں نے آنحضرتؐ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ جو شخص کوئی گناہِ صغیرہ یا گناہ کبیرہ کرے اور پھر اس گناہ کو اپنا دین بنا لے اور اس پر اصرار کرے تو وہ ہمیشہ دوزخ کے نچلے طبقوں میں ہوگا ۔

جواب : جی ہاں ! یہ روایت بھی درست ہے ۔

سوال : اچھا یہ بتائیں کہ ایک شخص کو عوام نے منتخب کیا اور اسے اپنا خلیفہ بنایا تو کیا اسے رسول خداؐ کا خلیفہ کہنا درست ہے ؟ جب کہ اسے نہ تو رسول خداؐ نے خلیفہ بنایا اور نہ ہی خدا نے اسے اپنا خلیفہ منتخب کیا ۔

اور اگر آپ یہ کہیں کہ جی ہاں یہ درست ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ آپ بلا وجہ ہی ضد اور مکابرہ پر اڑے ہوئے ہو ۔

اور اگر آپ یہ کہیں گے کہ نہیں تو پھر آپ کو یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ حضرت ابوبکر نہ تو اللہ کے خلیفہ اور نہ ہی رسول خداؐ کے خلیفہ تھے ۔ کیونکہ انہیں نہ تو خدا نے خلیفہ بنایا اور نہ ہی رسول خداؐ نے انہیں خلیفہ نامزد کیا۔ اور آپ لوگ انہیں خلیفۂ رسولؐ کہہ کر اور اس کا مسلسل اصرار کر کے آنحضرتؐ پر اتہام لگاتے رہتے ہو جس کے ارتکاب پر رسول خداؐ نے دوزخ کا اعلان کیا تھا ۔

اچھا! آپ حضرات یہ بتائیں کہ ان دو باتوں میں سے کون سی ایک بات سچ ہے

۱۔ رسول مقبولؐ نے انتقال فرمایا تو کسی کو خلیفہ بنا کر نہیں گئے تھے ۔

۲۔ حضرت ابوبکر کو خلیفۃالرسول کہنا درست ہے۔

اب اگر آپ یہ کہیں کہ دونوں باتیں سچی ہیں تو یہ ناممکن ہے اس لیے کہ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اگر ان میں سے ایک بات سچ ہے تو دوسری لازماً جھوٹ ہے ۔

لہٰذا آپ لوگ اللہ سے ڈریں اور اپنے دل میں سوچیں اور دوسروں کی تقلید مت کریں اور شک و شبہ میں نہ پڑیں۔ خدا کی قسم ! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جس کو سوچ سمجھ کر صحیح انجام دیا جائے اور جس عمل کی صداقت کا یقین ہو کہ یہ حق ہے ۔

اور سنو ! شک و شبہ اور اس کا تسلسل خدا کا انکار ہے اور ایسا شخص دوزخ میں جائے گا ۔

بتائیں کیا یہ درست ہے کہ آپ میں سے کوئی شخص ایک غلام خریدے اور وہ غلام آقا و مالک بن جائے اور آقا و مالک اس کا غلام بن جائے ؟

جواب : نہیں ! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ۔

سوال : اگر یہ نہیں ہو سکتا تو بھلا یہ کیسے ہوگیا کہ آپ نے اپنے حرص اور ہوائے نفس کی خاطر ایک فرد پر اجماع کر کے خلیفہ بنایا اور وہ آپ لوگوں پر خلیفہ اور حاکم ہوگیا ۔حالانکہ آپ نے ہی اسے حاکم و والی بنایا ہے اور اس کے خلیفہ ہونے سے پہلے آپ ہی اس کے حاکم اور والی تھے اور اب وہ آپ پر حاکم ہوگیا۔ اور آپ لوگ اسے خلیفۂ رسولؐ کے نام سے یاد کرنے لگے اور جب آپ اس سے ناراض ہوئے تو اسے قتل بھی کردیا جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ برتاؤ کیا گیا ۔

جواب : بات یہ ہے کہ امام دراصل مسلمانوں کا وکیل ہوتا ہے اور جب تک مسلمان اس سے راضی رہے اس کو اپنا امام اور والی بنائے رکھا اور جب وہ ان کی توقعات پر پورا نہ اترا تو اس کو معزول کردیا ۔ اس میں کیا برائی ہے ؟

سوال : اچھا ! یہ بتاؤ یہ سارے بندے، سارے مسلمان اور سارا ملک کس کا ہے ؟

جواب : اللہ تعالیٰ کا ہے ۔

سوال : تو پھر آپ وکیل بنانے کا حق اللہ تعالیٰ کو دینے پر آمادہ کیوں نہیں ہیں اور خدا کا حق اپنے ہی ہاتھ میں رکھنے پر اصرار کیوں کررہے ہیں ۔ کیونکہ کسی کی ملکیت

میں کسی دوسرے کو مداخلت کا حق حاصل نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کرے تو اسے تاوان دینا پڑتا ہے۔

اچھا! آپ حضرات یہ بتائیں کہ رسول خداؐ جب دنیا سے رخصت ہوئے تھے تو وہ کسی کو اپنا جانشین نامزد کر گئے تھے یا نہیں ؟

جواب : نہیں ! کسی کو اپنا جانشین، نامزد نہیں کیا تھا ۔

سوال : خلیفہ نامزد نہ کر کے آنحضرتؐ نے امت کو ہدایت پر چھوڑا تھا یا گمراہی پر ؟

جواب : ہدایت پر

سوال : پھر امت پر لازم تھا کہ وہ اس ہدایت پر قائم رہتے جس پر انہیں رسولؐ چھوڑ کر گئے تھے اور گمراہی میں مبتلا نہ ہوتے ۔

جواب : مگر امت نے تو رسولؐ کا خلیفہ مقرر کرلیا ۔

سوال : یہی تو بحث اعتراض ہے کہ امت نے رسولؐ کا خلیفہ کیوں بنایا جب کہ رسولؐ اس کام کو ترک کر گئے تھے اور جس کام کو رسولؐ نے ترک کردیا ہو اور اس کا ترک کرنا عین ہدایت ہو تو مسلمانوں کو کیا پڑی تھی کہ وہ کسی کو خلیفہ رسولؐ نامزد کرتے ؟

اور جب رسول خداؐ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تو پھر حضرت ابوبکر نے سنت رسولؐ کو چھوڑ کر حضرت عمر کو اپنا خلیفہ نامزد کیوں کیا ؟

اور حضرت عمر نے سنت رسولؐ اور سنت حضرت ابوبکر دونوں سے کیوں انحراف کیا اور انہوں نے اپنی خلافت کے لیے ایک شوریٰ کی تشکیل کیوں دی ؟

تو اب خلافت کے لیے ہمیں تین مختلف اشکال دکھائی دیتی ہیں

1۔ رسول خداؐ کی سنت ہے خلیفہ نہ بنانا ۔

2۔ حضرت ابوبکر کی سنت ہے خلیفہ مقرر کرنا ۔

3۔ حضرت عمر کی سنت ہے خلافت کو شوریٰ میں مرتکز کرنا ۔

تو اب آپ حضرات فیصلہ کر کے مجھے بتائیں کہ ان تین مختلف النوع اشکال

میں سے کون سی شکل صحیح ہے اور کون سی غلط ہے ؟

اور اگر آپ جواب میں یہ کہیں کہ سب شکلیں صحیح ہیں تو آپ کا جواب بالبداہت باطل ہو گا کیونکہ تینوں صورتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور یہ سب کی سب بیک وقت صحیح نہیں ہو سکتیں۔

اور اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی ذہن میں رکھیں کہ جب خلافت رسولؐ کا ترک کرنا ہدایت ہے تو پھر خلیفۂ رسولؐ کا منتخب کرنا گمراہی ہی ہو گا اور ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا کہ خلافت رسولؐ کا ترک کرنا بھی ہدایت ہو اور خلیفہ بنانا بھی ہدایت ہو۔ کیونکہ ہدایت کی ضد ہدایت نہیں بلکہ گمراہی ہوا کرتی ہے۔

اور اس کے ساتھ مجھے یہ بھی بتائیں کہ کیا کسی نبی کی امت میں کوئی خلیفہ ایسا بھی گزرا ہے جسے تمام صحابہ نے مل کر بنایا ہو ؟

اگر آپ یہ کہیں گے کہ نہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ نے تسلیم کر لیا کہ آنحضرتؐ کے بعد سب لوگوں نے گمراہی پر عمل کیا۔

اور اگر آپ ہاں میں جواب دیں تو اس کا مقصد یہ بنے گا کہ آپ تمام انبیاءؑ کی امتوں کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ (الانعام ۱۲)

" حبیبؐ ! آپ ان سے کہہ دیں کہ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کس کا ہے ؟ پھر آپؐ ان سے کہہ دیں کہ یہ سب اللہ ہی کا ہے "۔

آیا یہ بات سچ ہے یا نہیں ؟

جواب : سچ ہے۔

سوال : تو کیا ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں وہ سب اللہ ہی کی ہیں اس لیے کہ اس نے ہی سب چیزوں کو پیدا کیا اور وہی ان سب کا مالک ہے ؟

جواب: جی ہاں ! ایسا ہی ہے ۔

سوال: پھر تو آپ کا کسی کو واجب الاطاعت خلیفہ بنا لینا ، اور اس کو خلیفہ رسولؐ کے نام سے یاد کرنا، اس سے ناراض ہونا اور اگر وہ آپ کی مرضی کے مطابق عمل نہ کرے تو اسے معزول کردینا اور اگر وہ معزولی پر آمادہ نہ ہو تو اسے قتل کردینا ۔ یہ سب کا سب باطل ہے ۔

مامون کی طرف سے اتمام حجت

پھر مامون نے کہا :۔

آپ پر افسوس اور حیف ہے خدا پر جھوٹ اور اتہام نہ رکھو ورنہ قیامت کے دن خدا اور اس کے رسولؐ کے خلاف دروغ گوئی کی وجہ سے آپ کو سخت سزا ملے گی اس لیے کہ آنحضرتؐ کا فرمان ہے ۔

" جو شخص مجھ پر جھوٹ منسوب کرے گا وہ اوندھے منہ جہنم میں جائے گا"۔

پھر مامون نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کرکے کہا :۔

پروردگارا ! میں ان لوگوں کو نصیحت اور ان کی ہدایت کی پوری کوشش کر چکا ۔ میں نے اپنا فرض پورا کردیا اور اپنی گردن سے ذمہ داری کا بوجھ اتار دیا ۔

خدایا ! تو جانتا ہے کہ میں خود کسی شک و شبہ میں مبتلا رہ کر ان لوگوں کو حق کی دعوت نہیں دے رہا ہوں ۔

پروردگارا ! میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو تمام مخلوق میں سب سے افضل مان کر تیرا تقرب چاہتا ہوں جیسا کہ تیرے رسولؐ نے ہمیں حکم دیا ہے ۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد مجلس برخاست ہوگئی اور مامون کی زندگی میں دوبارہ اس طرح کی کوئی مجلس مباحثہ قائم نہ ہوئی ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ مامون کے دلائل سن کر تمام اہل مجلس خاموش ہوگئے ۔

مامون نے کہا:۔

کیا بات ہے آخر آپ خاموش کیوں ہیں ؟

علماء و محدثین نے کہا:۔

ہم جواب دیں تو کیا دیں۔ ہمیں تو اس وقت کوئی جواب نہیں سوجھتا۔

مامون نے کہا:۔

میری طرف سے آپ پر یہ اتمام حجت ہی کافی ہے۔

راوی کہتا ہے:۔

ہم شرمندہ سے دربار مامون سے باہر آئے۔

پھر مامون نے فضل بن سہل سے کہا:۔

یہ ان کے دلائل کی آخری حد تھی۔ یہ لوگ میرے رعب شاہی سے خاموش نہیں ہوئے بلکہ ان کے دلائل ہی ختم ہوگئے تھے اسی لیے انہیں خاموش ہونا پڑا"۔

واللہ الموفق للخیرات۔

باب 46

حضرتؑ کی زبانی ائمہؑ کے دلائل اور غلاۃ و مفوضہ کی تردید(۱)

۱۔ (حذف اسناد) حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں ایک دن مامون کے دربار میں گیا اس وقت حضرت امام علی رضا علیہ السلام بھی وہاں موجود تھے۔ اور دربار فقہاء اور مختلف فرقوں کے متکلمین سے چھلک رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے آپؑ سے دریافت کیا :۔

فرزند رسولؐ ! آپ یہ بتائیں کہ کسی بھی امامت کے دعویدار کے اثبات امامت کی حجت قاطع کیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

نص اور دلیل ۔

متکلم نے پھر وضاحت معلوم کرتے ہوئے پوچھا :۔

امام کی ظاہری دلیل کیا ہوتی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

اس کی دلیل ان کے علم کی وسعت اور قبولیت دعا ہوتی ہے ۔

اس نے معلوم کیا :۔

آپ حضرات جو مستقبل کی خبریں دیتے ہیں اس کی بنیاد کیا ہوتی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

رسول خداؐ نے ان امور کی خبریں دی تھی اسی لیے ہم ان کی پیش گوئی کرتے ہیں ۔

متکلم نے پوچھا :۔

بھلا آپؑ لوگوں کے دلوں کے بھید کو کیسے جانتے ہیں ؟

۱۔ یہ باب پانچ احادیث پر مشتمل ہے

آپؑ نے فرمایا:۔

کیا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا۔

" مومن کی فراست سے بچتے رہو وہ خدا کے نور سے نگاہ کرتا ہے "۔

متکلم نے کہا:۔

جی ہاں ! میں نے یہ حدیث سنی ہوئی ہے۔

آپؑ نے مزید فرمایا:۔

"ہر مومن صاحب فراست ہوتا ہے اور ہر مومن کو اس کے ایمان اور گہری بصیرت اور علم کی مقدار میں خدا نور عطا کرتا ہے جس سے وہ حقائق کو دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین کو جو فراست و نور عطا کیا ہے وہ تمام کا تمام ہم ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کو عطا کیا ہے۔ اللہ نے اپنی مقدس کتاب میں فرمایا:۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ ۔ (الحجر، ۷۵)

" ان باتوں میں صاحبانِ ہوش کے لیے بڑی نشانیاں پائی جاتی ہیں"۔

اور ان متوسمین (صاحبانِ ہوش) میں سب سے پہلے فرد رسول خداؐ تھے پھر حضرت امیرالمومنینؑ تھے پھر امام حسنؑ تھے پھر امام حسینؑ تھے۔ پھر ان کی نسل میں سے ہونے والے امام اپنے اپنے دور کے " متوسم " رہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا"۔

مامون نے کہا:۔

فرزند رسولؐ ! اللہ نے آپؑ کے خاندان پر جو احسانات کیے ہیں، ان کی مزید وضاحت فرمائیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی طرف سے ایک مقدس و مطہر روح کے ساتھ مؤید کیا ہے۔ اور وہ روح فرشتہ نہیں ہے اور وہ سابقہ ہادیوں میں سے کسی کے

ساتھ نہیں تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مقرر کیا تھا اور اب وہ روح ہم ائمہ کے ساتھ ہوتی ہے ان کی تائید و تسدید کرتی ہے ۔ اور وہ ہمارے اور خدا کے درمیان نور کا ایک ستون ہے"۔

مامون نے آپؑ سے کہا:۔

ابوالحسن ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ آپ حضرات کے متعلق غلو کرتے ہیں اور حد سے بڑھ جاتے ہیں ۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"میرے والد امام موسیٰؑ بن جعفرؑ نے اپنے والد امام جعفر صادقؑ سے اور انہوں نے اپنے والد امام محمد باقرؑ سے اور انہوں نے اپنے والد امام زین العابدینؑ سے اور انہوں نے اپنے والد امام حسین علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مجھے میرے حق سے زیادہ بلند نہ کرو کیونکہ اللہ تعالی نے مجھے نبی بنانے سے پہلے عبد بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ (آل عمران ، ۷۹۔۸۰)

"کسی بشر کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ خدا اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کردے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہنے لگے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ ان کا قول یہی ہوتا ہے کہ اللہ والے بنو کہ تم کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہو اور اسے پڑھتے بھی رہتے ہو ۔ وہ یہ حکم بھی نہیں دے سکتا کہ تم ملائکہ یا انبیاءؑ کو اپنا

پروردگار بنالو کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے سکتا ہے جب کہ تم لوگ مسلمان ہو"۔

اور حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے۔

يَهْلِكُ فِيَّ اِثْنَانِ وَلَاذَنْبَ لِيْ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ وَمُبْغِضٌ مُفَرِّطٌ وَاَنَا اَبْرَآءُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِمَّنْ يَّغْلُوْفِيْنَا وَيَرْفَعُنَا فَوْقَ حَدِّنَا كَبَرَآءَةِ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ النَّصَارٰى۔

" دو شخص میرے بارے میں ہلاک ہوں گے جبکہ اس میں میرا کوئی گناہ نہیں ہے۔ حد سے زیادہ محبت کرنے والا اور میرے حق میں کمی کرنے والا، بغض رکھنے والا ۔ اور جو لوگ ہمارے متعلق غلو کریں اور ہمیں ہماری حد سے بڑھائیں تو میں خدا کے حضور ان سے ایسے ہی اظہار برائت کرتا ہوں جیسا کہ عیسیٰ بن مریمؑ نصاریٰ سے بیزاری کا اعلان کریں گے "۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَايَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۔ (المائدہ ۔۱۱۶، ۱۱۷)

" اور جب اللہ نے کہا، اے عیسیٰ بن مریمؑ! کیا آپ نے لوگوں سے یہ کہہ دیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو خدا مان لو تو عیسیٰؑ نے عرض کی تیری ذات بے نیاز ہے، میں ایسی بات کیسے کہوں گا جس کا مجھے کوئی حق نہیں اور اگر میں نے کہا تھا تو تجھے تو معلوم ہی ہے کہ تو میرے دل کا حال جانتا

ہے اور میں تیرے اسرار نہیں جانتا ہوں ۔ تو تو غیب کا جاننے والا بھی ہے۔ میں نے ان سے وہی کہا ہے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ میرے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور میں جب تک ان کے درمیان رہا ان کا گواہ اور نگران رہا ۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ان کا نگہبان ہے اور تو ہر شے کا گواہ اور نگران ہے "۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ (النساء ، ۱۷۲)

" نہ مسیح کو اس بات سے انکار ہے کہ وہ بندۂ خدا ہیں اور نہ ملائکۂ مقربین کو اس کی بندگی سے کوئی انکار ہے "۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

مَاالْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ ۔ (المائدہ ۔ ۷۵)

" مسیح بن مریمؑ کچھ نہیں ہیں صرف وہ ہمارے رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ صدیقہ تھی اور وہ دونوں کھانا کھایا کرتے ہیں"۔

مفہوم آیت یہ ہے کہ مسیح اور ان کی والدہ بول و براز کیا کرتے تھے ۔ لہٰذا جو شخص بھی انبیاءؑ اور ائمہؑ کے لیے ربوبیت کا دعویٰ کرے اور جو شخص بھی غیر نبی کے لیے نبوت یا غیر امام کے لیے امامت کا دعویٰ کرے تو ہم دنیا و آخرت میں اس سے بیزار ہیں۔

مامون نے کہا:۔

ابوالحسنؑ ! آپؑ رجعت کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"رجعت حق ہے ۔ اور گذشتہ امتوں میں اس کی نظیر موجود ہے ۔ اور قرآن مجید نے اس کا اعلان کیا ہے ۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

نے فرمایا۔

یکون فی هذه الامة کل ماکان فی الامم السالفة حذو النعل و القذة بالقذة (۱)

" اس امت میں وہ سب کچھ ہوگا جو سابقہ امتوں میں ہوچکا ہے۔ جیسا کہ ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے اور جیسا کہ تیر کا ایک پر دوسرے پر کے برابر ہوتا ہے"۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"جب میرا فرزند مہدی(عج) ظہور کرے گا تو عیسیٰ بن مریمؑ آسمان سے اتر کر ان کے پیچھے نماز ادا کریں گے"۔

اور آپؑ نے فرمایا:۔

"اسلام نے غربت سے ابتدا کی اور عنقریب وہ غریب ہوجائے گا۔ غریبوں کے لیے خوشخبری ہو"۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا گیا۔

یا رسول اللہؐ ! اس کے بعد کیا ہوگا ؟

آپؐ نے فرمایا:۔

"پھر حق اپنے حقداروں کے پاس پہنچ جائے گا"۔

مامون نے کہا:۔

ابوالحسنؑ ! آپؑ عقیدۂ تناسخ کے قائل افراد کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"تناسخ کا عقیدہ رکھنے والا خداوند عظیم کا منکر اور جنت و جہنم کے جھٹلانے والا ہے"۔

---

(۱) اس حدیث کو مختلف اسناد سے تمام شیعہ و سنی محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ حوالہ کے لیے مجمع الزوائد جلد ہفتم صفحہ ۲۶۱ طبع مصر اور مستدرک حاکم جلد اول صفحہ ۱۲۹ طبع حیدرآباد دکن کا مطالعہ فرمائیں۔

مامون نے کہا:۔

آپؑ مسخ شدہ جانوروں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جن لوگوں پر اللہ غضب ناک ہوا اور انہیں مسخ کیا تو وہ مسخ ہونے کے بعد صرف تین دن تک زندہ رہے پھر مر گئے۔ اور ان سے آگے نسل کا سلسلہ جاری نہیں ہوا اور اس وقت ہمیں جو بندر اور خنزیر اور دوسرے مسخ شدہ کہلانے والے جانور دکھائی دیتے ہیں یہ دراصل ابتداء سے ہی بندر اور خنزیر تھے ان کا کھانا اور ان سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے"۔

مامون نے کہا:۔

ابوالحسنؑ ! خدا آپؑ کے بعد مجھے دنیا میں زندہ نہ رکھے۔ خدا کی قسم ! صحیح علم اہل بیتؑ کے یہاں سے ملتا ہے اور آپؑ اپنے آباء کے علوم کے وارث ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؑ کو اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔

راوی حسن بن جہم کا بیان ہے کہ اس کے بعد امام علی رضا علیہ السلام دربار سے اٹھ کر اپنی رہائش گاہ تشریف لائے اور میں بھی آپؑ کے پیچھے آپؑ کی رہائش گاہ تک آیا۔ اور میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے امیر المومنین (مامون) کو آپؑ کا فریفتہ بنا دیا اور اسے آپؑ کا اکرام واحترام اور آپؑ کے فرمان کو قبول کرنے کی سعادت عطا کی۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"ابن جہم ! اس احترام و اکرام کو دیکھ کر کہیں تم دھوکا نہ کھا جانا، وہ عنقریب مجھے زہر دے کر قتل کر دے گا اور وہ مجھ پر ظلم کرے گا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر کی خبر دے چکے تھے اور میرے آبائے طاہرینؑ نے بھی ان سے یہ روایت کی ہے۔ اور جب تک میں زندہ رہوں اس خبر کو چھپائے رکھنا۔

اور کسی کے سامنے اس کا اظہار نہ کرنا۔

حسن بن جہم بیان کرتے ہیں کہ جب تک امام علیہ السلام زندہ رہے تو میں نے اس واقعہ کی کسی کو اطلاع نہ دی اور جب طوس میں زہر کے ذریعے سے آپؑ شہید ہوئے اور حمید بن قحطبہ طائی کے مکان میں ہارون الرشید کے پہلو میں دفن ہو گئے تو پھر میں نے اس حدیث کو بیان کیا"۔

غالیوں پر لعنت

۲۔ (بحذف اسناد) حسین بن خالد صیرفی کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"تناسخ کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ غالیوں پر لعنت کرے۔ غالی یہودی، نصرانی، قدریہ، مرجئہ اور حروریہ (خوارج) ہیں"۔

پھر آپؑ نے فرمایا:۔

"ان کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھو اور ان سے کسی طرح کی دوستی نہ رکھو اور ان سے برائت اختیار کرو۔ خدا ان سے بیزار ہے"۔

تفویض در امر شریعت و تفویض در امور تکوینی

۳۔ (بحذف اسناد) یاسر خادم نے بیان کیا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔

"مولا! آپ تفویض کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے دینی امور اپنے نبیؐ کو تفویض فرمائے اور اعلان کیا۔

مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (الحشر۔۷)

"تمہیں جو کچھ رسولؐ دے وہ لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رک جاؤ"۔

لیکن خلق و رزق میں تفویض نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۔ (الرعد ، ١٦)

" اللہ ہر چیز کا خالق ہے"۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ (الروم ، ٤٠)

" اللہ ہی وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا ۔ آپؐ کہیں دیں کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام انجام دے سکے؟ جو کچھ وہ شرک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک و پاکیزہ اور بلند و برتر ہے"۔

غلاۃ و مفوّضہ کے متعلق ناطق فیصلہ

۴۔ (محذوف اسناد) ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے غالیوں اور مفوضہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا ۔

"غالی کافر ہیں اور مفوضہ مشرک ہیں ۔ جو ان سے نشست و برخاست رکھے یا ان سے کسی طرح کا اختلاط رکھے یا ان کے ساتھ کھائے پیے، یا ان سے تعلقات قائم کرے یا ان کو رشتہ دے یا ان سے رشتہ لے یا انہیں امان دے یا ان کے پاس کوئی امانت رکھے یا ان کی کسی بات کی تصدیق کرے یا کسی جملے کے ذریعے سے ان کی مدد کرے تو وہ اللہ اور رسول خداؐ اور ہم اہل بیتؑ کی سرپرستی سے نکل جائے گا"۔

بعض نظریات کی تردید

۵۔ تمیم بن عبداللہ بن تمیم قرشی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے احمد بن علی انصاری کی سند سے بیان کیا انہوں نے ابو صلت ہروی سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی ۔

کوفہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول خداؐ پر حالت نماز میں سہو واقع نہیں ہوا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

انہوں نے جھوٹ کہا، ان پر خدا کی لعنت ہو۔ جس پر سہو طاری نہیں ہوتا وہ صرف خدائے واحد ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔(۱)

میں نے کہا:۔

فرزند رسولؐ! کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ امام حسین بن علی علیہما السلام سرے سے قتل ہی نہیں ہوئے اور ان کی جگہ حنظلہ بن اسود شامی کو ان کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا اور امام حسین علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح سے آسمان پر اٹھا لیا گیا اور وہ لوگ اپنے دعویٰ کی دلیل کے لیے یہ آیت پڑھتے ہیں۔

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۔ (نساء۔۱۴۱)

"اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا"۔

۱۔ شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سہو نبی کے قائل تھے اور انہوں نے چند روایات احادیث سے اس مفہوم کو ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور انہوں نے من لا یحضرہ الفقیہ کی جلد اول کی حدیث ۱۰۳۱ میں بھی اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے اور اس روایت کے بعد انہوں نے یہ تبصرہ بھی کیا کہ خدا غلاۃ و مفوضہ پر لعنت کرے جو سہو نبی کا انکار کرتے ہیں۔۔۔۔ اور انہوں نے اپنے شیخ محمد بن حسن بن احمد بن ولید کا یہ قول نقل کیا ہے۔

اول درجه في الغلو نفي السهو عن النبي

"غلو کی پہلی سیڑھی نبی سے سہو کی نفی کرنا ہے"۔

شیخ علیہ الرحمہ کے مؤقف کے متعلق ہم سید حسن موسوی خراسانی کا یہ تعلیقہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو انہوں نے من لا یحضرہ الفقیہ کی اس روایت کے ضمن میں تحریر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ "علم مقالات و کلام کی کتابوں میں سہو نبی کے مسئلے پر کافی طویل بحثیں لکھی گئی ہیں۔ مذہب شیعہ کا اجماعی طور پر عقیدہ یہ ہے کہ نبی سہو سے پاک ہوتا ہے۔ البتہ شیخ صدوق اور ان کے شیخ نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے"۔

شیخ صدوق اور ان کے استاد کے اس نظریے کی مخالفت میں علمائے امامیہ نے بہت سی کتابیں تحریر فرمائیں ہیں جن میں شیخ مفید اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔ شیخ مفید نے اسی مسئلے کی مخالفت میں پورا رسالہ تحریر کیا تھا جس میں انہوں نے دلائل قطعیہ سے ثابت کیا کہ نبی پر سہو طاری نہیں ہوتا۔ علامہ مجلسی نے شیخ مفید کا وہ رسالہ اپنی کتاب بحار الانوار جلد ششم میں نقل کیا ہے اور جلد ششم کے صفحہ ۲۸۸ سے ۲۹۹ تک اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسی مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے سید عبداللہ شبر قدس سرہ کی کتابوں حق الیقین ج ا س ۹۳ اور مصابیح الانوار جلد ۲ ص ۱۳۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت صدوق کے اس نظریے کی مخالفت صرف علم کلام کی کتابوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ علامہ حلی کی فقہی کتابوں میں تذکرہ اور منتہی میں بھی اس کی تردید کی گئی ہے۔ من المترجم عفی عنہ

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ان پر اللہ کا غضب اور لعنت ہو ۔ انہوں نے جھوٹ کہا اور نبی اکرمؐ نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی تھی اور انہوں نے نبی اکرمؐ کے فرمان کی تردید کی ان پر اللہ کا غضب اور اللہ کی لعنت ہو اور وہ لوگ کافر ہیں ۔

خدا کی قسم !امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے اور امام حسینؑ سے امیرالمومنینؑ اور امام حسنؑ بہتر تھے وہ بھی شہید ہوئے اور ہم میں سے ہر امام مقتول ہوتا ہے ۔اور مجھے بھی عنقریب زہر دے کر قتل کیا جائے گا اور میں اپنے قاتل کو پہچانتا ہوں کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش گوئی کی تھی اور انہیں یہ پیش گوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل امینؑ نے سنائی تھی ۔

اور جہاں تک " **وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا** " کی آیت کا تعلق ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ دلیل و برہان میں کبھی بھی کافروں کو مومنوں پر غلبہ نہیں دے گا۔ اور اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ اللہ کافروں کو مومنین پر ظاہری اور مادی غلبہ و تسلط نہیں دے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایسے کافروں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے انبیاء کرامؑ کو شہید کیا تھا ۔ کافر انبیاءؑ پر مادی و جسمانی اعتبار سے غالب ضرور ہوئے لیکن دلیل و برہان میں انبیاءؑ پر غالب نہ تھے ۔

(میں (مصنف کتاب ہذا) نے اس مفہوم کی جملہ روایات اپنی کتاب **ابطال الغلو والتفویض** میں نقل کی ہیں)

باب 47

امام علیہ السلام کے چند دلائل امامت و معجزات (۱)

ا۔ (حذف اسناد) عمیر بن یزید (خ ل عمر بن زیاد اور بحار میں عمر بن برید) سے مروی ہے۔

ایک مرتبہ میں امام ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ وہاں محمد بن جعفر کا ذکر ہوا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"میں نے تو اپنے لیے یہ طے کر لیا ہے کہ میں اور وہ کبھی ایک چھت کے سائے کے نیچے جمع نہ ہوں گے"۔

آپؑ کی یہ بات سن کر میں (راوی) نے اپنے دل میں یہ سوچا:۔

"یہ تو ہمیں اپنے رشتہ داروں سے نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتے ہیں مگر خود اپنے چچا کے لیئے یہ کہہ رہے ہیں"۔

ابھی یہ بات میرے دل میں ہی آئی تو آپؑ نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا:۔

"ہاں ہاں! یہی نیکی اور حُسن سلوک ہے۔ جب وہ میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے ملاقات کرتے ہیں تو یہاں سے جاکر جو کچھ میرے متعلق کہتے ہیں لوگ اس کو سچ سمجھنے لگتے ہیں اور جب وہ نہ میرے پاس آئیں اور نہ میں ان کے پاس جاؤں تو وہ میرے متعلق جو کچھ کہیں گے لوگ اس کو تسلیم نہیں کریں گے۔

۲۔(حذف اسناد) محمد بن عبداللہ طاہری نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا جس میں انہوں نے اپنے چچا کے متعلق شکایت تحریر کی کہ وہ حکومت کا ملازم ہے اور بد عنوانی اور تلبیس (مکروفریب) سے کام لے رہا ہے

(۱) یہ باب ۴۴ روایات پر مشتمل ہے اور دلائل سے مراد آپ کی پیش گوئیاں ہیں جو حرف بحرف سچی ثابت ہوئیں۔

اور اس کی وصیت کا معاملہ اس کے اختیار میں ہے ۔

امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا :۔

"اب رہ گیا وصیت کا معاملہ تو تمہیں اس کی فکر کی ضرورت نہیں"۔

محمد بن عبد اللہ بہت مغموم ہوا اور اس نے دل میں خیال کیا اگر اس نے وصیت کر دی تو اس سے وصول کر لیا جائے گا مگر وہ بیس دنوں کے بعد مر گیا۔

۳۔(محذف اسناد) محمد بن عبداللہ قمی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا مجھے شدید پیاس محسوس ہوئی اور مجھے پانی طلب کرنا اچھا نہ لگا۔ امام علیہ السلام نے پانی منگوایا اور مجھے پانی کا جام دے کر فرمایا :۔

محمد ! یہ ٹھنڈا پانی ہے اسے پی لو میں نے پانی لیا۔

۴۔ (محذف اسناد) ابوالحسن طیب (خ ل طبیب) سے روایت ہے کہ جب موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے وفات پائی۔ تو ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا بازار تشریف لے گئے تو وہاں سے کتا ایک مینڈھا اور ایک مرغ خریدا۔

جب ہارون کے مخبر نے ہارون کو یہ واقعہ لکھ بھیجا تو ہارون نے خوش ہو کر کہا چلو اب ان کی طرف سے تو ہمیں اطمینان حاصل ہوا۔

زبیری نے ہارون کو لکھا۔

علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے اپنا دروازہ کھول دیا ہے اور اپنے لیئے امامت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

ہارون نے کہا :۔

عجیب بات ہے کہ ایک مخبر لکھتا ہے کہ انہوں نے کتا مینڈھا اور مرغ خرید لیا ہے اور دوسرا یہ لکھتا ہے کہ وہ دعوائے امامت کر رہے ہیں۔

آغازِ سفر سے نیشا پور تک کے حالات

۵۔(حذف اسناد) ابوالحسن صائغ نے اپنے چچا سے روایت کی ہے کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کے ہمراہ خراسان گیا اور میں نے آپؑ سے رجاء بن ابی ضحاک کے قتل کے لئے مشورہ چاہا۔ وہ آپؑ کو خراسان لے کر جا رہا تھا۔ آپ نے اس امر سے منع کیا اور فرمایا:۔

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ایک کافر کے بدلے مومن قتل ہو جائے"۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آپ مقام اہواز پر پہنچے تو آپؑ نے اہل اہواز سے کہا:۔

"میرے لیے چند گنے تلاش کر کے لاؤ"۔

اہل اہواز میں سے ایک کم عقل نے کہا:۔

یہ بے چارے اعرابی ہیں۔ ان کو یہ بھی علم نہیں ہے کہ موسم گرما میں گنا نہیں ملتا۔

اہل اہواز نے آپؑ سے عرض کیا:۔

اس موسم میں گنا دستیاب نہیں ہوتا۔ گنا سردی کے موسم میں ملتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

اگر تم تلاش کرو گے تو مل جائیگا۔

محمد بن اسحاق نے کہا:۔

آقا نے فرمائش کی ہے تو یقیناً کہیں نہ کہیں موجود ہو گا۔ لہٰذا ہر طرف آدمی بھیجے جائیں۔

اتنے میں اہواز کے چند کاشتکار آئے اور انہوں نے بتایا کہ ہمارے پاس تھوڑے سے گنے ہیں جنہیں ہم نے کاشت کے لئے محفوظ کرلیا ہے۔ یہ واقعہ بھی آپ کی امامت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ آپؑ ایک قریہ میں پہنچے وہاں آپؑ نے سجدہ کیا جس میں مَیں نے آپؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا:۔

"پروردگار ! اگر میں نے تیری اطاعت کی ہے تو میں تیرا شکر گذار ہوں اور اگر میں تیری نافرمانی کرتا تو اس کے جواز کی میرے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی اور تیرے کرم واحسان میں میری یا میرے علاوہ کسی دوسرے کی نیکی یا کارکردگی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس لئے اگر گناہ کئے ہوتے تو اس کیلئے ہمارے پاس عذر کون سا تھا۔ لہٰذا جو نیکیاں میرے پاس ہیں وہ بھی تیرے ہی فضل وکرم کی مرہون ہیں۔

اے کریم ! مشرق ومغرب میں جتنے مومنین ومومنات ہیں تو ان سب کو بخش دے"۔

راوی کہتا ہے:۔

"ہم نے آپؑ کی اقتداء میں کئی مہینے نمازیں پڑھیں۔ آپ نماز فریضہ کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ قدر اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے"۔

۶۔ (محذوف اسناد) محمد بن داؤد نے کہا کہ میں اور میرا بھائی دونوں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے اتنے میں ایک شخص یہ خبر لایا کہ محمد بن جعفر کے جبڑوں کو تحت الحنک باندھی جا چکی ہے۔ یعنی وہ مرچکا ہے یا قریب المرگ ہے۔

یہ سن کر آپؑ اسے دیکھنے کے لئے جانے لگے اور ہم بھی آپؑ کے ہمراہ روانہ ہوئے اور وہاں کا منظر یہ تھا کہ اسحاق بن جعفر صادق اور ان کی اولاد اور آل ابو طالب کے کچھ لوگ ان کے گرد بیٹھ کر رو رہے تھے۔

امام علی رضا علیہ السلام اس قریب المرگ شخص کے سرہانے کے پاس بیٹھ گئے اور اس کے چہرے کو دیکھ کر آپؑ نے تبسم فرمایا۔

یہ بات حاضرین کو ناگوار محسوس ہوئی بلکہ ان میں سے کچھ افراد نے یہ کہا کہ یہ اپنے چچا کی مصیبت پر خوش ہو رہے ہیں۔

پھر آپؑ نماز پڑھانے کے لیے مسجد تشریف لے گئے۔ میں نے راستے میں

آپؑ سے عرض کی :۔

ہماری جان آپؑ پر قربان جائے ! جس وقت آپؑ نے تبسم کیا تو حاضرین میں سے کچھ افراد نے آپؑ کے متعلق نازیبا گفتگو کی جو ہمیں بری محسوس ہوئی ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

میرا تبسم تو اسحاق کے گریہ کرنے پر تھا اس لیے کہ وہ محمد بن جعفر سے پہلے انتقال کر جائے گا ۔ اور خود محمد بن جعفر اس کی موت پر گریہ کرے گا ۔

راوی کہتا ہے کہ محمد بن جعفر تو روبصحت ہو گیا اور اسحاق کا انتقال ہو گیا ۔

۷۔ (حذف اسناد) یحییٰ بن محمد بن جعفر صادقؑ نے کہا کہ میرے والد سخت بیمار ہوئے تو امام علی رضا علیہ السلام ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور میرے چچا اسحاق ان کے قریب بیٹھے گریہ کر رہے تھے ۔

آپؑ میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

تمہارے چچا کیوں رو رہے ہیں؟

میں نے کہا:۔

ان کو محمد بن جعفر کی موت کا ڈر ہے اور ان کا حال آپؑ کے سامنے ہے۔

آپؑ نے فرمایا :۔

”غم نہ کرو۔ محمد بچ جائیں گے اور اسحاق ان سے پہلے انتقال کر جائیں گے“۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا میرے والد تندرست ہو گئے اور چچا اسحاق کا انتقال ہو گیا ۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں :۔

”امام علیہ السلام کے پاس علم المنایا پر مبنی وہ کتاب موجود تھی جو انہیں رسول خداؐ سے وارثت میں ملی تھی ۔ اور اسی کتاب کی وجہ سے آپؑ نے اسحاق کی موت کی خبر دی تھی“۔

امیرالمومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے :۔

"مجھے علم المنایا اور البلایا اور انساب اور فیصلوں کا علم عطا کیا گیا ہے"۔

ایک دعویدارِ خلافت کو تنبیہ

۸۔ (حذف اسناد) اسحاق بن موسیٰ کا بیان ہے ۔

جب میرے چچا محمد بن جعفر صادقؑ نے مکہ میں خروج کیا اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی اور امیرالمومنین ہونے کا دعویٰ کیا اور ان کی خلافت پر بیعت کی گئی۔ تو امام علی رضا علیہ السلام ان کے پاس گئے اور میں بھی آپؑ کے ہمراہ تھا۔

آپؑ نے ان سے فرمایا:۔

"چچا جان! آپ اپنے والد بزرگوار اور اپنے بھائی کی تکذیب نہ کریں۔ آپ کی یہ امارت بے جان ہے اور آپ مقصد کو حاصل نہ کر سکیں گے"۔

پھر آپؑ مکہ سے مدینہ چلے گئے اور میں بھی آپؑ کے ساتھ مدینہ واپس آگیا ۔ ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ عباسی لشکر کو لے کر جلودی آپہنچا اور خوب رن پڑا اور محمد بن جعفر کو شکست ہوئی اور اس نے جلودی سے امان طلب کی ۔ اور امان ملنے کے بعد اس نے بنی عباس کا سیاہ لباس پہنا اور منبر پر گئے اور خلافت کے دعویٰ سے اپنی دست برداری کا اعلان کیا اور کہا کہ یہ حکومت مامون کی ہے اور میرا اس میں کوئی حق نہیں ہے ۔

پھر وہاں سے نکل کر خراسان چلے گئے اور جرجان میں وفات پائی ۔

ابی السرایا کے متعلق پیش گوئی

۹۔(حذف اسناد) محمد بن اثرم سے روایت ہے کہ جب ابی السرایا نے عباسی حکومت کے خلاف خروج کیا اور مدینہ پر قبضہ کیا تھا تو وہ اس وقت محمد بن سلیمان علوی کے لشکر میں اہم عہدے پر تعینات تھا اس کا بیان ہے کہ انہی دنوں بنو ہاشم اور قریش نے ایک مشترکہ اجلاس کیا اور انہوں نے محمد بن سلیمان علوی سے کہا۔

اگر آپ امام علی رضا علیہ السلام کو اس تحریک میں شامل کر لیں تو آپ

کی تحریک مضبوط ہو جائے گی۔

محمد بن سلیمان نے اس پیغام رسانی کے لیے مجھے منتخب کیا اور کہا۔

تم امام علی رضا علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ اور ان سے جاکر درخواست کرو کہ آپؑ کے خاندان کے افراد ایک بات پر جمع ہو چکے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ آپؑ بھی ان کا ساتھ دیں۔ لہٰذا اگر آپؑ ہمارے ساتھ آنا چاہیں تو ضرور آئیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپؑ "حمراء الاسد" پر قیام پذیر تھے۔ (۱)

اور میں نے آپؑ کو محمد بن سلیمان علوی کا پیغام پہنچایا اور انہیں اپنے ساتھ شمولیت کی دعوت دی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"میری طرف سے محمد بن سلیمان علوی کو سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ بیس دن بعد میں تمہارے پاس آؤں گا"۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کا جواب محمد بن سلیمان کو پہنچایا اور ٹھیک اٹھارویں دن جلودی کا لشکر لے کر ورقا ہمارے مقابلے پر آیا۔ ہماری اور اس کی جنگ ہوئی جس میں ہمیں شکست اٹھانی پڑی اور ہم بھاگ نکلے۔

میں میدان جنگ سے بھاگ کر "صورین" کی طرف جارہا تھا کہ پیچھے سے یہ صدا سنائی دی۔

اثرم! رک جاؤ۔

جب میں نے پیچھے دیکھا تو امام علی رضا علیہ السلام کھڑے تھے:۔

انہوں نے فرمایا:۔

"بیس دن گزرے ہیں یا نہیں؟"

---

(۱) یہ جگہ مدینہ سے آٹھ میل کے فیصلے پر واقع ہے۔

واضح رہے کہ محمد بن سلیمان علوی کا نسب نامہ یہ ہے۔
محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام۔

ریان کے دل کی بات زبان امامت پر

۱۰۔ (بحذف اسناد) معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ فضل بن سہل نے ریان بن صلت کو خراسان کے کچھ علاقوں کا والی مقرر کیا تو وہ مرو میں امام علی رضا علیہ السلام کے بیت الشرف پر حاضر ہوا اور اس نے مجھ سے کہا :۔

میرے لیے امام علیہ السلام سے داخلے کی اجازت لو اور میری خواہش ہے کہ امام اپنے ملبوسات میں سے مجھے کوئی لباس عطا کریں اور اپنے نام والے درہموں میں سے کچھ درہم مجھے بطور تبرک عطا فرمائیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں یہ پیغام لے کر حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا :۔

"ریان بن صلت ہماری خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ ہم اسے اپنا کوئی لباس اور اپنے مخصوص درہموں میں سے کچھ درہم عطا کریں"۔

میں نے اسے ملاقات کی اجازت دے دی ہے۔ جاؤ اسے لے آؤ۔

معمر کہتا ہے کہ میں اسے لے کر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے اسے دو کپڑے اور اپنے نام سے جاری ہونے والے تیس درہم عطا کیے۔

ثروت واقبال کی پیش گوئی

۱۱۔ (بحذف اسناد) حسین بن موسیٰ کاظم علیہ السلام کا بیان ہے کہ ہم بنی ہاشم کے چند نوجوان امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ اتنے میں جعفر بن محمد علوی کا گزر ہوا اور وہ بے حد بوسیدہ لباس اور بری ہیئت میں تھے۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ہنسنے لگے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"تم سب عنقریب دیکھو گے کہ یہ مالدار ہو جائیں گے اور ان کے پاس نوکروں اور خادموں کی کثرت ہو گی"۔

ابھی اس بات کو ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ والیٔ مدینہ بن گئے اور ان کی حالت بہت ہی اچھی ہو گئی اور جب وہ ہمارے قریب سے گزرتے تو ان کے ہمراہ کئی خواجہ سرا اور بہت سے نوکر چاکر ہوتے تھے۔

جعفر بن عمر کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔

جعفر بن عمر بن حسن (بحار میں حسین) بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیھم السلام۔

امین کے قتل کی پیش گوئی

۱۲۔ (بحذف اسناد) حسین بن بشار کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"عبداللہ، محمد کو قتل کرے گا"۔

یہ سن کر میں نے کہا:۔

کیا عبداللہ بن ہارون، محمد بن ہارون کو قتل کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جی ہاں! عبداللہ جو کہ خراسان میں ہے وہ بغداد میں رہنے والے محمد بن زبیدہ کو قتل کرے گا"۔

چنانچہ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

امام محمد تقی علیہ السلام کی پیدائش کی پیش گوئی

۱۳۔ (بحذف اسناد) ابن ابی نجران اور صفوان دونوں کا بیان ہے کہ حسین بن قیاما جو کہ فرقۂ واقفیہ میں سے تھے، اس نے ہم لوگوں سے کہا:۔

آپ میرے لیے امام علی رضا علیہ السلام سے اِذنِ باریابی حاصل کریں۔

چنانچہ امام علیہ السلام سے اس کے لیے اجازت طلب کی گئی اور وہ آپؑ کے سامنے گیا اور اس نے کہا:۔

کیا آپ امام ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جی ہاں ! میں امام ہوں"۔

اس نے کہا:۔

میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپؑ امام نہیں ہیں ۔

راوی کا بیان ہے یہ سن کر آپؑ گردن جھکائے دیر تک خاموش رہے ۔

پھر اس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا:۔

"تمہیں کس نے بتایا ہے کہ میں امام نہیں ہوں ؟"

اس نے کہا :۔

میں یہ بات اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا تھا کہ امام بے اولاد نہیں ہوتا ۔ اور اس وقت آپؑ کا سن اتنا ہو چکا ہے لیکن اب تک کوئی اولاد نہیں ہے ۔

یہ سن کر آپؑ کچھ دیر خاموش رہے پھر ارشاد فرمایا :۔

"میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ چند شب و روز ہی میں اللہ تعالیٰ مجھے نیک فرزند عطا کرے گا"۔

عبدالرحمٰن بن ابی نجران نے کہا:۔

اس وقت سے ہم نے مہینے گننے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی سال ہی فرزند امام محمد تقی علیہ السلام عطا فرمایا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ حسن بن قیاما ایک مرتبہ طواف میں کھڑے ہوئے تھے تو حضرت ابوالحسن (امام موسیٰ کاظمؑ) نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ورطۂ حیرت میں ڈالے"

اس کے بعد اس نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت پر ہی توقف کیا اور آپؑ کے بعد کسی اور امام کی امامت کے قائل نہ رہے۔

ہرثمہ کے انجام کی پیش گوئی

۱۴۔(محذف اسناد) موسیٰ بن ہارون کی روایت ہے کہ آپؑ نے مدینہ میں ایک مرتبہ ہرثمہ پر نظر ڈالی تو فرمایا :۔

"گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص مرو لے جایا جارہا ہے جہاں اس کی گردن ماری جارہی ہے"۔

پھر ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپؑ نے کہا تھا ۔

اگر رسول خدا اور دیتے تو میں بھی اور دیتا

۱۵۔ (محذف اسناد) ابوحبیب نباجی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے گاؤں نباج میں تشریف لائے اوراس مسجد میں قیام فرمایا جس میں ہر سال حجاج آکر ٹھہرا کرتے ہیں ۔

پھر میں نے خواب میں مزید دیکھا کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کرکے کھڑا ہوگیا اور اس وقت آپؐ کے سامنے مدینہ کی کھجوروں کے پتوں سے بنی ہوئی ایک ٹوکری رکھی ہوئی ہے اور اس میں صیحانی کھجوریں ہیں آپؐ نے ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی بھر کر مجھے عطا فرمائی ۔ میں نے دانے شمار کیے تو اٹھارہ دانے تھے ۔ میں نے اپنے ذہن میں اس خواب کی تعبیر یہ مراد لی کہ اب میری زندگی کے اٹھارہ برس باقی ہیں ۔

اس خواب کو دیکھے ہوئے بیس دن ہوچکے تھے اور میں ایک قطعہ اراضی کو زراعت کے لیے تیار کرنے میں مصروف تھا کہ ایک شخص نے مجھے خبردی کہ حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام مدینہ سے تشریف لائے ہیں ۔ اوراسی مسجد میں قیام پذیر ہیں اور لوگ جوق در جوق ان کی زیارت کے لیے جارہے ہیں۔

چنانچہ میں بھی زیارت کے شوق میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؑ عین اسی مقام پر تشریف فرما ہیں جہاں میں نے عالم خواب میں رسول خداؐ کو تشریف فرما دیکھا تھا۔ اور آپؑ ویسی ہی چٹائی پر بیٹھے تھے جیسی چٹائی پر میں نے عالم خواب میں رسول خداؐ کو دیکھا تھا اور آپؑ کے سامنے بھی کھجور کے پتوں کی ایک ٹوکری رکھی ہے جس میں صیحانی کھجوریں ہیں۔

میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور آپؑ نے مجھے قریب بلا کر ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی کھجور بھر کر مجھے عطا کی۔ اور جب میں نے کھجوریں شمار کیں تو پوری اٹھارہ تھیں۔

میں نے عرض کیا:۔

فرزند رسولؐ! کچھ اور بھی عنایت فرمائیں۔

انہوں نے ارشاد فرمایا:۔

"اگر میرے جد بزرگوار نے اس سے زیادہ عنایت فرمائی ہوتیں تو میں بھی زیادہ دے دیتا"۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق بھی ایک ایسی روایت مروی ہے جسے میں نے کتاب الدلائل میں نقل کیا ہے۔

خواب میں نسخے کی تجویز

۱۶۔ (محذوف اسناد) عبداللہ بن عبدالرحمٰن صفوانی سے روایت ہے کہ ایک قافلہ خراسان سے کرمان کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ اور انہوں نے اس قافلے کے مشہور و معروف دولت مند شخص کو اپنے پاس یرغمال بنالیا اور ایک مدت تک اپنے پاس رکھ کر اس پر سختیاں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کبھی اسے برف پر باندھ کر لٹا دیتے اور کبھی اس کے منہ میں برف بھر دیتے تاکہ وہ تاوان ادا کر کے خود کو ان کے چنگل سے چھڑائے۔

ڈاکوؤں کی ایک عورت کو اس پر ترس آگیا اور اس نے اس کو رہا کردیا اور وہ تاجر وہاں سے بھاگ نکلا۔ مگر برف کی وجہ سے اس کا منہ اور زبان اس طرح متاثر ہوگئیں تھیں کہ وہ بات نہیں کرسکتا تھا۔

جب وہ شخص خراسان واپس آیا تو اس نے سنا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نیشاپور میں ہیں۔ ایک دن اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام خراسان آئے ہوئے ہیں۔ تم جاکر ان کے سامنے اپنا مرض بیان کرو۔ وہ تمہارے لیے کوئی دوا تجویز کریں گے جس سے تمہیں آرام ہوجائے گا۔ پھر خواب ہی میں اس نے دیکھا کہ وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور آپؑ سے اپنی تکلیف بیان کی تو آپؑ نے فرمایا:۔

"زیرہ، پودینہ، اور نمک کو باریک بنا کر سفوف تیار کرلو اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا دو تین مرتبہ اپنے منہ میں رکھ لو تو صحت یاب ہو جاؤ گے"۔

یہ خواب دیکھ کر وہ شخص بیدار ہوا مگر اس نے خواب کو چنداں اہمیت نہ دی اور وہ نیشا پور گیا اور جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچا تو اسے بتایا گیا کہ امام علی رضا علیہ السلام نیشا پور سے تشریف لے گئے ہیں اور اب آپؑ رباط سعد میں ہیں۔

اس نے دل میں سوچا کہ وہیں چل کر آپؑ سے اپنا مدعا بیان کرنا چاہیے۔ اسی لیے وہ رباط سعد روانہ ہوا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:۔

فرزند رسولؐ! مجھ پر مصائب گزرے ہیں جس کی وجہ سے میرا منہ اور میری زبان سخت متاثر ہوئیں ہیں اور میرے لیے بات کرنا بھی دشوار ہوگیا ہے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا:۔

"کیا میں نے تمہیں اس کی دوا نہیں بتائی تھی؟ جاؤ اور اسی دوا کو استعمال کرو جو میں نے تمہیں خواب میں بتائی تھی"۔

اس شخص نے عرض کیا:۔

فرزند رسولؐ! مناسب سمجھیں تو دوبارہ بتا دیں۔

آپؑ نے فرمایا :۔

"تھوڑا سا زیرہ ، پودینہ اور نمک لے کر سفوف بناؤ اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا دو تین مرتبہ اپنے منہ میں رکھو۔ انشاء اللہ صحت یاب ہو جاؤ گے"۔

اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا اور صحت یاب ہوگیا۔

ابو حامد احمد بن علی بن حسین ثعالبی کا بیان ہے کہ میں نے ابواحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن صفوانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے خود اس شخص سے ملاقات کی اور دیکھا ہے اور میں نے خود اسی کی زبان سے یہ سارا قصہ سنا ہے۔

ریان پر نوازش

۱۷۔ ریان بن صلت کا بیان ہے کہ جب میں نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو سوچا کہ امام علی رضا علیہ السلام سے رخصت ہو لوں۔ اور اس کے ساتھ میں نے اپنے دل میں یہ بھی سوچا کہ جب زیارت سے مشرف ہوں گا تو میں آپؑ سے آپؑ کی استعمال شدہ ایک پوشاک کا بھی سوال کروں گا تاکہ وہ پوشاک میرے کفن کے لیے کام آسکے اور اس کے علاوہ حضرتؑ سے چند دراہموں کو بھی طلب کروں گا تاکہ ان سے اپنی بیٹیوں کے لیے انگوٹھیاں بنوا سکوں۔

اور جب میں رخصت ہونے لگا تو آپؑ کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور گریہ میں مشغول ہوگیا اور اپنا سوال بھول گیا۔ اور جب میں رخصت ہو کر بیت الشرف سے باہر آنے والا تھا تو آپؑ نے مجھے آواز دی اور فرمایا :۔

"کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ میں اپنے ملبوسات میں سے کوئی پوشاک تمہارے کفن کے لیے اور اپنے درہموں میں سے کچھ درہم تمہاری بیٹیوں کی انگوٹھیوں کے لیے دے دوں"۔

میں نے عرض کی :۔

مولا ! دل میں تو یہ ارادہ تھا مگر آپؑ کی جدائی کے غم میں یہ سب کچھ بھول گیا۔

پھر آپؑ نے تکیہ اٹھایا اور اپنی ایک قمیص نکال کر مجھے عطا فرمائی اور جا نماز کا ایک گوشہ اٹھایا اور اس میں سے کچھ درہم نکال کر مجھے عنایت فرمائے۔اور میں نے شمار کئے تو وہ تیس درہم تھے۔

ایک شک کرنے والے کی تسلی

۱۸۔ (محذف اسناد) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی نے کہاکہ مجھے ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی امامت میں شک تھا۔ اور میں نے آپؑ کو ایک عریضہ لکھا اور حاضری کی اجازت طلب کی اور یہ بات دل میں رکھے ہوئے تھا کہ جیسے ہی میری حضرتؑ سے ملاقات ہوگی تو میں ان سے ان تین آیات کے متعلق دریافت کروں گا جنہیں میں سمجھنے سے آج تک قاصر رہاتھا۔

بزنطی نے بیان کیا :۔

مجھے میرے عریضہ کا جواب ان الفاظ میں موصول ہوا۔

اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے اور ہم سے در گزر فرمائے تم نے جو ملاقات کی اجازت چاہی ہے فی الحال یہ تمہارے لیے ممکن نہیں ہے کیونکہ ہم تک لوگوں کا پہنچنا مشکل بنادیا گیا ہے اور ان لوگوں نے اس پر سخت پابندیاں عائد کردی ہیں اگر اللہ نے چاہا تو جلد ملاقات ہوسکے گی ۔

پھر آپؑ نے اس خط میں ان تین آیات کا مطلب بھی تحریر فرمایا جن کے متعلق میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا تھا ۔ مگر خدا کی قسم! میں نے اپنے خط میں اس کا کہیں تذکرہ نہیں کیا تھا اور فوری طور پر یہ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ میرے خط کا جواب ہے ۔ لیکن بعد میں مجھے یاد آیا اور سمجھ گیا جو کچھ آپؑ نے

تحریر کیا تھا وہ میرے چھپے ہوئے ارادہ کا صحیح صحیح جواب تھا۔

اپنی تکریم کو لوگوں پر فخر کا ذریعہ نہ بناؤ

۱۹۔ (بحذف اسناد) بزنطی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ نے میرے پاس ایک سواری بھیجی۔ میں اس پر سوار ہو کر آپؑ کے پاس آیا اور وہاں اتنی دیر تک قیام کیا کہ رات ہوگئی بلکہ رات کا ایک حصہ بھی گزر گیا۔ جب چلنے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ میری نظر میں تم اس وقت مدینہ واپس نہ جاسکو گے۔

میں نے عرض کیا کہ آپؑ نے درست فرمایا "میں آپؑ پر قربان"۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا :۔

پھر آج کی شب ہمارے پاس ہی بسر کرلو۔ اور کل دن میں اللہ کے حفظ و امان میں چلے جانا۔

میں نے عرض کیا :۔

بہت بہتر، میں آپؑ پر قربان۔

آپؑ نے کنیز کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ میرا بستر ان کے لیے بچھادو۔ اور میرا لحاف اس بستر پر رکھ دو۔ اور میرا تکیہ بھی اس بستر پر رکھ دینا۔

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ آج کی شب جو فخر و منزلت اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ وہ میرے دوستوں میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی یعنی میرے لیے امام نے اپنی سواری بھیجی۔ اس پر میں سوار ہوا، اپنا بستر میرے لیے لگوایا، اپنا لحاف اور تکیہ مجھے دیا، یہ بات میرے احباب میں تو کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

بزنطی کا بیان ہے۔ آپ میرے ساتھ تشریف فرما تھے اور میں اپنے دل ہی دل میں یہ باتیں سوچ رہا تھا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا :۔

"اے احمد سنو! حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ایک مرتبہ زید بن صوحان

کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے ۔ تو وہ لوگوں میں اس امر پر فخر کا اظہار کرنے لگے۔

لہٰذا تم اپنے نفس کو فخر و مباہات کی راہ پر مت ڈالنا بلکہ اللہ کی بارگاہ میں عجز و نیاز سے کام لینا ۔

فرقۂ واقفیہ کے سامنے اپنے حق کا اثبات

۲۰۔ (محذف اسناد) ابی مسروق کا بیان ہے کہ فرقۂ واقفیہ کی ایک جماعت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی ۔ جس میں علی بن حمزہ بطائنی ، محمد بن اسحاق بن عمار ، حسین بن مہران اور حسن بن ابی سعید مکاری شامل تھے ۔

علی بن حمزہ نے آپؑ سے دریافت کیا :۔

آپؑ کے والد کا کیا بنا ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

"وہ رحلت فرما گئے ہیں"۔

اس نے کہا :۔

اگر وہ وفات پاچکے ہیں تو پھر عہدۂ امامت کس کے پاس ہے ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

"میرے پاس ہے"۔

اس نے کہا:۔

یہ دعویٰ جو آپؑ فرما رہے ہیں حضرت علیؑ سے لے کر اب تک آپؑ کے آباءؑ میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کیا تھا ۔

آپؑ نے فرمایا :۔

" مگر میرے آباءؑ میں جو سب سے افضل و بہتر تھے انہوں نے تو کیا تھا یعنی انہوں نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کیا تھا"۔

اس نے کہا :۔

"تو کیا آپ دعوائے امامت کر کے اپنی جان کو خطرے میں تو نہیں ڈال رہے؟"

آپؑ نے فرمایا :۔

" اگر میں ڈرتا تو اب تک حکمرانوں کا معین و مدد گار بن گیا ہوتا ۔

سنو ! ایک مرتبہ ابولہب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور دھمکیاں دینے لگے۔

آپؐ نے فرمایا :۔

ابو لہب ! سنو اگر تمہاری طرف سے مجھے ایک خراش بھی آگئی تو سمجھ لینا کہ میں جھوٹا نبوت کا دعویدار ہوں ۔

چنانچہ رسول مقبولؐ نے اپنی نبوت کی پہلی علامت بیان کر کے لوگوں کے شک کو دور کیا اور اسی طرح میں بھی اپنی امامت کی پہلی نشانی بتا کر تمہارے ذہنوں سے شک و شبہ دور کردینا چاہتا ہوں اور وہ نشانی یہ ہے کہ اگر ہارون کی طرف سے مجھے ایک بھی خراش آگئی تو سمجھ لینا کہ میں جھوٹا دعویدار امامت ہوں"۔

حسین بن مہران نے کہا :۔

ہم آپؑ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپؑ یہی بات اعلان کر کے بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا :۔

"تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ہارون کے پاس جاؤں اور اس سے کہوں کہ میں امام ہوں یا کچھ اور ؟

جب کہ حضرت رسول خداؐ نے ابتدائے بعثت میں یہ نہیں کیا تھا۔ آپؐ نے بھی ابتداء میں اپنی نبوت کا اعلان اپنے اہل خاندان ، اپنے احباب اور قابل بھروسہ لوگوں میں کیا تھا ۔ عوام الناس میں نہیں کیا تھا ۔ تم لوگ تو مجھ سے پہلے میرے آباء و اجداد میں سے ہر ایک کی امامت کے معتقد ہو ۔ اب تم یہ کہتے ہو

کہ علی بن موسیٰ الرضاؑ اپنے والد کی حیات سے انکار تقیہ کی بنا پر کر رہے ہیں جب میں تمہارے سامنے امامت کے دعویٰ کے متعلق تقیہ نہیں کرتا تو پھر اگر میرے والد زندہ ہوتے تو میں ان کو زندہ کہنے میں تم سے کیوں تقیہ کرتا ؟"

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام ہارون سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں تھے۔ کیونکہ آپؑ علم امامت سے یہ جانتے تھے کہ ہارون آپؑ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا ۔ اور آپؑ کو مامون کی طرف سے زحمات و مصائب کا سامنا کرنا ہوگا۔

ایک شخص کو پرانا لقب یاد دلانا

۲۱۔ (محذف اسناد) یحییٰ بن بشار کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے ان کے والد کی چند احادیث کی تشریح دریافت کی ۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا:۔

"جی ہاں ! سماع !"

میں نے عرض کیا:۔

مولا ! میری جان آپؑ پر قربان یہ تو میرے بچپنے کا لقب ہے اور یہ لقب مجھے اس وقت ملا تھا جب میں مکتب میں تھا ۔

یہ سن کر آپؑ نے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا ۔

آپؑ کے قتل کی ایک کوشش

۲۲۔ (محذف اسناد) ہرثمہ بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کا ارادہ کیا جب کہ مامون کے محل میں یہ خبر پھیلی ہوئی تھی کہ آپؑ کی وفات ہوگئی ہے ۔ اور اس بات کی تصدیق و تردید کے لیے میں حضرتؑ کے پاس جانا چاہتا تھا ۔ اسی اثنا میں مامون کا ایک معتمد غلام جس کا

نام صبیح تھا ، اس نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھ سے کہا :۔

ہرثمہ ! تمہیں معلوم ہوگا کہ میں مامون کا راز دان ہوں اور وہ تمام اندرونی و بیرونی معاملات کے لیے مجھ پر اعتماد کرتا ہے ؟

میں نے کہا :۔

ہاں ! مجھے یہ معلوم ہے ۔

پھر صبیح دیلمی نے مجھ سے کہا :۔

ہرثمہ سنو ! تمہیں ایک عجیب و غریب خبر سناؤں آج رات جب کہ رات کا تہائی حصہ بیت چکا تھا ، مامون نے مجھ سمیت تیس ثقہ غلاموں کو اپنے پاس طلب کیا ۔ اور جب میں مامون کے پاس گیا تو وہاں اتنی مشعلیں جل رہی تھیں کہ رات پر دن کا گمان ہوتا تھا ۔ اور مامون کے سامنے بہت سی چمکتی ہوئی تلواریں رکھی تھیں۔ اس نے ہم سے ایک ایک غلام کو علیحدہ علیحدہ طلب کیا اور ہر ایک سے کہا تم کو حلفیہ یہ کہنا ہوگا کہ تم میرا کام ضرور کروگے اور پھر کسی کو اس کی خبر نہ دوگے ۔

چنانچہ ہم میں سے ہر ایک نے یہ حلف اٹھایا۔ پھر اس نے ہمیں تلواریں دیں اور کہا تم لوگ خاموشی سے علی رضا علیہ السلام کے حجرے میں چلے جاؤ اور انہیں تم جس بھی حالت میں پاؤ ٹکڑے ٹکڑے کردو اور اس کا گوشت اور خون اور ان کی ہڈیاں اور بال ایک دوسرے سے مخلوط کردو اور ان کا بستر ان پر پلٹ دو اور اپنی تلواروں کو اسی بستر سے صاف کرلو ۔

پھر میرے پاس آجاؤ اور میں تم کو اس کے صلے میں دس دس تھیلیاں دیناروں کی دوں گا اور ہر شخص کو دس دس جاگیریں بطور انعام دوں گا ۔ اور میں جب تک زندہ رہوں گا تمہاری قدردانی کرتا رہوں گا ۔

ہم نے تلواریں اٹھائیں اور امام علیہ السلام کے حجرے کی طرف چل پڑے

جب ہم وہاں گئے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور ایسی گفتگو کررہے تھے جو کہ ہماری سمجھ سے بلند و بالا تھی۔

مامون کے غلام تلواریں لے کر آپؑ پر ٹوٹ پڑے اور آپؑ نے اپنے بدن پر زرہ وغیرہ بھی نہیں پہن رکھی تھی۔ چند لمحات میں غلاموں نے آپؑ کے بدن کے ٹکڑے کر ڈالے اور ان پر ان کا بستر پلٹ کر واپس آئے۔ اس پورے کام میں مَیں خاموش ہوکر یہ منظر دیکھتا رہا۔ اپنا کام سر انجام دینے کے بعد تمام غلام مامون کے پاس آگئے اور اسے اپنی کار کردگی سے آگاہ کیا۔

مامون نے ان سے کہا:۔

تم ہمیشہ کے لیے اپنی زبانوں کو بند رکھنا اور کسی کو اس کے متعلق کچھ نہ بتانا اور جب صبح ہوئی تو مامون غمگین صورت بنائے ہوئے اپنے دربار میں آبیٹھا اور اس نے تاج اتارا ہوا تھا اور گریبان کھولا ہوا تھا اور یوں وہ تعزیت کے لیے بیٹھ گیا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ مزید یقین حاصل کرنے کے لیے پاپیادہ اور ننگے سر امام علیہ السلام کے حجرے کی طرف چل پڑا۔ میں اس کے آگے آگے تھا۔ جب وہ آپؑ کے حجرے کے قریب آیا تو اسے امام علیہ السلام کی آواز سنائی دی۔

وہ آپؑ کی آواز سن کر کانپ گیا۔ اور کہا کیا وہاں کوئی دوسرا شخص موجود تھا؟

ہم نے کہا:۔

ہم نے تو کسی کو نہیں دیکھا تھا۔

پھر مامون نے کہا:۔

جاؤ اور دیکھو کہ صورت حال کیا ہے؟

صبیح دیلمی نے کہا:۔

یہ سن کر ہم امام علیہ السلام کے حجرے کی طرف دوڑ پڑے تو وہاں میں نے اپنے آقا و مولا امام علی رضا علیہ السلام کو دیکھاکہ وہ محراب میں بیٹھے تسبیح اور

ذکرِ خدا کر رہے ہیں۔

مامون نے جیسے ہی یہ سنا تو اس کا رنگ فق ہو گیا اور کہنے لگا۔ تم لوگوں نے مجھ سے غداری کی ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا :۔

صبیح ! تم جاؤ اور غور سے دیکھو کہ وہاں کون بیٹھا ہوا ہے ؟

چنانچہ میں حجرے کے قریب گیا اور جب دہلیز پر پہنچا تو امام علیہ السلام نے آواز دے کر فرمایا :۔

صبیح !

میں نے کہا :۔

لبیک میرے آقا و مولا ! پھر میں چہرے کے بل ان کے سامنے گر پڑا۔

آپؑ نے فرمایا :۔

"کھڑے ہو جاؤ ! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں جب کہ اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ ہو"۔

پھر میں مامون کے پاس آیا اور اسے آپؑ کی زندگی کی سلامتی کی خبر دی تو مامون کا چہرہ کالی رات کی طرح سیاہ ہو گیا۔ اور اس نے مجھ سے تفصیل پوچھی تو میں نے بتایا کہ امام علیہ السلام نے مجھے آواز دی اور مجھ سے گفتگو کی۔

مامون نے حکم دیا کہ اب اس کے لیے شاہی لباس لایا جائے اور ہمیں ہدایت دی کہ تم لوگ یہ کہو کہ امام علی رضا علیہ السلام کسی وجہ سے بے ہوش ہو گئے تھے پھر اب انہیں افاقہ مل چکا ہے۔

ہرثمہ کہتے ہیں :۔

یہ خبر سن کر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر میں اپنے آقا امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا :۔

"ہرثمہ! جو کچھ تم نے صبیح دیلمی سے سنا ، اسے اپنے دل میں محفوظ رکھنا اور کسی ایسے مومن کے بغیر جس کے قلب کا اللہ نے ہماری محبت و ولایت کے لیے امتحان لے لیا ہو ، کسی کو اس واقعے کے متعلق کچھ نہ بتانا"۔

میں نے کہا :۔

مولا ! میں ایسا ہی کروں گا ۔

پھر آپؑ نے فرمایا :۔

" ہرثمہ ! جب تک ہماری زندگی باقی ہے اس وقت تک ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکے گی"۔

اپنے والد کی موت کی تصدیق

۲۳۔ (محذف اسناد) جعفر بن محمد نوفلی سے روایت ہے کہ میں نے " اربق" کے پل پر امام علی رضا علیہ السلام سے ملاقات کی ۔ (۱)

میں نے آپؑ کو سلام کیا اور آپؑ سے عرض کیا :۔

مولا ! میں آپؑ پر قربان جاؤں ۔ بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپؑ کے والد زندہ ہیں۔

آپؑ نے فرمایا :۔

"ان پر خدا کی لعنت ہو ۔ وہ جھوٹ بولتے ہیں ۔ اگر میرے والد زندہ ہوتے تو ان کی میراث تقسیم نہ کی جاتی اور ان کی خواتین نکاح ثانی نہ کرتیں ۔ خدا کی قسم ! انہوں نے بھی ایسے ہی موت کا ذائقہ چکھا ہے جیسے کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام نے موت کا ذائقہ چکھا تھا"۔

میں نے عرض کیا :۔

آپؑ مجھے کیا حکم دیتے ہیں ؟

---

(۱) ۔ " اربق" رامہرمز کے علاقے میں ایک گاؤں کا نام ہے ۔

آپؑ نے فرمایا :۔

" تم میرے بعد میرے فرزند محمد سے تمسک رکھنا ۔ اور جہاں میں جارہا ہوں وہاں سے میری واپسی نہیں ہوگی ۔ ایک قبر طوس میں ہوگی اور دو قبریں بغداد میں ہوں گی"۔

میں نے کہا :۔

ایک قبر کو تو ہم جانتے ہیں اور بغداد میں دوسری قبر کس کی ہوگی ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

" تمہیں عنقریب اس کا پتہ چل جائے گا"۔ (یعنی ایک قبر میرے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وہاں پہلے سے موجود ہے اور دوسری قبر میرے فرزند امام محمد تقی علیہ السلام کی وہاں بنے گی)۔

پھر آپؑ نے اپنی دوانگلیاں ملاکر فرمایا :۔

"میری اور ہارون الرشید کی قبر ایسے ہی ایک ساتھ ہو گی"۔

اپنی اور ہارون کی قبر یکجا ہونے کی پیش گوئی

۲۴۔ (بحذف اسناد) حمزہ بن جعفرارجانی سے روایت ہے کہ ہارون الرشید مسجد الحرام کے ایک دروازے سے نکلا اور امام علی رضا علیہ السلام مسجد الحرام کے دوسرے دروازے سے بر آمد ہوئے تو آپؑ نے ہارون کو سنانے کے لیے فرمایا :۔

"ہمارے گھر ایک دوسرے سے کتنے دور ہیں اور طوس میں ہماری ملاقات کتنی قریب ہے ؟ اے طوس، اے طوس! عنقریب تو مجھے اور اسے جمع کردے گا"۔

پیاسوں کو پانی کا پتہ دینا

۲۵۔(بحذف اسناد) محمد بن حفص کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد صالح ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کے ایک غلام نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم چند آدمی صحرا میں امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ہمیں اور ہماری سواریوں کو

سخت پیاس کا سامنا کرنا پڑا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہمیں اپنی جانوں کا خطرہ لاحق ہوگیا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے ہم سے فرمایا:۔

"آؤ ہم تمہیں ایسی جگہ بتائیں جہاں سے تمہیں پانی مل سکے"۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم لوگ اس مقام پر گئے اور وہاں ہمیں وافر مقدار میں پانی مل گیا اور ہم سب نے خوب سیر ہو کر اور ہماری سواریوں نے بھی جی بھر کر پانی پیا۔

لیکن جب دوبارہ ہم نے اس چشمے کو تلاش کرنا چاہا تو وہاں اونٹوں کی مینگنیوں کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔

اس واقعے کا ذکر میں نے قنبرؓ کی اولاد میں سے ایک ایسے شخص سے کیا جس کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی تو اس قنبری نے بھی اسی واقعے کی تصدیق کی اور اس قنبری نے یہ بھی کہا کہ یہ واقعہ خراسان جاتے ہوئے پیش آیا تھا۔

اپنی شہادت کی پیش گوئی

۲۶۔ (محذف اسناد) محول سجستانی کا بیان ہے کہ جس وقت امام علی رضا علیہ السلام کے خراسان منتقل ہونے کے لیے قاصد پہنچا تو میں اس وقت مدینہ ہی میں تھا۔ آپؑ مسجد نبوی میں قبر رسولؐ سے رخصت ہونے کے لیے تشریف لائے۔

اس وقت آپؑ کی حالت یہ تھی کہ بار بار قبر اطہر سے رخصت ہوتے اور آپؑ جتنی بار بھی قبر رسولؐ پر گئے اتنی بار ہی بلند آواز سے زارو قطار گریہ کیا۔

یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا آپؑ کو سلام کیا اور ولی عہدی کی مبارک دی۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"جی بھر کر میری زیارت کر لو۔ اب میں اپنے جد کے قرب و جوار سے نکالا جارہا ہوں۔ مجھے غربت و مسافرت کے عالم میں موت آئے گی اور مجھے ہارون الرشید کے پہلو میں دفن کیا جائے گا"۔

راوی کہتا ہے جب آپؑ مدینہ سے رخصت ہوئے تو میں بھی آپؑ کے پیچھے اسی راستے پر چلا اور وہی کچھ ہوا جو آپؑ نے فرمایا تھا۔ آپؑ نے طوس میں وفات پائی اور ہارون الرشید کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ایک شک کرنے والے سے خطاب

۲۷۔ (حذف اسناد) ابن ابی کثیر کا بیان ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو لوگوں نے حضرت علی رضا علیہ السلام کو امام تسلیم کرنے میں توقف کیا۔

میں اسی سال حج پر گیا تو وہاں میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو دیکھا تو میں نے دل میں بطور انکار یہ آیت پڑھی۔

" اَ بَشَرًا مِنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ "۔(القمر ۲۴)

یعنی کیا ہم اپنے ہی جیسے انسان کی پیروی کریں؟

ابھی میں نے اپنے دل میں اس آیت کو پڑھا ہی تھا کہ امام علی رضا علیہ السلام بجلی کی طرح تیزی سے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا :۔

"خدا کی قسم ! میں ایسا انسان ہوں جس کی پیروی تم پر واجب ہے"۔

میں نے عرض کی :۔

میں اللہ اور آپؑ سے معذرت خواہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا :۔

جاؤ ہم نے معاف کیا۔

میں نے اس حدیث کو بہت سے مشائخ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے محمد بن ابی عبداللہ کوفی کی سند سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

اپنے خاندان کو گریہ کرنے کا حکم

۲۸۔ (بحذف اسناد) حسن بن علی وشاء نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے بتایا:۔

"جب میں مدینہ سے خراسان روانہ ہونے لگا تو میں نے اپنے تمام اہل و عیال کو جمع کیا اور میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ جی بھر کر مجھے رولیں تاکہ میں ان کے رونے کی آواز خود سن سکوں۔ بعد ازاں میں نے ان میں بارہ ہزار دینار تقسیم کیے اور ان سے کہا:۔

"میں اس کے بعد کبھی بھی اپنے اہل و عیال کے پاس واپس نہ آسکوں گا"۔

مقروض کے قرض کی ادائیگی

۲۹۔ (بحذف اسناد) ابو محمد غفاری نے کہا کہ ایک مرتبہ مجھ پر بھاری قرضہ ہوگیا جس کی ادائیگی میرے بس میں نہیں تھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس قرض کی ادائیگی میرے آقا و مولا ابوالحسن علی ابن موسی الرضاؑ ہی کرسکتے ہیں۔

دوسرے دن میں اپنے آقا کے پاس گیا اور اجازت طلب کی۔ آپؑ نے مجھے اجازت عطا فرمائی۔ جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا۔

"ابو محمد! ہمیں تمہاری حاجت معلوم ہے اور ہم تمہارا قرض ادا کریں گے"۔

شام کے وقت افطاری کے لیے کھانا لایا گیا تو میں نے آپؑ کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:۔

"رات یہاں بسر کرو گے یا واپس جانا پسند کرو گے؟"

میں نے کہا:۔

اگر آپؑ میری حاجت پوری کردیں تو میں واپس جانے کو ترجیح دوں گا۔

آپؑ نے چٹائی کے نیچے سے ایک مٹھی بھر کر مجھے عطا فرمائی۔ پھر میں آپؑ سے رخصت ہو کر چلا آیا اور چراغ کے قریب جا کر دینار شمار کرنے کے لیے گیا تو پہلے

دینار پر یہ عبارت تحریر تھی۔

"ابو محمد! یہ پچاس دینار ہیں۔ ان میں سے چھبیس دینار تمہارے قرض کی ادائیگی کے لیے ہیں اور چوبیس دینار تمہارے اہل و عیال کے نفقے کے لیے ہیں"۔

جب صبح ہوئی اور میں نے دوبارہ دینار گنے تو اس میں اس دینار کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا البتہ دینار پورے کے پورے پچاس ہی تھے ان میں کوئی کمی نہیں تھی۔

اولاد کی بشارت

۳۰۔ (حذف اسناد) موسیٰ بن عمر بن بزیع کا بیان ہے کہ میرے پاس دو کنیزیں تھیں اور دونوں ہی حاملہ تھیں۔ اور میں نے خط کے ذریعے سے امام علیہ السلام کو اس کی اطلاع دی اور درخواست کی کہ آپؑ دعا فرمائیں ان دونوں کے بطن سے اولاد نرینہ پیدا ہو اور اللہ ہمیں فرزندوں سے نوازے۔

آپؑ نے جواب میں فرمایا:۔

"میں انشاء اللہ دعا کروں گا"۔

پھر اس کے بعد خود ہی دوسرا خط تحریر فرمایا جس میں آپؑ نے لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری دنیا و آخرت بخیر فرمائے اور اپنی مہربانی کے زیر سایہ رکھے۔ تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس کی قسمت میں جو چاہتا ہے وہی مقدر کر دیتا ہے۔ تمہارے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اور ایک بیٹی۔ فرزند کا نام محمد رکھنا اور دختر کا نام فاطمہ رکھنا۔ اس لیے کہ یہ اللہ کی عطا کردہ برکت ہے"۔

راوی کہتا ہے جیسا آپؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا یعنی ایک بیٹا پیدا ہوا اور ایک بیٹی۔

دعا کی قبولیت

۳۱۔ (محذف اسناد) حسن بن علی بن فضال سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مغیرہ نے خبر دی کہ میں پہلے واقفیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا (یعنی امام موسیٰ کاظمؑ پر توقف کرتا تھا اور امام علی رضاؑ کو امام نہیں مانتا تھا) اور اس مسئلے پر بڑی بحث کیا کرتا تھا۔

جب میں مکہ مکرمہ گیا تو دل ہی دل میں ایک خلش پیدا ہوئی اور (بیت اللہ میں رکن یمانی کے سامنے) جاکر ملتزم کو تھاما پھر دعا کی۔

"پروردگار تو میری نیت اور حاجت سے آگاہ ہے تو مجھے اس دین کی طرف ہدایت فرما جو سب سے بہتر ہو"۔

پھر اچانک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے امام علی رضا علیہ السلام کے پاس جانا چاہیے۔ چنانچہ میں مدینہ منورہ آیا اور امام علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوا اور دربان سے کہا کہ وہ امام کو بتائے کہ ایک عراقی در دولت پر حاضر ہے۔

میں نے اسی اثنا میں امام علی رضا علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا :۔

"عبداللہ بن مغیرہ ! اندر آجاؤ"۔

جب میں اندر گیا تو آپؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا :۔

"اللہ نے تمہاری دعا قبول کرلی اور اپنے دین کی طرف تمہاری ہدایت فرمادی۔

یہ سن کر میں نے کہا :۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ اللہ کی حجت اور اس کی مخلوقات پر اللہ کے امین ہیں۔

میرا مال مجھے واپس کرو

۳۲۔ (محذف اسناد) داؤد بن رزین کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا میرے پاس کچھ مال تھا۔ میں نے وہ مال آپؑ کی خدمت میں روانہ کیا۔ آپؑ نے کچھ مال رکھ لیا اور کچھ مال میرے پاس واپس بھیج دیا اور فرمایا :۔

"جو میرے بعد اس مال کا مطالبہ کرے وہی تمہارا امام ہے"۔

جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو امام علی رضا علیہ السلام نے میرے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارے پاس اتنا اتنا مال ہے تم اسے میرے پاس روانہ کردو۔

چنانچہ میں نے مذکورہ مال آپؑ کے پاس روانہ کردیا۔

خطوط جلادیں

۳۳۔ (بحذف اسناد) وشاء کا بیان ہے کہ عباس بن جعفر بن محمد بن اشعث نے مجھ سے کہا:۔

"تم امام علی رضا علیہ السلام سے درخواست کرو کہ وہ میرے خطوط کو پڑھنے کے بعد چاک کردیا کریں یا جلادیا کریں تاکہ وہ کسی غیر کے ہاتھ نہ لگ جائیں"۔

وشاء کا بیان ہے کہ میرے درخواست کرنے سے پہلے ہی خود آپؑ نے مجھے تحریر فرمایا کہ اپنے ساتھی سے کہہ دو کہ میں اس کے خط پڑھنے کے بعد پھاڑ دیا کرتا ہوں یا جلادیا کرتا ہوں۔

اپنا سن وسال بتانا

۳۴۔ (بحذف اسناد) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے دل میں آیا کہ جب میں ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دوں گا تو دریافت کروں گا کہ آپؑ کا سن کیا ہے؟

چنانچہ جب میں حاضر خدمت ہو کر آپؑ کے سامنے بیٹھا تو آپؑ نے میری طرف نظر اٹھائی اور فرمایا:۔

"تمہارا سن کیا ہوگا؟"

میں نے عرض کیا:۔

مولا میں آپؑ پر قربان! میرا سن یہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"میں تم سے عمر میں بڑا ہوں کیونکہ میرا سن بیالیس سال ہے"۔

میں نے عرض کی :۔

مولا میں آپؑ پر قربان ! میرا تو ارادہ تھا کہ میں دریافت کروں کہ آپؑ کا سن مبارک کیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

"میں نے بھی تمہیں بتا دیا ہے"۔

دل میں پوشیدہ سوال کا جواب

۴۵۔ زروان (وردان خ ل) مدائنی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرا ارادہ تھا کہ آپؑ سے عبداللہ بن جعفر صادق کے متعلق دریافت کروں گا ۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے سینے پر رکھا اور فرمایا "اے محمد بن آدم! عبداللہ ہر گز امام نہیں تھے"۔

اس طرح آپؑ نے میرے سوال سے پہلے ہی جواب دے دیا۔

سر درد کی دعا اور لباس احرام

۴۶۔(محذوف اسناد) محمد بن عیسٰی یقطینی کا بیان ہے کہ میں نے ہشام عباسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ میں ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ارادہ تھا کہ میں آپؑ سے اپنے درد سر کے لیے کوئی دعا دم کراؤں گا اور یہ بھی عرض کروں گا کہ آپؑ اپنے لباسوں میں سے دو لباس عنایت فرمائیں جن کو میں جامہ احرام کے طور پر استعمال کروں گا ۔

جب میں آپؑ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپؑ سے بہت سے مسائل دریافت کیے ۔ آپؑ نے سب کے جوابات عنایت فرمائے اور میں اپنی حاجت بھول گیا ۔ اور جب میں جانے کے لیے اٹھا اور آپؑ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو

آپؑ نے فرمایا ، بیٹھ جاؤ ۔

میں بیٹھ گیا ، تو آپؑ نے اپنا دست شفقت میرے سرپر رکھا اور دعا دم فرمائی پھر اپنے لباسوں میں سے دولباس منگوائے اور مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا

"یہ رکھ لو ، انہیں جامۂ احرام کے طور پر استعمال کرنا"۔

نیز عباسی کا بیان ہے کہ میں نے مکۂ مکرمہ میں دو سعیدی لباس اپنے فرزند کو تحفۂ دینے کے لیے بہت تلاش کیے مگر سارے مکہ میں جیسا میں چاہتا تھا ویسا لباس نہیں مل سکا۔ پھر واپسی پر مدینہ سے گزرا اور حضرت ابوالحسن الرضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب میں آپؑ سے رخصت ہوکر چلنے لگا تو آپؑ نے مجھے دو سعیدی پھولدار لباس عطا فرمائے اور وہ لباس ایسے ہی تھے جیسا کہ میں چاہتا تھا۔

برساتی کا ساتھ لانا

۷۳۔ (محذف اسناد) حسین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوالحسن علی بن موسی الرضاؑ کے ساتھ آپؑ کی زمینوں پر جانے کے لیے نکلے۔ مطلع بالکل صاف تھا۔ اور بادل کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ جب ہم آگے بڑھے تو آپؑ نے دریافت فرمایا:۔

"کیا تمہارے پاس برساتی بھی ہے ؟"

میں نے عرض کی:۔

حضور ! بھلا ہمیں برساتی کی کیا ضرورت ہے بادل کا کہیں نام ونشان تک نہیں ہے اور بارش کا کوئی امکان بھی نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"میں نے اپنی برساتی لے لی ہے اور تم عنقریب بھیگ جاؤ گے"۔

راوی کابیان ہے کہ ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ایک طرف سے بادل اٹھے

اور اچانک بارش ہونے لگی۔بارش سے بچنے کی کوشش کے باوجود ہم سب بھیگ گئے ۔

فرزند کی بشارت

۳۸۔ (بحذف اسناد) موسیٰ بن مہران سے روایت ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کیا کہ آپؑ میرے بیٹے کے لیے دعا فرمائیں (وہ بیمار ہے) ۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

"اللہ تمہیں ایک صالح فرزند عنایت کریگا"۔

تو وہ بیٹا جو بیمار تھا مر گیا۔لیکن اس کے بعد خدا نے اسے دوسرا صالح فرزند عطا فرمایا۔

تکلیف پر صبر کرنے کی جزا

۳۹۔ (بحذف اسناد) محمد بن فضیل کا بیان ہے کہ جب میں " بطن مر "(۱) پہنچا تو میرے پہلو اور پاؤں میں رشتہ کا مرض(۲) لاحق ہو گیا اور اسی حالت میں مدینہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا :۔

کیا بات ہے میں تمہیں کسی درد میں مبتلا پا رہا ہوں ؟

میں نے عرض کیا:۔

مولا ! جب میں " بطن مر " پہنچا تو وہاں میرے پہلو اور پاؤں میں رشتہ کی بیماری لاحق ہو گئی ۔

آپؑ نے میرے پہلو میں جہاں درد تھا اشارہ کیا اور کچھ دم کیا پھر آپؑ نے اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا اور فرمایا اب اس جگہ کی تکلیف سے مطمئن رہو۔

اس کے بعد آپؑ نے میرے پاؤں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

---

(۱)۔ " بطن مر " مکہ سے ایک منزل پر واقع ایک جگہ کا نام ہے ۔

(۲)۔ مرض رشتہ جس میں ڈورے کی طرح کا ایک مادہ جو ٹانگ اور پاؤں سے نکلتا ہے۔

"میرے دوستوں میں سے اگر کوئی دوست کسی تکلیف میں مبتلا ہو اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہزار شہید کا ثواب لکھ دیتا ہے"۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم! میری خواہش ہے کہ میرا یہ پاؤں کبھی ٹھیک نہ ہو۔

ہیثم کا بیان ہے کہ وہ عمر بھر اس تکلیف کی وجہ سے لنگڑا کر چلتا رہا یہانتک کہ مر گیا۔

بہی کھاتہ روانہ کرو

۴۰۔ (محذف اسناد) حسن بن راشد کا بیان ہے کہ جب میں درختوں کے پھلوں پر گیا تو قبل اس کے کہ میں کاغذات کو دیکھوں یا اس کی طرف توجہ دوں، میرے پاس حضرت امام علی رضاؑ کا آدمی پہنچا کہ" فوراً بہی کھاتہ روانہ کرو" مگر میری قیام گاہ پر کوئی بہی کھاتہ اصلاً نہیں تھا۔ میں نے کہا، مجھے تو معلوم نہیں کہ کوئی بہی کھاتہ بھی ہے تاہم تلاش کرتا ہوں۔ میں نے ادھر ادھر تلاش کیا مگر نہ ملا۔ جب حضرت کا نوکر واپس جانے لگا تو میں نے کہا ذرا ٹھہرو! جب میں نے کچھ پھلوں کو ہٹایا تو وہ بہی کھاتہ ان کے درمیان میں پڑا ہوا مل گیا جس کا مجھے بالکل علم نہ تھا لیکن مجھے اتنا یقین ضرور تھا کہ جب حضرتؑ طلب فرما رہے ہیں تو یقیناً موجود ہوگا اسی لیے میں نے تلاش پر توجہ دی۔

مصر چلے جاؤ

۴۱۔ (محذف اسناد) ابو محمد مصری کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام (بغداد) تشریف لائے تو میں نے ایک عریضہ کے ذریعے سے آپؑ سے بغرض تجارت مصر جانے کی اجازت چاہی تو آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

ابھی کچھ دنوں تک جب تک خدا کی مشیت ہے، ٹھہرے رہو۔

میں دو سال تک ٹھہرا رہا۔ جب تیسرا سال آیا تو میں نے پھر عریضہ تحریر کیا اور اجازت چاہی۔

آپؑ نے اس عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا :۔

"اللہ تمہیں یہ سفر مبارک کرے۔ اللہ نے تمہارا کام بنا دیا۔ اس لیے کہ حالات اب بدل گئے ہیں"۔

راوی کہتا ہے کہ میں مصر گیا اور وہاں خوب دولت کمائی اور ادھر بغداد میں فتنہ و فساد برپا ہوا جس سے میں محفوظ رہا۔

بیٹوں کی بشارت

۴۲۔ (محذوف اسناد) احمد بن عبداللہ بن حارثہ کرخی کا بیان ہے کہ میری اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ تقریباً دس بچے مر چکے تھے۔ میں حج کے لیے گیا اور فراغت حج کے بعد حضرت ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ آپؑ سرخ زعفرانی رنگ کی تہد پہنے ہوئے نکلے۔ میں نے سلام عرض کی۔ اور دست بوسی کے بعد چند مسائل دریافت کیے۔ پھر میں نے آپؑ سے اپنی اولاد کے زندہ نہ رہنے کی شکایت کی، تو آپؑ دیر تک نیچی نگاہ کیے رہے اور دعا فرماتے رہے۔ پھر فرمایا۔

مجھے امید ہے کہ جب تم گھر واپس جاؤ گے تو تمہاری زوجہ حاملہ ہو گی اور تمہارے ہاں یکے بعد دیگرے دو فرزند پیدا ہوں گے اور زندگی بھر تم ان سے فیض اٹھاتے رہو گے۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ دعا قبول کرنا چاہتا ہے تو قبول ہو جاتی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے"۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں حج سے اپنے گھر واپس ہوا تو میں نے اپنی زوجہ کو جو میرے ماموں کی لڑکی ہے اسے حاملہ پایا، اس کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔ اس کے بعد پھر حمل رہا اور دوسرا فرزند

پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام محمد رکھا اور کنیت ابوالحسن رکھی۔ ابراہیم تیس سال سے کچھ زیادہ کا ہوگیا تھا اور ابوالحسن چوبیس سال کا میں پھر حج کو گیا اور جب حج سے واپس آیا تو دونوں بیمار تھے۔ میری واپسی کے بعد دو مہینے تک دونوں زندہ رہے۔شروع مہینے میں ابراہیم کا انتقال ہوا اور آخر مہینے میں محمد کا۔ پھر وہ شخص خود ان دونوں کے بعد صرف ڈیڑھ سال تک زندہ رہا اوراس سے پہلے اس کی کوئی اولاد ایک ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہتی تھی۔

ایک شخص کو وصیت کرنے کا حکم

۴۳۔ (محذف اسناد)سعید بن سعد کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھ کر اس سے فرمایا :۔

"بندۂ خدا ! جو تم چاہتے ہو اس کی وصیت کرلو اور اس چیز کی تیاری کرلو جس سے کوئی مفر(چارۂ کار) نہیں ہے"۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تھا۔ وہ شخص تین دن کے بعد مر گیا۔

تمہارے ہاں چھ انگلیوں والا بچہ جنم لے گا

۴۴۔ (محذف اسناد) عبداللہ محمد ہاشمی کا بیان ہے کہ میں ایک دن مامون الرشید کے پاس گیا۔ اس نے مجھے بٹھایا اور جو لوگ اس وقت وہاں موجود تھے ، سب کو رخصت کردیا۔ پھر کھانا منگوایا اور مجھے کھانا کھلایا اور مجھ سے دلجوئی کی باتیں کیں۔ پھر سامنے پردہ کھینچنے کا حکم دیا اور جب پردہ کھینچ دیا گیا تو آگے بڑھا اور اس نے پس پردہ مستورات سے کہا :۔

"برائے خدا ، وہ طوس والا شعر سنانا"۔

انہوں نے وہ شعر پڑھنا شروع کردیا جس کا ایک مصرعہ یہ تھا۔

سقیاً بطوس و من اضحی بھا قطنا

من عترة المصطفیٰ ابقالنا حزنا

"اللہ طوس کو شاد و آباد رکھے اور عترت رسولؐ میں سے اس ذات کو بھی جس نے ہمیں غمگین چھوڑا اور طوس میں آ کر مقیم ہو گیا"۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ شعر سن کر مامون رویا اور مجھ سے کہا :۔

اے عبداللہ ! کیا ہمارے اور تمہارے خاندان والے ہمیں ملامت کرتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ کو اپنا ولی عہد کیوں مقرر کیا ؟

اچھا سنو ! خدا کی قسم میں تمہیں اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں جس سے تمہیں حیرت ہوگی اور وہ یہ ہے کہ میں ایک دن ان کے پاس گیا اور ان سے کہا ۔

فرزند رسولؐ ! میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ آپؑ کے آباء و اجداد موسیٰ و جعفر و محمد ، علی بن الحسین علیھم السلام کے پاس قیامت تک جو ہونے والا ہے یا جو اس سے پہلے ہو چکا ہے ، ان سب کا علم تھا ۔ اور آپؑ بھی ان کے ہی وصی اور وارث ہیں اور آپؑ کے پاس آپؑ کے بزرگوں کا علم موجود ہے۔ آج مجھے آپؑ سے ایک درخواست کرنی ہے۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے دریافت فرمایا:۔

بتاؤ تمہیں کیا حاجت ہے ؟

میں نے کہا :۔

میری ایک نہایت ہی پسندیدہ کنیز ہے اور میں اپنی تمام کنیزوں میں سے کسی کو اس پر ترجیح نہیں دیتا ۔ صورت حال یہ ہے کہ وہ کئی مرتبہ حاملہ ہوئی ہے مگر ہر بار اس کا حمل ساقط ہو گیا۔ اور اب بھی وہ حاملہ ہے۔ آپؑ اس کے لیے کوئی ایسا علاج بتائیں جس سے اس کا حمل سلامت رہے ۔

آپؑ نے فرمایا :۔

"تم اسقاط سے نہ ڈرو۔ حمل سلامت رہے گا اور اس کے بطن سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو شکل و صورت میں اپنی ماں سے مشابہ ہوگا ۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ایک زائد انگلی ہوگی جو بالکل سیدھی ہوگی اور اس کے بائیں پاؤں میں ایک

انگلی ہوگی جو ڈھیلی ڈھالی ہوگی"۔

یہ سن کر میں نے دل میں کہا:۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب وقت حمل پورا ہوا تو اس کنیز کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو اپنی ماں کے مشابہ تھا اور آپؑ کے فرمان کے مطابق اس کے دائیں ہاتھ کی چھ انگلیاں اور بائیں پاؤں کی بھی چھ انگلیاں تھیں۔

اب تم مجھے بتاؤ کہ اس ولی عہدی کی تقرری پر کیا میں پھر بھی لائق ملامت ہوں ؟

یہ حدیث کافی طویل ہے جس میں سے ہم نے بقدر ضرورت تحریر کردی ہے

ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے یہ پیش گوئی اس علم کی وجہ سے فرمائی تھی جو انہیں رسول خداؐ سے بطور میراث ملا تھا۔ جبریل امینؑ نے حکم خداوندی سے آنحضرتؐ کو بنی امیہ و بنی عباس کے سلاطین کے حالات بتائے تھے اور اسی وجہ سے حضرتؑ نے مذکورہ پیش گوئی فرمائی تھی۔

باب 48

خاندان بکار پر بد عا اور اس کا اثر (۱)

۱۔ (بحذف اسناد) علی بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ زبیر بن بکار سے طالبین میں کسی شخص نے قبر رسولؐ اور منبر رسولؐ کے درمیان حلف اٹھوایا۔ اس کے حلف اٹھاتے ہی اس کے جسم پر سفید داغ نکل آئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا ہے اس کی پنڈلیوں اور قدموں پر برص کے سفید داغ تھے اور اس کے والد بکار نے امام علی رضا علیہ السلام پر کسی معاملے میں ظلم کیا تو آپؑ نے اس کے لیے بد دعا کی اور اسی وقت قصر سے ایک پتھر اس کی گردن پر گرا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اور اس کے والد یعنی عبداللہ بن مصعب نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کا امان نامہ ہارون رشید کے سامنے چاک کر دیا اور کہا یہ کل میرے بھائی کے ساتھ گیا تھا اور ان کی شان میں اشعار پڑھے تھے اس نے انکار کیا تو یحییٰ نے اس سے حلف اٹھوایا کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اگر ہو تو جلد سے جلد کسی عقوبت اور سزا میں گرفتار ہو جاؤں۔

اس کے ساتھ ہی اس کو بخار چڑھا اور تین دن کے اندر مر گیا اور اس کی قبر بار بار زمین میں دھنستی رہی۔

یہ روایت طویل ہے جس میں سے بقدر ضرورت ہم نے نقل کی ہے۔

---

(۱)۔ یہ باب ایک روایت پر مشتمل ہے۔

باب 49

آپؑ کی پیش گوئی کہ آپؑ بغداد نہ جا سکیں گے (۱)

ا۔ (محذف سناد) محمد بن ابی عباد کا بیان ہے کہ ایک دن مامون نے امام علیہ السلام سے کہا :۔

ہم انشاء اللہ بغداد میں داخل ہوں گے تو فلاں فلاں کام کریں گے ۔

آپؑ نے فرمایا :۔

"امیرالمومنین ! بس آپ ہی بغداد میں داخل ہوں گے"۔

پھر میں آپؑ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا تو میں نے آپؑ سے عرض کی ۔

مولا ! میں نے آپؑ سے ایک ایسی چیز سنی جس نے مجھے غمگین کردیا ۔

آپؑ نے فرمایا :۔

"حسین ! میرا اور بغداد کا بھلا آپس میں کیا تعلق ہے ۔ میں بغداد نہ دیکھ پاؤں گا اور بغداد مجھے نہ دیکھ سکے گا"۔

(۱)۔ یہ باب ایک روایت پر مشتمل ہے ۔

باب 50

آل برمک کے لیے بد دعا اور پیش گوئی کہ رشید آپؑ کو کوئی اذیت نہ دے سکے گا (۱)

۱۔ (محذف اسناد) محمد بن فضیل کا بیان ہے کہ جس سال ہارون الرشید نے آل برمک پر سختی کی تو سب سے پہلے جعفر بن یحیٰی سے سختی شروع کی اور یحیٰی بن خالد کو قید میں ڈال دیا اور آل برمک پر جو مصیبت ٹوٹی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ امام علی رضا علیہ السلام نے عرفہ میں کھڑے ہو کر آل برمک کے لیے بد دعا کی تھی۔ آپؑ نے عرفہ میں کچھ دیر کے لیے سر جھکایا۔ آپؑ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا :۔

"برامکہ نے میرے والد علیہ السلام کے ساتھ جو بد سلوکی کی تھی اس کے لیے میں ان پر بد دعا کیا کرتا تھا۔ آج اللہ نے میری بد دعا سن لی"۔

ابھی واپسی کو چند ہی دن گزرے تھے کہ جعفر اور یحیٰی پر سختی ہوئی اور ان کے حالات بدل گئے۔

آل برمک کو معلوم نہیں کہ اس سال ان پر کیا گزرے گی

۲۔ (محذف اسناد) مسافر کا بیان ہے کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ مقام منیٰ میں تھا کہ ادھر سے یحیٰی بن خالد کا گزر ہوا اور اس کے ساتھ آل برمک کے بہت سے افراد تھے۔ انہیں دیکھ کر آپؑ نے فرمایا :۔

"آہ ! ان بے چاروں کو معلوم نہیں کہ اس سال ان پر کیا گزرے گی"۔

پھر فرمایا :۔

"اس سے زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ میں اور ہارون دونوں اس طرح اکٹھے ہوں گے"

(۱)۔ یہ باب چار روایات پر مشتمل ہے۔

پھر آپؑ نے دونوں انگلیاں ملا کر اشارہ کیا۔

آل ابوطالب کے متعلق ہارون الرشید کا حلفیہ بیان

۳۔ (حذف اسناد) جعفر بن یحییٰ کا بیان ہے کہ جب ہارون الرشید مقام رقہ سے مکۂ مکرمہ کو جارہا تھا، تو میں نے عیسیٰ بن جعفر کو ہارون سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ آل ابی طالبؑ کے متعلق آپ نے جو کچھ حلفیہ طور پر کہا تھا اسے یاد کریں۔

آپ نے حلفاً کہا تھا کہ اب موسیٰ بن جعفر کے بعد اگر کسی ایک نے بھی امامت کادعویٰ کیا تو میں اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کی گردن اڑا دوں گا۔

اور اب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے فرزند علی بن موسیٰ نے امر امامت کا دعویٰ کیاہےاوران کے متعلق بھی وہی سب کچھ کہا جاتا ہے جو ان کے والد کے لیے کہا جاتا تھا۔

یہ سن کر ہارون نے عیسیٰ بن جعفر کی طرف غصے کی نظر سے دیکھا اور کہا، تمہاری رائے اور خواہش یہ ہے کہ اب میں ان میں سے سب ہی کو تہ تیغ کردوں؟

موسیٰ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں حضرت امام علی رضاعلیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور مذکورہ واقعہ بیان کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

"میرا ان لوگوں سے کیاواسطہ ہے۔وہ لوگ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے"۔

ہارون اپنی پوری کوشش صرف کرکے دیکھ لے وہ مجھ پر کوئی تسلط حاصل نہ کرسکے گا

۴۔(حذف اسناد) صفوان بن یحییٰ کابیان ہے جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہوئی اور امام علی رضا علیہ السلام نے امامت کا اعلان کیا تو میں نے آپؑ سے کہا:

مولا! آپؑ نے ایک امر عظیم کا دعویٰ کیا ہے اور ہمیں آپؑ کے متعلق اس طاغوت (ہارون) سے خطرہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"وہ اپنی پوری کوشش صرف کر کے دیکھ لے وہ مجھ پر کوئی تسلط حاصل نہ کر سکے گا ۔

صوان نے کہا:

ہمیں ایک مستند شخص نے بتایا ہے کہ یحییٰ بن خالد برمکی نے طاغوت (ہارون) سے کہا تھا کہ موسیٰ کاظمؑ کے فرزند علیؑ امامت کا دعویٰ کر چکے ہیں۔

ہارون نے کہا:۔

تو کیا جو بد سلوکی ہم اس کے والد سے کر چکے ہیں وہ ظلم ہمارے لیے کافی نہیں ہے اور کیا تمہاری نیت یہ ہے کہ ہم سب کو ہی قتل کر دیں؟

واضح رہے کہ برامکہ آل محمدؑ کے دشمن تھے اور ان سے عداوت کا اظہار کیا کرتے تھے۔

باب 51

ہارون کے ساتھ ایک مکان میں دفن ہونے کی پیش گوئی (۱)

۱۔ (محذوف اسناد) موسیٰ بن مہران کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو مسجد نبوی میں دیکھا وہاں اس وقت ہارون خطبہ دے رہا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اور ہارون ایک ہی مکان میں دفن ہوں گے؟"

میں اور ہارون دونوں اکھٹے ہوں گے

۲۔ (محذوف اسناد) محمد بن فضیل کا بیان ہے اس نے ایک ایسے شخص سے سنا جس نے امام علی رضا علیہ السلام سے یہ جملے سنے تھے کہ آپؑ منیٰ یا عرفات میں بار بار ہارون کو دیکھتے تھے اور آپؑ نے اسے دیکھ کر فرمایا:۔

"میں اور ہارون دونوں یوں اکٹھے ہوں گے۔ پھر آپؑ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا"۔

راوی کہتا ہے کہ ہمیں آپؑ کے فرمان کا مطلب اس وقت سمجھ میں آیا جب ہم نے آپؑ کو طوس میں ہارون کے پہلو میں دفن کیا۔

کیونکہ مامون نے حکم دیا تھا کہ امام علی رضاؑ کو ہارون کے پہلو میں دفن کیا جائے۔

(۱) یہ باب دو روایات پر مشتمل ہے۔

باب 52

اپنی زہر خورانی اور ہارون کے پہلو میں دفن ہونے کی پیش گوئی (۱)

ا۔(بحذف اسناد) عبد السلام بن صالح ہروی کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا آپؑ نے فرمایا :۔

"عنقریب زہر کے ذریعے سے مجھے مظلوم بنا کر قتل کردیا جائے گا اور مجھے ہارون کے پہلو میں دفن کر دیا جائے گا ۔ اللہ تعالیٰ میری قبر کو میرے شیعوں اور میرے محبت کرنے والوں کیلئے آمدورفت کا مقام بنائے گا ۔جو میری مسافرت میں آ کر میری زیارت کرے گا تو قیامت کے دن اس کیلئے میری زیارت واجب ہو جائے گی ۔

اس ذات کی قسم جس نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نبوت کے ذریعے سے سرفراز کیا اور انہیں اپنی تمام مخلوق میں منتخب کیا جو بھی شخص میری قبر کے پاس دو رکعت نماز پڑھے گا وہ جب خدا کے حضور حاضر ہوگا تو مغفرت کا مستحق ہوگا ۔

اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ مصطفی کے بعد ہمیں امامت سے سرفراز کیا اور ہمیں وصیت سے مخصوص کیا میرے روضے کے زائرین خدا کے حضور حاضر ہونے والوں میں تمام وفود سے زیادہ محترم ہوں گے۔جو بھی مومن میرے روضے کی زیارت کرے اوران کے چہرے پر پسینہ کا صرف ایک قطرہ آ جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے جسم پر دوزخ کو حرام قرار دے گا ۔

باب 53

اہل ایمان واہل نفاق کی صحیح پہچان (۲)

ا۔ (بحذف اسناد) عبدالرحمٰن بن ابی نجران کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا اور آپؑ نے وہ خط مجھے بھی پڑھنے کے لیے دیا ۔ اس خط میں یہ عبارت تحریر تھی ۔

"ہم جب کسی شخص کو دیکھتے ہیں تو ہم اس کی حقیقت ایمان یا حقیقت نفاق کو پہچان لیتے ہیں"۔

(۱) ۔ یہ باب ایک روایت پر مشتمل ہے ۔ (۲)۔ یہ باب ایک حدیث پر مشتمل ہے ۔

باب 54

آپؑ تمام زبانیں جانتے تھے(۱)

ا۔ (بحذف اسناد) یاسر خادم کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ کے غلاموں میں سے کچھ غلام صقلبی اور رومی بھی تھے اور آپؑ ان کی زبانوں سے بخوبی واقف تھے۔

ایک مرتبہ رات کے وقت آپؑ کے صقلبی اور رومی غلام اپنی زبانوں میں محو گفتگو تھے اور امام علی رضا علیہ السلام ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ وہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ ہم وطن میں ہر سال دو مرتبہ فصد کھلوایا کرتے تھے۔ لیکن یہاں فصد نہیں کھلوا سکے۔

جب رات گذر گئی تو آپؑ نے طبیب کو بلا کر اس سے فرمایا۔

"میرے فلاں غلام کی فلاں رگ کا فصد کھول دو اور فلاں غلام کی فلاں رگ کا فصد کھول دو اور مجھ سے فرمایا، یاسر! تم فصد نہ کھلوانا۔

یاسر کا بیان ہے کہ میں نے فصد کھلوائی تو میرا ہاتھ متورم اور سرخ ہو گیا۔

آپؑ نے اس سے دریافت فرمایا:۔

اے یاسر! تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے؟

میں نے عرض کیا:۔

مولا! میں نے فصد کھلوائی تو میرا ہاتھ سرخ اور متورم ہو گیا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"کیا میں نے تمہیں فصد کھلوانے سے منع نہیں کیا تھا؟ اچھا اب تم میرے قریب آؤ اور ہاتھ دکھاؤ"۔

پھر آپؑ نے میرے ہاتھ پر اپنا دست شفقت پھیرا اور لعاب دہن لگایا۔

(۱)۔ یہ باب تین روایات پر مشتمل ہے۔

پھر ہدایت فرمائی کہ رات کے وقت کھانا کھانا چھوڑ دو۔

میں نے ایک عرصے تک رات کو کھانا نہیں کھایا مگر ایک دفعہ بھول کر کھا لیا تو میری پھر وہی حالت ہو گئی۔

آپؑ مفصل طریقے سے سمجھاتے تھے

۲۔ (محذف اسناد) ابو ہاشم جعفری سے روایات ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو الحسن علی بن موسی رضا کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا آپؑ نے اپنے ایک غلام کو صقلبی اور فارسی زبان میں آواز دی۔اور کبھی کبھی میں اپنے غلام کو بھی فارسی زبان سیکھنے کیلئے بھیج دیا کرتا تھا۔آپ اسے اس طرح تعلیم فرماتے کہ وقت نہ ہوتی اور کبھی دقت پیش بھی آتی تو آپؑ اس کو مفصل طریقے سے سمجھا دیتے تھے۔

فصل الخطاب کیا ہے؟

۳۔ (محذف اسناد) ابو صلت ہروی کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام ہر شخص سے اس کی مادری زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے ۔اور خدا کی قسم ! آپؑ ہر زبان کو اہل زبان سے زیادہ جانتے تھے اور اس سے زیادہ فصیح لہجے میں گفتگو فرماتے تھے۔

ایک دن میں نے عرض کیا:۔

فرزند رسولؐ! یہ ساری زبانیں آپس میں مختلف ہیں مگر مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ آپؑ ہر زبان جانتے ہیں ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"اے ابو صلت ! میں اللہ کی طرف سے اس کی مخلوق پر حجت ہوں ۔اور اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہیں کرتا کہ وہ کسی قوم پر ایسے شخص کو حجت بنائے جو اس قوم کی زبان نہ جانتا ہو ۔کیا تم نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ہم کو فصل الخطاب عطا کیا گیا ہے۔تو فصل الخطاب اور کیا ہے یہی تمام زبانوں تو کا جاننا ہی تو ہے"۔

باب 55

حسن بن علی وشاء کے سوالوں کے جوابات (۱)

۱۔ (بحذف اسناد) حسن بن علی وشاء کا بیان ہے کہ میں ابتداء میں واقفیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور میں امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میں نے ائمۂ ہدیٰ علیہم السلام کی چند احادیث جمع کیں اور ان سے متعلق بہت سے مسائل ایک کتابچے میں لکھے پھر میں امام علی رضا علیہ السلام کے امتحان کی غرض سے ان کی دہلیز پر پہنچا مگر آپؑ کے آستانے پر بہت سے لوگ جمع تھے اور سب کے سب آپؑ کی زیارت کے منتظر تھے۔ اور میں آپؑ کی چوکھٹ پر کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ کس طرح سے اذن باریابی حاصل کروں۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک غلام حویلی سے باہر آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اور اس نے آتے ہی آواز دے کر کہا:۔

"تم میں سے حسن بن علی وشاء بن بنت الیاس بغدادی کون ہے؟"

میں نے کہا:۔

وہ میں ہوں۔

غلام نے وہ کتاب مجھے دی اور کہا:۔

"مجھے حکم ملا ہے کہ یہ کتاب تم تک پہنچاؤں۔ یہ کتاب لے لو"۔

میں نے وہ کتاب لی اور دور جا کر بیٹھ گیا اور اس کتاب کو پڑھنے لگا۔ اس کتاب میں میرے تمام سوالوں کے ترتیب وار جوابات لکھے ہوئے تھے۔

امام علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر میں نے مذہب واقفیہ کو خیرباد کہا اور آپؑ کی امامت کو تسلیم کر لیا۔

---

(۱) یہ باب ایک روایت پر مشتمل ہے۔

ابن وشاء سے کپڑے کا مطالبہ

۱۔(بحذف اسناد) حسن بن علی وشاء کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام علی رضا علیہ السلام کا ایک غلام حضرتؑ کا رقعہ لے کر میرے پاس آیا اور رقعہ میں آپؑ نے تحریر کیا تھا۔

"فلاں علاقے کا فلاں کپڑا میرے پاس روانہ کرو"۔

میں نے جواب میں عریضہ لکھا کہ اس طرح کا کوئی کپڑا میرے پاس موجود نہیں ہے۔

کچھ دیر کے بعد حضرتؑ کا غلام میرے پاس آیا اور کہا:۔

"مولا تم سے وہی کپڑا طلب کرتے ہیں"۔

میں نے عرض کیا:۔

میرے پاس اس طرح کا کوئی کپڑا نہیں ہے۔

پھر تیسری مرتبہ غلام میرے پاس آیا اور کہا:۔

"مولا تم سے وہی کپڑا طلب کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ وہ کپڑا تمہارے پاس موجود ہے"۔

حسن بن علی وشاء کہتے ہیں کہ پھر مجھے یاد آیا کہ ایک عرصہ قبل ایک شخص میرے پاس اس طرح کا کپڑا فروخت کی غرض سے رکھ گیا تھا جو کہ مجھے بالکل یاد نہیں رہا۔ میں اٹھا اور تمام تھان ہٹا کر دیکھا تو مولا کا مطلوبہ کپڑا اس کے نیچے سے برآمد ہوا۔ میں نے وہ کپڑا آپؑ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

مشورہ پر عمل نہ کرنے والے کا انجام

۱۔ (بحذف اسناد) صفوان بن یحیٰی کا بیان ہے کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ حسین بن خالد صیرفی آپؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا

میں آپؑ پر قربان جاؤں ! میں "اعوض" جانا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"جب خدا نے تمہیں عافیت عطا کی ہے تو اسی پر قناعت کرو"۔

مگر اس نے حضرتؑ کے مشورہ کو نہ مانا اور "اعوض" کی طرف چل پڑا۔ راستے میں ڈاکہ پڑ گیا اور اس کی تمام تر پونجی لٹ گئی۔

باب 56

ابو قرہ صاحب جاثلیق کے سوال کا جواب (۱)

۱۔ (حذف اسناد) صفوان بن یحییٰ صاحب السابری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابو قرہ جاثلیق نے مجھ سے کہا تم میرے لیے امام علی رضا علیہ السلام سے اذن باریابی طلب کرو۔

میں نے امام علیہ السلام سے اس کے لیے اجازت طلب کی تو آپؑ نے اجازت دے دی۔

وہ جب آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے ازراہِ ادب آپؑ کی مسند کا بوسہ لیا۔ اور کہنے لگا کہ ہمارے دین میں یہ حکم ہے کہ ہم اپنے دور کے بزرگوں کا اسی طرح سے احترام کریں۔

پھر اس نے آپؑ سے کہا:۔

اللہ تعالیٰ آپؑ کو سلامت رکھے ایک فرقہ ایک بات کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا فرقہ ان کی صداقت کی گواہی دیتا ہے تو آپؑ اس پہلے فرقے کے دعوے کے متعلق کیا فرمائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"ان کا دعویٰ ثابت ہے"۔

اس نے کہا:۔

ایک اور فرقہ اسی طرح کا دعویٰ کرتا ہے لیکن ان کے دعوے کی تائید ان کے اپنے افراد کے علاوہ دوسرا فرقہ نہیں کرتا، تو آپؑ اس فرقے کے دعوے کے متعلق کیا کہیں گے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

(۱)۔ یہ باب ایک روایت پر مشتمل ہے۔

"ان کا دعویٰ ثابت نہ ہو سکے گا"۔

یہ سن کر اس نے کہا:۔

ہم نے دعویٰ کیا کہ حضرت مسیح روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور مسلمانوں نے اس کی تصدیق کی۔ (لہٰذا ہمارا دعویٰ سچا ثابت ہو گیا)

اور مسلمانوں نے دعویٰ کیا کہ محمدؐ نبی ہیں مگر ہم نے ان کی تائید نہیں کی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پر اتفاق ہے اور حضرت محمدؐ پر اختلاف ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ ہمیں پیروی اجماع کی کرنی چاہیے یا افتراق کی ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا:۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے کہا:۔

میرا نام یوحنا ہے ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"یوحنا سن لو ! ہم اس عیسیٰ بن مریم روح اللہ اور کلمۃ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو محمد مصطفیٰؐ پر ایمان رکھتے تھے اور جو ان کی بشارت دیا کرتے تھے اور جو اپنے متعلق عبد مربوب ہونے کے دعویدار تھے۔

اور اگر تم کسی ایسے عیسیٰ بن مریم کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ تسلیم کرتے ہو جو محمد مصطفیٰؐ پر ایمان نہیں لائے تھے اور جس نے آنحضرتؐ کی بشارت نہیں دی تھی اور جس نے اپنے متعلق عبد مربوب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا تو ہم ایسے عیسیٰ سے بیزار ہیں ۔ ذرا مجھے بتاؤ تو سہی کہ ہم جمع ہوئے ہی کب ہیں ؟"

آپؑ کا یہ جواب سن کر وہ کھڑا ہو گیا اور صفوان بن یحییٰ سے کہا اٹھو ، چلیں ۔ اس مجلس نے ہمیں کوئی فائدہ نہیں دیا ۔

باب 57

مسئلۂ امامت کے متعلق دربار مامون میں یحییٰ بن ضحاک سمر قندی کا جواب (۱)

۱۔ (محذف اسناد) محمد بن یحییٰ صولی کا بیان ہے کہ مامون ہمیشہ اس بات کی کوشش کیا کرتا تھا کہ امام علی رضا علیہ السلام کسی نہ کسی طرح سے دلائل میں مغلوب ہو جائیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مامون کے پاس علمائے متکلمین جمع تھے اور مامون نے ان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے مسئلۂ امامت پر گفتگو کرو۔

(دربار آراستہ ہوا اور امام علیہ السلام دربار میں تشریف لائے)

آپؑ نے ان علماء سے کہا:۔

تم لوگ اپنے میں سے کسی ایک شخص کا انتخاب کرلو اور جس چیز کو وہ مان لے تو تم بھی مان لو۔

چنانچہ علماء نے اپنی محفل میں سے یحییٰ بن ضحاک سمر قندی کا انتخاب کیا اور وہ اس وقت خراسان کا سب سے بڑا عالم سمجھا جاتا تھا۔

اس نے امام علیہ السلام سے کہا:۔

آپؑ بھلا اس شخص کے لیے دعوائے امامت کیسے کرتے ہیں جس نے امامت نہیں کی اور جس نے امامت کی ہے آپؑ نے اس کو کیوں چھوڑ رکھا ہے؟

اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:۔

یحییٰ! مجھے یہ بتاؤ کہ جو شخص اپنے متعلق کسی جھوٹ بولنے والے کی تصدیق کرے یا اپنے متعلق کسی سچ بولنے والے کی تردید کرے، تو کیا ایسا تصدیق کرنے والا حق پر ہوگا یا ایسا تردید کرنے والا باطل پر ہوگا؟

یہ سوال سن کر یحییٰ خاموش ہو گیا۔

مامون نے اس سے کہا:۔

یحییٰ! جواب دو۔

---

(۱)۔ یہ باب ایک حدیث پر مشتمل ہے۔

اس نے کہا:۔

امیرالمومنین (مامون) بہتر ہے کہ مجھے جواب سے معذور ہی سمجھیں ۔

مامون نے کہا:۔

ابوالحسنؑ ! آپؑ ہمیں بتائیں کہ آپؑ اس سوال کے ذریعے سے آخر کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

یحیٰی کو اپنے بزرگوں کے متعلق یہ جواب دینا چاہیے کہ انہوں نے اپنے متعلق سچ کہا تھا یا جھوٹ کہا تھا ؟

اگر یحیٰی کا یہ خیال ہو کہ انہوں نے جھوٹ کہا تھا تو کسی جھوٹے کو امامت کا حق ہی نہیں ہے ۔

اور اگر اس کا یہ خیال ہے کہ انہوں نے سچ کہا تھا تو پہلے نے کہا تھا ۔

" مجھے تمہارا والی بنایا گیا ہے ۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں "۔

اور ثانی نے اول کے متعلق کہا تھا:۔

"اس کی بیعت بلاسوچے سمجھے عمل میں آئی تھی اور اب اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو قتل کر دینا"۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ ثانی کا فیصلہ ہے جو بھی اس(اول) کی طرح سے حکومت حاصل کرے تو وہ واجب القتل ہے ۔

اب جو شخص لوگوں سے افضل نہ ہو اور افضل ہو تو بھلا کیسے کیونکہ فضیلت کا دارو مدار علم اور جہاد پر ہے اور اس کے ساتھ دوسرے فضائل کی بھی ضرورت ہے جو کہ اس میں موجود نہ تھے ۔

اور اس کے ساتھ جس کی بیعت اس قدر فلتۃً واقع ہوئی ہو کہ اگر اس کے بعد کوئی ایسا کرے تو وہ واجب القتل قرار پائے ، تو ایسے شخص کو یہ اختیار ہی کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بعد کسی اور کو اپنا جانشین نامزد کرتا جائے ؟

اور جو شخص خود منبر پر علانیہ یہ کہتا ہو ۔

"ایک شیطان ایسا ہے جو مجھ پر مسلط ہو جاتا ہے لہٰذا جب تم مجھے ٹیڑھا دیکھو تو سیدھا کر دینا۔ اور جب میں غلطی کروں تو میری رہنمائی کر دیا کرو"۔

اب اگر یحیٰی ان کی سچائی کی تصدیق کرے تو وہ اپنے اقوال کی وجہ سے لائق

امامت نہیں ہیں اگر یہ ان کی تردید کرے تو یہ ان کا پیروکار ہی نہیں ہے۔
یحیٰی کے پاس حضرتؑ کے سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ مامون نے آپؑ کا برجستہ جواب سن کر تعجب کیا اور اس نے کہا:۔
ابوالحسن! روئے زمین پر آپؑ کی دلیل سے کوئی بہتر دلیل دینے والا نہیں ہے۔

باب 58

حضرتؑ کا اپنے بھائی زید النار سے خطاب اور جو شیعوں سے بدسلوکی روا رکھے اسکے متعلق آپؑ کا فرمان (۱)

اولاد فاطمہؑ اور نار جہنم

۱۔ (بحذف اسناد) حسن بن موسیٰ علی وشاء بغدادی کا بیان ہے کہ میں خراسان کے اندر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی مجلس میں موجود تھا اور وہاں زید بن موسیٰ بھی تھے وہ اہل مجلس سے مخاطب تھے اور ان پر فخر کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم وہ لوگ ہیں اور ہم وہ لوگ ہیں اور ادھر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کچھ دوسرے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ جب زید کی باتیں سنیں تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:۔
"اے زید! کیا تم کو اہل کوفہ کے ناقلین روایت کے اس قول نے دھوکے میں مبتلا کردیا کہ " حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہا چونکہ صاحب عصمت وعفت ہیں اس لیے اللہ نے ان کی ذریت پر جہنم کو حرام کردیا ہے" ؟
خدا کی قسم یہ سوائے امام حسنؑ اور بطن فاطمہؑ سے جو ائمہؑ پیدا ہوئے اور کسی کے لیے نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ ہو کہ موسیٰ بن جعفرؑ اللہ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ دن بھر روزہ رکھ رہے ہیں، رات بھر عبادت کررہے ہیں اور تم اللہ کی معصیت اور اس کی نافرمانی کررہے ہو۔ پھر دونوں قیامت میں پہنچیں اور دونوں برابر ہوجائیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ تم اللہ کے نزدیک زیادہ معزز ہو۔

---
(۱)۔ یہ باب گیارہ احادیث پر مشتمل ہے۔

حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ "ہم میں جو نیکو کار ہیں ان کو دہرا ثواب ملے گا اور جو خطا کار ہیں ان کو دہرا عذاب ملے گا"۔

حسن بن وشاء کا بیان ہے کہ پھر آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا :۔

اے حسن ! بتاؤ تم لوگ اس آیت کو کس طرح پڑھتے ہو ۔

يَا نُوحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ (ہود۔۴۶)

میں نے عرض کیا :۔

کچھ لوگ اس کو **اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ** پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ اس کو **اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ** پڑھتے ہیں وہ حضرت نوحؑ کے والد ہونے ہی سے انکار کرتے ہیں ۔

تو آپؑ نے فرمایا :۔

"نہیں نہیں وہ حضرت نوحؑ ہی کا فرزند تھا۔ مگر چونکہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی اس لیے اللہ نے اس کو حضرت نوحؑ کا بیٹا ہونے سے انکار کردیا ۔ پس اس طرح ہم میں سے بھی جو شخص اللہ کی اطاعت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں اور تم اگر اللہ کی اطاعت کرتے ہو تو تم اہل بیتؑ میں سے ہو"۔

زید النار

۲۔ (بحذف اسناد) ابن ابی عبدون نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ۱۹۹ھ میں زید بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بصرہ میں خروج کیا اور عباسیوں کے گھروں کو نذر آتش کردیا ۔ جس کی وجہ سے انہیں "زید النار" کہا جانے لگا۔

جب یہ گرفتار کر کے مامون کے سامنے لائے گئے تو مامون نے ان سے کہا۔

اے زید ! اگر تمہیں آگ لگانی مقصود تھی تو بنی امیہ ، بنی ثقیف بنی عدی ، بنی باہلہ اور آل زید کے گھروں کو لگاتے ۔ کیونکہ یہ خاندان تمہارے خاندان کے دشمن ہیں ۔ لیکن یہ تم نے کیا کیا دشمنوں کے گھروں کو چھوڑ کر اپنے چچا زاد بھائیوں کے گھروں کو جلادیا ؟

زید پُر مزاح آدمی تھے انہوں نے برجستہ کہا :۔

امیر المومنین ! غلطی ہوگئی ۔ اب جب آگ لگاؤں گا تو پہلے انہی لوگوں کے گھروں سے ابتدا کروں گا ۔

مامون یہ سن کر ہنسنے لگا۔ پھر انہیں ان کے بھائی حضرت ابو الحسن علی بن موسیٰ

الرضاؑ کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ زید کے جرم کا میں نے آپؑ کو اختیار دیا۔
جب لوگ انہیں لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو آپؑ نے انہیں بہت جھڑکا اور رہا کر دیا مگر آپؑ نے حلف اٹھا کر کہہ دیا۔
"میں پوری زندگی ان سے کبھی بات نہ کروں گا"

زید کے خروج کی تفصیل

۳۔ ابوالخیر علی بن احمد نسابہ نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے کہ زید بن موسیٰ کاظم علیہ السلام منتصر کے ندیم اور مصاحب تھے اور بڑے خوش گفتار تھے یہ زیدیہ خیالات کے مالک تھے اور بغداد میں نہر کرخابا پر قیام کیا کرتے تھے۔
یہی وہ زید ہیں جو ابوسرایا کے دور میں کوفہ کے اندر تھے اور اس نے ان کو کوفہ کا والی مقرر کیا تھا۔ اور جب ابوسرایا قتل ہو گئے تو طالبین منتشر ہو گئے۔ کچھ بغداد جا کر چھپے رہے۔ اور کچھ کوفہ اور کچھ مدینہ واپس چلے گئے۔ اور انہی روپوش ہونے والوں میں زید بن موسیٰ بھی تھے۔
حسن بن سہل نے ان کو تلاش کرنے کا حکم دیا جب مل گئے تو انہیں حسن بن سہل کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے انہیں قید کا حکم دے دیا۔ چند دن بعد انہیں گردن زدنی کے لیے پیش کیا گیا۔ جلاد نے ان کے قتل کے لیے تلوار کھینچ لی۔ جب جلاد قریب پہنچا تو انہوں نے پکار کر کہا:۔
ایہا الامیر! اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے قتل میں اتنی جلدی نہ کریں ٹھہر جائیں۔ مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔
حسن بن سہل نے جلاد کو رک جانے کا اشارہ کیا۔ جلاد رک گیا۔
انہوں نے کہا:۔
ایہا الامیر! یہ جو آپ نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے تو کیا اس کے متعلق امیر المومنین کی طرف سے آپ کو کوئی حکم پہنچا ہے؟
حسن بن سہل نے کہا:۔ نہیں
پھر انہوں نے کہا:۔
پھر آپ امیرالمومنین کے چچا زاد بھائی کو ان کی اجازت اور ان کے حکم و رائے کے بغیر کیوں قتل کر رہے ہیں؟
پھر انہوں نے اسے ابو عبداللہ بن افطس کا واقعہ یاد دلایا کہ ہارون الرشید نے

ان کو جعفر بن یحییٰ کے پاس قید میں ڈال دیا تھا۔ مگر جعفر نے رشید کے حکم کے بغیر ان کو قتل کر دیا اور نوروز کے نذرانوں اور تحفوں کے ساتھ ان کا سر بھی رشید کے پاس بھیج دیا تھا مگر جب مسرور کبیر کو ہارون نے جعفر بن یحییٰ کے قتل کا حکم دیا تھا تو اس سے یہ کہا تھا کہ اگر جعفر تم سے پوچھے کہ مجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا جا رہا ہے تم اس سے کہہ دینا کہ تم نے میرے چچا زاد بھائی ابن افطس کو میرے حکم کے بغیر قتل کیا تھا اور میں تمہیں اس کے بدلے میں قتل کر رہا ہوں۔

یہ سن کر حجاج بن خثیمہ نے حسن بن سہل سے کہا:۔

ایہا الامیر! کیا آپ کو یہ پورا اطمینان ہے کہ کبھی آپ کے اور امیر المومنین کے درمیان کوئی تلخی پیدا نہ ہوگی اور آپ بھی اس شخص کو امیر المومنین کی اجازت کے بغیر قتل کر چکے ہوں اور وہ آپ کے لیے وہی بہانہ پیش کرے جو رشید نے جعفر بن یحییٰ کے قتل کے لیے پیش کیا تھا۔

یہ سن کر حسن بن سہل نے حجاج سے کہا:۔

اللہ تمہیں اس کی اچھی جزا دے۔ تم نے ہمیں خطرے سے بچا لیا۔ پھر اس نے زید کے قتل کے حکم کو واپس لے لیا اور انہیں واپس قید میں بھیج دیا۔ یہ مسلسل قید میں رہے۔ یہاں تک کہ ابراہیم بن مہدی کا دور آیا اور اہل بغداد نے جسارت کر کے حسن بن سہل کو بغداد سے نکال دیا۔ مگر زید اسی طرح زندان میں پڑے رہے۔ بالآخر انہیں مامون کے پاس بھیج دیا گیا اور مامون نے ان کو ان کے بھائی امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ امام علیہ السلام نے انہیں رہا کر دیا۔ زید بن موسیٰ متوکل کے آخری ایام تک زندہ رہے بالآخر سر من رائی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

۴۔ (محذف اسناد) یاسر کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے بھائی زید بن موسیٰ نے مدینہ میں خروج کیا اور اس نے بہت سے لوگوں کے گھر جلائے اور انہیں قتل کیا۔ اسی بنا پر ان کو زید النار کہا جانے لگا۔

مامون نے ان کی گرفتاری کے لیے آدمی بھیجے اور جب انہیں گرفتار کر کے مامون کے سامنے پیش کیا گیا تو مامون نے حکم دیا انہیں حضرت ابوالحسنؑ کے پاس لے جاؤ۔

یاسر کہتے ہیں کہ جب یہ امام علی رضا علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپؑ نے

ان سے کہا:۔

"اے زید! تم نے پست فطرت اہل کوفہ کے اس قول سے دھوکہ کھایا کہ "حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا چونکہ صاحب عصمت و عفت ہیں اس لیے اللہ نے ان کی ذریت پر جہنم کو حرام کردیا ہے"۔

حالانکہ یہ بات صرف امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے لیے مخصوص ہے۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے پھر بھی جنت میں جاؤ گے اور تمہارے والد موسیٰ بن جعفر اللہ کی اطاعت کریں گے اور جنت میں جائیں گے تو پھر اللہ کے نزدیک موسیٰ بن جعفرؑ سے تم ہی اچھے ٹھہرے۔

سن لو! اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ بغیر اس کی اطاعت کے حاصل نہیں ہو سکتا اور تمہارا خیال ہے کہ تم اللہ کی معصیت کر کے اسے حاصل کرلو گے تو تمہارا یہ خیال غلط ہے"۔

زید نے کہا:۔

میں آپؑ کا بھائی اور آپؑ کے والد کا فرزند ہوں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ٹھیک ہے تم میرے بھائی اس وقت تک ہو جب تک اللہ کی اطاعت کرتے رہو گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ یاد کرو جو قرآن مجید میں مذکور ہے حضرت نوحؑ نے کہا تھا:۔

رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ۔ (ہود ۴۵)

"پروردگار! میرا یہ فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو احکم الحاکمین ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:۔

یَانُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۔ (ہود ۴۶)

"اے نوحؑ! یہ آپ کے اہل میں سے نہیں ہے اس لیے کہ اس کا عمل غیر صالح ہے"۔

تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کے سگے بیٹے کو اس کی معصیت و نافرمانی کی وجہ سے حضرت نوحؑ کے اہل سے خارج کردیا۔

۵۔(محذف اسناد) ابو صلت ہروی سے روایت ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا وہ اپنے والد سے یہ روایت کیا کرتے تھے کہ اسمٰعیل نے اپنے والد امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:۔

ابا جان! ہم میں سے گناہ گار اور ہمارے علاوہ کسی دوسرے خاندان کے گناہ گار کے متعلق آپؑ کیا فرماتے ہیں؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۔ (النساء ۱۲۳)

"نہ تو تمہاری خواہشات اور نہ ہی اہل کتاب کی خواہشات پر کچھ موقوف ہے۔ جو کوئی برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا"۔

(مقصد یہ ہے کہ قانون عدل میں سید اور غیر سید دونوں مساوی ہیں)

متقی ہی قابل عزت ہے

۶۔ (محذف اسناد) حسن بن جہم سے روایت ہے کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں آپؑ کے بھائی زید بن موسیٰ بھی موجود تھے امام علیہ السلام اس سے کہہ رہے تھے۔

زید! تقویٰ اور خوف خدا اختیار کرو اس لیے کہ ہم لوگ جس مرتبہ ومنزلت پر پہنچے ہیں وہ تقویٰ اور خوف خدا سے پہنچے ہیں۔ لہٰذا جس میں تقویٰ اور خدا کا خوف نہیں وہ نہ ہم میں سے ہے اور نہ ہی ہم اس میں سے ہیں۔

اے زید! ہمارے شیعوں میں سے تم جس سے ملو اس کی توہین نہ کیا کرو ورنہ تم سے نور ایمان رخصت ہو جائے گا۔

اے زید! تمہیں معلوم ہے لوگ ہمارے شیعوں سے بغض و عداوت رکھتے ہیں اور لوگ ان کا خون بہانا اور ان کا مال لوٹنا حلال اور جائز سمجھتے ہیں۔ ان کا جرم صرف یہی ہے کہ وہ ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہماری ولایت و امامت پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ لہٰذا اگر تم نے ان بے چاروں سے بد سلوکی کی تو خود تم اپنے اوپر ظلم کرو گے اور اپنے حق سے محروم ہو جاؤ گے۔

حسن بن جہم کا بیان ہے کہ زید کو ہدایت کرنے کے بعد حضرتؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

"ابن جہم ! جو شخص بھی خدا کے دین کا مخالف ہو، میں اس سے اپنی بیزاری اور لا تعلقی کا اعلان کرتا ہوں۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو اور کسی قبیلہ کا شخص ہو۔ اور جو شخص اللہ کا دشمن ہو اس سے دوستی نہ رکھو خواہ وہ کوئی ہو اور کسی قبیلہ کا ہو"۔

میں نے عرض کیا:۔

فرزند رسولؐ ! خدا کا دشمن کون ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جو اس کی معصیت و نافرمانی کرے"۔

۷۔ (بحذف اسناد) ابراہیم بن محمد ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا۔ آپؑ نے فرمایا:۔

جو شخص کسی بھی معصیت کار سے محبت کرے تو وہ معصیت کار ہے اور جو اطاعت کرنے والے سے محبت کرے وہ اطاعت گزار ہے اور جو کسی ظالم کی مدد کرے وہ ظالم ہے۔ خدا اور کسی انسان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے اور خدا کی محبت اطاعت سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اولاد عبدالمطلب سے کہا تھا:۔

"تم لوگ میرے پاس اپنے اعمال لے کر آنا اپنا حسب ونسب لے کر نہ آنا"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۔ (المومنون ۱۰۱تا۱۰۳)

" پھر جب صور پھونکا جائے گا تو نہ لوگوں کے درمیان رشتہ داریاں باقی رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کے حالات پوچھیں گے۔ پھر جن کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ کامیاب اور نجات پانے والے ہوں گے۔ اور جن کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا وہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے نفس کو خسارے میں ڈال دیا ہے اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں "۔

۸۔(محذوف اسناد) موسیٰ بن علی قرشی نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"ہمارے شیعوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ (ہمارے شیعہ مرفوع القلم ہیں)

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا:۔

فرزند رسول! وہ کیسے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ باطل کی حکومتوں میں شیعوں سے تقیہ کا عہد لیا گیا ہے۔ سب لوگ امن میں ہیں مگر شیعوں کو خوف زدہ کیا جاتا ہے اور ہماری وجہ سے ان پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور ہم اغیار پر فتوائے کفر نہیں لگاتے اور ہماری وجہ سے شیعوں کو قتل کیا جاتا ہے اور ہم اپنے شیعوں کے ذریعے سے کسی کو قتل نہیں کرتے۔ ہمارا کوئی بھی شیعہ کسی گناہ اور خطا کا ارتکاب کرے گا تو اسے کوئی نہ کوئی تکلیف پیش آئے گی جس کی وجہ سے اس کے گناہ مٹ جائیں گے۔ ہمارا شیعہ اگرچہ بارش کے قطرات اور ریت کے ذرات اور سنگریزوں کی تعداد اور درختوں اور کانٹوں کی مقدار میں بھی گناہ کیوں نہ کرے، اگر اسے جانی طور پر کوئی تکلیف نہ پہنچی تو پھر وہ اپنے اہل و عیال اور مال و دولت میں تکلیف اٹھائے گا اور اگر دنیا میں رہتے ہوئے اسے کسی طرح کا کوئی گزند نہ پہنچے جو اس کو مغموم کرے تو وہ ڈراؤنا خواب دیکھ کر مغموم ہوگا۔ اور یہی غم اس کے لیے گناہوں کی پاکیزگی کا ذریعہ بن جائے گا۔

۹۔ (محذوف اسناد) محمد بن سنان سے روایت ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ہم اہل بیتؑ کا حق رسول خداؐ کی وجہ سے واجب ہے اور جو شخص رسول خداؐ کی وجہ سے اپنا حق تو حاصل کرے لیکن اس جیسا حق اپنی ذات سے لوگوں کو فراہم نہ کرے تو اس کا کوئی حق ہی نہیں ہے"۔

۱۰۔(محذوف اسناد) ابو عبداللہ محمد بن موسیٰ بن نصر رازی نے کہا میں نے اپنے والد سے سنا کہ ایک شخص نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا:

خدا کی قسم ! باپ دادا کے لحاظ سے آپؑ سے کوئی برتر نہیں ہے ۔
یہ سن کر آپؑ نے فرمایا:۔
"میرے آباء و اجداد کا شرف تقویٰ اور اطاعت خدا ان کی عظمت تھی"۔
ایک اور شخص نے آپؑ سے کہا:۔
خدا کی قسم !آپؑ تمام لوگوں سے افضل ہیں ۔
حضرتؑ نے فرمایا:۔
"اے شخص ! قسم مت کھاؤ جو مجھ سے زیادہ متقی اور اطاعت گزار ہو وہ مجھ سے افضل ہے کیونکہ اللہ نے اس آیت کو منسوخ نہیں کیا

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْآ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۔ (الحجرات ۔ ۱۳)

" ہم نے تمہارے گروہ اور قبیلے تشکیل دیئے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک خدا کے ہاں زیادہ عزت کے لائق وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے"۔ (۱)

(من هامش بعض النسخ)

۱۱۔(محذف اسناد) ابراہیم بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا ۔ آپؑ نے فرمایا:۔
"میں اپنے غلاموں کی آزادی کی قسم کھا کر کہتا ہوں وہ تمام غلام آزاد ہو جائیں اگر میں صرف قرابت رسولؐ کی وجہ سے اپنے آپؑ کو اس سیاہ فام حبشی غلام سے بہتر سمجھوں۔ہاں اگر میرے عمل نیک ہوں گے تو میں ان سے افضل قرار پاؤں گا"۔

---

(۱)۔ امام علیہ السلام نے کوشش کی ہے کہ اپنی عظمت کی بنیاد صرف اپنی خاندانی وجاہت پر قرار نہ دیں بلکہ اس کے ساتھ اپنے علمی اور عملی کمالات اور بالخصوص تقویٰ کے ذریعے سے اپنی عظمت کا اظہار کریں ۔

باب 59

اسباب شہادت (۱)

ایک صوفی کی حکایت

۱۔ (محذف اسناد) محمد بن سنان کا بیان ہے کہ میں اپنے آقا حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس خراسان میں تھا اور مامون سوموار اور جمعرات کے دن دربار عام لگاتا تو آپؑ کو اپنی داہنی جانب کرسی پر بٹھاتا تھا۔

مامون کو اطلاع دی گئی کہ ایک صوفی نے چوری کی ہے اور وہ چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہے۔ مامون نے حکم دیا کہ اس صوفی کو دربار میں حاضر کیا جائے۔

جب وہ صوفی سامنے لایا گیا تو مامون نے دیکھا کہ اس نے زاہدانہ لباس پہنا ہوا تھا اور اس کی پیشانی پر سجدوں کا نشان تھا۔

مامون نے اس سے کہا:۔

افسوس ہے تمہارا حلیہ یہ ہے اور کرتوت یہ ہیں۔ دیکھنے میں زاہدانہ لباس اور سجدوں کا نشان اور اس کے باوجود چوری کا الزام؟

صوفی نے کہا:۔

یہ سچ ہے کہ میں نے یہ جرم کیا ہے لیکن میں نے شوق سے یہ جرم ہرگز نہیں کیا بلکہ مجبور ہو کر کیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؑ نے مال خمس اور مال فے میں سے ہمارا حق روک رکھا ہے۔

مامون نے کہا:۔

خمس اور مال فے میں تمہارا حق کہاں سے آگیا؟

صوفی نے جواب دیا:۔

اللہ تعالیٰ نے خمس کو چھ حصوں پر تقسیم کیا ہے جیسا کہ اس کا فرمان ہے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ

۱)۔ یہ باب تین روایات پر مشتمل ہے۔

بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (الانفال ۴۱)

" اور جان لو تمہیں جو بھی غنیمت حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ ، رسولؐ اور رسولؐ کے قرابت دار ، یتیموں ، مساکین اور (غربت زدہ) مسافروں کے لیے ہے اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس نصرت پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر حق و باطل کے فیصلے کے دن جب دو جماعتیں آپس میں ٹکر رہی تھیں نازل کی تھی "۔

اور اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے مال فے کو بھی چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے ۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۔ (الحشر ـ ۷)

" جو کچھ بھی اللہ نے اہل قریہ کی طرف سے اپنے رسولؐ کو دلوایا ہے وہ سب اللہ ، رسولؐ اور رسولؐ کے قرابت دار ، یتیموں، مسکینوں اور غربت زدہ مسافروں کے لیے ہے ۔ تاکہ سارا مال صرف مالداروں کے درمیان گھوم پھر کر نہ رہ جائے "۔

مامون نے کہا :۔

کیا میں تمہارے یہ دلائل سن کر تم پر حد شرعی اٹھالوں گا اور چور کے متعلق اللہ نے جو سزا مقرر کردی ہے میں اسے معطل کردوں گا ؟

صوفی نے کہا :۔

اگر ایسا ہے تو تم سزا اپنی ذات سے شروع کرو۔ پہلے خود کو پاک کرلو اس کے بعد دوسرے کو پاک کرنا ۔ پہلے اپنے اوپر حد جاری کرو پھر دوسروں پر جاری کرنا۔

یہ سن کر مامون امام علی رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا بتایئے آپؑ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

یہ کہتا ہے کہ میں نے چوری کی ہے اور چوری ، چوری ہی ہوتی ہے اس میں الجھن کی کیا بات ہے ؟

میں تمہارا ہاتھ کاٹ دوں گا ۔
صوفی نے کہا:۔
کیا تم میرا ہاتھ کاٹو گے جب کہ تم میرے غلام ہو (غلام کو حق ہی نہیں کہ مالک کے ہاتھ کاٹے) ۔
مامون نے کہا:۔
بدبخت تمہارا ستیاناس ہو ! میں تمہارا غلام کیسے بن گیا ؟
صوفی نے کہا:۔
تمہاری ماں مسلمانوں کے مال سے خریدی گئی تھی۔ لہٰذا مشرق و مغرب میں جس قدر مسلمان ہیں ، تم ان سب کے غلام ہو اور جب تک تمام مسلمان تمہیں آزاد نہ کردیں اس وقت تک تم غلام ہی رہو گے اور تمہیں کوئی آزاد کرے یا نہ کرے میں تمہیں آزاد نہیں کرونگا۔
تم نے صرف ہم فقیروں کو ہی محروم نہیں رکھا بلکہ تم نے آل رسولؐ کو بھی ان کے خمس کے حصے سے محروم کر رکھا ہے ۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جو خود نجس ہو وہ دوسروں کو پاک نہیں کر سکتا ۔ ایک طاہر ہی دوسرے کو طاہر کر سکتا ہے اور جو خود حد شرعی کا مستحق ہو وہ دوسروں پر حد شرعی نافذ نہیں کر سکتا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ (البقرہ ، ۴۴)

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو جبکہ تم کتابِ خدا کی تلاوت بھی کرتے ہو کیا تمہارے پاس عقل نہیں ہے "۔
یہ سن کر مامون نے پھر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور بولا اس شخص کے معاملے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟
"آپؑ نے فرمایا:۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرمؐ سے ارشاد فرمایا:۔

فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔(الانعام ۱۴۹)

"حجت بالغہ خدا کی طرف سے ہے"۔
یہ حجت بالغہ وہ ہے کہ یہ جاہل اپنی جہالت کے باوجود بھی اس پر پہنچ گیا

اور ایک عالمؒ بھی اپنے علم کے ذریعے سے اس تک پہنچ سکتا ہے۔ اور دنیا و آخرت کے تمام امور حجت اور دلیل پر قائم ہے۔ اس نے اپنی حجت پیش کردی ہے"۔

یہ سن کر مامون نے صوفی کو رہا کرنے کا حکم دے دیا اور خود دربار سے اٹھ کر چلا گیا اور امام علیہ السلام کی طرف سے اس کے دل میں کدورت بھر گئی بالآخر اس نے آپؑ کو زہر دے کر شہید کردیا اور اس سے پہلے وہ فضل بن سہل اور شیعوں کی ایک جماعت کو قتل کر چکا تھا۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں کہ یہ روایت اسی طرح سے مروی ہے جیسا کہ میں نے نقل کی ہے مگر میں اس کی صحت کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

عقد بیعت اور فسخ بیعت کے طریقوں میں فرق

۲۔ (محذوف اسناد) احمد بن محمد بن خالد برقی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ معتصم کے ماموں اور ماردہ کے بھائی ریان بن شبیب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مامون نے اپنے لیے امیرالمومنین ہونے اور امام علی رضا علیہ السلام کے لیے ولی عہد ہونے اور فضل بن سہل کے لیے وزیر ہونے کے متعلق بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اس نے حکم دیا کہ تین کرسیاں رکھی جائیں۔

جب کرسیاں رکھ دی گئیں اور یہ تینوں اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے تو عوام الناس کو داخلے کی اجازت دی گئی۔ لوگ آتے رہے اور ان تینوں کے داہنے ہاتھ پر اپنے داہنے ہاتھ سے بیعت کرتے رہے مگر اس طرح کہ اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے کے سرے سے چھنگلیا کے سرے کی طرف ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے چلے جاتے۔ یہاں تک کہ بالکل آخر میں ایک انصاری نوجوان آیا وہ اپنے داہنے ہاتھ کو چھنگلیا کے سرے سے انگوٹھے کے سرے کی طرف لے گیا۔

یہ دیکھ کر امام علی رضا علیہ السلام مسکرا دیئے اور فرمایا:۔

"اب تک جن لوگوں نے بیعت کی تو انہوں نے بیعت توڑنے کے طریقے سے بیعت کی ہے۔ سوائے اس نوجوان کے کہ اس نے وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو بیعت کے باندھنے کا ہوتا ہے"۔

مامون نے کہا:۔

عقد بیعت اور فسخ بیعت کے طریقوں میں کیا فرق ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جس کی نیت بیعت باندھنے کی ہوتی ہے وہ ہاتھ کو چھنگلیا کے سرے سے انگوٹھے کے سرے کی طرف لے جاتا ہے اور جس کی نیت بیعت توڑنے کی ہوتی ہے وہ ہاتھ کو انگوٹھے کے سرے سے چھنگلیا کے سرے کی طرف لے جاتا ہے"۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر لوگوں میں ایک طوفان برپا ہوگیا اور مامون نے حکم دیا کہ جس طرح حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا ہے اسی طرح پھر سے بیعت کی جائے۔

اس کے بعد لوگوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ وہ شخص جس کو بیعت لینے کا صحیح طریقہ تک بھی معلوم نہ ہو اس کو امامت اور امارت کا کیا استحقاق پہنچتا ہے۔ اس سے تو وہی بہتر ہے جسے کم از کم بیعت لینے کا طریقہ تو معلوم ہے اور اسی بات نے مامون کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ امام علیہ السلام کو زہر سے شہید کردے۔

ابو صلت ہروی کا بیان

۳۔(محذف اسناد) احمد بن علی انصاری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابو صلت ہروی سے دریافت کیا کہ یہ بتائیں کہ مامون باوجود یہ کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا بڑا احترام اور ان سے محبت کرتا تھا بلکہ اس نے آپؑ کو اپنا جانشین اور ولی عہد بھی بنادیا تھا۔ پھر اس کا نفس امام علیہ السلام کے قتل پر کیسے آمادہ ہوگیا؟

ابو صلت نے جواب دیا:۔

"مامون آپؑ سے محبت اور آپؑ کا احترام آپؑ کے فضل و شرف کی وجہ سے کرتا تھا اور اس نے آپؑ کو ولی عہد اس لیے بنایا تھا کہ دنیا یہ دیکھ لے کہ یہ دنیا کی طرف کس قدر مائل ہیں تاکہ لوگوں کے دل میں ان کی قدر و منزلت باقی نہ رہے۔ مگر لوگوں کے دلوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ لوگوں کی نگاہوں میں آپؑ کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ گئی اس نے شہر شہر کے متکلمین کو بلا بلا کر آپؑ سے مباحثے کرائے کہ شاید یہ کسی سے مات کھا جائیں اور علماء کی نگاہوں میں ان کا وقار جاتا رہے اور ان کا نقص عوام میں مشہور ہوجائے۔ مگر آپؑ سے جو بھی بحث کرنے آیا خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، مجوسی ہو یا صابی، برہمن ہو یا ملحد، دین والا ہو یا بے دین یا اسلام کے کسی بھی فرقے سے تعلق رکھنے والا ہو، آپؑ

نے سب کو لاجواب کردیا اور اپنی دلیل اس سے منوائی اور لوگ یہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم یہ مامون سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں۔ اور مامون کے جاسوس عوامی خیالات اور جذبات کی یہ خبریں مامون تک پہنچاتے رہتے تھے۔ اس لیے وہ ان سے حسد اور رشک کی آگ میں جلنے لگا۔ حالانکہ امام علیہ السلام کبھی بھی اپنے حق کے لیے اس سے ملتجی نہ ہوئے بلکہ اکثر مواقع پر اس سے تعاون کرتے رہتے تھے۔

مگر اس کے باوجود وہ ان سے دل میں دشمنی رکھنے لگا اور موقع کی تلاش میں رہا اور جب موقع مل گیا۔تو زہر سے آپؑ کو شہید کردیا"۔

باب 60

امام محمد تقیؑ کی امامت پر نص (۱)

۱۔(حذف اسناد) فضل بن سہل نے ابوالحسن بن محمد بن ابی عباد کو امام علی رضا علیہ السلام کا کاتب مقرر کیا تھا۔ اور وہی کاتب کہا کرتے تھے:۔

"حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے فرزند محمد کا جب بھی نام لیتے تو ان کی کنیت کے ساتھ لیا کرتے تھے۔ مثلاً آپؑ کہتے تھے کہ ابو جعفر نے مجھے خط لکھا۔ یا میں نے ابو جعفر کو خط لکھا۔ حالانکہ وہ ابھی کم سن بچے تھے مگر اس کے باوجود آپؑ اپنے فرزند کو تعظیم و احترام سے مخاطب کرتے تھے اور ابو جعفر (محمد تقیؑ) کے خطوط بھی نہایت بلیغ اور فصیح ہوتے تھے اور میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

"ابو جعفر (محمد تقیؑ) میرا وصی ہے اور میرے بعد میرے خاندان میں میرا جانشین ہے"۔

(۱)۔ یہ باب ایک روایت پر مشتمل ہے۔

باب 61

حضرتؑ کی شہادت مامون کی زہر خورانی سے واقع ہوئی (۱)

۱۔(بحذف اسناد) علی بن حسین کاتب بقاء الکبیر کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام کو بخار ہوا۔ آپؑ نے فصد کھلوانے کا ارادہ کیا:۔

یہ خبر مامون کو ملی تو اس نے اپنے ایک غلام سے کہا:۔

. میں مٹی کی برنی سے ایک شے نکال کر تمہیں دیتا ہوں تم اسے چینی کے برتن میں اپنی انگلیوں سے خوب چور کرلو۔ پھر ہاتھ دھوئے بغیر میرے ساتھ آؤ۔

الغرض دونوں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس آئے اور اپنے سامنے آپؑ کی فصد کھلوائی۔

عبیداللہ کا بیان ہے کہ آپؑ نے فصد کو ملتوی کردیا تھا۔

مامون نے اپنے ایک غلام سے کہا:۔

امام علی رضا علیہ السلام کے پائیں باغ میں جو انار کا درخت ہے اس سے انار توڑ لاؤ۔ وہ انار توڑ لایا تو اس سے کہا کہ اس کو توڑو۔ اس نے اسے ایک پیالے میں توڑا۔ مامون نے اس سے کہا، اس کو اپنے ہاتھ سے دھو لاؤ۔

جب یہ سب کچھ ہو چکا تو اس نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا لیجیے یہ آپؑ کے باغ کے انار کے دانے ہیں اسے نوش فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"اچھا رکھ دیں جب آپ چلے جائیں گے تو میں کھالوں گا"۔

مامون نے کہا:۔

نہیں اسے آپؑ میرے سامنے کھائیں اور اگر مجھے اپنے معدے کے مرطوب ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو میں بھی آپؑ کے ساتھ کھاتا۔

---

(۱)۔ یہ باب ایک روایت پر مشتمل ہے۔

آپؑ نے چند چمچے اس میں سے نوش فرمائے اور مامون واپس چلا گیا۔
راوی کا بیان ہے کہ عصر کے وقت تک امام علی رضا علیہ السلام کو پچاس مرتبہ اسہال ہوا۔

مامون پھر آپؑ کے پاس آیا اور کہا:۔
کوئی بات نہیں ، میرا خیال ہے کہ آپؑ کے معدے میں جو فاسد اور فاضل مادہ ہے وہ تحلیل ہو کر نکل رہا ہے۔ پھر رات کے وقت اس اسہال میں اور زیادتی ہوگئی اور صبح ہوتے ہی آپؑ نے انتقال فرمایا اور انتقال سے پہلے آخری الفاظ جو آپؑ کی زبان پر جاری ہوئے وہ قرآن مجید کی آیتیں یہ تھیں۔

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۔ (آل عمران، ۱۵۴)

" آپ کہہ دیں اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو جن کے مقدر میں قتل ہونا لکھ دیا گیا ہے وہ گھروں سے نکل کر اپنی قتل گاہ تک ضرور آتے "۔

اس کے علاوہ آپؑ نے سورۃ الاحزاب کی آیت کا آخری حصہ بھی تلاوت فرمایا:۔

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۔ (الاحزاب، ۳۸)

" اور اللہ کا حکم صحیح اندازے کے مطابق مقرر کیا ہوا ہوتا ہے "۔

اور جب مامون صبح کو سو کر اٹھا تو اس نے آپؑ کے غسل و کفن کا حکم دیا اور آپؑ کے جنازے کے پیچھے سروپا برہنہ چلا اور یہ کہتا ہوا چلا کہ ہائے میرے بھائی تمہاری موت سے اسلام کی دیوار میں شگاف پڑ گیا۔ افسوس ! میرے مقدر میں ہی آپؑ سے جدائی تھی سو پوری ہوئی۔ پھر اس نے رشید کی لحد کو کھولا اور اس کے ساتھ اس کے پہلو میں آپؑ کو دفن کر دیا اور کہا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ امام علی رضا علیہ السلام کے قرب کی وجہ سے میرے والد کو بھی رحمت سے نوازے گا۔

باب 62

طریقِ خاصہ سے شہادت کی ایک اور روایت (۱)

۱۔ ہم سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے بیان کیا ، انہوں نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے روایت کی ، انہوں نے یاسر خادم سے سنا ،انہوں نے کہا ابھی ہمارے اور طوس کے درمیان سات منزلیں باقی رہ گئی تھیں کہ وہیں سے ہی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہوگئی مگر سفر جاری رہا اور اسی حالت میں طوس پہنچے ۔ پھر بیماری اور شدید ہوگئی ۔ اس لیے ہم لوگ چند دن کے لیے طوس میں ٹھہر گئے اور مامون روزانہ دن میں دو مرتبہ آپؑ کی مزاج پرسی کو آیا کرتا تھا۔

آخری دن جس میں آپؑ کی وفات ہوئی ، کمزوری بہت آگئی تھی نماز ظہر ادا کرنے کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا :۔

"یاسر ! کیا لوگ کھانے سے فارغ ہوچکے ہیں ؟"

میں نے کہا :۔

مولا ! جب آپؑ کا یہ حال ہے تو ایسے میں کھانا کون کھائے گا ؟

یہ سن کر آپؑ بیٹھ گئے اور فرمایا اچھا دستر خوان بچھاؤ۔ اور آپؑ نے اپنے ایک ایک ملازم اور غلام کو تلاش کرا کے دستر خوان پر بٹھایا اور جب سب مرد کھانا کھا چکے تو فرمایا ، اب خواتین میں کھانا بھجواؤ ۔

الغرض خواتین میں کھانا گیا وہ بھی کھانے سے فارغ ہو چکیں تو آپؑ میں ضعف اور بڑھ گیا اور غشی طاری ہوگئی۔ یہ دیکھ کر سب لوگوں کے رونے کی آواز بلند ہوئی جسے سن کر مامون کی کنیزیں اور عورتیں سر و پا برہنہ دوڑی ہوئی آئیں اور پورے طوس میں ایک شور و غل برپا ہوگیا اور خود مامون سر و پا برہنہ ، سر پیٹتا ، داڑھی پکڑتا افسوس کرتا ، روتا اور آنسو بہاتا ہوا حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس آیا اور اس وقت

---

(۱)۔ یہ باب ایک روایت پر مشتمل ہے ۔

آپؑ کو غش سے افاقہ ہوا تھا اور آکر کہنے لگا۔

اے میرے سید! میں سمجھ نہیں سکتا کہ دو مصیبتوں میں سے میرے لیے کون سی مصیبت سب سے بڑی ہے ۔ آپؑ کی جدائی اور فراق یا لوگوں کی تہمت کہ میں نے کسی حیلے سے آپؑ کو قتل کر دیا ۔

یہ سن کر آپؑ نے مامون کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا:۔

"امیرالمومنین ! آپ ابو جعفر (محمد تقیؑ) کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیجیئے گا ۔ کیونکہ آپ کی عمر اور ان کی عمر اس طرح ہے ۔ اور یہ کہہ کر آپؑ نے اپنی دونوں انگشت سبابہ ملا کر دکھایا"۔

یاسر کا بیان ہے اسی شب کا ایک حصہ گزرنے کے بعد آپؑ نے انتقال فرمایا جب صبح ہوئی تو سارے لوگ جمع ہو گئے اور ہر طرف سے یہ آواز بلند ہونے لگی کہ اسی نے (مامون نے) امام کو کسی حیلے سے قتل کیا ہے ۔ افسوس فرزند رسولؐ کو قتل کر دیا گیا ۔ اور طرح طرح کی بہت سی باتیں ہونے لگیں ۔ اس وقت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند محمد، مامون سے امان طلب کرنے کے لیے خراسان آئے ہوئے تھے۔

مامون نے ان سے کہا:۔

ابو جعفر !۔آپ جا کر مجمع سے کہہ دیں کہ آج ابوالحسنؑ بر آمد نہ ہوں گے۔

مامون کو ڈر تھا کہ کہیں جنازہ برآمد ہوا تو انقلاب برپا ہو جائے گا ۔

بہر حال محمد بن جعفر نے مجمع سے کہا:۔

لوگو ! واپس چلے جاؤ آج ابوالحسنؑ کا جنازہ بر آمد نہیں ہوگا ۔ یہ اعلان سن کر مجمع متفرق ہو گیا اور رات ہی رات ابوالحسن علیہ السلام کو غسل دے کر دفن کر دیا گیا۔

علی بن ابراہیم کا بیان ہے کہ یاسر نے چند ایسی باتیں بھی بیان کیں جن کا ذکر میں اس کتاب میں مناسب نہیں سمجھتا ۔

باب 63

ابو صلت کی زبانی شہادت کی روایت اور یہ کہ آپؑ کو انگوروں میں زہر دیا گیا(۱)

۱۔ (محذف اسناد) ابو صلت ہروی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے کھڑا تھا کہ آپؑ نے فرمایا:۔

"ابو صلت اس قبہ کے اندر جاؤ جس میں ہارون رشید کی قبر ہے اور اس کی قبر کے ہر چہار جانب کی الگ الگ تھوڑی مٹی لاؤ"۔

میں اندر گیا اور چاروں طرف کی مٹی لایا۔

آپؑ نے دروازے کی سامنے والی مٹی کے لیے فرمایا کہ یہ مٹی دینا۔ میں نے وہ مٹی پیش کی تو آپؑ نے اسے سونگھا اور پھینک دیا اور فرمایا:۔

"میری قبر یہاں کھودنے کی کوشش کی جائیگی مگر یہاں ایسی چٹان ہے کہ اگر خراسان کے سارے کدال چلانے والے مل کر کدال چلائیں تو بھی اسے نہیں کھود سکتے"۔

پھر آپؑ نے پاؤں کی طرف کی اور سر کی طرف کی مٹی کے لیے بھی یہی فرمایا۔

اس کے بعد آپؑ نے ارشاد فرمایا:۔

"اب چوتھے طرف کی مٹی دو۔ وہی میری قبر کی مٹی ہے"۔

پھر آپؑ نے فرمایا:۔

"لوگ میری قبر یہاں کھودیں گے تو ان سے کہہ دینا کہ سات زینے تک نیچے کھودیں وہاں ایک ضریح تیار ملے گی اگر وہ لوگ لحد کھودنا چاہیں تو کہہ دینا کہ لحد دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی بنائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو جس قدر چاہے گا وسیع کردے گا۔

(۱)۔ یہ باب دو روایات پر مشتمل ہے۔

جب وہ ایسا کریں گے تو تمہیں میرے سر کی طرف سے کچھ نمی اور تری نظر آئے گی وہاں وہ پڑھ کر دم کرنا جو میں تمہیں بتاؤں گا ۔ جس سے وہاں پانی کا ایک چشمہ پھوٹے گا اور ساری لحد پانی سے بھر جائے گی ۔ اس میں تمہیں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی ۔ میں تمہیں روٹی دوں گا تم اس روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر اس میں ڈال دینا وہ مچھلیاں اس کو کھائیں گی اور جب وہ سارے روٹی کے ٹکڑے کھا کر ختم کر لیں گی تو ایک بڑی مچھلی نمودار ہوگی جو تمام چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو نگل جائے گی ۔ اس کے بعد وہ غائب ہو جائے گی ۔

جب وہ بڑی مچھلی غائب ہو جائے تو پھر تم پانی پر ہاتھ رکھ کر وہ چیز دم کرنا جو میں تمہیں بتاؤں گا ۔ جس سے سارا پانی زمین کے اندر واپس چلا جائے گا اوپر کچھ نہ رہے گا اور یہ سارا کام تم مامون کی نظروں کے سامنے کرنا"۔

"پھر آپؑ نے فرمایا:۔

"اے ابو صلت ! یہ مرد فاجر کل مجھ کو اپنے پاس بلائے گا ۔ اگر میں اس کے پاس سے اس طرح نکلوں کہ سر کھلا ہوا ہو تو پھر تم مجھ سے مخاطب ہونا میں جواب دوں گا۔ اور اگر میں اس طرح نکلوں کہ سر ڈھکا ہوا ہو تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا"۔

ابو صلت کا بیان ہے کہ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو آپؑ نے اپنا لباس پہنا اور اپنی محراب عبادت میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں مامون کا غلام آیا اور اس نے کہا کہ امیرالمومنین آپ کو یاد کرتے ہیں یہ سن کر آپؑ نے اپنی نعلین پاؤں میں ڈالی اور ردا دوش پر ڈالی اور کھڑے ہوگئے اور روانہ ہوئے میں بھی آپؑ کے پیچھے پیچھے ہو لیا آپؑ مامون کے پاس پہنچے اس کے سامنے ایک طبق رکھا ہوا تھا جس میں انگور تھے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی طبق تھے جن میں مختلف پھل تھے ۔ اور مامون کے ہاتھ میں انگور کا ایک گچھا تھا جس میں سے وہ بعض دانوں کو توڑ کر کھا لیتا تھا اور بعض دانوں کو چھوڑ دیتا تھا ۔

جب مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو آتے دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا اور بڑھ کر گلے لگایا۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے ساتھ بٹھا لیا اور بولا :۔

فرزند رسول! میں نے اس سے بہتر انگور آج تک نہیں دیکھے تھے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"ہاں بعض انگور ایسے اچھے ہوتے ہیں کہ ویسے شاید جنت ہی میں ہوں"۔

مامون نے کہا:۔

لیجیئے آپؑ بھی نوش فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"نہیں مجھے معاف ہی رکھو"۔

مامون نے کہا:۔

نہیں یہ تو آپؑ کو کھانے ہی پڑیں گے۔

آپؑ اس لیے پرہیز کر رہے ہیں کہ آپؑ کو میری طرف سے بد گمانی ہے

یہ کہہ کر اس نے وہ انگور کا گچھا لیا اور اس میں سے چند دانے خود کھائے اور پیچھے میں اب وہ دانے رہ گئے جن میں زہر پیوست تھا۔ وہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی طرف بڑھایا۔ آپؑ نے اس میں سے صرف تین دانے کھائے بقیہ پھینک دیئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

مامون نے پوچھا:۔

آپؑ کہاں جا رہے ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جہاں تم مجھے بھیج رہے ہو اور یہ فرما کر آپؑ نے اپنے سر کو ڈھانپ لیا"۔

ابوالصلت کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ صورت دیکھی تو پھر کوئی بات نہ کی، آپؑ سیدھے اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو

اور آپؑ اپنے بستر پر لیٹ گئے اور میں گھر کے صحن میں مھموم و مغموم بیٹھ گیا۔

اور ابھی مجھے بیٹھے ہوئے تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ ایک حسین و جمیل نوجوان پُر پیچ و خم زلفیں، شکل وصورت میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے بالکل مشابہ مکان کے اندر داخل ہوئے۔ میں فوراً ان کی طرف بڑھا اور ان سے کہا:

دروازہ تو بند ہے، آپ کدھر سے آگئے ؟

انہوں نے جواب دیا:۔

"جو ذات مجھے مدینہ سے اس وقت یہاں لائی ہے اسی نے مجھے گھر کے اندر بھی داخل کردیا، دروازہ بند ہے تو ہوا کرے"۔

میں نے پوچھا:۔

آپ کون ہیں ؟

انہوں نے کہا:۔

"ابوالصلت! میں تم پر حجت خدا ہوں میرا نام محمد بن علی ہے"۔

یہ کہہ کر آپؑ کمرے کے اندر داخل ہوئے جلدی سے اپنے والد کی طرف بڑھے اور مجھے بھی اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ جب امام علی رضا علیہ السلام نے ان کو دیکھا فوراً گلے اور سینے سے لگایا، پیشانی پر بوسہ دیا اور انھیں اپنے بستر پر لیا۔ پھر حضرت محمد بن علی ان پر جھک گئے، ان کے بوسے لیے اور راز دار انداز سے آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے جس کو میں نہ سمجھ سکا۔

اور میں نے دیکھا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے لبھائے مبارک پر برف کے مانند کوئی سفید سی شے تھی جسے حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے اپنے دہن اقدس میں رکھ لیا۔ پھر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اپنے لباس اور سینے کے درمیان ڈالا اور اس میں کوئی شے جو عصفور (چڑیا) کی مثل تھی نکالی اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے اسے بھی اپنے دہن مبارک میں ر

!۔ اس کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو ابو جعفر علیہ
سلام نے فرمایا :۔

" اے ابوالصلت ! اٹھو اور توشہ خانہ سے غسل کا برتن اور پانی نکال لاؤ"۔

میں نے عرض کیا:۔

توشہ خانہ میں غسل کا برتن اور پانی تو نہیں ہے ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"میں کہتا ہوں تم جاؤ تو سہی"۔

آپؑ کے فرمانے پر میں گیا تو دیکھا کہ توشہ خانہ میں غسل کا برتن اور
رکھا ہوا ہے ۔ میں اسے نکال لایا۔اس کے بعد میں نے اپنا لباس سمیٹا تاکہ
ل دینے میں آپؑ کا ہاتھ بٹاؤں۔

تو آپؑ نے فرمایا:۔

"ابوالصلت ! تم ہٹ جاؤ غسل دینے میں میری مدد کرنے والا موجود ہے"۔

میں ہٹ گیا اور آپؑ نے غسل دیا۔اس کے بعد فرمایا:۔

"ابوالصلت ! توشہ خانہ میں جاؤ وہاں ایک ٹوکری ہے جس میں کفن اور
رکھا ہوا ہے وہ اٹھا لاؤ"۔

میں اندر گیا تو دیکھا کہ واقعاً ایک ٹوکری رکھی ہوئی ہے جسے میں نے اس
خانہ میں کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ میں اٹھا لایا ۔ آپؑ نے اپنے ہاتھوں سے کفن
اور نماز جنازہ پڑھی۔پھر مجھ سے فرمایا:۔

"تابوت لاؤ"۔

میں نے عرض کیا:۔

بہتر میں ابھی نجار (بڑھئی) کے پاس جاکر بنوا لاتا ہوں ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"اٹھو اس توشہ خانہ میں تابوت بھی رکھا ہوا ہے"۔

میں توشہ خانہ میں گیا تو دیکھا کہ اس میں ایک تابوت بھی رکھا ہوا ہے۔ جسے میں نے وہاں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بہر حال میں اسے بھی اٹھا لایا۔ آپؑ نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے جنازے کو تابوت میں رکھ دیا اور میت کے پاؤں کر دیئے۔ پھر آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی اور نماز سے فارغ بھی نہیں ہوئے کہ وہ تابوت خود بخود بلند ہوا، چھت شگافتہ ہوئی اور وہ تابوت روانہ ہو گیا۔

میں نے کہا:۔

فرزندِ رسولؐ! ابھی ابھی مامون آئے گا اور مجھ سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی میت کا مطالبہ کرے گا تو میں کیا جواب دوں گا؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"خاموش رہو۔ تابوت ابھی واپس آئے گا۔ ابو الصلت! اگر کوئی نبی مشرق میں وفات پائے اور اس کا وصی مغرب میں وفات پائے تو اللہ ان کے اجساد و ارواح کو لازماً جمع کرے گا"۔ (یہ مدینہ میں روضۂ رسولؐ پر حاضری کے لیے گیا تھا)۔

ابھی گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ چھت دوبارہ شق ہوئی اور تابوت آ گیا۔ پھر آپؑ اٹھے اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی میت کو تابوت سے نکالا اور ان کے بستر پر اس طرح لٹا دیا جیسے غسل و کفن کچھ بھی نہ دیا گیا ہو۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:۔

"ابو الصلت! اب دروازہ کھول دو"۔

میں نے دروازہ کھولا تو مامون اپنے غلاموں کے ساتھ گریبان چاک کیے ہوئے روتا اور سر پیٹتا ہوا اندر داخل ہوا اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔

فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے مرنے کا مجھے بے حد افسوس ہے۔

پھر وہ آکر سر بالین بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ تجہیز و تکفین کا سامان کیا

اور قبر کھودی جائے ۔ پھر اس کی بتائی ہوئی جگہ پر قبر کھودی گئی تو امام علی رضا علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق قبر نہ کھد سکی ۔ مجبور ہو کر اس نے جانب قبلہ قبر کھودنے کا حکم دیا ۔

ابوالصلت کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے فرمایا تھا کہ قبر سات زینے نیچے تک کھودی جائے تو ایک ضریح برآمد ہوگی ۔

مامون نے کھودنے والوں سے کہا جس طرح ابوصلت کہتے ہیں اس طرح کھودو ۔ مگر ضریح تک نہیں بلکہ اس میں بغلی لحد بنا دو۔

جب لحد کھودی گئی تو مامون نے اس میں نمی ، پانی کا چشمہ پھر اس میں مچھلیاں وغیرہ سب دیکھیں تو بولا :۔

علی رضا علیہ السلام اپنی زندگی میں عجائبات تو دکھاتے ہی تھے مرنے کے بعد بھی وہی عجائبات دکھا رہے ہیں ۔

اس کے ایک وزیر نے اس سے کہا :۔

آپ جانتے ہیں کہ ان مچھلیوں سے علی رضا علیہ السلام آپ کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں ؟

مامون نے کہا :۔

نہیں

اس نے کہا :۔

وہ آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ اے بنی عباس تمہاری سلطنت باوجود تمہاری کثرت اور طول مدت کے ان مچھلیوں کے مانند ہے ۔ جب اس کا وقت پورا ہو جائے گا اور تمہاری سلطنت ختم ہونے والی ہوگی تو اللہ ہم اہل بیتؑ میں سے ایک فرد کو تم پر مسلط کر دے گا اور وہ تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا (جس طرح بڑی مچھلی نے ساری چھوٹی مچھلیوں کو ختم کر دیا ہے) ۔

مامون نے کہا:۔

سچ کہتے ہو واقعاً اس کا مطلب یہی ہے ۔

اس کے بعد مامون نے کہا:۔

ابوالصلت ! مجھے وہ تمام باتیں بتاؤ جو تم سے امام علی رضا علیہ السلام نے کہی ہیں ۔

میں نے کہا:۔

خدا کی قسم ! میں تو وہ تمام باتیں بھول گیا ہوں اور واقعاً میں نے سچ کہا تھا

مامون نے کہا:۔

اسے لے جاؤ اور قید میں ڈال دو۔

اس کے بعد اس نے امام علی رضاؑ کو دفن کیا اور میں ایک سال تک قید میں پڑا رہا ۔ اور جب میں قید سے تنگ آ گیا تو ایک رات بیدار رہ کر اور محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دے کر اپنی رہائی کے لیے اللہ سے دعا مانگی ۔

ابھی میری دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ دیکھا حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام قید خانہ میں تشریف لائے اور فرمایا:۔

"ابوالصلت ! تم واقعاً اس قید خانے سے تنگ آ چکے ہو ؟"

میں نے عرض کیا:۔

جی ہاں ! خدا کی قسم میں قید سے تنگ آ چکا ہوں ۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"اچھا پھر اٹھو"۔

آپؑ نے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں پر اپنا دست مبارک پھیرا جس سے وہ سب جدا ہوگئیں ۔ پھر آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قید سے نکال لے گئے ۔ میں زندان کے صدر دروازے سے نکلا تو سارے پہرے دار اور غلام دیکھتے رہ

گئے اور کسی نے مجھ سے کچھ نہ کہا۔

اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا:۔

"جاؤ میں نے تمہیں خدا کے سپر کیا۔اب وہ تا ابد تم کو گرفتار نہیں کر سکتا۔

چنانچہ میں آج تک اس کی گرفت سے آزاد ہوں۔

۲۔ (حذف اسناد) ابوذکوان کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم بن عباس سے سنا وہ کہتے تھے کہ امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی بیعت ماہ رمضان کی پانچ تاریخ ۲۰۱ھ میں ہوئی۔ اور ام حبیب بنت مامون الرشید سے آپؑ کا عقد ۲۰۲ھ کی ابتدا میں ہوا۔ اور ۲۰۳ھ میں طوس میں آپؑ کی شہادت ہوئی اور مامون نے اسی سال رجب میں عراق کا رخ کیا۔

اس کے علاوہ ایک اور راوی کا بیان ہے کہ شہادت کے وقت امام علی رضا علیہ السلام کی عمر انچاس برس چھ ماہ کی تھی۔

اور صحیح یہ ہے کہ آپؑ کی شہادت اکیس ماہ رمضان جمعہ کے دن ۲۰۳ھ میں واقع ہوئی۔

باب 64

امام علیہ السلام کی شہادت کی روایت بزبان ہرثمہ اور یہ کہ آپؑ کو انگوروں اور انار دونوں میں زہر دیا گیا (۱)

۱۔(محذف اسناد) محمد بن خلف طاطری نے ہرثمہ بن اعین سے روایت کی ہے انہوں نے کہا ایک شب میں مامون کے پاس تھا۔ جب رات کی چار ساعات گزر گئیں تو مجھے گھر واپسی کی اجازت ملی جب میں گھر واپس آیا تو نصف شب کے قریب کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میرا ایک غلام دروازے پر پہنچا۔

آنے والے نے کہا جاکر ہرثمہ سے کہہ دو کہ تمہارے آقا تم کو یاد کرتے ہیں۔ یہ پیغام سن کر میں فوراً اٹھا، کپڑے پہنے اور تیزی کے ساتھ اپنے آقا حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس روانہ ہوا۔ آپؑ کا فرستادہ غلام آگے آگے تھا۔ وہ پہلے اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے میں گھر کے اندر گیا تو دیکھا کہ میرے آقا اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما ہیں۔

آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا:۔

ہرثمہ!

میں نے لبیک کہی۔ آپؑ نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:۔

"سنو اور غور سے سنو اور اچھی طرح سے یاد رکھو وہ وقت آپہنچا ہے کہ میں رحلت کرکے اپنے آباء و اجداد سے ملحق ہوجاؤں۔ کاتب تقدیر کا نوشتہ پورا ہوگا۔ اس سرکش (مامون) نے ارادہ کر لیا ہے کہ مجھے انگور اور انار میں زہر پیوست کرکے دے۔ انگور میں وہ اس طرح سے زہر پیوست کرے گا کہ اپنے کسی

---

(۱)۔ یہ باب ایک روایت پر مشتمل ہے اور سابقہ دو روایات اور اس روایت کا فرق یہ ہے کہ ان میں سے ایک روایت میں صرف انار کا تذکرہ کیا گیا اور دوسری روایت میں صرف انگور کا تذکرہ کیا گیا جب کہ اس روایت میں دونوں کو جمع کیا گیا۔

غلام کے ہاتھوں میں زہر ملوئے گا اور اس کے اسی زہر آلود ہاتھ سے وہ اس انار کو تڑوائے گا تاکہ زہر تمام دانوں میں پیوست ہوجائے۔

اور اب وہ کل مجھے بلائے گا اور وہ میرے سامنے انگور اور انار پیش کرے گا اور مجھ سے اس کے کھانے پر اصرار کرے گا اور وہ مجھے کھانے پڑیں گے۔

پھر میرے مدتِ حیات ختم ہوجائے گی اور قضا آپہنچے گی اور جب میں انتقال کر جاؤں گا تو وہ کہے گا کہ میں اپنے ہاتھ سے ان کو غسل دوں گا۔

جب وہ یہ کہے تو تم اس سے کہنا کہ تم درمیان سے ہٹ جاؤ اس لیے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام تمہارے لیے فرماگئے ہیں کہ تم میرے غسل و کفن اور دفن سے دور رہو۔ اور اگر تم نے ایسا کیا تو وہ عذاب جو آخرت پر ٹال دیا گیا ہے وہ ابھی تم پر نازل ہوجائے گا۔ اور تمہیں فوراً اپنے کیے کی سزا مل جائے گی"۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا:۔

میرے آقا و مولا بہتر جو آپؑ نے مجھ سے کہا ہے وہی کچھ اس سے کہہ دوں گا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"جب وہ میرا یہ پیغام سنے گا تو وہ میرے غسل و کفن میں مداخلت نہیں کرے گا اور وہ یہ کام تمہارے حوالے کر دے گا اور وہ اپنے مکان کی بلند چھت پر بیٹھ جائے گا تاکہ دیکھ سکے کہ غسل کون دے رہا ہے اور کیسے دے رہا ہے۔

ہرثمہ! تم بھی میرے غسل میں ہاتھ نہ لگانا۔ اس لیے کہ تھوڑی ہی دیر میں تم دیکھو گے میرے مکان کے ایک گوشے میں ایک خیمہ خود بخود نصب ہو گیا ہے۔ جب تم یہ دیکھو تو میری میت کو لباس سمیت خیمہ میں پہنچا دینا اور تم خود باہر نکل کر پیچھے کھڑے ہو جانا اور جو لوگ تمہارے ساتھ میں میت اٹھانے والے ہوں انہیں بھی وہاں سے ہٹا لینا اور خبردار تم میں سے کوئی شخص بھی جھانک کر خیمہ میں نہ دیکھے کہ وہاں کیا ہورہا ہے۔ اس لیے کہ جو اندر جھانک کر دیکھے گا

وہ ہلاک ہوجائے گا۔ اس کے بعد وہ آکر تم سے کہے گا۔

ہرثمہ! کیا تم لوگوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ امام کو امام ہی غسل دیتا ہے دوسرا نہیں دیتا۔ اب بتاؤ ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کو کس نے غسل دیا جب کہ ان کا فرزند تو مدینہ میں ہے جو ملک حجاز میں واقع ہے اور ہم لوگ اس وقت طوس میں ہیں؟

جب وہ یہ کہے تو تم اس کو یہ جواب دینا:۔

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کسی امام کے لیے یہ واجب نہیں ہے کہ جب اس کا انتقال ہو تو اس کو کوئی امام ہی غسل دے (ورنہ میت پڑی رہے گی) اب اگر زبردستی کوئی دوسرا شخص اس کو غسل دیتا ہے تو اس سے امام کی امامت باطل نہیں ہوتی اور نہ ہی بعد والے امام کی امامت باطل ہوگی کہ اس کے والد کو غیر امام ہی نے غسل کیوں دیا۔ ہاں اگر ابوالحسن علی رضا علیہ السلام مدینہ میں ہوتے اور ان کا وہاں انتقال ہوتا تو دیکھ لیتے کہ سب کے سامنے ان کے فرزند محمد ہی ان کو غسل دیتے مگر اب بھی انہوں نے غسل دیا مگر پردہ میں رہ کر غسل دیا ہے"۔

غرض جب تم خیمہ کا پردہ اٹھاؤ گے تو دیکھو گے کہ میری میت کو غسل دے کر کفن وغیرہ سب پہنادیا گیا ہے۔ اب تم میری میت کو اٹھا کر تابوت میں رکھنا اور دفن کے لیے لے جانا۔

اور جب میری قبر کھودنے کا موقع آئے گا تو وہ چاہے گا کہ اپنے والد ہارون الرشید کی قبر کو میری قبر کا قبلہ بنائے مگر یہ اس سے تا ابد ممکن نہ ہوسکے گا جب بھی کدال چلے گی تو زمین سے اچٹ جائے گی اور ذرہ برابر بھی زمین نہ کھودے گی بلکہ زمین ناخن برابر بھی نہیں ترشے گی۔

جب قبر کھودنے والے اپنی پوری کوشش کرلیں پھر بھی ان سے ممکن نہ ہو تو تم ان سے کہنا کہ تم لوگ دور ہٹو۔ میرے مولا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم

اس(مامون) کے والد کے قبلہ کی جانب ایک کدال چلانا ۔ اور جب تم ایسا کرو گے تو فوراً ایک قبر بالکل کھدی ہوئی تیار ظاہر ہو گی ۔

اور مجھے قبر میں اس وقت تک نہ اتارنا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ اس قبر کی ضریح سے صاف و شفاف اور سفید براق پانی ابلا ہے اور پوری قبر پانی سے بھر گئی ہے اور پانی زمین کی سطح تک آ گیا ہے اور اس پانی پر ایک مچھلی طول قبر میں تڑپ رہی ہے ۔ اس وقت تک ٹھہرے رہنا اور جب یہ دیکھ لینا کہ مچھلی غائب ہو گئی ہے اور پانی زمین میں جذب ہو چکا ہے تو اس وقت میری میت کو قبر میں اتارنا اور ضریح میں رکھ دینا اور میری قبر پر لوگوں کو مٹی نہ ڈالنے دینا اس لیے کہ میری قبر خود بخود مٹی سے پر ہو جائے گی"۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا :۔

میرے مولا و آقا ! بہتر ہے میں ایسا ہی کروں گا ۔

آپؑ نے فرمایا :۔

"میری باتوں کو خوب یاد رکھنا ، بھول نہ جانا اور اس پر عمل کرنا ۔ خبردار اس کے خلاف ہرگز نہ کرنا"۔

میں نے عرض کیا :۔

مولا ! ایسا ہی ہو گا ، خدا کی پناہ میں بھلا آپؑ کے فرمان کے خلاف کیسے کر سکتا ہوں ۔

ہرثمہ کہتے ہیں پھر میں آپؑ کی بارگاہ سے روتا ہوا نکلا اور میں ایسے تڑپ رہا تھا جیسے جلتے ہوئے توے پر مچھلی ۔ اور اس وقت میرے دل کا کیا حال تھا اس کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ دوسرے دن صبح کو مامون نے مجھے بلایا ۔ میں گیا اور اس کے پاس ظہر تک رہا ۔ دوپہر کے بعد مامون نے مجھ سے کہا :۔

ہرثمہ ! ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا کے پاس جاؤ ۔ میرا سلام کہو اور میری

طرف سے یہ کہو کہ آپ میرے پاس تشریف لائیں گے یا میں آپؑ کے پاس آجاؤں ؟ اور اگر وہ اپنے آنے کا کہیں تو کہنا کہ تشریف لائیں۔

ہرثمہ کہتے ہیں کہ میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں جیسے ہی سامنے پہنچا آپ نے فرمایا۔

"ہرثمہ! میں نے جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب یاد ہیں ؟"

میں نے کہا۔

جی ہاں!

آپؑ نے فرمایا ۔

"میری نعلین لاؤ۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں مامون نے کیوں بھیجا ہے"۔

میں نے بڑھ کر آپؑ کی نعلین آپؑ کے سامنے پیش کی اور آپؑ مامون کے پاس تشریف لے گئے جب آپؑ اس کی مجلس میں پہنچے تو مامون کھڑا ہو گیا۔ بڑھ کر گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے تخت پر اپنے پہلو مین جگہ دی ۔ اور ایک ساعت تک آپؑ سے مختلف باتیں کرتا رہا ۔

اس کے بعد مامون نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ انگور اور انار لاؤ ۔

ہرثمہ کا بیان ہے جب میں نے انار اور انگور کا نام سنا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میرا پورا بدن کانپنے لگا اور میں نے مناسب نہ سمجھا کہ میرے جسم کی کپکپی کسی پر ظاہر ہو اس لئے میں باہر نکل آیا اور وہیں ایک گوشہ میں جا کر گر گیا جب زوال کا وقت آیا تو میں نے محسوس کیا کہ میرے آقا مامون کے پاس سے نکلے اور اپنے گھر واپس چلے گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مامون نے حکم دیا کہ اطباء و معالجین کو بلاؤ ۔

میں نے پوچھا :۔

یہ اطباء و معالجین کو اچانک کیوں بلایا جا رہا ہے۔

لوگوں نے بتایا :۔

ابوالحسنؑ اچانک بیمار ہو گئے ہیں ۔جو نہیں جانتا تھا اسے تو اس میں شک تھا مگر مجھے معلوم تھا کہ اصل واقعہ کیا ہے اس لئے مجھے یقین تھا ۔

جب رات ہوئی اور رات کے تین حصوں میں سے دو حصے گذر گئے اور صبح نمودار ہوئی تو مامون کے گھر سے ایک شور بلند ہوا لوگوں کے ساتھ میں بھی دوڑ پڑا جب وہاں پہنچا تو دیکھا مامون سر برہنہ گریبان چاک کئے ہوئے کھڑا ہائے ہائے کر رہا ہے اور رو رہا ہے۔

وہاں کچھ اور لوگ بھی کھڑے تھے میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا مامون ٹھنڈی سانسیں بھر رہا تھا۔الغرض جب بالکل صبح ہو گئی تو مامون تعزیت لینے کیلئے بیٹھ گیا پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھا جہاں میرے آقا کی میت تھی وہاں پہنچا اور کہا جائے غسل تیار کرو ۔چاہتا ہوں کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے انہیں غسل دوں ۔

جب میں نے یہ سنا تو قریب گیا اور جو کچھ آقا نے غسل، تکفین اور تدفین کیلئے کہا تھا وہ سب اس سے کہہ دیا۔

مامون نے کہا:۔

اچھا اگر ان کی وصیت یہی ہے تو تم غسل کا اہتمام کرو۔مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ہرثمہ نے کہا کہ میں مسلسل کھڑا رہا یہاں تک کہ میں نے دیکھا ایک شامیانہ خود بخود نصب ہو گیا ۔ میں جا کر اس شامیانے کے باہر کھڑا ہو گیا اور سارے گھر والے میرے پیچھے کھڑے تھے ۔میں سن رہا تھا کہ شامیانہ کے اندر سے تکبیر ، تہلیل اور تسبیح کی آوازیں اور برتنوں کی کھڑ کھڑاہٹ اور پانی گرنے کی مسلسل صدائیں آرہی تھیں اور اندر سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ میں نے ایسی خوشبو کبھی سونگھی ہی نہیں تھیں۔اسی اثناء میں مامون نے اپنی گردن بلند کی اور مجھے آواز دی ۔

ہرثمہ !تم لوگوں کا اعتقاد ہے کہ امام کو سوائے امام کے کوئی اور غسل نہیں دیتا ۔ بتاؤ ان کے فرزند محمد بن علیؑ کہاں ہیں؟

وہ تو مدینہ میں ہیں ۔اور ابوالحسن کی میت یہاں طوس میں ہے جو خراسان کے اندر ہے۔

ہرثمہ نے جواب میں کہا:۔

امیرالمومنین !ہم تو یہ کہتے ہیں کہ امام کیلئے یہ واجب نہیں ہے کہ اس کو اس جیسا امام ہی غسل دے۔اگر کوئی زبردستی اور تعدی سے کام لے کر امام کو غسل دیتا ہے تو اس کی زبردستی کی وجہ سے امام کی امامت میں فرق نہیں آتا اور نہ ہی بعد والے امام کی امامت اس سے باطل ہوتی ہے۔ ہاں اگر حضرت ابوالحسن علی بن موسی رضا کو مدینہ میں چھوڑ دیا گیا ہوتا اور وہ وہاں انتقال فرماتے تو ان کے فرزند محمد لازمی طور پر سر عام انہیں غسل دیتے۔ مگر اب ظاہر بظاہر نہیں تو غائبانہ ہی سہی۔

میرا یہ جواب سن کر مامون خاموش ہو گیا۔

الغرض اس کے بعد خیمہ کا پردہ اٹھا تو میں نے دیکھا کہ آقا کی میت کفن میں لپٹی ہوئی ہے ۔میں نے بڑھ کر آپؑ کی میت کو تابوت میں رکھا اور آپؑ کا جنازہ لے چلے مامون اور تمام حاضرین نے آپؑ کی نماز میت پڑھی۔اس کے بعد ہم لوگ جنازہ کو لئے ہوئے مقام قبر تک لے آئے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ کدال لئے ہوئے ہارون کی قبر کے پیچھے قبر کھود رہے ہیں۔تاکہ ہارون کی قبر امام کی طرف قبلہ میں ہو مگر کدال چلانے والے تھک کر چور ہو گئے اور زمین زرہ برابر بھی نہ کھد سکی ۔

مامون نے کہا:۔

ہرثمہ !تم نے دیکھا کہ زمین بھی ان کی قبر قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے؟

میں نے کہا:۔

امیرالمومنین !حضرت ابوالحسن نے مجھ سے فرمایا تھا کہ آپؑ کے والد ہارون الرشید کے قبلہ کی جانب صرف ایک کدال مارا جائے ۔ لہٰذا میں ایک کدال ماروں گا۔

مامون نے کہا:۔

اگر تم نے وہاں ایک کدال مارا تو کیا ہو گا ؟

میں نے کہا:۔

انہوں نے بتایا تھا کہ ان کی قبر کے قبلہ میں ہارون الرشید کی قبر نہیں ہونی چاہیے اور اگر میں ایک کدال ہارون کی قبر کے قبلہ کی جانب ماروں گا تو کھدی کھدائی ایک قبر نمودار ہو گی اور اس کے درمیان ضریح ہو گی ۔

مامون نے کہا:۔

سبحان اللہ! کتنی تعجب کی بات ہے مگر ابوالحسنؑ کے معاملے میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔اچھا اب وہاں کدال مارو میں بھی تو دیکھوں کہ واقعی یہ سچ بات ہے ۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں نے کدال لیا اور ہارون رشید کی قبر کے قبلہ کی جانب ایک مرتبہ کدال مارا تو فوراً ایک کھدی ہوئی قبر نمودار ہوئی اور اس قبر کے درمیان ضریح بنی ہوئی تھی اور لوگ اسے اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے ۔

مامون نے کہا:۔

اچھا اب ان کی میت کو قبر میں اتارو ۔

میں نے کہا:۔

امیرالمومنین ! میرے آقا نے فرمایا تھا کہ انتظار کرنا جب قبر کے اندر سے پانی پھوٹ نکلے اور پوری قبر پانی سے بھر جائے اس میں ایک مچھلی نمودار ہو اور پھر وہ مچھلی غائب ہوجائے اور سارا پانی زمین میں واپس چلا جائے ، تب ان کی میت کو قبر میں اتارا جائے ۔

مامون نے کہا:۔

اچھا جیسا انہوں نے کہا تھا تم ویسا ہی کرو ۔

ہرثمہ کا بیان ہے:۔

پھر میں نے پانی نکلنے اور مچھلی ظاہر ہونے کا انتظار کیا ۔ کچھ دیر بعد لوگوں

نے دیکھا کہ پانی لبلا اس میں مچھلی ظاہر ہو کر غائب ہوگئی اور پانی بھی زمین میں جذب ہوگیا تو میں نے آپؑ کی میت کو قبر کے پہلو میں رکھا اور اس پر اور قبر پر سفید چادر ڈال دی ۔ پھر میت میرے یا کسی دوسرے کے ہاتھ لگائے بغیر خود بخود قبر میں اتر گئی ۔

مامون نے لوگوں سے کہا:۔

آؤ اب قبر پر مٹی ڈالیں ۔

میں نے کہا:۔

امیرالمومنین ! ایسا نہ کریں ۔

مامون نے کہا:۔

تو کیا قبر یونہی کھلی رہے گی اور بند نہ کی جائے گی ؟

میں نے کہا:۔

مولا نے فرمایا تھا کہ میری قبر پر کوئی مٹی نہ ڈالے بلکہ قبر خود بخود مٹی سے پُر ہو کر چوکور اور زمین کے برابر ہوجائے گی۔

مامون نے کہا:۔

اچھا تو پھر مٹی نہ ڈالو اور لوگوں نے اپنے ہاتھوں میں جو مٹی اٹھائی ہوئی تھی وہ پھینک دی پھر قبر خود بخود مٹی سے پُر ہوگئی اور زمین کی سطح کے برابر ہو کر چوکور ہوگئی ۔ پھر مامون دفن کے بعد واپس آیا اور میں بھی واپس آیا ۔

اس کے بعد مامون نے تنہائی میں مجھے بلا کر پوچھا:۔

ہر ثمہ ! تمہیں خدا کی قسم جو کچھ میں نے ابوالحسن قدس اللہ روحہ کے متعلق تم سے سنا ہے کیا یہ باتیں سچ ہیں اور واقعاً انہوں نے تمہیں یہ سب بتایا تھا ؟

میں نے کہا:۔

امیرالمومنین ! میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا ۔ بس وہی کہا جو

انہوں نے بتایا تھا۔

مامون نے کہا:۔

میرا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے اس کے علاوہ اور تو کچھ نہیں کہا تھا ؟

میں نے کہا:۔

امیرالمومنین ! آخر آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں ؟

مامون نے کہا:۔

یہ بتاؤ وہ کوئی اور راز کی بات تو نہیں بتا گئے ؟

میں نے کہا:۔

جی ہاں ! وہ انگور اور انار کی بات بھی بتا گئے ہیں۔

یہ سنتے ہی مامون کا رنگ کبھی زرد ہو جاتا اور کبھی سرخ اور کبھی بالکل سیاہ اور بالآخر وہ غش کھا کے گر پڑا اور اسی غشی کے عالم میں وہ بڑ بڑانے لگا۔

مامون پر اللہ کی نفرین۔ مامون پر رسول اللہؐ کی نفرین ، مامون پر علیؑ کی نفرین ، مامون پر فاطمہ زہراؑ کی نفرین ، مامون پر حسنؑ و حسینؑ کی نفرین ، مامون پر علی بن الحسینؑ کی نفرین ، مامون پر محمد بن علیؑ کی نفرین ، مامون پر جعفر بن محمدؑ کی نفرین ، مامون پر موسیٰ بن جعفرؑ کی نفرین، مامون پر علی بن موسیٰ رضاؑ کی نفرین۔ خدا کی قسم یہ کھلا ہوا صاف صاف خسارہ اور گھاٹا ہوا۔ وہ یہی فقرات بار بار دہراتا رہا۔

ہرثمہ کہتے ہیں جب میں نے اس کا یہ حال دیکھا تو اس کے پاس سے اٹھ کر ایک کنارے جاکر بیٹھ گیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد وہ غشی سے اٹھا اور اس نے مجھے بلایا اس وقت اس کی حالت ایسی تھی جیسے کہ کسی نشے میں چور ہو اور وہ بولا یاد رکھو ! تمہاری اہمیت میرے نزدیک نہ ان سے زیادہ ہے نہ دنیا کی

کسی اور چیز سے زیادہ ہے۔ اگر میں نے کسی سے سن لیا کہ جو کچھ تم نے مجھ سے کہا ہے یا تم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کسی اور سے بھی کہا ہے تو میں تمہیں مار ڈالوں گا۔

میں نے کہا:۔

امیرالمومنین ! میں کسی سے بیان نہ کروں گا اگر ثابت ہوجائے تو میرا خون آپ پر حلال ہے۔

مامون نے کہا نہیں تم مجھ سے اس کا پختہ عہد کرو کہ اس راز کو چھپائے رکھو گے اور کسی سے کچھ نہ کہو گے۔

اس کے بعد اس نے مجھ سے پختہ عہد لیا اور اس کی پوری تاکید کردی۔

ہرثمہ کہتے ہیں کہ جب میں اس کے پاس سے پلٹا تو اس نے تالی بجائی اور قرآن کی یہ آیت پڑھی۔

يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَالَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا۔ (النساء، ۱۰۸)

" یہ لوگ انسانوں کی نظروں سے اپنے آپ کو چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپ سکتے جب کہ وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ رہتا ہے جب وہ نہایت ناپسند باتوں کی سازش کرتے ہیں اور خدا ان کے تمام اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے"۔

امام علی رضا علیہ السلام کے فرزند محمدؑ (تقی) امام تھے اور امام علی رضا علیہ السلام انہیں صادق، صابر، فاضل، مومنین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ملحدین کے لیے باعث غیظ و غضب کے ناموں سے یاد کرتے تھے۔

باب 65

آپؑ کی شہادت پر لکھے گئے چند مرثیے

ابن مشیع مدنی (مرقی خ ل) کا مرثیہ

ا۔ (بحذف اسناد) ابن مشیع مدنی نے امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت پر یہ مرثیہ کہا تھا۔

يا بقعة مات بها سيدى ما مثله في الناس من سيد
مات الهدى من بعده والندى و شمر الموت به يقتدى
لا زال غيث الله يا قبره عليك منه رائحاً مغتدى
كان لنا غيثا به نر توى و كان كالنجم به نهتدى
ان عليا ابن موسى الرضا قد حل والسؤدد في ملحد
يا عين فابكى بدم بعده على انقراض المجد والسؤدد

اے وہ خطۂ زمین جس میں میرے سید و آقا نے شہادت پائی۔ واقعی ان جیسا سید و سردار تو پوری عالم انسانیت میں نہیں ہے۔

آپؑ کی موت کے ساتھ ہدایت اور سخاوت بھی مر گئی اور موت کا دامن انھیں بھی مارنے لگا۔

اے قبر رضاؑ! صبح و شام آپؑ پر بادل برسا کریں (اور آسمان آپؑ کی لحد پر شبنم افشانی کرتا رہے)۔

آپؑ ہمارے لیے ایک بادل تھے جس کے صاف پانی سے ہم سیراب ہوتے تھے اور آپؑ ہمارے لیے ایک ستارہ تھے جس سے ہم راستہ دیکھا کرتے تھے۔

علی بن موسیٰ رضا قبر میں اکیلے نہیں گئے آپؑ کے ساتھ سرداری بھی لحد میں چلی گئی۔

اے میری غم زدہ آنکھ تو ان کے بعد آنسو بہا بہا کر گریہ کر ۔ کیونکہ آپؑ کی شہادت کی وجہ سے عظمت اور سرداری مٹ گئی ہے ۔

علی بن ابی عبداللہ خوانی کا مرثیہ

یا ارض طوس سقاك الله رحمته
ماذا حويت من الخيرات ياطوس ؟
طابت بقاعك في الدنيا و طيبها
شخص ثوى بسنا باد مرموس
شخص عزيز على الا سلام مصرعه
في رحمة الله مغمور و مغموس
يا قبره انت قبر قد تضمنه
حلم و علم و تطهير و تقديس
فخراً فانك مغبوط بجثته
و بالملا ئكة الابرار محروس

اے ارض طوس ! اللہ تجھے اپنے آب رحمت سے سیراب کرے تو نے کیا کیا خیرات و برکات اپنے دامن میں چھپا لیں ہیں ۔

تیرا خطہ دنیا میں پاک و پاکیزہ بن گیا اور اس کی پاکیزگی کی بنیاد وہ شخص ہے جو سناباد (مشہد) میں مدفون ہے ۔

وہ ایسی شخصیت ہے کہ ان کی موت اسلام کے لیے گراں ہے اور وہ اللہ کی رحمت میں مقیم اور رہائش پذیر ہے ۔

اے رضاؑ کی قبر ! تو اس شخصیت کی قبر ہے جن میں حلم ، علم ، طہارت و تقدیس جمع ہے ۔

تجھے اپنے مقدر پر ناز کرنا چاہیے کیونکہ امام عالی مقامؑ کا جسم مطہر تیرے اندر

مدفون ہے اور خدا کے مقرب فرشتے ان کے پہرے دار ہیں۔

دعبل خزاعی کا مرثیہ

۲۔ (محذف اسناد) دعبل بن علی کا بیان ہے کہ مجھے قم میں امام علی رضا علیہ السلام کی موت کی اطلاع ملی تو میں نے آپؑ کی فرقت میں اپنا قصیدۂ رائیہ کہا:۔

اری امیه معذدرین ان قتلوا
و لا اری لبنی العباس من عذر
اولاد حرب و مروان واسرتهم
بنو معیط ولاة الحقد والوغر
قوم قتلتم علی الاسلام اولهم
حتی اذا استمکو اجازوا علی الکفر
اربع بطوس علی قبر الزکی به
ان کنت تربع من دین علی فطر
قبران فی طوس خیرالناس کلهم
و قبر شر هم هذا من العبر
ماینفع الرجس من قرب الزکی وما
علی الزکی بقرب الرجس من ضرر
هیهات کل امری رهن بما کسبت
له یداه فخذ ماشئت او تذر

بنی امیہ اگر آل محمدؐ کو قتل کریں تو میں انہیں معذور سمجھتا ہوں لیکن بنی عباس کے پاس آل محمدؐ کے قتل کا کوئی عذر و جواز نہیں ہے۔

حرب اور مروان کی اولاد اور بنو معیط کا خاندان جو کہ کینہ و عداوت رکھنے والا ہے ان کے پاس آل محمدؐ کے قتل کا ایک عذر ہے۔

کیونکہ آل محمدؑ کے ذریعے سے ان کے بزرگ قتل ہوئے تھے اور جب انہیں قوت مل گئی تو وہ کفر پر چلنے لگے۔

طیب و طاہر کی قبر پر جو کہ طوس میں ہے تم ٹھہر جاؤ۔ اگر تم ان کی قبر پر ٹھہرنے کے خواہش مند ہو جو دین فطرت رکھتے ہیں۔

طوس میں دو قبریں ہیں ایک قبر افضل ترین انسان کی ہے اور دوسری قبر بد ترین شخص (ہارون الرشید) کی ہے۔ یہ انتہائی عبرت آمیز بات ہے۔

اگر کسی نجس کے پہلو میں کوئی پاک ہو تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور کسی طیب و طاہر کے پہلو میں کوئی نجس ہو تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ ہر شخص اپنے اعمال کا گروی ہے اب جو تم چاہو لے لو یا چاہو تو تم چھوڑ دو۔

ابو محمد یزیدی کا مرثیہ

(بحذف اسناد) ابو محمد یزیدی نے امام علی رضا علیہ السلام پر یہ مرثیہ کہا تھا لیکن یہ بات واضح رہے کہ موصوف ہارون الرشید کے شیدائی اور مداح خواں تھے۔ اسی لیے ان کا نظریہ ان کے ان اشعار سے بھی ظاہر ہے۔

مالطوس لا قدس الله طوساً   کل یوم تحوز علقا نفیسا

بدات بالرشید فاقتبضته   وثنت بالرضا علي بن موسیٰ

باما م لا کالائمة فضلا   فسعود الزمان عادت نحوساً

اے طوس کی مردم خور زمین خدا تجھے کبھی پاک نہ کرے تو روزانہ ایک قیمتی جان لیتی ہے۔

تو نے ابتداء رشید سے کی اور پھر دوسری بار تو نے علی بن موسیٰ رضا کو ہم سے چھین لیا۔

تو نے ہم سے ایسا امام چھینا جو فضیلت میں دوسرے ائمہ کی طرح سے نہیں تھا اب زمانے کی سعادت نحوست میں بدل گئی۔

محمد بن حبیب ضبی کا مرثیہ

میں نے محمد بن حبیب ضبی کی کتاب میں یہ مرثیہ لکھا ہوا پایا۔

قبر بطوس به اقام امام　　حتم اليه زيارة و لمام
قبر اقام به السلام دان غدا　　تهدى اليه تحية و سلام
قبر سنا انواره تجلو العمى　　وبتربة قد تدفع الاسقام
قبر يمثل للعيون محمدا　　و وصيه و المؤمنون قيام
خشع العيون لذا وذاك مهابة　　فی كنهها لتحير الافهام
قبر اذا حل الوفود بربعه　　رحلوا وحطت عنهم الاثام
و تزودوا امن العقاب و اومنوا　　من ان يحل عليهم الاعدام
الله عنه به لهم متقبل　　وبذاك عنهم و جفت الاقلام
ان يغن عن سقى الغمام فانه　　لو لاه لم تسق البلاد غمام
قبر على بن موسىٰ حله　　بثراه يزهو الحل والاحرام
فرض اليه السعى كالبيت الذى　　من دونه حق له الاعظام
من زاره فى الله عارف حقه　　فالمس منه على الجحيم حرام
و مقامه لاشك يحمد فى غد　　و له بجنات الخلود مقام
وله بذاك الله اوفى ضامن　　قسماً اليه تنتهى الاقسام
صلى الاله على النبى محمد　　وعلت عليا نصرة و سلام
وكذا على الزهراء صلى سرمدا　　رب بواجب حقها علام
وعليه صلى ثم بالحسن ابتدى　　وعلى الحسين لوجهه الاكرام
وعلى على ذى التقى و محمد　　صلى و كل سيد و همام
وعلى المهذب و المطهر جعفر　　ازكى الصلاة و ان ابى الاقوام
الصادق الماثور عنه علم ما　　فيكم به تتمسك الاقوام

وكذا على موسى ابيك و بعده — صلى عليك و للصلاة دواه
وعلى محمد الزكى فضوعفت — و على على ما استمر كلاه
وعلى الرضا ابن الرضا الحسن الذى — عم البلاد لفقده الاظلاه
وعلى خليفته الذى لكم به — تم النظام فكان فيه تماه
فهوالمؤمل ان يعود به الهدى — غضا وان تستوثق الاحكام
لولا الائمة واحد عن واحد — درس الهدى واستسلم الأسلاه
كل يقوم مقام صاحبه الى — ان تنتهى بالقائم الاياه
يابن النبى و حجة الله التى — هى للصلاة و للصيام قياه
مامن امام غاب عنكم لم يقم — خلف له تشفى به الارغاه
ان الائمة تستوى فى فضلها — والعلم كهل منكم و غلاه
انتم الى الله الوسيلة والاولى — علموا الهدى فهم له اعلاه
انتم ولاة الدين والدنيا و من — لله فيه حرمة و ذماه
ماالناس الامن اقر بفضلكم — والجاحدون بها ئم وسواه
بل هم اضل عن السبيل بكفرهم — والمقتدى منهم بهم ازلاه
يدعون فى دنيا كم وكانهم — فى جحد هم انعامكم انعاه
يانعمة الله التى تحبو بها — من يصطفى من خلقه المنعاه
ان غاب منك الجسم عنااته — للروح منك اقامة و نظاه
ارواحكم موجودة اعيانها — ان عن عيون غيبت اجساه
الفرق بينك والنبى نبوة — اذ بعد ذلك تستوى الاقدام
قبران فى طوس الهدى فى واحد — والغى فى لحد يراه ضراه
قبران مقترنان هذا ترعة — جنوبة فيها يزار اماه
وكذاك ذلك من جهنم حفرة — فيها يجدد للغوى هياه

قرب الغوی من الزکی مضاعف　　لعذابه و لانفه الارغام
ان یدن منه فانه لمباعد　　وعلیه من خلع العذاب رکام
وکذاك لیس یضرك الرجس الذی　　یدنیه منك جنادل ورخام
لابل یریك علیك اعظم حسرة　　اذ انت تکرم واللعین یسام
سوء العذاب مضاعف تجری به　　الساعات والایام والاعوام
یالیت شعری هل بقائمکم غدا　　یغدو ویکفی للقراع حسام
تطفی یدای به غلیلا فیکم　　بین الحشا لم ترو منه اوام
ولقد یهیجنی قبورکم اذا　　هاجت سوای معالم و خیام
من کان یغرم بامتداح ذوی الغنی　　فبمدحکم لی صبوة و غرام
والی ابی حسن الرضا اهدیتها　　مرضیة تلتذها الافهام
خذ ها عن الضبی عبد کم الذی　　هانت علیه فیکم الالوام
ن اقض حق الله فیك فان لی　　حق القری للضیف اذ یعتام
فاجعله منك قبول قصدی انه　　غنم علیه حدانی استغنام
من کان بالتعلیم ادرك حبکم　　فمحبتی ایاکم الهام

خلاصۂ اشعار:۔

طوس میں ایک قبر ہے جس میں امام محوخواب ہیں جس کی زیارت کے لیے جمع ہونا حتمی اور ضروری ہے۔

یہ قبر سلام اور درود و تحیات کے قابل ہے۔اس قبر سے منور ہونے والا ور اندھیروں کو ختم کردیتا ہے اور ان کی تربت سے بیماریاں دور ہوتی ہیں۔

یہ وہ قبر ہے جس کو دیکھ کر محمدؐ اور ان کے وصی کی تصویر آنکھوں میں بھر جاتی ہے۔ اور نگاہیں اس قبر کے سامنے خود بخود جھک جاتی ہیں اور عقلیں متحیر ہوجاتی ہیں۔

یہ وہ قبر ہے جس کی زیارت کے لیے لوگ جوق در جوق آتے ہیں او
جب واپس جانے لگتے ہیں تو ان کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔

زائرین ، عذاب سے اپنی نجات کے پروانے اور تباہی سے امان بھی یہیں سے
حاصل کرتے ہیں۔

امام کی ضریح کے صدقے میں اللہ ان کے عمل قبول کرتا ہے اور زیارت امام کی
وجہ سے ان کے متعلق قلم قضا خشک ہو جاتی ہے۔

وہ سر زمین بادلوں کی بارش سے مستغنی ہے اور اگر امام کا وجود نہ ہوتا
بادل کہیں نہ برستے۔

اس زمین میں علی بن موسیٰ الرضاؑ قیام پذیر ہیں۔ اور یہ زمین مقام حل
حرم کے مساوی ہے۔ اور بیت اللہ کی طرح اس کی طرف دوڑنا بھی واجب ہے۔

جو شخص ان کا عارف بن کر ان کی زیارت کرتا ہے تو اس کے جسم پر دوز
حرام ہو جاتی ہے۔

زائر امام کا مقام کل قابل رشک ہوگا اور جنت خلد میں اس کا مقام ہوگا
اور اس کامیابی و کامرانی کی ضمانت خدا نے دی ہے اور اس سے بڑی
اور کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود وسلام ہو حضرت محمدؐ پر اور حضرت علی مرتضٰ
پر بھی نصرت و سلام ہو۔

اور حضرت زہراؑ پر خدا کی طرف سے درود ہو جس نے ان کے حق کو واج
کیا ہے۔ پھر درود و سلام ہو حسن مجتبیٰؑ پر اور امام حسینؑ پر درود و سلام ہو
صاحب تقویٰ علی زین العابدینؑ اور محمد باقرؑ جیسے عظیم سرداروں پر درود وسلام ہ
اور مہذب و مطہر جعفر پر بلند ترین صلوات و سلام ہو اگرچہ کئی ا
اس کا انکار بھی کیوں نہ کریں۔

جعفر وہ صادق شخصیت ہیں جن سے وہ امور مروی ہیں جن سے باقی اقوام تمسک کرتی ہیں۔

اس کے بعد آپؑ کے والد حضرت موسیٰ کاظمؑ پر سلام ہوں اور ان کے بعد آپؑ پر ہمیشہ کی صلوات ہو۔

پھر صلوات وسلام ہوں محمد تقیؑ پر اور ان کے بعد علی نقیؑ پر جب تک جہان میں کلام قائم رہے۔

پھر رضا کے فرزند رضا حسن عسکریؑ پر سلام ہو جس کی شہادت کی وجہ سے جہان میں تاریکی پھیل گئی۔

پھر خدا کی طرف سے صلوات وسلام ہو ان کے اس جانشین پر جو نظام کو کامل کریں گے۔

اور اس کی وجہ سے یہ امید کی جاتی ہے کہ دنیا میں از سر نو ہدایت جاری ہوگی اور احکام پختہ ہوں گے۔

اگر دنیا میں یکے بعد دیگرے ائمہ کا سلسلہ نہ ہوتا تو ہدایت اور اسلام کا سلسلہ مٹ جاتا۔

یہ سب کے سب ایک دوسرے کے جانشین بنتے آئے اور یہ سلسلہ قائم آل محمد(عج) پر تمام ہوا۔۔۔۔

تمام ائمہ علیھم السلام خواہ جوان ہوں یا ضعیف علم و فضل میں یکساں ہیں۔

آپؑ خدا کے حضور پہنچنے کے وسیلے ہیں اور آپؑ ہی ہدایت کے معلم اور ہدایت کے پرچم ہیں۔

آپؑ دین و دنیا کے والی ہیں اور خدا کے جملہ حقوق وحرمات کے وارث ہیں۔

انسان تو بس وہی ہے جو آپؑ کی فضیلت کو تسلیم کرے اور آپؑ کے منکر افراد جانور اور چوپائے ہیں۔

آپؑ کے مخالف اپنے کفر کی وجہ سے صحیح راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں
اور ان کے پیروکار بھی پانسے کے تیروں کی طرح سے نجس ہیں ۔ وہ ایسے نجس
ہیں جو دنیا میں آپؑ کی ہمسری کا دعوئ کرتے ہیں اور آپؑ کے انعامات کو اپنے لیے
انعامات سمجھتے ہیں ۔

اے نعمت خدا جسے خدا اس کو عطا کرتا ہے جس کو چن لیتا ہے ۔ اگر آپؑ
کا جسم مطہر ہم سے غائب ہوگیا تو کیا ہوا آپؑ کی روح کی رہائش ہمارے اندر موجود ہے
آپؑ کے اجسام اگر غائب ہیں تو ہیں آپؑ کی ارواح ہمارے اندر موجود ہیں۔
آپؑ میں اور نبی میں صرف نبوت کا فرق ہے اس کے بعد قدم یکساں ہیں۔
طوس میں دو قبریں ہیں ایک قبر میں ہدایت ہے اور دوسری قبر میں سراسر
گمراہی ہے ۔

دو قبریں ایک دوسرے سے متصل ہیں اور جنوبی سمت میں وہ قبر ہے جہاں
امامؑ کی زیارت کی جاتی ہے ۔

اور امامؑ کی قبر کے بالکل ساتھ ہی وہ قبر ہے جو دوزخ کا ایک گڑھا ہے
جہاں اس گمراہ کی پیاس میں جدت پیدا ہوتی رہتی ہے ۔

اس گمراہ کی طیب و طاہر سے قربت اس کے عذاب کو دوگنا کرنے والی
ہے اور اسے رسوا کرنے والی ہے ۔

اگر وہ ظاہری طور پر ان کے قریب ہوتو ہو لیکن عذاب کی وجہ سے وہ حقیقت میں بہت
دور ہے۔

اور وہ نجس شخص جسے رخام و مرمر کی سلیں آپؑ کے قریب کر رہی ہیں
وہ آپؑ کو کچھ بھی نقصان نہیں دے سکتا ۔

بلکہ آپؑ کا وجود اس کے لیے زیادہ تکلیف کا سبب ہے کیونکہ جب وہ آپؑ
پر رحمت اور اپنے اوپر عذاب کو دیکھتا ہے۔

اور ہر گھڑی اور ہر وقت اس پر بد ترین عذاب دوگنا ہوتا رہتا ہے۔

میرے دل میں حسرتوں کی بھڑکتی ہوئی آگ کو میرے ہاتھ بجھاتے ہیں۔

آپؑ کی قبور میرے اشتیاق و محبت میں تلاطم پیدا کرتی ہیں۔ جب کہ دوسرے شعراء نشان منزل اور خیام کو دیکھ کر تلاطم میں آتے ہیں۔

لوگ تو دولت مندوں کی تعریف میں لگے ہوئے ہیں لیکن مجھے آپؑ کی مداحی کا عشق اور جنون ہے۔

اور میں اپنی مدح کا ہدیہ امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کے حضور پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

مولا! اپنے غلام ضعبی کا نذرانۂ عقیدت قبول فرمائیں جو آپؑ کے لیے مت ہونے کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

اگر میں اس حق کو ادا کرنے میں کامیاب ہوجاؤں جو خدا نے محبت کی ورت میں مجھ پر فرض کیا ہے تو میں بھی آپؑ کا مہمان ہوں اور آپ پر بھی ہمان نوازی کا حق رکھتا ہوں۔

میری طرف سے میری حاضری کے ارادے کو قبول فرمائیں۔

اگر دوسرے لوگوں کو آپؑ کی محبت بذریعۂ تعلیم حاصل ہوئی مگر مجھے آپؑ محبت بذریعۂ الہام نصیب ہوئی ہے۔

باب 66

امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کا ثواب (۱)

۱۔ (حذف اسناد) یاسر خادم کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ہمارے قبور کے علاوہ باقی قبور کی طرف سفر نہیں کرنا چاہیے۔

آگاہ رہو! مجھے زہر کے ذریعے سے ظلم سے شہید کر دیا جائے گا۔ اور میر

مقام غربت میں دفن کیا جاؤں گا اور جو شخص میری زیارت کے لیے سفر کرے

تو اس کی دعا قبول ہوگی اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے"۔

۲۔(حذف اسناد) حمدان دیوانی سے روایت ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام

نے فرمایا:۔

"جو عالم غربت و مسافرت میں میری قبر کی زیارت کرے گا تو میں قیامت

کے دن تین مقامات پر اس کے پاس جاؤں گا اور اسے وہاں کی ہولناکیوں سے نجات

دلاؤں گا۔

1۔ جب لوگوں کے دائیں بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جا رہے ہوں گے۔

2۔ صراط پر 3۔ میزان پر"

۳۔ (حذف اسناد) حسین بن زید سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق

علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:۔

"میرے فرزند موسیٰ کا ایک فرزند ہوگا جس کا اسم گرامی امیرالمومنین علیہ السلام

کے ہمنام ہوگا، وہ سر زمین طوس کی طرف جائے گا اور طوس خراسان میں ہے

اور وہاں زہر سے قتل کیا جائے گا اور وہاں عالم غربت میں دفن کیا جائے گا۔

ور جو بھی ان کے حق کا عارف بن کر ان کی زیارت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے

شخص جیسا اجر عطا کرے گا جس نے فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں انفاق اور جہاد کیا ہو

(۱)۔ یہ باب سینتیس ۳۷، احادیث پر مشتمل ہے۔

۴۔ (حذف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"عنقریب خراسان میں میرا ایک ٹکڑا دفن کیا جائے گا جو مومن اس کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب کردے گا اور اس کے جسم پر دوزخ کو حرام کردے گا"۔

۵۔ (حذف اسناد) علی بن حسن بن علی بن فضال سے مروی ہے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی۔ انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"خراسان میں ایک ٹکڑا ایسا بھی ہے جو ایک زمانے میں ملائکہؑ کی آمدورفت کا مقام بن جائے گا۔ فرشتوں کی ایک فوج نازل ہوگی اور دوسری زمین سے آسمان کی طرف جارہی ہوگی اور یہ سلسلہ اسرافیل کے صور پھونکے جانے تک قائم رہے گا"۔

آپؑ سے پوچھا گیا:۔

فرزند رسولؐ! وہ کون سا ٹکڑا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"وہ ارض طوس ہے۔ خدا کی قسم! وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اس ٹکڑے میں جو شخص آکر میری زیارت کرے گا تو گویا اس نے رسول مقبولؐ کی زیارت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہزار مقبول حج و عمرہ کا ثواب لکھے گا۔ میں اور میرے آباءؑ قیامت کے دن اس کے شفیع ہوں گے"۔

۶۔ (حذف اسناد) ابو ہاشم داؤد بن قسم جعفری کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:۔

"طوس کے دو پہاڑوں کے درمیان ایک مقام ہے جسے جنت سے یہاں لایا گیا ہے۔ جو اس میں داخل ہوگا وہ قیامت کے دن دوزخ سے مطمئن ہوگا"۔

۷۔ (حذف اسناد) حضرت عبدالعظیم حسنی نے امام محمد تقی علیہ السلام سے

روایت کی ، آپؑ نے فرمایا:۔

"جو میرے والد کی طوس میں زیارت کرے اوراس کے حق کا عارف ہو تو اس کے لیے خدا کی طرف سے میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔

۸۔ اسی اسناد سے حضرت عبدالعظیم حسنی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کی ۔

مولا ! مجھ سے امام حسین علیہ السلام اور طوس میں آپؑ کے والد کی زیارت کی فضیلت کا فیصلہ نہیں ہوسکا ۔ آپؑ کا کیا خیال ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو"۔

آپؑ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور جب باہر آئے تو آپؑ کی آنکھوں کے آنسو آپؑ کے رخساروں پر بہہ رہے تھے اور فرمایا ۔

"ابو عبداللہ علیہ السلام کی قبر کے زائر زیادہ ہیں اور طوس میں میرے والد کی قبر کی زیارت کرنے والے بہت تھوڑے ہیں"۔

۹۔ (بحذف اسناد) ابوالصلت عبدالسلام بن صالح ہروی سے روایت ہے ، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا کہ ہم (ائمہؑ) میں سے ہر ایک مقتول اور شہید ہوگا۔

عرض کیا گیا:۔

فرزند رسولؐ ! آپؑ کو کون قتل کرے گا ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"میرے زمانے کا بد ترین شخص مجھے زہر سے قتل کرے گا اور مجھے دار مضیقہ میں اور مسافرت کے عالم میں دفن کر دے گا ۔

آگاہ رہو ! جو شخص میری غریب الوطنی میں میری قبر کی زیارت کو آئے

گا اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک لاکھ شہیدوں ، ایک لاکھ صدیقین ، ایک لاکھ حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں اور ایک لاکھ مجاہدین کا ثواب تحریر کردے گا اور وہ ہمارے گروہ میں محشور ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے جنت کے بلند درجات میں ہمارا رفیق بنائے گا"۔

۱۰۔(محذف اسناد) احمد بن ابی نصر بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کے ایک مکتوب میں یہ جملے پڑھے ۔

"ہمارے شیعوں تک یہ پیغام پہنچا دو کہ میری زیارت خدا کے ہاں ایک ہزار حج کے مساوی ہے"۔

میں نے ان کے فرزند امام محمد تقی علیہ السلام سے پوچھا:۔

مولا ! ہزار حج ؟

انہوں نے کہا:۔

"خدا کی قسم جو ان کے حق کا عارف بن کر ان کی زیارت کرے تو اسے ایک لاکھ حج کو ثواب ملے گا"۔

۱۱۔ (محذف اسناد) علی بن حسین بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک خراسانی شخص نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی ۔

فرزند رسولؐ! میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا گویا آپؐ مجھ سے فرما رہے تھے ۔

"اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب میرا ایک لخت جگر تمہاری سر زمین میں دفن کیا جائے گا ۔ میری امانت تمہارے سپرد ہوگی اور میرا ایک ستارہ تمہاری خاک میں غروب ہوجائے گا ؟"

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"سنو! میں تمہاری سرزمین میں دفن کیا جاؤں گا۔میں تمہارے نبی صلعم کالخت جگر ہوں اوراس امانت اور اس ستارہ سے مراد میں ہوں۔

آگاہ رہو! کہ جو شخص ہمارے اس حق کو پہچانتے ہوئے جو اللہ کی طرف سے واجب ہے اور میری اطاعت کا دم بھرتے ہوئے میری قبر کی زیارت کو آئے گا تو قیامت کے دن ہم اور ہمارے آبائے کرامؑ اس کے شفیع ہوں گے۔ اور جس کے ہم لوگ شفیع ہوں وہ نجات پاجائے گا خواہ اس پر گناہوں کا بوجھ دو عالم کے جن و انس کے بوجھ کے برابر کیوں نہ ہو۔

اور سنو! میرے والد بزرگوار نے اپنے والد بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے والد علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعاً مجھ کو ہی دیکھا اس لیے کہ شیطان کبھی میری صورت یا میرے اوصیاء کی صورت میں یا ان کے کسی شیعہ کی صورت میں متمثل و متشکل نہیں ہو سکتا۔ سچا خواب نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے"۔

۱۲۔ (بحذف اسناد) عبدالرحمٰن بن نجران کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے پوچھا:۔

جو شخص آپؑ کے والد کی زیارت کرے اس کے لیے کیا اجر ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"خدا کی قسم! اس کے لیے جنت ہے"۔

۱۳۔(بحذف اسناد) علی بن اسباط کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جو شخص آپؑ کے والد کی زیارت خراسان میں کرے تو اس کا اجر کیا ہے۔؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"خدا کی قسم جنت ہے۔ خدا کی قسم جنت ہے"

۱۴۔ (محذف اسناد) جابر بن یزید جعفی نے کہا میں نے وصی الاوصیاء اور وارث علم انبیاء ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیھم السلام سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے سید العابدین علی بن حسینؑ نے بیان کیا۔ انہوں نے سید الشہداء حسینؑ بن علیؑ سے سنا، انہوں نے سید الاوصیاء امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"عنقریب میرا ایک ٹکڑا سر زمین خراسان میں دفن کیا جائے گا۔ جو بھی تکلیف زدہ شخص ان کی زیارت کرے گا تو اللہ اس کے دکھ کو دور کرے گا اور جو گناہ گار ان کی زیارت کرے گا تو اللہ اس کے گناہ معاف کردے گا"۔

۱۵۔ (محذف اسناد) محمد بن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے پوچھا:۔

مولا! ایک شخص کو خدا نے توفیق دی اس نے حج و عمرہ ادا کیا۔ پھر وہ مدینہ گیا اور وہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔ پھر وہ آپؑ کے والد حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے روضے پر ان کے حق کا عارف بن کر گیا اور انہیں خدا کی طرف سے بندوں پر خدا کا جانشین اور خدا کا دروازہ سمجھ کر گیا اور ان کو سلام کیا۔ پھر وہ حضرت ابو عبداللہ حسین بن علیؑ کے روضے پر گیا۔ اور ان کو سلام کیا۔ پھر وہ بغداد گیا اور ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کو سلام کیا۔ پھر وہ اپنے وطن واپس چلا گیا۔ اب کچھ عرصے کے بعد خدا اگر اسے حج کی توفیق دے تو وہ حج کے لیے جائے یا آپؑ کے والد کو سلام کرنے کے لیے خراسان جائے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"اسے خراسان جاکر میرے والد کو سلام کرنا چاہیے۔ اور یہ حج سے افضل ہے۔ لیکن یہ سفر اسے رجب میں کرنا چاہیے۔ تمہیں آج یہ سفر نہیں کرنا چاہیے

کیونکہ ان دنوں حکومت کی طرف سے ہم پر اور تم پر پابندی ہے"۔

۱۶۔ (بحذف اسناد) بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا:۔

"میرا جو بھی دوست میرے حق کا عارف بن کر میری زیارت کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا"۔

۱۷۔ (بحذف اسناد) نعمان بن سعد کا بیان ہے کہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:۔

"میری اولاد میں سے ایک شخص سرزمین خراسان میں زہر سے شہید ہوگا جس کا نام میرا نام اور جس کے والد کا نام عمران کے فرزند کا نام (موسیٰ) ہوگا۔ اور جو شخص ان کی غربت میں جا کر ان کی قبر کی زیارت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ خواہ وہ تعداد میں ستاروں یا بارش کے قطرات یا درختوں کے پتوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں"۔

۱۸۔ (بحذف اسناد) حمزہ بن حمران نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپؑ نے فرمایا:۔

"میرا پوتا خراسان کے ایک شہر طوس میں قتل کیا جائے گا اور جو بھی ان کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے ان کی زیارت کرے تو قیامت کے دن میں اس کو ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں لے جاؤں گا۔ اگرچہ وہ اہل کبائر میں سے ہی کیوں نہ ہو"۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:۔

ان کے حق کی معرفت سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"اس سے یہ مراد ہے کہ زائر انھیں واجب الاطاعت امام سمجھے اور انھیں شہید سمجھے۔ جو بھی ان کے حق کا عارف بن کر ان کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے ستر

ہزار شہداء کا ثواب عطا کرے گا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے شہید ہوئے ہیں"۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں۔

امام جعفر صادقؑ نے اپنے فرزند موسیٰ کاظمؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:۔

"ان کا فرزند طوس میں مارا جائے گا اور ہمارے شیعوں میں سے بہت ہی کم افراد ان کی زیارت کریں گے"۔

۱۹۔ (محذف اسناد) ایوب بن نوح کا بیان ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جو طوس میں میرے والد کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے گا اور جب قیامت کا دن ہوگا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے منبر کے سامنے اس کے لیے منبر نصب کیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ بندوں کے حساب سے فارغ ہوگا"۔

۲۰۔ (محذف اسناد) سلیمان بن حفص مروزی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے سنا۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"جو میرے فرزند علیؑ کی زیارت کرے تو اللہ کی طرف سے اسے ستر مقبول حج کا ثواب دیا جائے گا"۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے از راہ تعجب پوچھا:۔

مولا! ستر حج؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جی ہاں ستر ہزار حج"۔

پھر آپؑ نے فرمایا:۔

"یہ اس لیے ہے کہ بعض حج قبول نہیں ہوتے اور جو ان کی زیارت

کرے یا ان کے پاس ایک رات بسر کرے تو گویا اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی ہے"۔

راوی نے ازراہ تعجب دریافت کیا:۔

گویا اس نے عرش پر اللہ کی زیارت کی ؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جی ہاں ! قیامت کے دن اولین میں سے چار افراد عرش پر ہوں گے اور آخرین میں سے بھی چار افراد ہوں گے۔

اولین میں سے نوحؑ ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ہوں گے اور آخرین میں سے محمد ، علی ، حسن و حسین علیھم السلام ہوں گے۔

پھر رسی لٹکائی جائے گی ہمارے ساتھ قبور ائمہؑ کے زائرین آکر بیٹھیں گے اور تمام ائمہ کے زائرین میں سب سے اعلیٰ درجہ اور عطا و بخشش کے لحاظ سے قریب ترین مقام پر میرے فرزند علی رضاؑ کے زائر ہوں گے"۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں۔

"کان کمن زار اللہ فی عرشہ"

"وہ اس جیسا ہوگا جس نے عرش پر خدا کی زیارت کی ہو"۔

اس قول امامؑ کے معنی کو تشبیہ پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔کیونکہ ملائکہؑ عرش کی زیارت کرتے ہیں اور اس کے ارد گرد طواف کرکے کہتے ہیں۔

"ہم عرش پر اللہ کی زیارت کرتے ہیں"۔

اور ہم بھی اسی طرح سے کہتے ہیں:۔

"ہم حج بیت اللہ کررہے ہیں اور خدا کی زیارت کر رہے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کوکسی مکان میں مقید اور محدود نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ان چیزوں سے کہیں بلند و بالا ہے۔

۲۱۔ (بحذف اسناد) ابوالصلت ہروی کا بیان ہے کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ اہل قم کی ایک جماعت آپؑ کی زیارت کے لیے آئی۔ انہوں نے آپؑ کو سلام کیا، آپؑ نے انہیں سلام کا جواب دیا اور انہیں اپنے قریب بٹھا کر فرمایا:۔

"تمہیں خوش آمدید اور مرحبا ہو۔ تم لوگ ہمارے حقیقی شیعہ ہو اور عنقریب وہ دن تمہارے لیے آنے ہی والا ہے جب تم طوس میں میری قبر کی زیارت کرنے کے لیے آؤ گے۔ آگاہ رہو! جو شخص غسل کر کے میری زیارت کرے گا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جس طرح سے پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھا"۔

۲۲۔ (بحذف اسناد) حضرت عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے کہا کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے سنا، انہوں نے فرمایا:۔

"اہل قم اور اہل آبہ میرے دادا امام علی رضا علیہ السلام کی طوس میں زیارت کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کی مغفرت کی جائے گی۔ آگاہ رہو! جو شخص امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے جائے اور اس پر راستے میں آسمان سے پانی کا چھینٹا آجائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو دوزخ پر حرام قرار دے گا"۔

(مقصد یہ ہے کہ اسے پانی کے قطرے سے جتنی بھی تکلیف ہو تو بھی اس کے بدن کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے محفوظ رکھے گا)

۲۳۔ (بحذف اسناد) سلیمان بن حفص مروزی سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیھما السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

"میرا فرزند علیؑ زہر سے ظلم کے ساتھ شہید کیا جائے گا اور طوس میں ہارون کے پہلو میں مدفون ہو گا۔ جو ان کی زیارت کرے تو گویا اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کی"۔

۲۴۔ (بحذف اسناد) حسن بن علی وشاء کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا

علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:۔

"ہر امامؑ کا ان کے شیعوں کی گردن میں ایک عہد ہوتا ہے اور ان کی قبور کی زیارت وعدہ وفائی اور حسن ادائیگی کی علامت ہے۔ جو ان کی زیارت کا شوق رکھ کر اور جس کی ائمہؑ نے رغبت (خواہش) کی تھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے ان کی زیارت کرے تو وہ ائمہؑ قیامت کے دن ان کے شفاعت کنندہ ہوں گے"۔

۲۵۔ (محذف اسناد) ابراہیم بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوالحسن ثالث کو خط لکھا جس میں میں نے امام حسین، امام علی رضا، امام محمد تقی علیھم السلام کی زیارت کے متعلق ان سے دریافت کیا۔

آپؑ نے اس کے جواب میں لکھا:۔

"ابوعبداللہ الحسینؑ سب سے مقدم ہیں اور باقی زیارات اجر کو عظیم بنانے والی اور جمع کرنے والی ہیں"۔

۲۶۔ (محذف اسناد) علی بن مہزیار کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے پوچھا:۔

امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت افضل ہے یا امام حسین علیہ السلام کی زیارت افضل ہے؟

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:۔

میرے والد کی زیارت افضل ہے۔ کیونکہ ابوعبداللہ الحسینؑ کی زیارت تمام لوگ کرتے ہیں اور میرے والد کی زیارت شیعوں میں سے خاص افراد ہی کرتے ہیں۔(۱)

---

(۱)۔ شیعوں میں خاص افراد سے مراد فرقۂ ناجیہ اثناء عشریہ ہے۔ کیونکہ شیعوں کے باقی فرقے مثلاً زیدیہ، جارودیہ، کیسانیہ، فطحیہ (اور اسماعیلیہ) امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کو نہیں جاتے اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس دور میں امام محمد تقی علیہ السلام نے یہ الفاظ فرمائے تھے اس وقت اثناء عشریہ فرقہ کے افراد انتہائی کم تھے۔ (اس کا بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۲۷۔ (حذف اسناد) حسن بن علی وشاء کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"عنقریب مجھے زہر سے ظلم کے ساتھ قتل کردیا جائے گا ۔ جو میرے حق کا عارف ہو کر میری زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کردے گا"۔

۲۸۔ (حذف اسناد) اسماعیل بن مہران کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جب تم میں سے کوئی حج کرے تو اپنے حج کو ہماری زیارت پر ختم کرے یہ حج کی تکمیل ہے"۔

۲۹۔ (حذف اسناد) جابر سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:۔

"حج کی تکمیل امام کی ملاقات سے ہوتی ہے"۔

۳۰۔ (حذف اسناد) زرارہ سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:۔

"لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ پتھر کے بنے ہوئے گھر کا طواف کریں ۔ پھر ہمارے پاس آئیں اور اپنی ولایت کی ہمیں اطلاع دیں اور اپنی نصرت ہمارے سامنے پیش کریں"۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ کریں۔

• اور اس وقت کا ایران بھی مخالفین آل محمدؐ سے بھرا ہوا تھا جیسا کہ آج بھی ان کے تاریخی آثار و شواہد اس کی گواہی دیتے ہیں ۔ اور اس کے برعکس لوگوں کی ایک بڑی تعداد امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو جاتی تھی اور اس میں شیعوں کے تمام فرقے شامل تھے ۔ جب کہ امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت صرف فرقہ ناجیہ کے افراد ہی کرتے تھے ۔ اور ویسے بھی لوگوں کے دلوں میں جتنی محبت امام حسین علیہ السلام سے ہے اتنی محبت باقی ائمہ میں سے کسی کے ساتھ نہیں ہے ۔ (ماخوذ از اللؤلؤة الغالیة)

۳۱۔ (محذف اسناد) زید شحام کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:۔

جو آپؑ حضرات میں سے کسی ایک کی زیارت کرے تو اس کا کیا ثواب ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جیسے اس نے رسول خداؐ کی زیارت کی ہو"۔

۳۲۔ (محذف اسناد) صقر بن دلف کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا و مولا امام علی نقی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:۔

"جو شخص خدا سے کوئی حاجت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ غسل کر کے طوس میں میرے دادا امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کرے۔ اور ان کے سر کے سمت میں کھڑا ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اور اپنے قنوت میں اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرے گا۔ لیکن وہ حاجت کسی گناہ اور قطع رحمی کے متعلق نہ ہو۔ امام علی رضا علیہ السلام کی قبر کا مقام جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جو بھی مومن ان کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے آزاد کرے گا اور اسے جنت میں مقام اعلیٰ عطا کرے گا"۔

۳۳۔ (محذف اسناد) علی بن حسن بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"مجھے قتل کیا جائے گا، مجھے زہر دیا جائے گا اور ارض غربت میں مجھے دفن کیا جائے گا۔ میں یہ بات اس عہد کی وجہ سے جانتا ہوں جس کا تذکرہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا تھا اور انہوں نے اس عہد کا تذکرہ اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خداؐ سے روایت کیا تھا۔

آگاہ رہو! جو میری غربت میں میری زیارت کرے تو قیامت کے دن میں اور میرے آبائے طاہرینؑ اس کی شفاعت کریں گے اور جس کی شفاعت کرنے

والے ہم ہوں تو وہ نجات پائے گا اگرچہ اس پر جن و انس کے برابر بھی گناہوں کا بوجھ کیوں نہ ہو"۔

قصیدہ دعبل میں دو اشعار کا اضافہ

۳۴۔ ابوالصلت ہروی سے روایت ہے کہ دعبل بن علی خزاعی مرو میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

فرزند رسولؐ! میں نے ایک قصیدہ کہا ہے اور قسم کھائی ہے کہ آپؑ کے سنانے سے پہلے کسی کو نہ سناؤں گا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

سناؤ کیا قصیدہ ہے؟

دعبل نے جواب میں اپنا مشہور قصیدہ پڑھا جس کا مطلع یہ تھا۔

مدارس ایات خلت من تلاوۃ ومنزل وحی مقفر العرصات

"آیات الٰہی کے مدارس تلاوت سے خالی ہوچکے ہیں اور منزل وحی کا آنگن سُونا سا پڑا ہے"۔

اور جب دعبل اپنے اس شعر پر پہنچا۔

اری فیئھم فی غیرھم متقسما وایدیھم من فیئھم صفرات

"میں دیکھ رہاہوں کہ ان کا مال اغیار میں تقسیم ہورہا ہے اور یہ لوگ بے چارے بالکل خالی اور تنگدست ہیں"۔

اس کے بعد آل محمدؐ کے مصائب کاذکر کرتے ہوئے جب دعبل اپنے اس شعر پر پہنچا۔

و قبر ببغداد لنفس زکیۃ تضمنھا الرحمن فی الغرفات

"اور ایک قبر بغداد میں ہے جو ایک پاکیزہ انسان کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ عطافرمائے"۔

یہ سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

دعبل ! اگر چاہو تو میں تمہارے قصیدے میں اپنی طرف سے دو اشعار کا اضافہ کردوں تاکہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے ؟

دعبل نے کہا:۔

جی ہاں ! فرزند رسولؐ اس سے بڑھ کر میرے لیے اور سعادت کیا ہوگی۔

آپؑ نے فرمایا:۔

" اچھا لکھو ۔

وقبر بطوس یا لهامن مصیبة — تو قد فی الاحشاء بالحرقات

الی الحشر حتیٰ یبعث الله قائما — یفرج عنا الهم و الکربات

" اور ایک قبر طوس میں بھی ہوگی افسوس! یہ مصائب ایسے ہیں کہ اس کے غم کی آگ حشر تک دلوں میں بھڑکتی رہے گی "۔

" یہاں تک کہ اللہ اپنے امام قائم (عج) کو بھیجے گا جو ہمارے سارے غم و اندوہ کو دور کردے گا "۔

دعبل نے پوچھا:۔

فرزند رسولؐ! طوس میں کس کی قبر ہوگی ؟

امام نے فرمایا:۔

"یہ میری قبر ہوگی اور کچھ زیادہ مدت نہ گزرے گی کہ طوس میں ہمارے شیعوں اور زائرین کی آمدورفت شروع ہو جائے گی ۔ یاد رکھو ! جو طوس میں آکر مجھ غریب اور آوارہ وطن کی زیارت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے درجے میں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا"۔

دعبل کا مکمل قصیدہ سننے کے بعد امام علی رضا علیہ السلام اٹھے اور اندر تشریف لے گئے اور دعبل کو حکم دیا کہ بیٹھے رہنا ابھی کچھ دیر تم نہ جانا ۔

پھر کچھ دیر کے بعد ایک خادم گھر سے برآمد ہوا اور ایک سو دینار رضویہ

کی تھیلی دعبل کو دے کر کہا:۔

آقا نے فرمایا ہے کہ یہ رقم تمہارے اخراجات کے لیے ہے۔

دعبل نے کہا:۔

خدا کی قسم میں اس لیے تو نہیں آیا تھا اور نہ ہی میں نے کسی صلہ کی لالچ میں یہ قصیدہ کہا تھا یہ کہہ کر اس نے یہ تھیلی واپس کردی اور کہا اگر مجھے میرے آقا و مولا کے لباسوں میں سے ایک لباس مل جاتا تو میں بطور تبرک اسے اپنے لیے باعث شرف سمجھتا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے اپنا ایک خز کا جبہ اور اس کے ساتھ دیناروں کی وہ تھیلی دوبارہ بھیجی اور کہلا بھیجا۔

"یہ تھیلی واپس نہ کرو۔ تمہیں اس کی ضرورت پیش آئے گی"۔

دعبل نے وہ جبہ اور وہ تھیلی لے لی اور واپسی کا ارادہ کیا اور وہاں سے ایک قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب خراسان پہنچے تو ڈاکہ پڑ گیا اور ڈاکوؤں نے سارے اہل قافلہ کو پکڑ کر ان کے دونوں بازو باندھ دیئے اور دعبل کے بھی دونوں شانے باندھ دیئے گئے۔ اب ڈاکوؤں نے قافلے کے سارے مال پر قبضہ کرکے اسے آپس میں تقسیم کرنے لگے۔ اس وقت انہی میں سے ایک ڈاکو نے دعبل کا یہ شعر بطور تمثیل پڑھا۔

ارى فيئهم في غير هم متقسماً وايد يهم من فيئهم صفرات

"میں دیکھتا ہوں کہ بے چاروں کا مال و متاع تو اغیار میں تقسیم ہو رہا ہے اور اب ان غریبوں کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے"۔

جب دعبل نے اپنا ہی یہ شعر ایک ڈاکو کو پڑھتے ہوئے سنا تو اس سے دریافت کیا:۔

یہ شعر کس کا ہے؟

ڈاکو نے کہا:۔

قبیلۂ خزاعہ کے ایک شاعر دعبل بن علی کا یہ شعر ہے۔

دعبل نے کہا:۔

وہی دعبل تو میں ہوں جس نے یہ قصیدہ کہا تھا اور یہ شعر میرے ہی ایک قصیدہ کا ہے۔

یہ سن کر وہ ڈاکو دوڑتا ہوا اپنے سردار کے پاس پہنچا جو ایک ٹیلے پر نماز میں مصروف تھا اور وہ شیعوں میں سے تھا اسے اس کی اطلاع دی۔

یہ سنتے ہی وہ سردار خود دعبل کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہا کیا تم دعبل ہو؟

دعبل نے کہا:۔

ہاں میں ہی دعبل خزاعی ہوں۔

سردار نے کہا:۔

اچھا اگر تم دعبل ہو تو اپنا پورا قصیدہ سناؤ۔

دعبل نے پورا قصیدہ سنایا تو سردار نے دعبل کے دونوں شانے کھول دیئے۔ پھر اس نے سارے قافلے کے بھی بازوؤں سے رسیاں کھول دیں اور دعبل کے اعزاز میں سارے قافلے کا مال و متاع جو لوٹا تھا وہ سب واپس کر دیا۔

ڈاکوؤں سے رہائی پانے کے بعد دعبل قم میں پہنچے۔ اہل قم نے ان سے قصیدہ سنانے کی فرمائش کی۔ تو انہوں نے کہا :۔

اچھا تم لوگ جامع مسجد میں جمع ہو جاؤ۔

جب سب لوگ جامع مسجد میں جمع ہو گئے تو دعبل خزاعی منبر پر گئے اور اپنا قصیدہ سنایا۔ لوگوں نے بہت مال و متاع اور خلعت و پوشاک ان کی نذر کی۔ پھر جب لوگوں کو پتہ چلا کہ امامؑ نے ان کو جبہ بھی دیا ہے تو ان سے گزارش کی کہ وہ جبہ ان لوگوں کے ہاتھ ایک ہزار دینار میں فروخت کر دیں۔

مگر دعبل اس پر راضی نہ ہوئے اور قم سے روانہ ہوگئے ۔ اور جب وہ قم کے مضافات سے ذرا آگے بڑھے تو عرب کے نوجوانوں کا ایک گروہ آیا اور ان سے وہ جبہ چھین لیا۔

جبہ لٹنے کے بعد دعبل دوبارہ قم میں آئے اور بزرگوں سے جبہ کی واپسی کی درخواست کی ۔ مگر نوجوانوں نے واپس کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے بزرگوں کی کوئی بات نہ مانی اور کہنے لگے کہ اب یہ جبہ انہیں واپس نہیں کیا جائے گا ہاں اگر وہ اس کی قیمت ایک ہزار دینار لینا چاہیں تو لے لیں ۔

جب دعبل نے دیکھا کہ جبہ کسی طرح ان کے ہاتھ نہیں آتا تو کہا اچھا اس میں سے ایک ٹکڑا ہی مجھے واپس کردو ۔

نوجوانوں نے کہا:۔

ہاں یہ درست ہے ۔ پھر جبہ کا ایک حصہ اور باقی حصے کی قیمت ایک ہزار دینار انہیں پیش کیا۔

جب دعبل وہاں سے پلٹے تو دیکھا کہ گھر کا سارا اثاثہ چور لے گئے ہیں تو دعبل نے امام علیہ السلام کے عطا کردہ دینار محبان آل محمدؑ کے پاس فروخت کیے اور ایک دینار کے بدلے میں ایک سو دینار حاصل کیے ۔ اور یوں ان کو دس ہزار دینار حاصل ہوئے ۔ اب انہیں یاد آیا کہ امامؑ علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا کہ یہ دینار واپس نہ کرو تمہیں اس کی ضرورت پیش آئے گی ۔

دعبل کی ایک کنیز تھی جو انہیں بہت پیاری تھی ۔ اس کی آنکھیں خراب ہوچکی تھیں اور اطباء نے اس کی آنکھوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد کہا تھا کہ داہنی آنکھ تو بالکل لا علاج ہے البتہ ہم بائیں آنکھ کا علاج کریں گے ۔ اور ہمیں امید ہے کہ یہ ایک آنکھ ٹھیک ہوجائے گی ۔

جب دعبل نے اپنی کنیز کی یہ حالت دیکھی تو اسے شدید صدمہ ہوا اور اس

نے امام علی رضا علیہ السلام کے جبہ کا وہی ٹکڑا رات کے وقت اس کی آنکھوں پر باندھ دیا۔ جب صبح ہوئی تو امام علیہ السلام کی برکت سے اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ بہتر ہو چکی تھیں۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ اس باب میں اس لیے تحریر کیا۔ کیونکہ اس میں امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کی پیش گوئی اور زیارت امام رضا علیہ السلام کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔

حضرت حجت (عج) کے متعلق دعبل کے اشعار

۳۵۔ (بحذف اسناد) عبدالسلام بن صالح ہروی کا بیان ہے کہ میں نے دعبل بن علی خزاعی کو کہتے ہوئے سنا کہ جب میں نے اپنے آقا و مولا علی رضا علیہ السلام کو اپنا "مدارس ایات" والا قصیدہ سنایا اور اپنے ان اشعار پر پہنچا۔

خروج امام لا محالة خارج   یقوم علی اسم الله والبرکات

یمیز فینا کل حق و باطل   و یجزی علی النعماء النقمات

"ہمیں یقین واثق ہے کہ ہمارے امام(ع) پردۂ غیب سے لازماً برآمد ہوں گے اور اللہ کا نام اور اس کی نصرت و برکت لیے ہوئے اٹھیں گے۔
اور وہ تمام حق و باطل کو جدا جدا کریں گے۔ پھر اہل حق کو انعام اور اہل باطل کو سزائیں دی جائیں گی"۔

دعبل کا بیان ہے کہ یہ شعر سن کر امام علی رضا علیہ السلام بہت روئے پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

اے خزاعی ان اشعار میں روح القدس تیری زبان سے گویا ہوا ہے مگر تمہیں معلوم ہے کہ وہ امام کون ہے اور وہ کب قیام کریں گے؟

میں نے عرض کیا:۔

آقا! مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ میں نے آپ حضرات سے سنا ہے کہ

آپؑ میں سے ایک امام ظہور کریں گے جو زمین کو فتنہ و فساد سے پاک کر کے اسے عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"دعبل! میرے بعد میرا فرزند محمدؑ ہے۔ محمدؑ کے بعد ان کا فرزند علیؑ ہوگا۔ اور علیؑ کے بعد ان کا فرزند حسنؑ ہو گا۔اور حسنؑ کے بعد ان کا فرزند حجت قائم (عج) ہوگا۔ان کی غیبت میں ان کے ظہور کا انتظار کیا جائے گا اور ظہور کے بعد سب کو ان کی اطاعت کرنا پڑے گی اور اگر دنیا کی مدت کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ اس ایک دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ وہ ظہور کرے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہو گی۔ لیکن وہ کب ظہور کریں گے اس بارے میں میرے والد نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔

یا رسول اللہؐ! آپؐ کی اولاد میں سے امام قائم (عج) کب ظہور کریں گے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

"ان کے ظہور کا وقت بھی قیامت کے وقت کی مانند ہے اس کا وقت متعین نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس کا تعین آسمانوں اور زمینوں پر گراں گزرے گا۔ وہ کسی سابقہ اعلان کے بغیر اچانک ظہور کریں گے"۔

دعبل کا عالمِ نزع

۳۶۔(بحذف اسناد) علی بن دعبل بن علی خزاعی کا بیان ہے، جب میرے والد کا وقت وفات قریب آیا تو ان کا رنگ بدل گیا۔ زبان بیٹھ گئی، چہرہ سیاہ پڑ گیا ان کا یہ حال دیکھ کر قریب تھا کہ میں ان کے مذہب ہی کو چھوڑ دوں۔ مگر ان کے انتقال کے تین دن بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ سفید ٹوپی

پہنے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے سفید رنگ کے شفاف کپڑے پہن رکھے ہیں۔

میں نے پوچھا:۔

بابا یہ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

انہوں نے کہا:۔

بیٹے! وہ جو تم نے دیکھا تھا کہ میرا چہرہ سیاہ ہوگیا تھا اور زبان بیٹھ گئی تھی

تو یہ اس دنیا میں میری شراب نوشی کی سزا تھی۔

میری یہی حالت رہی یہاں تک کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی زیارت کی اور آپؐ نے سفید لباس اور سفید ٹوپی پہن رکھی تھی۔

آپؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا:۔

کیا تم دعبل ہو؟

میں نے عرض کیا:۔

جی یارسول اللہؐ!

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

میری اولاد کی مدح میں تم نے جو اشعار کہے ہیں وہ سناؤ تو میں نے یہ

دو اشعار انہیں سنائے۔

لا اضحك الله سن الدهر ان ضحكت
وآل احمد مظلومون قد قهروا

مشردون نفوا عن عقر دارهم
كانهم قد جنوا ماليس يغتفر

جب آل احمد (محمدؐ) مظلوم و مقہور ہوں تو خدا کرے زمانے کو ہنسنا نصیب

ہو یہ غریب اپنے گھروں سے زبردستی نکال دیئے گئے گویا کہ ان سے ناقابل معافی کوئی ج

صادر ہوا ہو۔

یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

ماشاء اللہ خوب کہا۔ پھر آپؐ نے اللہ سے میری شفاعت فرمادی اور آپؐ نے اپنا لباس مجھے دے دیا جو اب میرے جسم پر ہے۔

دعبل کی لوح قبر

۷۳۔ ابو نصر محمد بن حسن کرخی کاتب کا بیان ہے کہ میں نے دعبل بن علی خزاعی کی لوح قبر پر مندرجہ ذیل شعر کندہ کئے ہوئے دیکھے۔

اعد لله یوم یلقاه دعبل ان لااله الا هو
یقولها مخلصاً عساه بها یرحمه فی القیامة الله
الله مولاه والرسول ومن بعدهما فالوصی مولاه

" دعبل نے اللہ سے ملاقات کرنے کے دن کے لیے **لااله الاالله** کا سامان فراہم کر رکھا ہے۔

وہ یہ کلمہ صدق نیت اور اخلاص کی گہرائیوں سے پڑھا کرتا تھا ممکن ہے اس کلمہ کے صدقے میں اللہ قیامت کے دن اس پر رحم فرمائے۔

دعبل اللہ کو اپنا مولا، پھر رسولؐ کو اپنا مولا ان دونوں کے بعد وصی رسول حضرت علیؑ کو اپنا مولا جانتا تھا"۔

باب 67

حضرت معصومہ قمؑ کی زیارت کی فضیلت(۱)

۱۔ (محذف اسناد) سعد بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفر سلام اللہ علیہم کی زیارت کے متعلق سوال کیا۔

تو آپ نے فرمایا:۔

"جو ان کی زیارت کرے اس کے لیے جنت ہے"۔(۲)

---

(۱)۔ یہ باب ایک روایت پر مشتمل ہے۔

(۲)۔ سیدۂ جلیلہ حضرت فاطمہ بنت امام موسیٰ بن جعفر علیہم السلام جن کو معصومۂ قم سلام اللہ علیھا کہا جاتا ہے اور ان کی قبر شریف قم میں معروف و مشہور ہے۔ اس میں قبہ (گنبد) ضریح، صحن، خدام اور بہت سے موقوفات ہیں۔ یہ اہل علم کے لیے روشنیٔ چشم اور عام انسانوں کے لیے پناہ گاہ ہر سال دور دراز سے مومنین کے کارواں زحمت سفر برداشت کر کے آپؑ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ آپؑ کی جلالت کے بارے میں معتبر سند سے امام علی رضا علیہ السلام کے فرزند امام محمد تقی علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ "جو شخص میری پھوپھی کی قم میں زیارت کرے اس کے لیے جنت ہے"۔ علامہ مجلسی نے بعض کتب زیارات سے نقل کیا ہے کہ علی بن ابراہیم نے اپنے والد کے حوالے سے سعد اشعری قمی سے امام علی رضا علیہ السلام کی روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ سعد تمہارے پاس ہماری ایک قبر ہے۔ میں نے عرض کی میری جان قربان! کیا قبر فاطمہ (معصومہ) دختر امام موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں فرما رہے ہیں؟ فرمایا: بے شک، مَنْ زَارَهَا عَارِفًا بِحَقِّهَا فَلَهُ الْجَنَّةُ۔

"جو ان کے حق کو پہچان کر ان کی زیارت کرے اس کے لیے جنت ہے"۔

(ماخوذ از مفاتیح الجنان)

باب 68

امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کا طریقہ (۱)

ہمارے شیخ محمد بن حسن نے اپنی جامع میں لکھا ہے۔

جب تم امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کا قصد کرو تو گھر سے نکلتے وقت غسل کرو اور غسل کے وقت یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْنِیْ وَطَھِّرْ لِیْ قَلْبِیْ ، وَ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ، وَ اَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِدْحَتَكَ ، وَ الثَّنَآءَ عَلَیْكَ ، فَاِنَّهٗ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لِیْ طَھُوْرًا وَّ شِفَآءً ۔

" پروردگار ! مجھے پاک کر اور میرے دل کو پاک کر اور میرے سینے کو کشادہ فرما اور میری زبان پر اپنی حمد و ثنا جاری فرما ۔ تیرے علاوہ کوئی طاقت و قوت نہیں ہے ۔ پروردگار اسے میرے لیے باعث طہارت و شفا بنا "۔

اور اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھو ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ اِلَی اللّٰهِ ، وَ اِلَی ابْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، حَسْبِیَ اللّٰهُ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ ، اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ تَوَجَّھْتُ ، وَ اِلَیْكَ قَصَدْتُ ، وَ مَا عِنْدَكَ اَرَدْتُ ۔

" اللہ کے نام کا سہارا لے کر جو رحمٰن و رحیم ہے ۔ اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد سے اور اللہ کی طرف اور رسول خداؐ کے فرزند کی طرف میرے لیے اللہ کافی ہے ۔ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ۔ پروردگار ! میں نے تیری طرف رخ کیا اور تیرے حضور آنے کا قصد کیا اور تیرے پاس جو کچھ ہے اسے حاصل کرنے کا ارادہ کیا "۔

---

(۱)۔ یہ باب ایک روایت پر مشتمل ہے ۔

گھر سے نکل کر اپنے دروازے پر رک جاؤ اور یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ وَجَّھْتُ وَجْھِیْ، وَ عَلَیْكَ خَلَّفْتُ اَھْلِیْ وَ مَالِیْ وَ وَلَدِیْ وَمَا خَوَّلْتَنِیْ، وَبِكَ وَثِقْتُ، فَلَا تُخَیِّبْنِیْ، یَامَنْ لَّا یُخَیِّبُ مَنْ اَرَادَہٗ، وَلَا یُضَیِّعُ مَنْ حَفِظَہٗ، صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ، وَّاحْفَظْنِیْ بِحِفْظِكَ، فَاِنَّہٗ لَا یَضِیْعُ مَنْ حَفِظْتَہٗ۔

"خدایا! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف مبذول کیا اور تیرے ہی سہارے پر میں نے اپنے اہل و عیال اور مال اور جو کچھ بھی تو نے مجھے عطا کیا ہے، چھوڑا اور میں نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا۔ اے وہ ذات کہ جس کا ارادہ کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا، مجھے ناکام نہ کرنا اور جس کا تو محافظ ہو وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ محمد و آل محمد پر صلوات بھیج اور اپنی حفاظت کے ساتھ مجھے محفوظ فرما کیونکہ ا جس کی حفاظت کرے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا"۔

جب خیر و عافیت سے مشہد مقدس پہنچ جاؤ تو وہاں زیارت کے قصد سے غسل کرو اور غسل کرتے وقت یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْنِیْ وَطَھِّرْ لِیْ قَلْبِیْ، وَ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ، اَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِدْحَتَكَ وَ مَحَبَّتَكَ وَالثَّنَآءَ عَلَیْكَ، فَاِنَّہٗ لَا قُوَّ اِلَّا بِكَ، وَ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ قُوَّۃَ دِیْنِیَ التَّسْلِیْمُ لِاَمْرِكَ، وَ الْاِتِّبَا لِسُنَّۃِ نَبِیِّكَ وَ الشَّھَادَۃُ عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِكَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ شِفَ وَّ نُوْرًا، اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

"خدایا! مجھے پاک کر اور میرے دل کو پاک کر اور میرے سینے کو کش کر اور میری زبان پر اپنی مدح، اپنی محبت اور اپنی ثنا جاری فرما۔ کیونکہ تیر علاوہ کوئی قوت نہیں ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ میرے دین کی قوت تیر فرمان کے سامنے جھک جانا اور تیرے نبیؐ کی سنت کی اتباع کرنا اور تیری مخلوق پر شہادت دینا ہے۔ خدایا! اسے میرے لیے شفا اور نور بنا، بے شک ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

غسل مکمل کرکے اپنے پاکیزہ کپڑے پہنو اور پا پیادہ چلتے ہوئے ر

اطہر کی طرف جاؤ اور پورے سکون و وقار کے ساتھ چلو اور راہ چلتے ہوئے تکبیر و تہلیل (لاالہ الااللہ) و تمجید کرتے ہوئے جاؤ اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے چلو اور جب روضۂ اطہر میں قدم رکھو تو اس وقت یہ پڑھو ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ ، وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ ۔

" خدا کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے ۔ اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد سے اور رسول خدا کی ملت پر ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ، وہ اکیلا اور لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ اللہ کے ولی ہیں"۔

پھر وہاں سے چلتے ہوئے امام علیہ السلام کی ضریح مقدس کے پاس جاؤ اور ان کے چہرے کے سامنے اپنا چہرہ کرو اور قبلہ تمہاری دونوں شانوں کے درمیان ہونا چاہیے اور وہاں کھڑے ہوکر یہ زیارت پڑھو ۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، وَ اَنَّهٗ سَيِّدُ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ، وَ اَنَّهٗ سَيِّدُ الْاَنْبِيَآءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ وَ نَبِيِّكَ ، وَ سَيِّدِ خَلْقِكَ اَجْمَعِيْنَ ، صَلٰوةً لَّا يَقْوٰى عَلٰى اِحْصَآئِهَا غَيْرُكَ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ ، عَبْدِكَ وَ اَخِيْ رَسُوْلِكَ ، اَلَّذِى انْتَجَبْتَهٗ بِعِلْمِكَ ، وَ جَعَلْتَهٗ هَادِيًا لِّمَنْ شِئْتَ مِنْ خَلْقِكَ ، وَ الدَّلِيْلَ عَلٰى مَنْ بَعَثْتَهٗ بِرِسَالَاتِكَ ، وَ دَيَّانَ الدِّيْنِ بِعَدْلِكَ ، وَفَصْلَ قَضَآئِكَ بَيْنَ خَلْقِكَ ، وَالْمُهَيْمِنَ عَلٰى ذٰلِكَ كُلِّهٖ ، وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ، وَ زَوْجَةِ وَلِيِّكَ، وَ اُ
السِّبْطَيْنِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ، سَيِّدَيْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، الطُّهْرَ
الطَّاهِرَةِ الْمُطَهَّرَةِ، اَلتَّقِيَّةِ النَّقِيَّةِ، اَلرَّضِيَّةِ الْمَرْضِيَّةِ الزَّكِيَّةِ، سَيِّدَ
نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَجْمَعِيْنَ، صَلٰوةً لَّا يَقْوٰى عَلٰى اِحْصَآئِهَا غَيْرُكَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ سِبْطَيْ نَبِيِّكَ،
سَيِّدَيْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، اَلْقَآئِمِيْنِ فِيْ خَلْقِكَ، وَالدَّلِيْلَيْنِ عَلٰى
مَنْ بَعَثْتَهٗ بِرِسَالَاتِكَ، وَ دَيَّانَيِ الدِّيْنِ بِعَدْلِكَ، وَفَصْلَيْ قَضَآئِكَ بَيْنَ
خَلْقِكَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَبْدِكَ الْقَآئِمِ فِيْ
خَلْقِكَ، وَالدَّلِيْلِ عَلٰى مَنْ بَعَثْتَهٗ بِرِسَالَاتِكَ، وَدَيَّانِ الدِّيْنِ بِعَدْلِكَ
وَ فَصْلِ قَضَآئِكَ بَيْنَ خَلْقِكَ، سَيِّدِ الْعَابِدِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَبْدِكَ وَخَلِيْفَتِكَ فِيْ
اَرْضِكَ، بَاقِرِ عِلْمِ النَّبِيِّيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِنِ الصَّادِقِ، عَبْدِكَ
وَلِيِّ دِيْنِكَ، وَ حُجَّتِكَ عَلٰى خَلْقِكَ اَجْمَعِيْنَ، اَلصَّادِقِ الْبَآرِّ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَبْدِكَ الصَّالِحِ،
لِسَانِكَ فِيْ خَلْقِكَ، اَلنَّاطِقِ بِحُكْمِكَ، وَ الْحُجَّةِ عَلٰى بَرِيَّتِكَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا الْمُرْتَضٰى، عَبْدِ
وَ وَلِيِّ دِيْنِكَ، اَلْقَآئِمِ بِعَدْلِكَ، وَ الدَّاعِيْ اِلٰى دِيْنِكَ وَ دِيْ
اٰبَآئِهِ الصَّادِقِيْنَ، صَلٰوةً لَّا يَقْوٰى عَلٰى اِحْصَآئِهَا غَيْرُكَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَبْدِكَ وَ وَلِيِّكَ الْقَآئِ
بِاَمْرِكَ، وَالدَّاعِيْ اِلٰى سَبِيْلِكَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَبْدِكَ وَ وَلِيِّ دِيْنِكَ
وَ حُجَّتِكَ عَلٰى خَلْقِكَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، اَلْعَامِلِ بِاَمْرِكَ

اَلْقَآئِمِ فِیْ خَلْقِکَ ، وَ حُجَّتِکَ الْمُؤَدِیْ عَنْ نَبِیِّکَ ، وَ شَاهِدِکَ عَلٰی خَلْقِکَ ، اَلْمَخْصُوصِ بِکَرَامَتِکَ ، اَلدَّاعِیَ اِلٰی طَاعَتِکَ ، وَ طَاعَةِ رَسُوْلِکَ صَلَوَاتُکَ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی حُجَّتِکَ وَ وَلِیِّکَ الْقَآئِمِ فِیْ خَلْقِکَ، صَلٰوةً تَامَّةً نَامِیَةً بَاقِیَةً ، تُعَجِّلُ بِهَا فَرَجَهٗ ، وَ تَنْصُرُهٗ بِهَا ، وَ تَجْعَلُنَا مَعَهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِحُبِّهِمْ ، وَ اُوَالِیْ وَلِیَّهُمْ وَ اُعَادِیْ عَدُوَّهُمْ ، وَارْزُقْنِیْ بِهِمْ خَیْرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ، وَ اصْرِفْ عَنِّیْ بِهِمْ شَرَّ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ، وَ اَهْوَالَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

اس کے بعد حضرتؑ کے سر کی جانب بیٹھ جائیں اور یہ سلام پڑھیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حُجَّةَ اللّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نُوْرَ اللّٰهِ فِیْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَمُوْدَ الدِّیْنِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ اٰدَمَ صَفِیِّ اللّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ نُوْحٍ نَجِیِّ اللّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ اِسْمَاعِیْلَ ذَبِیْحِ اللّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ مُوْسٰی کَلِیْمِ اللّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ عِیْسٰی رُوْحِ اللّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ حَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیِّ اللّٰهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ سَیِّدَةِ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ سَیِّدِ الْعَابِدِیْنَ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ بَاقِرِ عِلْمِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِنِ الصَّادِقِ الْبَآرِّ الْاَمِیْنِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ اَبِی الْحَسَنِ مُوْسَی الْکَاظِمِ الْحَلِیْمِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا

الشَّهِيْدُ السَّعِيْدُ الْمَظْلُوْمُ الْمَقْتُوْلُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ الْوَصِيُّ الْبَآرُّ النَّقِيُّ، اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلَاةَ . وَ اٰتَيْتَ الزَّكٰوةَ، وَ اَمَرْتَ بِالْمَعْرُوْفِ، وَ نَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَعَبَدْتَ اللّٰهَ مُخْلِصًا حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَآ اَبَا الْحَسَنِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً قَتَلَتْكَ، لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً ظَلَمَتْكَ . لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً اَسَّسَتْ اَسَاسَ الظُّلْمِ وَ الْجَوْرِ وَ الْبِدْعَةِ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۔

پھر ضریح سے لپٹ کر یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ صَمَدْتُ مِنْ اَرْضِيْ، وَ قَطَعْتُ الْبِلَادَ رَجَآءَ رَحْمَتِكَ فَلَا تُخَيِّبْنِيْ، وَ لَا تَرُدَّنِيْ بِغَيْرِ قَضَآءِ حَوَآئِجِيْ، وَ ارْحَمْ تَقَلُّبِيْ عَلٰى قَبْرِ ابْنِ اَخِيْ رَسُوْلِكَ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ، بِاَبِيْ وَ اُمِّيْ يَا مَوْلَايَ، اَتَيْتُكَ زَآئِرًا وَّافِدًا عَآئِذًا مِمَّا جَنَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ، وَ احْتَطَبْتُ عَلٰى ظَهْرِيْ، فَكُنْ لِيْ شَافِعًا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى يَوْمَ حَاجَتِيْ وَ فَقْرِيْ وَ فَاقَتِيْ . فَلَكَ عِنْدَ اللّٰهِ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا، وَّاَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهٌ ۔

پھر دایاں ہاتھ دعا کے لیے بلند کرو اور بایاں ہاتھ قبر مبارک پر رکھو اور یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَقَرَّبُ اِلَيْكَ بِحُبِّهِمْ وَ بِوِلَايَتِهِمْ، اَتَوَلّٰى اٰخِرَهُمْ بِمَا تَوَلَّيْتُ بِهٖ اَوَّلَهُمْ، وَ اَبْرَاُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ كُلِّ وَلِيْجَةٍ دُوْنَهُمْ ۔

اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا دِيْنَكَ وَ غَيَّرُوْا نِعْمَتَكَ، وَاتَّهَمُوْا نَبِيَّكَ، وَ جَحَدُوْا بِاٰيَاتِكَ، وَسَخِرُوْا بِاِمَامِكَ، وَ حَمَلُوا النَّاسَ عَلٰى اَكْتَافِ اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَقَرَّبُ اِلَيْكَ بِاللَّعْنَةِ عَلَيْهِمْ، وَ الْبَرَآءَةِ مِنْهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ يَا رَحْمٰنُ ۔

پھر حضرتؑ کے قدموں کی طرف آؤ اور یہ کہو۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَآ اَبَا الْحَسَنِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رُوْحِكَ

وَ بَدَنِكَ ، صَبَرتَ وَ اَنتَ الصَّادِقُ الْمُصَدَّقُ ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَكَ بِالْاَيْدِیْ وَالْاَلْسُنِ۔

پھر امیرالمومنینؑ، حسنین شریفینؑ اور جملہ ائمہ علیھم السلام کے قاتلوں پر زیادہ سے زیادہ لعنت کریں۔

پھر حضرتؑ کے سر کی جانب دو رکعت نماز پڑھو۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ یٰسین اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ رحمٰن کی تلاوت کریں۔ اور اگر یہ سورتیں یاد نہ ہوں تو دونوں رکعات میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص (قل هوالله احد) پڑھیں۔

اختتام نماز پر جملہ مومنین و مومنات اور بالخصوص اپنے والدین کے حق میں دعا کریں اور جتنا زیادہ ممکن ہو اپنے لیئے اور اپنے والدین اور اپنے بھائیوں کے لیئے دعا مانگیں۔ اور جتنا چاہیں سر اطہر کے پاس ٹھہرے رہیں۔ اور کوشش کر کے نماز ضریح کے قریب مقام بالائے سر پر ہی پڑھیں۔

زیارت وداع امام علی رضاؑ

جب آپ حضرتؑ سے الوداع کر کے اپنے وطن روانہ ہونا چاہیں تو ان الفاظ سے الوداع کریں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مَوْلَایَ وَ ابْنَ مَوْلَایَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ اَنتَ لَنَا جُنَّةٌ مِنَ الْعَذَابِ وَ هٰذَآ اَوَانُ انْصِرَافِیْ عَنْكَ اِنْ كُنْتَ اَذِنْتَ لِیْ غَیْرَ رَاغِبٍ عَنْكَ وَلَا مُسْتَبْدِلٍ بِكَ وَ لَا مُؤْثِرٍ عَلَیْكَ وَ لَا زَاهِدٍ فِیْ قُرْبِكَ وَ قَدْ جُرْتُ بِنَفْسِیْ لِلْحَدَثَانِ وَ تَرَكْتُ الْاَهْلَ وَ الْاَوْلَادَ وَ الْاَوْطَانَ ، فَكُنْ لِّیْ شَافِعًا یَّوْمَ حَاجَتِیْ وَ فَقْرِیْ وَ فَاقَتِیْ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنِّیْ حَمِیْمِیْ (وَلَا حَبِیْبِیْ) وَ لَا قَرِیْبِیْ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنِّیْ وَالِدِیْ وَ لَا وَلَدِیْ ۔ اَسْاَلُ اللّٰهَ الَّذِیْ قَدَّرَ عَلَیَّ رَحِیْلِیْ اِلَیْكَ اَنْ یُّنَفِّسَ بِكَ كُرْبَتِیْ وَ اَسْاَلُ اللّٰهَ الَّذِیْ قَدَّرَ عَلَیَّ فِرَاقَ مَكَانِكَ اَنْ لَّا یَجْعَلَهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِیَارَتِیْ لَكَ وَرُجُوْعِیَ اِلَیْكَ وَ اَسْاَلُ اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَبْكٰی عَلَیْكَ عَیْنِیْ اَنْ یَّجْعَلَهُ

سَبَبًا لِّیْ وَ ذُخْرًا وَ اَسْاَلُ اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَرَانِیْ مَکَانَكَ وَ هَدَانِیْ لِلتَّسْلِیْمِ عَلَیْكَ وَ زِیَارَتِیْۤ اِیَّاكَ اَنْ یُّوْرِدَنِیْ حَوْضَكُمْ وَ یَرْزُقَنِیْ مِنْ مُّرَافَقَتِكُمْ فِی الْجِنَانِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا صَفْوَةَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَصِیِّ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ قَآئِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَی الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ سَیِّدِ السَّاجِدِیْنَ وَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ بَاقِرِ عِلْمِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّادِقِ الْبَآرِّ الْاَمِیْنِ وَ مُوْسَی بْنِ جَعْفَرٍ الْکَاظِمِ الْحَلِیْمِ وَ عَلِیِّ بْنِ مُوْسَی الرِّضَا الْعَلِیْمِ وَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ التَّقِیِّ الْجَوَادِ وَ عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ النَّقِیِّ الْهَادِیْ وَالْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ الْعَسْکَرِیِّ وَالْحُجَّةِ الْقَآئِمِ الْمُنْتَظَرِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مَلٰٓئِکَةِ اللّٰهِ الْحَافِّیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مَلٰٓئِکَةِ اللّٰهِ الْمُقِیْمِیْنَ الْمُسَبِّحِیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِیَارَتِیْ اِیَّاهُ فَاِنْ جَعَلْتَهٗ فَاحْشُرْنِیْ مَعَهٗ وَ مَعَ اٰبَآئِهِ الْمَاضِیْنَ وَ اِنْ اَبْقَیْتَنِیْ یَا رَبِّ فَارْزُقْنِیْ زِیَارَتَهٗ اَبَدًا مَّا اَبْقَیْتَنِیْ، اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ وَ اَسْتَرْعِیْكَ وَ اَقْرَاُ عَلَیْكَ السَّلَامَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِمَا دَعَوْتَ اِلَیْهِ، اَللّٰهُمَّ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِیْنَ، اَللّٰهُمَّ فَارْزُقْنِیْ حُبَّهُمْ وَ مَوَدَّتَهُمْ اَبَدًا مَّا اَبْقَیْتَنِیْ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مَلٰٓئِکَةِ اللّٰهِ وَ زُوَّارِ قَبْرِكَ یَا ابْنَ نَبِیِّ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ مِنِّیْ اَبَدًا مَّا بَقِیْتُ وَ دَآئِمًا اِذَا فَنِیْتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ۔

اور جب قبۂ مبارک سے نکل آؤ تو جب تک قبہ دکھائی دیتا رہے اس کی طرف پشت نہ کرو۔

زیارتِ جامعۂ صغیرہ

وہ زیارت جو تمام ائمہ پر پڑھی جا سکتی ہے

۱۔ (بحذف اسناد) علی بن حسان کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آپؑ سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زیارت کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:۔

"ان کے روضۂ اطہر کی ملحقہ مساجد میں نماز پڑھو اور یہ سلام پڑھو۔ اور یہ زیارت تمام ائمۂ ہدیٰ پر یکساں پڑھی جاسکتی ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَوْلِیَآءِ اللّٰهِ وَ اَصْفِیَآئِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلٰی اُمَنَآءِ اللّٰهِ وَ اَحِبَّآئِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلٰی اَنْصَارِ اللّٰهِ وَ خُلَفَآئِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مَحَالِّ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مَسَاكِنِ ذِكْرِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مُظْهِرِیْ اَمْرِ اللّٰهِ وَ نَهْیِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلَی الدُّعَاةِ اِلَی اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُسْتَقِرِّیْنَ فِیْ مَرْضَاتِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُخْلِصِیْنَ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَدِلَّآءِ عَلَی اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الَّذِیْنَ مَنْ وَّالَاهُمْ فَقَدْ وَالَی اللّٰهَ، وَ مَنْ عَادَاهُمْ فَقَدْ عَادَی اللّٰهَ، وَ مَنْ عَرَفَهُمْ فَقَدْ عَرَفَ اللّٰهَ، وَ مَنْ جَهِلَهُمْ فَقَدْ جَهِلَ اللّٰهَ، وَ مَنِ اعْتَصَمَ بِهِمْ فَقَدِ اعْتَصَمَ بِاللّٰهِ، وَ مَنْ تَخَلّٰی مِنْهُمْ فَقَدْ تَخَلّٰی مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، اُشْهِدُ اللّٰهَ اَنِّیْ سِلْمٌ لِّمَنْ سَالَمَكُمْ، وَ حَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبَكُمْ، مُؤْمِنٌ بِسِرِّكُمْ وَ عَلَانِیَتِكُمْ مُفَوِّضٌ فِیْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ اِلَیْكُمْ، لَعَنَ اللّٰهُ عَدُوَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ، وَ اَبْرَاُ اِلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ، وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ۔

یہ زیارت تمام ائمۂ ہدیٰ علیہم السلام کے مزارات پر پڑھی جاسکتی ہے اور زیارت کے بعد زیادہ سے زیادہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھیں اور معصومینؑ کا نام لے کر ہر معصوم پر درود پڑھیں اور ان کے دشمنوں پر لعنت کریں۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے اور دیگر مومنین و مومنات کے لیئے دعا مانگیں۔

زیارت جامعۂ کبیرہ

۱۔ (بحذف اسناد) موسیٰ بن عمران نخعی کا بیان ہے کہ میں نے امام علی

نقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی :۔

فرزند رسولؐ ! مجھ کو کوئی جامع اور بلیغ زیارت تعلیم فرمائیں تاکہ میں جب بھی آپ حضراتؑ میں سے کسی کی زیارت کو جاؤں تو اسے پڑھ سکوں۔

آپؑ نے فرمایا :۔

جب زیارت کا قصد کرو تو پہلے غسل کرو اور جب دروازے پر پہنچو تو کلمۂ شہادتین پڑھو اور جب بارگاہ میں پہنچو اور روضہ دکھائی دے تو رک جاؤ اور تین مرتبہ **اللہ اکبر** پڑھو اور ضریح کے قریب جا کر چالیس مرتبہ **اللہ اکبر** کہو اور ایک سو مرتبہ تکبیر پوری کرو پھر یہ زیارت پڑھو۔ (۱)

عرض مترجم : زیارت جامعۂ کبیرہ انتہائی مستند زیارات میں سے ہے اور امام علی نقی علیہ السلام نے اس میں مقام اہل بیتؑ کو واضح فرمایا ہے ۔

اس لیئے ہم نے اس کا لفظی ترجمہ بھی لکھ دیا ہے تاکہ مقام اہل بیتؑ سمجھنے میں آسانی ہو اور قارئین غلو و تقصیر سے محفوظ رہ سکیں ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ یَآ اَھْلَ بَیْتِ النُّبُوَّةِ ، وَ مَوْضِعَ الرِّسَالَةِ ،

اے اہل بیت نبوت اور رسالت کے مقام آپؑ پر سلام ہو

وَ مُخْتَلَفَ الْمَلَآئِكَةِ ، وَ مَھْبِطَ الْوَحْیِ ، وَ مَعْدِنَ الرَّحْمَةِ ،

اور اے ملائکہ کے آمدورفت کے مقام ، اور وحی کے اترنے کی جگہ اور رحمت کے معدن

وَ خُزَّانَ الْعِلْمِ وَ مُنْتَھَی الْحِلْمِ ، وَ اُصُوْلَ الْكَرَمِ ، وَ قَادَةَ الْاُمَمِ ،

اور علم کے خزینہ دار اور حلم کے انتہائی مقام اور کرم کی اساس اور امتوں کے قائد

وَ اَوْلِیَآءَ النِّعَمِ ، وَ عَنَاصِرَ الْاَبْرَارِ ، وَ دَعَآئِمَ الْاَخْیَارِ ، وَ سَاسَةَ الْعِبَادِ ،

اور اولیاء نعمت ، ارکان ابرار اور نیکیوں کے ستون اور بندوں کے قائد

وَ اَرْكَانَ الْبِلَادِ ، وَ اَبْوَابَ الْاِیْمَانِ ، وَ اُمَنَآءَ الرَّحْمٰنِ ، وَ سُلَالَةَ النَّبِیِّیْنَ ،

اور شہروں کے ارکان اور ایمان کے دروازے اور رحمان کے امین اور انبیاء کا نچوڑ

وَ صَفْوَةَ الْمُرْسَلِیْنَ ، وَ عِتْرَةَ خِیَرَةِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ، وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ ۔

اور مرسلین کے برگزیدہ اور رب العالمین کے نیک بندوں کی اولاد آپؑ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو

۱۔ علامہ مجلسی اول رقم طراز ہیں کہ اکثر طبیعتیں غلو کی طرف مائل ہونے لگتی ہیں۔ اسی لیئے امام علیہ السلام نے ایک سو مرتبہ تکبیر پڑھنے کا حکم دیا ہے تاکہ لوگ یاد خدا سے غافل نہ ہو جائیں۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَئِمَّةِ الْهُدٰی، وَ مَصَابِیحِ الدُّجٰی، وَ اَعْلَامِ التُّقٰی،
ائمہ ہدیٰ پر سلام ہو اور تاریکی کے چراغوں پر اور تقویٰ کی نشانیوں پر
وَ ذَوِی النُّهٰی، وَ اُولِی الْحِجٰی، وَ کَهْفِ الْوَرٰی، وَ وَرَثَةِ الْاَنْبِیَاۤءِ،
اور صاحبان عقل پر اور صاحبان ادراک پر اور جہان کی پناہ گاہ پر اور انبیاءؑ کے وارثوں پر
وَ الْمَثَلِ الْاَعْلٰی، وَ الدَّعْوَةِ الْحُسْنٰی، وَ حُجَجِ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِ الدُّنْیَا
اور مثل بزرگ الٰہی پر اور دعوت حسنٰی پر اور دنیا
وَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰی، وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ۔
و آخرت اور پہلے لوگوں پر خدا کی حجتوں پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَحَالِّ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ، وَ مَسَاکِنِ بَرَکَةِ اللّٰهِ،
اور اللہ کی معرفت کے مقامات پر سلام ہو اور خدا کی برکت کے مساکن پر
وَ مَعَادِنِ حِکْمَةِ اللّٰهِ، وَ حَفَظَةِ سِرِّ اللّٰهِ، وَ حَمَلَةِ کِتَابِ اللّٰهِ،
اور حکمت خدا کے معادن پر اور رازخدا کے محافظوں پر اور کتاب خدا کے اٹھانے والوں پر
وَ اَوْصِیَاۤءِ نَبِیِّ اللّٰهِ، وَ ذُرِّیَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ،
اور پیغمبر خداؐ کے اوصیاء پر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت پر سلام ہو
وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ۔
اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

اَلسَّلَامُ عَلَی الدُّعَاةِ اِلَی اللّٰهِ، وَ الْاَدِلَّاۤءِ عَلٰی مَرْضَاتِ اللّٰهِ،
سلام ہو اللہ کی طرف دعوت دینے والوں پر اور مرضات خدا کی رہنمائی کرنے والوں پر۔
وَ الْمُسْتَقِرِّیْنَ فِیْ اَمْرِ اللّٰهِ، وَ التَّاۤمِّیْنَ فِیْ مَحَبَّةِ اللّٰهِ،
اور امر الٰہی میں مستقل رہائش رکھنے والوں پر اور محبت خدا میں کامل افراد پر
وَ الْمُخْلِصِیْنَ فِیْ تَوْحِیْدِ اللّٰهِ، وَ الْمُظْهِرِیْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَ نَهْیِهٖ،
اور خدا کی توحید میں مخلص لوگوں پر اور اللہ کے امر و نہی کے ظاہر کرنے والوں پر
وَ عِبَادِهِ الْمُکْرَمِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ
اور خدا کے ان باعزت بندوں پر جو اس کے فرمان پر سبقت نہیں کرتے
وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ، وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ
اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے رہتے ہیں اور ان پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں

اَلسَّلَامُ عَلَى الْاَئِمَّةِ الدُّعَاةِ، وَالْقَادَةِ الْهُدَاةِ، وَ السَّادَةِ
سلام ہو ان ائمہ پر جو دعوت دینے والے اور ہدایت کرنے والے اور حاکم
الْوُلَاةِ، وَالذَّادَةِ الْحُمَاةِ، وَ اَهْلِ الذِّكْرِ، وَ اُولِي الْاَمْرِ
سردار اور محافظ اور حامی اور اہل ذکر اور اولی الامر
وَ بَقِيَّةِ اللّٰهِ وَ خِيَرَتِهٖ وَ حِزْبِهٖ، وَ عَيْبَةِ عِلْمِهٖ،
اور خدا کے باقی رکھے ہوئے ہادی اور خدا کے بہتر بندے اور خدا کا گروہ اور اس کے علم کا
وَ حُجَّتِهٖ وَ صِرَاطِهٖ، وَ نُوْرِهٖ وَ بُرْهَانِهٖ،
صندوق اور اس کی حجت اور اس کا راستہ اور اس کا نور اور اس کی برہان ہیں
وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ۔
اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں۔
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، كَمَا شَهِدَ اللّٰهُ
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ واحد ولاشریک ہے جیسا کہ اس نے خود اپنے لیئے گواہی
لِنَفْسِهٖ، وَ شَهِدَتْ لَهٗ مَلَآئِكَتُهٗ وَ اُولُوا الْعِلْمِ مِنْ خَلْقِهٖ،
دی ہے اور اس کے لیئے اس کے فرشتوں نے گواہی دی ہے اور اس کی مخلوق میں سے اہل علم نے گواہی دی ہے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ غالب اور حکمت والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے
الْمُنْتَجَبُ، وَ رَسُوْلُهُ الْمُرْتَضٰى، اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ
منتخب بندے اور اس کے پسندیدہ رسول ہیں جن کو اس نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ
الْحَقِّ، لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔
بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے چاہے مشرکین کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو
وَ اَشْهَدُ اَنَّكُمُ الْاَئِمَّةُ الرَّاشِدُوْنَ الْمَهْدِيُّوْنَ، اَلْمَعْصُوْمُوْنَ
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ ائمہ ہادی مہدی، معصوم،
الْمُكَرَّمُوْنَ، اَلْمُقَرَّبُوْنَ الْمُتَّقُوْنَ الصَّادِقُوْنَ الْمُصْطَفَوْنَ، اَلْمُطِيْعُوْنَ
مکرم، مقرب، متقی، صادق، منتخب (اور) اللہ کے اطاعت
لِلّٰهِ، اَلْقَوَّامُوْنَ بِاَمْرِهٖ، اَلْعَامِلُوْنَ بِاِرَادَتِهٖ،
گزار، اس کے امر کے قائم کرنے والے، اس کے ارادے پر عمل کرنے والے

اَلْفَآئِزُوْنَ بِكَرَامَتِهٖ ، اِصْطَفَاكُمْ بِعِلْمِهٖ ، وَارْتَضَاكُمْ

اس کی کرامات سے آپؑ فائزالمرام ہیں اس نے اپنے علم سے آپؑ کو مصطفیٰ کیا ہے اور اپنے

لِغَيْبِهٖ ، وَ اخْتَارَكُمْ لِسِرِّهٖ ، وَ اجْتَبَاكُمْ بِقُدْرَتِهٖ ،

غیب کے لیئے آپؑ کو پسند کیا ہے اور اپنے راز کے لیئے اختیار کیا ہے اور اپنی قدرت سے آپؑ کو منتخب

وَ اَعَزَّكُمْ بِهُدَاهُ ، وَ خَصَّكُمْ بِبُرْهَانِهٖ ، وَ انْتَجَبَكُمْ لِنُوْرِهٖ ،

کیا ہے اور اپنی ہدایت سے آپؑ کو عزت دی ہے اور آپؑ کو اپنے

وَ اَيَّدَكُمْ بِرُوْحِهٖ ، وَ رَضِيَكُمْ خُلَفَآءَ فِيْ اَرْضِهٖ ، وَ حُجَجًا

برہان کے لیئے مخصوص کیا اور آپؑ کو اپنے نور کے لیئے چن لیا اور اپنے روح (القدس) سے آپؑ کی تائید کی اور آپؑ کو

عَلٰى بَرِيَّتِهٖ ، وَ اَنْصَارًا لِّدِيْنِهٖ ، وَ حَفَظَةً لِّسِرِّهٖ ،

اپنی زمین میں خلیفہ بنا کر اور اپنی مخلوق پر حجت بنا کر اور اپنے دین کا مددگار بنا کر اور

وَ خَزَنَةً لِّعِلْمِهٖ ، وَ مُسْتَوْدَعًا لِّحِكْمَتِهٖ ، وَ تَرَاجِمَةً لِّوَحْيِهٖ ،

اپنے راز کا محافظ بنا کر اور اپنے علم کا خزینہ دار بنا کر اور اپنی حکمت کی رہائش کا مقام بنا کر

وَ اَرْكَانًا لِّتَوْحِيْدِهٖ ، وَ شُهَدَآءَ عَلٰى خَلْقِهٖ ، وَ اَعْلَامًا

اور اپنی وحی کا ترجمان بنا کر اور توحید کا رکن بنا کر اور اپنی مخلوق پر گواہ بنا کر اور اپنے بندوں

لِّعِبَادِهٖ ، وَ مَنَارًا فِيْ بِلَادِهٖ ، وَ اَدِلَّآءَ عَلٰى صِرَاطِهٖ ،

کا رہنما بنا کر اور اپنے شہروں میں روشنی کا مینار بنا کر اور اپنے راستے کے راہنما بنا کر راضی ہوا

عَصَمَكُمُ اللّٰهُ مِنَ الزَّلَلِ ، وَ اٰمَنَكُمْ مِنَ الْفِتَنِ ، وَ طَهَّرَكُمْ مِنَ

اللہ نے آپؑ کو لغزشوں سے محفوظ رکھا اور فتنوں سے مامون رکھا اور ہر ناپاکی سے آپؑ کو

الدَّنَسِ ، وَ اَذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ ، وَ طَهَّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ،

پاک و پاکیزہ رکھا اور آپؑ سے ہر طرح کی ناپاکی کو دور رکھا اور آپؑ کو ویسا پاکیزہ رکھا جیسا کہ پاکیزگی کا

فَعَظَّمْتُمْ جَلَالَهٗ ، وَ اَكْبَرْتُمْ شَاْنَهٗ ، وَ مَجَّدْتُّمْ كَرَمَهٗ ، وَ اَدَمْتُمْ

حق ہے۔ آپؑ نے خدا کے جلال و عظمت کو بیان کیا اور آپؑ نے اس کی شان کی بزرگی بیان کی اور آپؑ نے اس

ذِكْرَهٗ ، وَ وَكَّدْتُّمْ مِيْثَاقَهٗ ، وَ اَحْكَمْتُمْ عَقْدَ طَاعَتِهٖ ،

کے کرم کی تمجید کی اور آپؑ نے اس کے ذکر کو دوام دیا اور آپؑ اس کے میثاق پر ثابت قدم رہے

وَ نَصَحْتُمْ لَهٗ فِي السِّرِّ وَ الْعَلَانِيَةِ ،

اور آپؑ نے اس کی اطاعت کی گرہ کو محکم باندھا اور آپؑ نے ظاہر و باطن میں

وَ دَعَوْتُمْ اِلٰی سَبِیْلِهٖ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ

اس کی خیر خواہی کی اور آپؑ نے خدا کے راستے کی حکمت اور موعظہ حسنہ

الْحَسَنَةِ، وَ بَذَلْتُمْ اَنْفُسَکُمْ فِیْ مَرْضَاتِهٖ، وَ صَبَرْتُمْ

سے دعوت دی اور اس کی مرضی کی راہ میں اپنے نفس کو خرچ کیا اور راہ خدا میں

عَلٰی مَآ اَصَابَکُمْ فِیْ جَنْبِهٖ وَ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ

پہنچنے والی ہر مصیبت پر آپؑ نے صبر کیا اور آپؑ حضرات نے نماز قائم کی

وَ اٰتَیْتُمُ الزَّکٰوةَ، وَ اَمَرْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ، وَ نَهَیْتُمْ عَنِ

اور زکوٰۃ ادا کی اور اچھائی کا حکم دیا اور برائی سے

الْمُنْکَرِ، وَ جَاهَدْتُّمْ فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ، حَتّٰی اَعْلَنْتُمْ

منع کیا اور راہ خدا میں آپؑ نے جہاد کا حق ادا کیا۔ یہاں تک کہ آپؑ حضرات نے

دَعْوَتَهٗ وَ بَیَّنْتُمْ فَرَآئِضَهٗ وَ اَقَمْتُمْ حُدُوْدَهٗ، وَ نَشَرْتُمْ

خدا کی دعوت کو ظاہر کیا اور اس کے فرائض کی وضاحت کی اور اس کے حدود کو قائم کیا اور اس کے احکام

شَرَایِعَ اَحْکَامِهٖ، وَ سَنَنْتُمْ سُنَّتَهٗ، وَ صِرْتُمْ فِیْ ذٰلِکَ مِنْهُ

کی شریعتوں کو پھیلایا اور اس کی سنتوں کو رواج دیا اور اس بارے میں آپؑ مقام رضا

اِلَی الرِّضَا، وَ سَلَّمْتُمْ لَهُ الْقَضَآءَ، وَ صَدَّقْتُمْ مِنْ رُّسُلِهٖ

تک پہنچ گئے اور آپؑ نے قضا کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور آپؑ نے گزشتہ

مَنْ مَّضٰی، فَالرَّاغِبُ عَنْکُمْ مَّارِقٌ، وَّ اللَّازِمُ لَکُمْ لَاحِقٌ،

رسولوں کی تصدیق کی جو آپؑ کے طریقے سے متنفر ہوا وہ اللہ کے دین سے خارج ہے اور آپؑ

وَّ الْمُقَصِّرُ فِیْ حَقِّکُمْ زَاهِقٌ، وَّ الْحَقُّ مَعَکُمْ وَ فِیْکُمْ وَ مِنْکُمْ

سے پیوستہ رہنے والا آپؑ سے ملحق ہونے والا ہے اور آپؑ کے حق میں تقصیر کرنے والا مٹ جانے والا ہے

وَ اِلَیْکُمْ، وَ اَنْتُمْ اَهْلُهٗ

اور حق آپؑ کے ساتھ ہے اور آپؑ کے اندر ہے اور آپؑ کی طرف سے ہے اور آپؑ کی جانب سے ہے اور

وَ مَعْدِنُهٗ، وَ مِیْرَاثُ النُّبُوَّةِ عِنْدَکُمْ، وَ اِیَابُ الْخَلْقِ اِلَیْکُمْ،

آپؑ اہل حق اور معدن حق ہیں اور میراث نبوت آپؑ کے پاس ہے اور مخلوق کی بازگشت آپؑ کی جانب ہے

وَ حِسَابُهُمْ عَلَیْکُمْ، وَ فَصْلُ الْخِطَابِ عِنْدَکُمْ، وَ اٰیَاتُ اللّٰهِ

اور ان کا حساب آپؑ کے ذمے ہے اور حق و باطل کا فیصلہ آپؑ کے پاس ہے اور اللہ کی آیات

لَدَيْكُمْ ، وَ عَزَآئِمُهُ فِيكُمْ ، وَ نُورُهُ وَ بُرْهَانُهُ عِنْدَكُمْ،

آپؑ کے پاس ہیں اور اللہ کے عزائم آپؑ کے متعلق ہیں اور اس کا نور اور برہان آپؑ کے پاس ہے

وَ اَمْرُهُ اِلَيْكُمْ مَّنْ وَّا لَكُمْ فَقَدْ وَ الَى اللّٰهَ،وَ مَنْ عَادَاكُمْ

اور اس کا امر آپؑ کی طرف ہے۔ جس نے آپؑ سے دوستی رکھی اس نے خدا سے دوستی رکھی اور جس نے آپؑ سے

فَقَدْ عَادَ اللّٰهَ،وَ مَنْ اَحَبَّكُمْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ، وَ مَنْ

دشمنی کی اس نے خدا سے دشمنی کی اور جس نے آپؑ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے

اَبْغَضَكُمْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَ، وَ مَنِ اعْتَصَمَ بِكُمْ فَقَدِ اعْتَصَمَ

آپؑ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے آپؑ سے وابستگی اختیار کی اس نے اللہ

بِا للّٰهِ

سے وابستگی اختیار کی ۔

اَنْتُمُ الصِّرَاطُ الْاَقْوَمُ ، وَ شُهَدَآءُ دَارِ الْفَنَآءِ،

آپؑ سیدھا راستہ ہیں اور آپؑ دار فنا کے گواہ ہیں

وَ شُفَعَآءُ دَارِ الْبَقَآءِ ، وَ الرَّحْمَةُ الْمَوْصُولَةُ،وَ الْاٰيَةُ الْمَخْزُونَةُ ،

اور دار بقا کے شفاعت کرنے والے ہیں اور آپؑ پیوستہ رحمت اور آیت مخزونہ

وَ الْاَمَانَةُ الْمَحْفُوظَةُ ، وَ الْبَابُ الْمُبْتَلٰى بِهِ النَّاسُ،

اور آپؑ ایک محفوظ امانت ہیں اور آپؑ وہ دروازہ ہیں جس سے لوگوں کا امتحان لیا جاتا ہے

مَنْ اَتَاكُمْ نَجٰى ، وَ مَنْ لَّمْ يَاْ تِكُمْ هَلَكَ ، اِلَى اللّٰهِ

جو آپؑ کے پاس آیا اس نے نجات پائی اور جو آپؑ کے پاس نہ آیا ، وہ ہلاک ہوا ۔ آپؑ اللہ کی طرف

تَدْعُونَ ، وَ عَلَيْهِ تَدُلُّونَ ، وَ بِهِ تُؤْمِنُونَ ، وَ لَهُ تُسَلِّمُونَ

دعوت دیتے ہیں اور اسی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی کے آگے سر تسلیم خم

وَ بِاَمْرِهِ تَعْمَلُونَ، وَ اِلٰى سَبِيلِهِ تُرْشِدُونَ ، وَ بِقَوْلِهِ تَحْكُمُونَ،

کرتے ہیں اور اس کے امر پر عمل کرتے ہیں اور اسی کے راستے کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے

سَعَدَ مَنْ وَّالَاكُمْ وَ هَلَكَ مَنْ عَادَاكُمْ وَ خَابَ

فرمان سے فیصلہ کرتے ہیں جس نے آپؑ سے محبت کی وہ خوش بخت رہا اور جس نے آپؑ سے عداوت کی ہلاک ہوا

مَنْ جَحَدَكُمْ وَ ضَلَّ مَنْ فَارَقَكُمْ وَ فَازَ مَنْ تَمَسَّكَ

اور جس نے آپؑ کا انکار کیا وہ ناکام ہوا اور جو آپؑ سے جدا ہوا وہ گمراہ ہوا اور جس نے آپؑ سے تمسک کیا

بِكُمْ، وَ اٰمِنَ مَنْ لَّجَاَ اِلَيْكُمْ، وَ سَلِمَ مَنْ صَدَّقَكُمْ، وَ هُدِیَ

کامیاب ہوا جس نے آپؑ کے ہاں پناہ لی وہ محفوظ رہا اور جس نے آپؑ کی تصدیق کی وہ سالم رہا

مَنِ اعْتَصَمَ بِكُمْ۔

اور جس نے آپؑ سے وابستگی اختیار کی اس نے ہدایت پائی۔

مَنِ اتَّبَعَكُمْ فَالْجَنَّةُ مَاْوَاهُ، وَ مَنْ خَالَفَكُمْ فَالنَّارُ مَثْوَاهُ

جس نے آپؑ کی پیروی کی جنت اس کا مقام ہے اور جس نے آپؑ کی مخالفت کی دوزخ اس

وَ مَنْ جَحَدَكُمْ كَافِرٌ، وَّ مَنْ حَارَبَكُمْ مُّشْرِكٌ، وَّ مَنْ رَدَّ

کا ٹھکانہ ہے اور جس نے آپؑ کا انکار کیا، وہ کافر ہے اور جس نے آپؑ سے جنگ کی وہ

عَلَيْكُمْ فِیْٓ اَسْفَلِ دَرْكٍ مِّنَ الْجَحِيْمِ۔

مشرک ہے اور جس نے آپؑ کے فرمان کو ٹھکرا دیا، وہ دوزخ کے پست ترین طبقے میں ہے۔

اَشْهَدُ اَنَّ هٰذَا سَابِقٌ لَّكُمْ فِيْمَا مَضٰی، وَ جَارٍ لَّكُمْ

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ مقام ہمیشہ سے آپؑ کے لیئے موجود ہیں اور ابد تک یہ مقام

فِيْمَا بَقِیَ، وَ اَنَّ اَرْوَاحَكُمْ وَ نُوْرَكُمْ وَ طِيْنَتَكُمْ وَاحِدَةٌ

آپؑ کو حاصل رہیں گے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کے ارواح اور آپؑ کا نور اور آپؑ کی طینت

طَابَتْ وَ طَهُرَتْ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ

ایک ہے پاکیزگی اور طہارت میں ایک دوسرے کی طرح ہیں

خَلَقَكُمُ اللّٰهُ اَنْوَارًا، فَجَعَلَكُمْ بِعَرْشِهٖ مُحْدِقِيْنَ

اللہ نے آپؑ کو نور کی صورت میں پیدا کیا اور اطراف عرش میں آپؑ کو رہائش دی

حَتّٰی مَنَّ عَلَيْنَا بِكُمْ

یہاں تک کہ اس نے آپؑ کے ذریعے سے ہم پر احسان کیا

فَجَعَلَكُمْ فِیْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ

آپؑ کو ایسے گھروں میں قرار دیا جن کی بلندی کا حکم دیا گیا ہے اور جن

وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ، وَ جَعَلَ صَلَوَاتَنَا عَلَيْكُمْ، وَ مَا خَصَّنَا

اس کے نام کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور آپؑ پر ہمارے درود اور آپؑ کی محبت سے مخصوص کر۔

مِنْ وِلَايَتِكُمْ طِيْبًا لِّخَلْقِنَا وَ طَهَارَةً لِّاَنْفُسِنَا، وَ تَزْكِيَةً

کو اللہ نے ہماری فطرت کی نیکی اور ہمارے نفوس کی پاکیزگی اور ... تزکیہ

وَ كَفَّارَةً لِذُنُوبِنَا ، فَكُنَّا عِندَهُ مُسَلِّمِينَ بِفَضلِكُم،
ہمارے گناہوں کے کفارے کا ذریعہ بنایا۔ ہم خدا کے ہاں آپؑ کی فضیلت کو تسلیم کرنے والے
وَ مَعرُوفِينَ بِتَصدِيقِنَآ اِيَّا كُم۔
اور آپؑ کی تصدیق کے لیے مشہور تھے۔
فَبَلَغَ اللّٰهُ بِكُم اَشرَفَ مَحَلِّ المُكَرَّمِينَ ،
پس خدا نے آپؑ کو اہل کرامت کا شریف ترین مقام عطا کیا۔
وَ اَعلٰى مَنَازِلِ المُقَرَّبِينَ ، وَ اَرفَعَ دَرَجَاتِ
اور مقربین کی اعلیٰ منزل اور مرسلین کا بلند ترین
المُرسَلِينَ ، حَيثُ لَا يَلحَقُهُ لَا حِقٌ ، وَّ لَا يَفُوقُهُ
درجہ عطا کیا کہ اس درجے تک کوئی بعد میں نہ پہنچ سکا اور اس سے بلند مرتبہ تک
فَائِقٌ ، وَّ لَا يَسبِقُهُ سَابِقٌ ، وَّ لَا يَطمَعُ فِيٓ اِدرَاكِهٖ طَامِعٌ ،
کسی کے لیے راہ نہیں ہے اور اس تک پہلے کوئی نہیں پہنچا۔ اور اس مقام کے پانے کی کوئی لالچ نہیں کرتا
حَتّٰى لَا يَبقٰى مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ ، وَّلَا نَبِيٌّ مُّرسَلٌ ، وَّ لَا صِدِّيقٌ
یہاں تک کہ اللہ نے ہر ملک مقرب اور نبی مرسل اور ہر صدیق
وَّلَا شَهِيدٌ ، وَّ لَا عَالِمٌ وَّ لَا جَاهِلٌ ، وَّ لَا دَنِيٌّ وَ لَا فَاضِلٌ ،
اور ہر شہید اور ہر عالم اور ہر جاہل اور ہر پست اور ہر فاضل
وَّلَا مُؤمِنٌ صَالِحٌ ، وَّ لَا فَاجِرٌ طَالِحٌ ، وَّ لَا جَبَّارٌ عَنِيدٌ ، وَّ لَا
اور ہر نیک مومن اور ہر بد بخت فاجر اور ہر سرکش جابر اور
شَيطَانٌ مَّرِيدٌ ، وَّ لَا خَلقٌ فِيمَا بَينَ ذٰلِكَ شَهِيدٌ ،
ہر نافرمان شیطان اور ان کے درمیان جتنی بھی دیگر مخلوق ہے ،
اِلَّا عَرَّفَهُم جَلَالَةَ اَمرِكُم ، وَ عِظَمَ خَطَرِكُم ،
سب کو آپؑ کے امر کی جلالت اور آپؑ کی عظمت قدر
وَ كِبَرَ شَانِكُم ، وَ تَمَامَ نُورِكُم ، وَ صِدقَ مَقَاعِدِكُم ،
اور آپؑ کی شان کی بزرگی اور آپؑ کے نور کی تکمیل اور آپؑ کے نیک مقام
وَ ثَبَاتَ مَقَامِكُم ، وَ شَرَفَ مَحَلِّكُم ، وَمَنزِلَتِكُم عِندَهُ ، وَ كَرَامَتِكُم عَلَيهِ ،
اور آپؑ کی منزل کی صداقت اور آپؑ کے مقام کے ثبات اور آپؑ کے محل کا شرف اور آپؑ کی منزلت و کرامت

وَ خَآصَّتِكُمْ لَدَيْهِ، وَ قُرْبَ مَنْزِلَتِكُمْ مِنْهُ،
و خصوصیات و قرب الٰہی جو آپؑ کو اس کے ہاں حاصل ہے،

بِأَبِيْ اَنْتُمْ وَ اُمِّيْ وَ اَهْلِيْ وَ مَالِيْ وَ اُسْرَتِيْ۔
سب چیزوں کا اس نے تعارف کرایا۔ میرے ماں و باپ، اہل ومال اور خاندان آپؑ پر قربان ہوں

اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اُشْهِدُكُمْ، اَنِّيْ مُؤْمِنٌ بِكُمْ
میں اللہ کو اور آپؑ حضرات کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں آپؑ پر ایمان رکھتا ہوں

وَ بِمَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ، كَافِرٌ بِعَدُوِّكُمْ، وَ بِمَا كَفَرْتُمْ بِهٖ،
اور جس چیز پر آپؑ کا ایمان ہے اس پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور آپؑ کے تمام دشمنوں کا اور جس سے

مُسْتَبْصِرٌ بِشَانِكُمْ وَ بِضَلَالَةِ مَنْ خَالَفَكُمْ، مُوَالٍ
آپؑ نے انکار کیا ہے، منکر ہوں۔ آپؑ کی شان اور آپؑ کے مخالفین کی گمراہی کے متعلق گہری بصیرت رکھتا ہوں

لَكُمْ وَ لِاَوْلِيَآئِكُمْ، مُبْغِضٌ لِاَعْدَآئِكُمْ وَ مُعَادٍ لَهُمْ،
آپؑ کا اور آپؑ کے دوستوں کا دوست ہوں، آپؑ کے دشمنوں سے دشمنی اور ان سے عداوت رکھتا ہوں

سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ، وَ حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ، مُحَقِّقٌ
جس نے آپؑ سے صلح رکھی میری بھی اس سے صلح ہے اور جس نے آپؑ سے جنگ کی میری بھی اس سے جنگ ہے

لِمَا حَقَّقْتُمْ، مُبْطِلٌ لِمَا اَبْطَلْتُمْ، مُطِيْعٌ لَكُمْ،
جس کو آپؑ نے حق کہا ہے میں بھی اسے حق کہتا ہوں اور جسے آپؑ نے باطل کہا ہے میں بھی اسے باطل

عَارِفٌ بِحَقِّكُمْ، مُقِرٌّ بِفَضْلِكُمْ، مُحْتَمِلٌ لِعِلْمِكُمْ،
سمجھتا ہوں۔ آپؑ کے حق کا عارف آپؑ کی فضیلت کا معترف آپؑ کے علم کا حامل ہوں

مُحْتَجِبٌ بِذِمَّتِكُمْ، مُعْتَرِفٌ بِكُمْ،
آپؑ کے عہد ولایت سے وابستہ ہوں آپؑ کا اعتراف کرنے والا ہوں

مُؤْمِنٌ بِاِيَابِكُمْ، مُصَدِّقٌ بِرَجْعَتِكُمْ،
آپؑ کی واپسی پر ایمان رکھتا ہوں آپؑ کی رجعت کی تصدیق کرنے والا ہوں

مُنْتَظِرٌ لِاَمْرِكُمْ، مُرْتَقِبٌ لِدَوْلَتِكُمْ،
آپؑ کے فرمان کا منتظر ہوں آپؑ کی حکومت کے لیئے چشم براہ ہوں

اٰخِذٌ بِقَوْلِكُمْ، عَامِلٌ بِاَمْرِكُمْ
آپؑ کے فرمان کو ماننے والا ہوں اور آپؑ کے فرمان پر عمل کرنے والا ہوں

مُسْتَجِيْرٌ بِكُمْ ، زَآئِرٌ لَّكُمْ ، لَآئِذٌ عَآئِذٌ
آپؑ کی بارگاہ میں پناہ چاہنے والا ہوں ، آپؑ کا زائر ہوں، آپؑ کے قبور کے ذریعے سے پناہ
بِقُبُوْرِكُمْ ، مُسْتَشْفِعٌ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ بِكُمْ ، وَ مُتَقَرِّبٌ بِكُمْ
لینے والا ہوں اللہ کی بارگاہ میں آپؑ کے ذریعے شفاعت طلب کرنے والا ہوں اور آپؑ کے وسیلے سے خدا کا قرب
اِلَيْهِ ، وَ مُقَدِّمُكُمْ اَمَامَ طَلِبَتِيْ ، وَحَوَآئِجِيْ وَ اِرَادَتِيْ
تلاش کرنے والا ہوں اور اپنی طلب اور حاجات کے لیئے آپؑ کو آگے کرنے والا ہوں اپنے تمام حالات
فِيْ كُلِّ اَحْوَالِيْ وَ اُمُوْرِيْ ،
اور تمام امور میں ایسا ہی کرنے والا ہوں
مُؤْمِنٌ بِسِرِّكُمْ وَ عَلَانِيَتِكُمْ ، وَ شَاهِدِكُمْ وَ غَآئِبِكُمْ ،
آپؑ کے باطن اور ظاہر پر ایمان رکھنے والا ہوں اور آپؑ کے حاضر اور غائب اور
وَ اَوَّلِكُمْ وَ اٰخِرِكُمْ ، وَ مُفَوِّضٌ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖۤ اِلَيْكُمْ ،
آپؑ کے اول و آخر پر ایمان رکھتا ہوں اور اپنے تمام امور کو آپؑ کے سپرد کرنے والا ہوں
وَ مُسَلِّمٌ فِيْهِ مَعَكُمْ ، وَ قَلْبِيْ لَكُمْ مُسَلِّمٌ ، وَّرَاْيِيْ
اور اس معاملے میں آپؑ کے ساتھ سر جھکانے والا ہوں اور میرا دل آپؑ کے لیئے جھکا ہوا ہے اور
لَكُمْ تَبَعٌ ، وَّ نُصْرَتِيْ لَكُمْ مُّعَدَّةٌ ، حَتّٰى يُحْيِيَ اللهُ
میری رائے آپؑ کے تابع ہے اور میری نصرت آپؑ کے لیئے آمادہ ہے یہاں تک کہ اللہ آپؑ کے ذریعے سے
تَعَالٰى دِيْنَهٗ بِكُمْ ، وَ يَرُدَّكُمْ فِيْ اَيَّامِهٖ وَ يُظْهِرَكُمْ
اپنے دین کو ازسر نو زندہ کرے اور آپؑ کو اپنے دنوں میں واپس لائے اور اپنی عدالت قائم کرنے
لِعَدْلِهٖ ، وَ يُمَكِّنَكُمْ فِيْ اَرْضِهٖ ، فَمَعَكُمْ مَّعَكُمْ لَا مَعَ
کے لیئے آپؑ کو غلبہ دے اور آپؑ کو اپنی زمین میں تمکین عطا کرے۔ پس میں آپؑ کے ساتھ ہوں آپؑ کے
غَيْرِكُمْ ، اٰمَنْتُ بِكُمْ ، وَ تَوَلَّيْتُ اٰخِرَكُمْ
غیر کے ساتھ نہیں ہوں میں آپؑ پر ایمان لایا اور آپؑ کے آخری فرد سے اسی طرح دوستی کی
بِمَا تَوَلَّيْتُ بِهٖۤ اَوَّلَكُمْ ، وَ بَرِئْتُ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ
جس طرح آپؑ کے پہلے فرد سے کی اور خدا کے حضور میں آپؑ کے دشمنوں سے بیزاری کرتا ہوں

اَعْدَآئِکُمْ ، وَ مِنَ الْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ
اور جبت اور طاغوت

وَ الشَّیَاطِیْنِ وَ حِزْبِهِمُ الظَّالِمِیْنَ لَکُمْ ،
اور شیاطین اور ان کے اس گروہ سے بیزار ہوں جنہوں نے آپؑ پر ظلم کیئے

اَلْجَاحِدِیْنَ لِحَقِّکُمْ وَ الْمَارِقِیْنَ مِنْ وِّلَایَتِکُمْ ،
اور جو آپؑ کے حق کے منکر ہیں اور جو آپؑ کی ولایت سے خارج ہیں

وَالْغَاصِبِیْنَ لِاِرْثِکُمْ ، اَلشَّآکِّیْنَ فِیْکُمْ ،
اور جو آپؑ کی میراث کے غاصب ہیں جو آپؑ کے متعلق شک کرنے والے ہیں

اَلْمُنْحَرِفِیْنَ عَنْکُمْ ، وَ مِنْ کُلِّ وَلِیْجَةٍ
جو آپؑ سے منحرف ہیں اور میں آپؑ کی دوستی کے علاوہ ہر قسم کی دوستی سے بیزار ہوں

دُوْنَکُمْ ، وَ کُلِّ مُطَاعٍ سِوَاکُمْ ، وَ مِنَ الْاَئِمَّةِ
اور آپؑ کے علاوہ تمام پیشواؤں سے بیزار ہوں اور میں ان اماموں سے

الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ ،
بیزار ہوں جو دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہیں

فَثَبَّتَنِیَ اللّٰهُ اَبَدًا مَّا حَیِیْتُ عَلٰی
جب تک میں زندہ رہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے آپؑ کی ولایت

مُوَالَاتِکُمْ وَ مَحَبَّتِکُمْ وَ دِیْنِکُمْ ، وَ وَفَّقَنِیْ
اور محبت اور آپؑ کے دین پر ثابت قدم رکھے اور مجھے آپؑ کی اطاعت

لِطَاعَتِکُمْ ، وَ رَزَقَنِیْ شَفَاعَتَکُمْ ، وَ جَعَلَنِیْ
کی توفیق دے اور مجھے آپؑ کی شفاعت نصیب کرے اور مجھ کو آپؑ کے

مِنْ خِیَارِ مَوَالِیْکُمُ ، اَلتَّابِعِیْنَ لِمَا
اچھے دوستوں میں سے قرار دے جو اس کی اتباع کرنے والے ہیں جس کی طرف

دَعَوْتُمْ اِلَیْهِ ، وَ جَعَلَنِیْ مِمَّنْ یَّقْتَصُّ اٰثَارَکُمْ ،
آپؑ نے بلایا اور مجھ کو ان میں سے قرار دے جو آپؑ کے آثار کے متلاشی رہتے ہیں

وَ يَسْلُكُ سَبِيْلَكُمْ ، وَ يَهْتَدِيْ بِهُدَاكُمْ ، وَ يُحْشَرُ
اور جو آپؑ کی راہ پر چلتے ہیں اور آپؑ کی ہدایت سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور جو قیامت

فِيْ زُمْرَتِكُمْ ، وَ يَكِرُّ فِيْ رَجْعَتِكُمْ ، وَ يُمَلَّكُ
میں آپؑ کے گروہ میں محشور ہوں گے اور آپؑ کے زمانۂ رجعت میں واپس آئیں گے اور آپؑ کی حکومت

فِيْ دَوْلَتِكُمْ ، وَ يُشَرَّفُ فِيْ عَافِيَتِكُمْ ، وَ يُمَكَّنُ
میں سلطنت کریں گے اور آپؑ کی عافیت کے ذریعے سے عزت پائیں گے اور آپؑ کی بادشاہت میں

فِيْ اَيَّامِكُمْ ، وَ تَقَرُّ عَيْنُهٗ غَدًا بِرُؤْيَتِكُمْ ،
با اقتدار بنائے جائیں گے اور کل جن کی آنکھ آپؑ کے دیدار سے ٹھنڈی ہو گی

بِاَبِيْ اَنْتُمْ وَ اُمِّيْ وَ نَفْسِيْ وَ اَهْلِيْ وَ مَالِيْ ،
آپؑ پر میرے ماں و باپ اور میری اور میرے اہل و عیال اور میرا مال قربان ہو

مَنْ اَرَادَ اللّٰهَ بَدَاَ بِكُمْ ، وَ مَنْ وَّحَّدَهٗ
جس نے اللہ کا ارادہ کیا اس نے آپؑ سے آغاز کیا اور جس نے اسے واحد مانا اس نے آپؑ کی باتوں

قَبِلَ عَنْكُمْ ، وَ مَنْ قَصَدَهٗ تَوَجَّهَ بِكُمْ ،
کو قبول کیا ۔ اور جس نے خدا کا قصد کیا وہ آپؑ کے ذریعے متوجہ ہوا

مَوَالِيَّ لَآ اُحْصِيْ ثَنَآءَكُمْ ، وَ لَآ اَبْلُغُ مِنَ الْمَدْحِ
اے میرے آقایان ! میں آپؑ کی تعریف کا احصا نہیں کر سکتا اور میں مدح میں آپؑ کی حقیقت

كُنْهَكُمْ ، وَ مِنَ الْوَصْفِ قَدْرَكُمْ ،
تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ میں آپؑ کی قدرومنزلت کی توصیف کا حق ادا کر سکتا ہوں

وَ اَنْتُمْ نُوْرُ الْاَخْيَارِ ، وَ هُدَاةُ الْاَبْرَارِ ،
آپؑ نیک لوگوں کا نور ہیں اور صالح افراد کے ہادی ہیں اور

وَ حُجَجُ الْجَبَّارِ ، بِكُمْ فَتَحَ اللّٰهُ وَ بِكُمْ يَخْتِمُ ،
خدائے جبار کی حجتیں ہیں ۔ آپؑ کے ذریعے سے اللہ نے عالم کو شروع کیا اور آپؑ ہی پر ختم کرے گا

وَ بِكُمْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ، وَ بِكُمْ يُمْسِكُ السَّمَآءَ
اور خدا آپؑ کی وجہ سے بارش نازل کرتا ہے اور آپؑ کی وجہ سے آسمانوں کو روکے ہوئے ہے کہ وہ زمین پر

اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ، وَ بِكُمْ
گر نہ پڑے مگر اس کی اجازت سے اور آپؑ ہی کی وجہ
يُنَفِّسُ الْهَمَّ ، وَ يَكْشِفُ الضُّرَّ ، وَ عِنْدَكُمْ
سے رنج و غم دور کرتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور آپؑ کے پاس وہ سب کچھ ہے
مَا نَزَلَتْ بِهٖ رُسُلُهٗ ، وَ هَبَطَتْ بِهٖ
جسے خدا کے رسولؐ لائے ہیں اور جسے لے کر ملائکہ
مَلَآئِكَتُهٗ ، وَ اِلٰى جَدِّكُمْ (۱)
اترتے ہیں اور آپؑ کے جد کی طرف
بُعِثَ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ، اٰتَاكُمُ اللّٰهُ
روح الامین نازل ہوئے ہیں ۔ خدا نے آپؑ کو وہ مقام عطا کیا
مَا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِيْنَ ،
جو کہ عالمین میں سے کسی کو نہیں دیا۔
طَأْطَأَ كُلُّ شَرِيْفٍ لِّشَرَفِكُمْ ،
ہر شریف نے آپؑ کے شرف کے سامنے گردن جھکادی
وَ بَخَعَ كُلُّ مُتَكَبِّرٍ لِّطَاعَتِكُمْ ،
اور ہر متکبر نے آپؑ کی اطاعت کے لیئے سر جھکا دیا
وَ خَضَعَ كُلُّ جَبَّارٍ لِّفَضْلِكُمْ ، وَ ذَلَّ
اور ہر جابر نے آپؑ کے فضل کے سامنے سرخم کردیا اور ہر چیز نے آپؑ کے لیئے
كُلُّ شَيْءٍ لَّكُمْ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِكُمْ ،
تواضع اختیار کی اور زمین آپؑ کے نور سے چمک اٹھی
وَ فَازَ الْفَآئِزُوْنَ بِوِلَايَتِكُمْ ،
اور آپؑ کی ولایت کے ذریعے سے کامیاب ہونے والے کامیاب ہو گئے
بِكُمْ يُسْلَكُ اِلَى الرِّضْوَانِ ، وَ عَلٰى مَنْ جَحَدَ
آپؑ کے ذریعے سے خدا کی رضا تک پہنچا جاتا ہے اور جس نے آپؑ کی ولایت کا

(۱) اور اگر زیارت امیر المومنینؑ کی ہو تو وَ اِلٰی جَدِّکُمْ کی بجائے "وَ اِلٰی اَخِیْکَ" آپؑ کے بھائی کہے۔

وَلَا يَتَكُمْ غَضَبُ الرَّحْمٰنِ ، بِاَبِيْ اَنْتُمْ وَ اُمِّيْ

انکار کیا اس پر رحمان کا غضب ہے۔ آپؑ پر میرے ماں و باپ

وَ نَفْسِيْ وَ اَهْلِيْ وَ مَالِيْ ، ذِكْرُكُمْ فِي الذَّاكِرِيْنَ،

اور میری جان اور میرے اہل و عیال اور میرا مال قربان ہو۔ آپؑ کا ذکر ، ذکر کرنے والوں

وَ اَسْمَآؤُكُمْ فِي الْاَسْمَآءِ ، وَ اَجْسَادُكُمْ فِي

میں ہے اور آپؑ کے گرامی قدر نام ناموں میں ہیں اور آپؑ کے اجسام ، اجسام میں ہیں

الْاَجْسَادِ ، وَ اَرْوَاحُكُمْ فِي الْاَرْوَاحِ ، وَ اَنْفُسُكُمْ

اور آپؑ کے ارواح تمام روحوں میں ہیں اور آپؑ کے نفوس

فِي النُّفُوسِ، وَ اٰثَارُكُمْ فِي الْاٰثَارِ ، وَ قُبُوْرُكُمْ فِي الْقُبُوْرِ ،

دوسرے نفوس میں ہیں اور آپؑ کے آثار تمام آثار میں ہیں اور آپؑ کی قبریں مقابر میں موجود ہیں۔

فَمَآ اَحْلٰى اَسْمَآئَكُمْ وَ اَكْرَمَ اَنْفُسَكُمْ ،

آپؑ کے نام کتنے شیریں ہیں اور آپؑ کے نفوس کتنے کریم ہیں

وَ اَعْظَمَ شَاْنَكُمْ ، وَ اَجَلَّ خَطَرَكُمْ ،

اور آپؑ کی شان اور قدر و منزلت کتنی ہی عظیم اور جلیل ہے

وَ اَوْفٰى عَهْدَكُمْ ، وَ اَصْدَقَ وَعْدَكُمْ ،

اور آپؑ کا عہد کتنا پورا ہونے والا ہے اور آپؑ کا وعدہ کتنا سچا ہے

كَلَامُكُمْ نُوْرٌ ، وَّ اَمْرُكُمْ رُشْدٌ ، وَ وَصِيَّتُكُمُ التَّقْوٰى ،

آپؑ کا کلام نور ہے اور آپؑ کا امر ہدایت ہے اور آپؑ کی وصیت تقویٰ ہے

وَ فِعْلُكُمُ الْخَيْرُ ، وَ عَادَتُكُمُ الْاِحْسَانُ ، وَ سَجِيَّتُكُمُ

اور آپؑ کا فعل خیر ہے اور آپؑ کی عادت احسان ہے اور آپؑ کی فطرت

الْكَرَمُ ، وَ شَاْنُكُمُ الْحَقُّ وَ الصِّدْقُ وَ الرِّفْقُ ،

کرم ہے اور حق و صدق اور مہربانی آپؑ کی شان ہے

وَ قَوْلُكُمْ حُكْمٌ وَّ حَتْمٌ وَّ رَاْيُكُمْ عِلْمٌ وَّ حِلْمٌ

اور آپؑ کا قول فیصلہ کن اور حتمی ہے اور آپؑ کی رائے علم اور حلم

وَّ حَزۡمٌ، اِنۡ ذُكِرَ الۡخَيۡرُ كُنۡتُمۡ اَوَّلَه، وَ اَصۡلَه،
اور احتیاط ہے اگر خیر کا تذکرہ کیا جائے تو آپؑ اس کی ابتدا اور اس کی بنیاد اور

وَ فَرۡعَه، وَ مَعۡدِنَه، وَ مَا وَاه وَ مُنۡتَهَاه
اس کی شاخ اور اس کا معدن اور اس کا ٹھکانہ اور مرکز و منتہی ہیں

بِاَبِیۡ اَنۡتُمۡ وَ اُمِّیۡ وَ نَفۡسِیۡ كَيۡفَ اَصِفُ
میرے ماں و باپ اور میری جان آپؑ پر قربان میں آپؑ کی بہترین

حُسۡنَ ثَنَآئِكُمۡ وَ اُحۡصِیۡ جَمِيۡلَ بَلَآئِكُمۡ،
تعریف کیسے کر سکتا ہوں اور آپؑ کی بہترین آزمائش کو کیسے شمار کر سکتا ہوں

وَ بِكُمۡ اَخۡرَجَنَا اللّٰهُ مِنَ الذُّلِّ،
اور آپؑ کے وسیلے سے اللہ نے ہمیں ذلت سے نکالا اور

وَ فَرَّجَ عَنَّا غَمَرَاتِ الۡكُرُوۡبِ، وَ اَنۡقَذَنَا
ہم سے غموں کی شدت کو دور کیا اور ہمیں

مِنۡ شَفَا جُرُفِ الۡهَلَكَاتِ وَ مِنَ النَّارِ،
ہلاکتوں کی وادی اور دوزخ سے نجات دی

بِاَبِیۡ اَنۡتُمۡ وَ اُمِّیۡ وَ نَفۡسِیۡ بِمُوَالَاتِكُمۡ عَلَّمَنَا
آپؑ پر میرے ماں و باپ اور میری جان قربان آپؑ کی ولایت کے ذریعے سے

اللّٰهُ مَعَالِمَ دِيۡنِنَا، وَ اَصۡلَحَ مَا كَانَ فَسَدَ
اللہ نے ہم کو ہمارے دین کے حقائق کی تعلیم دی اور ہماری اجڑی ہوئی دنیا کی

مِنۡ دُنۡيَانَا، وَ بِمُوَالَاتِكُمۡ تَمَّتِ الۡكَلِمَةُ، وَ عَظُمَتِ
اصلاح کی اور آپؑ کی ولایت کے وسیلے سے کلمہ مکمل ہوا اور نعمت

النِّعۡمَةُ، وَ ائۡتَلَفَتِ الۡفُرۡقَةُ،
عظیم ہوئی اور ہمارا افتراق، اتفاق میں بدل گیا

وَ بِمُوَالَاتِكُمۡ تُقۡبَلُ الطَّاعَةُ الۡمُفۡتَرَضَةُ،
اور آپؑ کی ولایت کے ذریعے سے واجب اطاعت قبول کی جاتی ہے

وَ لَكُمُ الْمَوَدَّةُ الْوَاجِبَةُ ، وَ الدَّرَجَاتُ الرَّفِيعَةُ ،
اور آپؑ کے لیئے واجب مودت اور بلند درجات اور
وَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ ، وَ الْمَكَانُ الْمَعْلُوْمُ عِنْدَ اللّٰهِ
مقام محمود اور خدا کے نزدیک معلوم جگہ ہے
عَزَّوَجَلَّ ، وَ الْجَاهُ الْعَظِيْمُ ، وَ الشَّأْنُ الْكَبِيْرُ ،
اور آپؑ کا خدا کے ہاں بڑا مقام اور بڑی شان
وَ الشَّفَاعَةُ الْمَقْبُوْلَةُ۔
اور مقبول شفاعت ہے۔
رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا
اے ہمارے پروردگار ! جو کچھ تو نے نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے رسولؐ کی پیروی کی
مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا ،
تو ہمیں گواہوں کے ساتھ لکھ دے۔اے ہمارے پروردگار ! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں
وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ، اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ،
کو ٹیڑھا نہ کرنا اور اپنی طرف سے ہمیں رحمت عطا کر بے شک تو بخشنے والا ہے
سُبْحَانَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ،
ہمارا رب پاک و پاکیزہ ہے ہمارے رب کا وعدہ حتماً پورا ہونے والا ہے
يَا وَلِيَّ اللّٰهِ اِنَّ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ذُنُوْبًا
اے اللہ کے ولی ! میرے اور خدا کے درمیان ایسے گناہ موجود ہیں جو آپؑ
لَّا يَاْتِيْ عَلَيْهَآ اِلَّا رِضَاكُمْ۔
کی رضامندی کے علاوہ نہیں مٹ سکتے ۔
فَبِحَقِّ مَنِ ائْتَمَنَكُمْ عَلٰى سِرِّهٖ ، وَ اسْتَرْعَاكُمْ
آپؑ کو اس کے حق کا واسطہ جس نے آپؑ کو اپنے راز کا امین بنایا اور بندوں کے امور
اَمْرَ خَلْقِهٖ ، وَ قَرَنَ طَاعَتَكُمْ بِطَاعَتِهٖ ،
کا سر پرست بنایا اور آپؑ کو اس خدا کا واسطہ جس نے آپؑ کی اطاعت کو

لَمَّا اسْتَوْهَبْتُمْ ذُنُوبِيْ وَ كُنْتُمْ شُفَعَآئِيْ ،

اپنی اطاعت سے متصل کردیا آپؐ میرے گناہوں کے لیئے بخشش طلب کریں اور

فَاِنِّيْ لَكُمْ مُطِيْعٌ ، مَنْ اَطَاعَكُمْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ،

آپ میرے شفیع بن جائیں یقیناً میں آپؐ کا اطاعت گزار ہوں جس نے آپؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی

وَ مَنْ عَصَاكُمْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ ، وَ مَنْ

اور جس نے آپؐ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے آپؐ

اَحَبَّكُمْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ ، وَ مَنْ اَبْغَضَكُمْ

سے محبت رکھی اس نے اللہ سے محبت رکھی اور جس نے آپؐ سے بغض رکھا اس نے

فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَ ۔

اللہ سے بغض رکھا ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَوْ وَجَدْتُ شُفَعَآءَ اَقْرَبَ

خدایا ! اگر میں محمدؐ اور ان کے اہل بیت اطہارؑ اور ائمہ ابرارؑ

اِلَيْكَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّ اَهْلِ بَيْتِهِ الْاَخْيَارِ

سے زیادہ کسی کو تیرے قریب پاتا تو میں یقیناً

الْاَئِمَّةِ الْاَبْرَارِ ، لَجَعَلْتُهُمْ شُفَعَآئِيْ ،

انہیں ہی اپنی شفاعت کرنے والا مناتا ۔

فَبِحَقِّهِمُ الَّذِيْ اَوْجَبْتَ لَهُمْ عَلَيْكَ ،

تجھے ان کے اسی حق کا واسطہ جو تو نے ان کے لیئے اپنے اوپر خود واجب کیا ہے

اَسْئَلُكَ اَنْ تُدْخِلَنِيْ فِيْ جُمْلَةِ الْعَارِفِيْنَ

میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے ان کے اور ان کے حق کے

بِهِمْ وَ بِحَقِّهِمْ ، وَ فِيْ زُمْرَةِ الْمَرْحُوْمِيْنَ

پہچاننے والوں میں سے قرار دے اور مجھے اس گروہ میں قرار دے جو ان کی

بِشَفَاعَتِهِمْ ، اِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ، وَ صَلَّى اللّٰهُ

شفاعت کی وجہ سے رحمت پا چکے ہیں بے شک تو تمام رحم کرنے والوں میں سے

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ ، وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ،

زیادہ رحم کرنے والا ہے اور خدا کا درود ہو محمد مصطفیٰؐ پر اور ان کی پاک آلؑ پر اور بہت زیادہ سلام ہوں

وَّ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ۔

اور ہمارے لیئے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے

زیارتِ وداعِ ائمۂ طاہرینؑ

اور جب واپس جانا ہو تو الوداع کے لیئے یہ سلام پڑھو۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَهْلَ بَیْتِ النُّبُوَّةِ (وَمَعْدِنَ الرِّسَالَةِ)، سَلَامَ مُوَدِّعٍ لَّا سَئِمٍ وَّ لَا قَالٍ وَّ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ (عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ)، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، سَلَامَ وَ لِیِّ غَیْرِ رَاغِبٍ عَنْکُمْ ، وَ لَا مُسْتَبْدِلٍ بِکُمْ ، وَ لَا مُؤْثِرٍ عَلَیْکُمْ ، وَ لَا مُنْحَرِفٍ عَنْکُمْ وَ لَا زَاهِدٍ فِیْ قُرْبِکُمْ ، لَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِیَارَةِ قُبُوْرِکُمْ ، وَ اِتْیَانِ مَشَاهِدِکُمْ ، وَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ ، وَ حَشَرَنِیَ اللّٰهُ فِیْ زُمْرَتِکُمْ ، وَ اَوْرَدَنِیْ حَوْضَکُمْ ، وَ جَعَلَنِیْ مِنْ حِزْبِکُمْ ، وَ اَرْضَاکُمْ عَنِّیْ ، وَ مَکَّنَنِیْ مِنْ دَوْلَتِکُمْ ، وَاَحْیَانِیْ فِیْ رَجْعَتِکُمْ ، وَ مَلَّکَنِیْ فِیْٓ اَیَّامِکُمْ ، وَشَکَرَ سَعْیِیْ بِکُمْ ، وَ غَفَرَ ذَنْبِیْ بِشَفَاعَتِکُمْ ، وَ اَقَالَ عَثْرَتِیْ بِحُبِّکُمْ ، وَ اَعْلٰی کَعْبِیْ بِمُوَالَاتِکُمْ ، وَ شَرَّفَنِیْ بِطَاعَتِکُمْ ، وَ اَعَزَّنِیْ بِهُدَاکُمْ ، وَ جَعَلَنِیْ مِمَّنْ اَنْقَلِبُ مُفْلِحًا مُّنْجِحًا ، غَانِمًا سَالِمًا مُّعَافًا غَنِیًّا فَآئِزًا بِرِضْوَانِ اللّٰهِ ، وَ فَضْلِهٖ وَ کِفَایَتِهٖ ، بِاَفْضَلِ مَا یَنْقَلِبُ بِهٖ اَحَدٌ مِّنْ زُوَّارِکُمْ ، وَ مَوَالِیْکُمْ وَ مُحِبِّیْکُمْ وَ شِیْعَتِکُمْ ، وَ رَزَقَنِیَ اللّٰهُ الْعَوْدَ ثُمَّ الْعَوْدَ اَبَدًا مَّا اَبْقَانِیْ رَبِّیْ ، بِنِیَّةٍ صَادِقَةٍ ، وَّ اِیْمَانٍ وَّ تَقْوٰی وَ اِخْبَاتٍ ، وَّ رِزْقٍ وَّاسِعٍ حَلَالٍ طَیِّبٍ۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِیَارَتِهِمْ وَ ذِکْرِهِمْ ، وَ

الصَّلٰوۃِ عَلَیۡھِمۡ ، وَ اَوۡجِبۡ اَلِیَّ الۡمَغۡفِرَۃَ (وَالرَّحۡمَۃَ) ، وَ الۡخَیۡرَ وَ الۡبَرَکَۃَ ، وَ النُّوۡرَ وَ الۡاِیۡمَانَ ، وَ حُسۡنَ الۡاِجَابَۃِ ، کَمَا (اَوۡجَبۡتَ) لِاَوۡلِیَآئِکَ الۡعَارِفِیۡنَ بِحَقِّھِمۡ ، اَلۡمُوۡجِبِیۡنَ لِطَاعَتِھِمۡ ، وَالرَّاغِبِیۡنَ فِیۡ زِیَارَتِھِمۡ -

اَلۡمُتَقَرِّبِیۡنَ اِلَیۡکَ وَ اِلَیۡھِمۡ ، بِاَبِیۡ اَنۡتُمۡ وَ اُمِّیۡ وَنَفۡسِیۡ وَ اَھۡلِیۡ وَ مَالِیۡ ، اِجۡعَلُوۡنِیۡ فِیۡ ھِمَّتِکُمۡ ، وَ صَیِّرُوۡنِیۡ فِیۡ حِزۡبِکُمۡ ، وَ اَدۡخِلُوۡنِیۡ فِیۡ شَفَاعَتِکُمۡ ، وَ اذۡکُرُوۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّکُمۡ -

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ ، وَّ اَبۡلِغۡ اَرۡوَاحَھُمۡ وَ اَجۡسَادَھُمۡ مِنِّیۡ السَّلَامُ ، وَ السَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ ، وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا ، وَّ حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ -

باب 69

امام علی رضا علیہ السلام کے روضۂ اطہر سے کرامات و معجزات کا ظہور (۱)

۱۔ ابو طالب حسین بن عبداللہ بن نبان طائی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عمر نوقانی سے سنا انہوں نے کہا:۔

"ایک مرتبہ میں تاریک رات میں اپنے بالاخانے پر نوقان میں سویا ہوا تھا کہ اتفاق سے میری آنکھ کھل گئی اور میری نگاہ جیسے ہی سناباد (مشہد مقدس) کی طرف پڑی تو مجھے آپؑ کے روضۂ اطہر سے ایک نور بلند ہوتا ہوا دکھائی دیا جس سے پورا سناباد دن کی طرح سے منور تھا۔

اور اس سے پہلے میں آپؑ کی امامت کا قائل نہیں تھا اور مجھے امام علی رضا علیہ السلام کی امامت میں شک رہتا تھا اور میری طرح سے میری والدہ بھی آپؑ کی امامت کی منکر تھی۔

بہر نوع میری والدہ نے مجھے حیرت زدہ دیکھ کر مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟
میں نے کہا:۔

میں نے سناد باد سے امام علی رضاؑ کے روضہ سے نور بلند ہوتے ہوئے دیکھا جس سے سارا شہر منور ہو رہا تھا۔

میری ولدہ نے کہا:۔

کچھ نہیں یہ شیطانی خیالات ہیں۔

پھر دوسری شب کو جو پہلی سے بھی زیادہ تاریک رات تھی اس میں بھی میں نے ویسا ہی نور بلند ہوتے ہوئے دیکھا جس سے سارا شہر منور ہو رہا تھا میں نے جا کر اپنی والدہ کو بتایا اور انہیں لے کر اس بالاخانے پر آیا جہاں سے نور بلند ہوتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

---

۱)۔ یہ باب تیرہ روایات پر مشتمل ہے۔

یہ دیکھ کر انہیں بھی بہت تعجب ہوا اور وہ **الحمد لله** کی تسبیح پڑھنے لگی ۔حالانکہ وہ بھی میری طرح سے ایمان نہیں رکھتی تھی ۔

بہر حال میں اسی وقت دوڑا ہوا مشہد پہنچا تو دیکھا کہ روضے کا دروازہ بند ہے میں نے اپنے دل میں سوچا :۔

پروردگار ! اگر امام علی رضا علیہ السلام کی امامت برحق ہے تو میرے لئے اس روضے کا دروازہ کھول دے ۔

یہ سوچ کر میں نے اپنے ہاتھ سے دروازے کو دھکا دیا تو دروازہ کھل گیا ۔میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا۔ ممکن ہے کہ دروازہ پہلے سے بند ہی نہ ہو اس لئے کھل گیا ہو ۔

اس عالم تردّد میں نے دروازے کو اچھی طرح بند کیا اور پورا اطمینان کر لیا کہ اب یہ مکمل طور پر مقفل ہو گیا ہے۔ اور چابی کے بغیر نہیں کھل سکے گا تو میں نے پھر اللہ تعالی سے درخواست کی :۔

"خدایا ! اگر ان کی امامت برحق ہے تو میرے لئے اس دروازے کو کھول دے"۔

یہ کہہ کر میں نے پھر اپنے ہاتھوں سے دروازے کو دھکا دیا تو وہ دروازہ کھل گیا ۔میں اندر گیا اور زیارت کی اور وہاں نماز پڑھی اور حضرت امام علی رضا علیہ السلا کی امامت کا قائل ہو گیا ۔اس کے بعد میں ہر جمعہ کو نوقان سے مشہد مقدس زیار کیلئے آتا ہوں اور وہاں نماز پڑھتا ہوں ۔

روضۂ مقدس مقام استجابت دعا ہے

۲۔ ابو طالب حسین بن عبداللہ بن بنان طائی سے روایات ہے :۔

"ابو منصور بن عبدالرزاق نے حاکم طوس بیوردی سے دریافت کیا :۔

کیا تمہارے ہاں کوئی فرزند ہے ؟

انہوں نے کہا :۔

نہیں میرے ہاں کوئی فرزند نہیں ہے

ابو منصور نے کہا:۔

پھر تم مشہد مقدس روضۂ امام علی رضا علیہ السلام پر جا کر اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ اللہ تعالی تمہیں اولاد نرینہ عنایت فرمائے ؟ کیونکہ میں نے جو بھی دعا روضۂ اطہر پر مانگی وہ مقبول ہوئی ۔

حاکم طوس کا بیان ہے کہ میں نے ابو منصور کے مشورے پر امام علی رضا علیہ السلام کے روضے پر حاضری دی اور اللہ تعالی سے دعا مانگی کہ وہ مجھے اولاد نرینہ عطا فرمائے خدا نے مجھے فرزند عطا فرمایا ۔ پھر میں ابو منصور بن عبدالرزاق کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ میں روضۂ اطہر پر گیا تھا اور اولاد نرینہ کیلئے دعا مانگی تھی اللہ تعالی نے میری دعا قبول فرمائی اور مجھے بیٹا عطا کیا"۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں:۔

میں نے امیر سعید رکن الدولہ سے زیارت مشہد مقدس حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی اجازت چاہی اور انہوں نے مجھے ماہ رجب ۳۵۲ھ میں اجازت دی۔ جب میں اس سے اجازت لے کر پلٹنے لگا تو انہوں نے مجھے دوبارہ بلایا اور کہا:۔

"یہ بہت بابرکت روضہ ہے میں نے بھی اس روضے کی زیارت کی ہے اور اللہ سے جو دعا مانگی وہ قبول ہوئی ہے ۔ آپ روضۂ مقدس پر جا رہے ہیں تو میرے لئے دعا اور میری جانب سے زیارت پڑھنے میں کوتاہی نہ کرنا ۔ اس لئے کہ وہاں جو دعا مانگی جاتی ہے وہ مقبول ہوتی ہے"۔

میں نے ان سے وعدہ کیا اور پھر میں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور جب میں مشہد سے پلٹ کر آیا تو امیر سعید رکن الدولہ کے پاس گیا انہوں نے مجھ سے پوچھا ۔

کیا آپ نے میرے لئے وہاں دعا کی تھی اور میری طرف سے زیارت پڑھی تھی۔

میں نے کہا:۔

جی ہاں۔

انہوں نے کہا:۔

"آپؑ نے مجھ پر احسان فرمایا اور میرے لئے اس امر کی تصدیق ہو گئی کہ واقعاً اس روضۂ اقدس میں دعا مقبول ہوتی ہے۔"

مقامِ امانت کی نشاندہی

۳۔مجھ سے ابو نصر احمد بن حسین ضبی نے بیان کیا اور اس سے بڑا خارجی اور دشمن آل محمدؐ آج تک میں نے کہیں نہیں دیکھا اس کی خارجیت کا یہ حال تھا کہ وہ درود میں صرف **اللهم صلی علی محمد** کہتا تھا اور آل محمدؐ پر درود نہیں پڑھتا تھا۔

بہر حال اس کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو بکر حمامی الفراء نے سکہ حرب نیشا پور میں یہ واقعہ بیان کیا اور ان کا شمار اصحاب حدیث میں ہوتا تھا وہ کہتے تھے:۔

" ایک شخص نے اپنی ایک امانت میرے سپرد کی اور میں نے حفاظت کی غرض سے اسے زمین میں دفن کر دیا۔پھر میں بھول گیا کہ میں نے امانت کہاں دفن کی ہے۔

کچھ عرصہ گذرنے کے بعد امانت رکھنے والا شخص آیا اور مجھ سے اپنی امانت کا مطالبہ کیا۔مگر مجھے جگہ یاد نہیں تھی اس لئے میں بہت پریشان ہوا اور ٹال مٹول کرنے لگ گیا۔پس اس نے مجھ پر خیانت کا الزام لگایا۔

اس پریشانی کے عالم میں ایک دن میں مغموم و رنجیدہ ہو کر اپنے گھر سے نکلا دیکھا کہ ایک قافلہ امام علی رضا علیہ السلام کے روضے کی زیارت کیلئے مشہد جا رہا ہے۔میں بھی اس قافلے کے ساتھ مشہد روانہ ہو گیا۔

وہاں پہنچ کر روضے میں زیارت پڑھی اور اللہ سے دعا کی کہ اس شخص کی امانت کے دفن کرنے کا مقام معلوم ہو جائے۔

رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا تم نے وہ امانت فلاں جگہ دفن کی ہے۔

چنانچہ جب میں زیارت سے واپس ہوا تو میں نے صاحب امانت سے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا بیان کر دیا۔ مگر خود مجھے اپنے خواب پر اعتبار نہیں تھا۔

صاحب امانت خود اس مقام پر گیا اور اس جگہ کو کھودا تو اس کی امانت اس کی مہر سمیت اس مقام سے مل گئی۔

اس کے بعد وہ شخص اپنے اس واقعے کو سب سے بیان کرتا تھا اور لوگوں کو مشہد مقدس کی زیارت کا شوق دلایا کرتا تھا"۔

دیوار پر معجزانہ تحریر

۴۔ ابو جعفر محمد ابی القاسم بن محمد بن فضل تمیمی ہروی سے روایت ہے کہ میں نے ابو الحسن علی بن حسن قہستانی سے سنا ان کا بیان ہے:۔

"میں مرو الرود میں تھا کہ ایک حمزہ نامی مصری شخص ادھر سے گذرا اور انہوں نے بتایا کہ میں مصر سے امام علی رضا علیہ السلام کے روضۂ اقدس کی زیارت کیلئے طوس آیا ہوں۔

جب میں روضۂ اطہر پر پہنچا تو سورج ڈوبنے ہی والا تھا۔ میں نے زیارت پڑھی اور نماز ادا کی اور اتفاق سے اس رات میرے علاوہ کوئی زائر نہیں تھا۔ خادمِ روضہ جب کچھ دیر بعد روضۂ اطہر کے دروازوں کو بند کرنے کے لیے آیا تو میں نے ان سے درخواست کی کہ میں دور دراز سے آیا ہوں اور مجھے باہر کوئی کام نہیں ہے۔ لہٰذا آپ مجھے روضے میں رہنے دیں اور باہر سے تالا لگا لیں۔

چنانچہ خادم روضہ نے باہر سے تالا لگا دیا اور میں روضے میں نماز پڑھتا رہا۔ جب تھک گیا تو دم لینے کیلئے گھٹنوں پر سر رکھ دیا اور جب سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے دیوار پر ایک واقعہ چسپاں تھا جس پر یہ شعر لکھے تھے۔

من سرہ ان یری قبرا برؤیتہ　　　یفرج اللہ عمن زارہ کربہ

فلیات ذا القبر ان اللہ اسکنہ　　　سلالۃ من نبی اللہ منتجبہ

"جو شخص چاہتا ہے کہ کسی ایسی قبر کو دیکھے کہ جس کی زیارت کرنے والے

کی اللہ تعالی پریشانیاں دور کردیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قبر کی زیارت کرے جس میں اللہ تعالی نے خاندان رسالتؑ کی ایک منتخب ہستی کو سکونت دی ہے"۔

مذکورہ تحریر پڑھ کر میں پھر اٹھا اور صبح تک نمازیں پڑھتا رہا پھر اپنا سر گھٹنوں پر رکھ کر بیٹھ گیا اور جب سر اٹھایا تو دیوار پر کچھ نہ تھا حالانکہ وہ تحریر تازہ لکھی ہوئی معلوم ہوتی تھی جیسے کسی نے ابھی ابھی لکھی ہو جب صبح ہوئی تو دروازہ کھلا اور میں روضے سے باہر نکلا۔

آپؑ کے نام کا احترام

۵۔ ابوالحسن علی بن احمد بن علی نصری معدل کا بیان ہے کہ صالحین میں سے ایک شخص نے حضرت رسول مقبولؐ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا :۔

یا رسول اللہؐ! میں آپؐ کی اولاد میں سے کس کی زیارت کروں ؟

آپؐ نے فرمایا :۔

"میری اولاد میں سے ان کی قبر کی زیارت کرو جو زہر سے شہید ہو کر میرے پاس آئے ہیں اور جو قتل ہو کر میرے پاس آئے ہیں"۔

اس شخص نے کہا:۔

یا رسول اللہؐ ! ان کی قبریں تو متفرق مقامات پر ہیں۔ میں ان میں سے کس کی زیارت کروں ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا :۔

"تم اس کی قبر کی زیارت کرو جو تم سے قریب واقع ہے اور جو عالم غربت میں مدفون ہوا ہے"۔

اس شخص نے کہا :۔

تو کیا آپؐ کی مراد امام علی رضا سے ہے ؟

آپؐ نے فرمایا :۔

(ارے خالی نام لے لیا) ان کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ و آلہ کہو۔ صلی اللہ علیہ وآلہ کہو ۔ صلی اللہ علیہ و آلہ کہو۔یہ الفاظ آپؑ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائے"۔

اختلافِ قرأت

۶۔ ابو عمرو محمد بن عبداللہ حکمی حاکم نوقان کا بیان ہے :۔

"میرے پاس دو شخص امیر نصر بن احمد بخاری کے نام کسی بادشاہ کا خط لے کر آئے ۔ ان میں سے ایک رَے (تہران کا قدیمی نام) کا باشندہ تھا اور ایک قم کا رہنے والا تھا۔ قم کا رہنے والا شخص قم کے قدیم مذہب خارجیت کا پیروکار تھا اور رَے والا شیعہ تھا۔

جب دونوں نیشا پور پہنچے تو رازی نے قمی سے کہا :۔

ہم پہلے امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کرلیں۔ پھر ہم بخارا چلیں گے۔

قمی نے کہا :۔

بادشاہ نے ہمیں خط دے کر بخارا بھیجا ہے اور جب تک ہم اس سے فراغت حاصل نہ کر لیں اس وقت تک ہمیں کوئی دوسرا کام کرنا مناسب نہیں ہے ۔

بہر حال دونوں زیارت کے بغیر بخارا چلے گئے اور وہاں بادشاہ کا خط پہنچا کر واپس ہوئے اور جب طوس کے قریب پہنچے تو رازی نے قمی سے کہا:۔

آؤ امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کو چلیں ۔

قمی نے کہا:۔

جب میں گھر سے نکلا تھا تو مرجئہ مذہب سے منسلک تھا۔ اب رافضی بن کر وہاں پلٹنا نہیں چاہتا۔

اس کے بعد رازی نے اپنا سارا سامان قمی کے سپرد کیا اور ایک گدھے پر سوار ہو کر امام علی رضا علیہ السلام کے روضے کی زیارت کو روانہ ہوا۔

روضے پر پہنچ کر اس نے خدام روضہ سے کہا :۔

آج کی شب میرے لیئے روضہ کا دروازہ کھلا رہنے دو اور اس کی چابی میرے سپرد کر دو۔

خدام نے ایسا ہی کیا۔

رازی مخلص کا بیان ہے :۔

میں روضۂ اطہر میں داخل ہوا اور دروازہ میں نے اندر سے بند کر لیا اور میں نے امام عالی مقامؑ کی زیارت پڑھی۔ پھر قبر اطہر کے سرہانے کھڑے ہو کر نمازیں ادا کیں۔ اس کے بعد قرآن مجید کی ابتدا سے تلاوت شروع کی تو جس طرح میں پڑھ رہا تھا اسی طرح مجھے قرآن پڑھنے کی اور آواز بھی سنائی دینے لگی۔

میں نے قرأت روک لی اور ضریح کے چاروں طرف پھر کر دیکھا تو وہاں میرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا۔

پھر اپنی جگہ پر واپس آگیا اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کی تو پھر اسی طرح تلاوت کی آواز آنے لگی۔

میں تھوڑا خاموش ہو کر غور سے سننے لگا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ آواز قبر اطہر کے اندر سے آرہی ہے۔ پھر میں اسی طرح قرأت کرتا رہا۔ اور جو میں پڑھتا اس کی آواز قبر مبارک سے بھی سنتا رہا۔ یہاں تک کہ جب میں سورۂ مریم کی اس آیت پر پہنچا۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا۔ (مریم۔ ۸۵، ۸۶)

"قیامت کے دن ہم صاحبان تقویٰ کو رحمان کی بارگاہ میں مہمانوں کی طرح جمع کریں گے اور مجرمین کو جہنم کی طرف پیاسے جانوروں کی طرح دھکیل دیں گے"۔

تو قبر سے یہ آواز آئی۔

یوم یحشر المتقون الی الرحمن وفدًا و یساق المجرمون الی جہنم وردًا ۔

الغرض میں نے قرآن کی تلاوت ختم کی تو ادھر سے بھی تلاوت ختم ہو گئی۔

جب صبح ہوئی تو میں نوقان واپس آیا اور وہاں کے قاریانِ قرآن سے اس قرأت کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا :۔

"یہ قرأت لفظی اور معنوی طور پر تو درست ہے لیکن ہمیں معلوم نہیں ہے کہ قرآن مجید کے مشہور سات قاریوں میں سے کسی ایک قاری کی بھی یہ قرأت ہو"۔

راوی کا بیان ہے :۔

پھر میں نیشا پور آیا اور وہاں کے قاریوں سے اس قرأت کے متعلق دریافت کیا کہ سات مشہور قاریوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ آیت اس طرح سے تلاوت کی ہے؟

قاریوں نے کہا :۔

تم یہ کہاں سے لے کر آئے ہو ؟

میں نے کہا :۔

بس ایک بات ہے جو معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کس کی قرأت ہے؟

انہوں نے جواب دیا :۔

"روایات اہل بیت علیہم السلام کی بنا پر یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی قرأت ہے"۔

اس کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا :۔

آخر واقعہ کیا ہے جس کی وجہ سے تم اس قرأت کو پوچھ رہے ہو؟

میں نے جواب میں سارا قصہ بیان کیا اور یوں ہماری قرأت صحیح ہو گئی۔

آہ جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

۷۔ ابو علی محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ معاذی نے ہم سے بیان کیا ، اور انہوں نے ابوالحسن محمد بن ابی عبداللہ ہروی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا :۔

"بلخ کا ایک شخص امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیئے مشہد آیا۔ اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا۔ دونوں نے امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت پڑھی۔ پھر مالک قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر نماز ادا کرنے لگا اور غلام پاؤں کی جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ جب دونوں نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے طویل سجدے کیا۔ اور مالک نے سجدہ سے سر اٹھا کر اپنے غلام کو آواز دی تو غلام نے سجدہ سے سر اٹھا کر لبیک کہا۔

مالک نے غلام سے کہا :۔

بندۂ خدا! آزادی چاہتے ہو ؟

غلام نے کہا:۔

جی ہاں !

مالک نے کہا :۔

اچھا جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو اور میری فلاں کنیز جو بلخ میں ہے اس کو بھی میں نے آزاد کیا اور میں نے اس کا نکاح تم سے اتنے مہر پر کیا اور تمہاری طرف سے مہر کی ادائیگی میں خود کروں گا اور میری فلاں جائیداد ہے اسے میں نے تمہاری اولاد بلکہ اولاد در اولاد کے لیئے وقف کر دیا اور اس پر میں امام کو گواہ بناتا ہوں۔

یہ سن کر غلام خوشی کی وجہ سے زارو قطار رونے لگا۔ اور اللہ اور امام کی قسم کھا کر کہنے لگا :۔

"ابھی ابھی میں نے سجدے میں یہ دعا کی تھی اور اتنی جلدی اللہ نے میری دعا سن لی"۔

لا الہ الا اللہ کی کرامت

۸۔ (حذف اسناد) ابو نصر مؤذن نیشاپوری کا بیان ہے :۔

"میں ایک مرتبہ شدید بیمار ہوا اور بیماری کی وجہ سے میری زبان بند ہو گئی اور میں بالکل بات کرنے کے قابل نہ رہا۔

میرے دل میں یہ خیال آیا کہ امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کروں اور آپؑ کے روضے پر اللہ تعالیٰ سے دعا کروں اور امام عالی مقامؑ کو اپنا وسیلہ بناؤں تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت دے اور میری زبان کھل جائے۔

یہ سوچ کر میں سواری پر سوار ہوا اور مشہد مقدس پہنچا اور روضہ امام علی رضا علیہ السلام میں داخل ہو کر امام عالی مقامؑ کی زیارت پڑھی۔ پھر قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کی اور سجدے میں گیا اور اللہ تعالیٰ کو صاحب قبر کا واسطہ دے کر انتہائی عاجزی کے ساتھ دعا مانگی۔

" اے اللہ تو مجھے صحت عطا فرما اور میری زبان کھول دے"۔

پھر وہیں سو گیا تو خواب میں دیکھا جیسے قبر شگافتہ ہوئی ہو اور اس میں سے ایک بزرگ گندمی رنگت والے نمودار ہوئے اور مجھ سے فرمایا:۔

" ابو نصر ! " لا الہ الا اللہ " کہو"۔

میں نے اشارے سے جواب دیا :۔

کیسے کہوں میری تو زبان بالکل بند ہے اور چلتی ہی نہیں ۔ ؟

ان بزرگوار نے فرمایا :۔

کیا تم قدرت خدا کے منکر ہو ؟ کہو" لا الہ الا اللہ " ۔

راوی کا بیان ہے :۔

میری بند زبان فوراً چل پڑی اور میں نے کہا " لا الہ الا اللہ " اور میں پاپیادہ اپنی قیام گاہ پر آیا اور راستے بھر میں کہتا رہا" لا الہ الا اللہ " اور میری زبان چلتی رہی اور اس کے بعد کبھی بند نہ ہوئی"۔

سیلاب اور روضۂ اقدس

۹۔ یہ بھی ابو نصر ہی کا بیان ہے :۔

"ایک مرتبہ سناباد میں بہت زبردست سیلاب آیا ۔وہاں کی وادی روضۂ اقدس

سے بلند تھی اور پانی روضۂ اقدس کے قریب پہنچ گیا تو اللہ کے حکم سے روضۂ اقدس اس وادی سے بلند ہو گیا اور روضۂ اقدس میں سیلاب کا کوئی اثر نہ ہوا"۔

مسروقہ رقم کی برآمدگی

۱۰۔ محمد بن احمد سنائی نیشاپوری کا بیان ہے :۔

"میں امیر ابو نصر بن ابی علی صفانی سردارِ فوج کی خدمت میں تھا۔ اور اس کی مصاحبت میرے لیئے بہت اچھی تھی۔ اسی بنا پر اس کے دوسرے مصاحبین مجھ سے حسد کرتے تھے کہ صفانی اس قدر اُس کی طرف مائل کیوں ہے؟ اور اس پر اتنا کرم کیوں کرتا ہے؟

ایک دن ابو نصر صفانی نے مجھے ایک تھیلی جس میں تین ہزار درہم تھے اس پر اپنی مہر لگا کر دی اور مجھے حکم دیا کہ اسے میرے خزانے میں جا کر جمع کر دو۔

میں وہ تھیلی لے کر اس کے پاس سے اٹھا اور جا کر وہاں بیٹھ گیا جہاں اس کے دربان وغیرہ بیٹھے تھے۔ وہ تھیلی میں وہیں رکھ کر لوگوں سے باتیں کرنے لگا کہ اتنے میں وہ تھیلی چوری ہو گئی اور مجھے پتہ بھی نہ چلا۔ امیر ابونصر کا ایک غلام جس کا نام خطلخ تاش تھا وہ بھی اس وقت وہاں موجود تھا۔

جب میں نے نظر اٹھائی تو دیکھتا ہوں کہ وہ تھیلی غائب ہے۔ میں نے سب سے پوچھا۔ سب نے یہی جواب دیا کہ ہمیں معلوم نہیں بلکہ وہ لوگ مجھے جھٹلانے لگے اور کہنے لگے کہ تم نے تھیلی یہاں رکھی ہی نہیں تھی۔ میں ان لوگوں کے حسد و بغض کو جانتا تھا۔ سمجھ گیا کہ ان لوگوں نے چال چلی ہے۔

میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ امیر ابو نصر سے اس کا تذکرہ کروں۔ اس خیال سے کہ کہیں وہ مجھ پر ہی الزام نہ لگا دے مگر میں بہت حیران اور فکرمند تھا کہ آخر وہ تھیلی کون لے گیا؟

اور میرے والد کا یہ دستور تھا کہ انہیں جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو وہ فوراً

روضۂ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا قصد کرتے اُن کی زیارت پڑھتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اپنی حاجت طلب کرتے تو آپ کی پریشانی دور ہو جایا کرتی تھی۔

یہ خیال آتے ہی میں امیر ابو نصر کے پاس دوسرے دن گیا اور کہا :۔

ایھا الامیر ! مجھے طوس جانے کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ میرا وہاں ایک کام ہے۔

اس نے پوچھا :۔

کیا کام ہے ؟

میں نے جواب دیا :۔

میرا ایک طوسی غلام تھا۔ وہ بھاگ گیا ہے اور وہ تھیلی غائب ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ تھیلی وہی لے گیا ہے۔

امیر نے کہا :۔

دیکھ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہمارے سامنے اپنے اعتبار کو کھو بیٹھو۔

میں نے کہا :۔

خدا کی پناہ ! بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے۔

امیر ابو نصر نے کہا :۔

اچھا ! اگر تمہارے آنے میں تاخیر ہوئی تو میری تھیلی کا ضامن کون ہے؟

میں نے کہا:۔

اگر میں چالیس دن کے بعد نہ آؤں تو میری ساری ملکیت ، میرا مکان سب آپ کے سامنے ہے۔ آپ ابوالحسن خزاعی کو لکھ دیں کہ وہ طوس میں میرے سارے اثاثے پر قبضہ کر لے۔

یہ سن کر اس نے مجھے طوس جانے کی اجازت دے دی اور میں منزل بہ منزل کرایہ پر سواری لیتا رہا یہاں تک کہ میں مشہد مقدس پہنچ گیا۔ روضے میں

داخل ہوکر میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت پڑھی اور قبر کے بالیں سر کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ سے دعا والتجا کی کہ جہاں وہ تھیلی رکھی ہوئی ہے۔اس جگہ سے مجھے مطلع کر دے۔

اس دعا کے بعد مجھے نیند آگئی اور میں وہیں سو گیا۔ تو میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے فرما رہے ہیں :۔

"اٹھو ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول کی"۔

یہ خواب دیکھ کر میں اٹھا۔دوبارہ وضو کیا اور نمازیں پڑھیں اور دعائیں مانگیں۔ دعا مانگتے مانگتے مجھے دوبارہ نیند آگئی تو پھر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"وہ تھیلی خطلخ تاش نے چرائی ہے اور اپنے گھر میں آتش دان کے نیچے دفن کیئے ہوئے ہے۔ وہ وہیں ہے اور اس پر ابو نصر صفانی کی مہر بھی لگی ہوئی ہے"۔

یہ خواب دیکھ کر میں تین ہی دن کے اندر مقررہ مدت سے پہلے ہی واپس آگیا اور اپنا لباس تبدیل کر کے ابو نصر کے پاس گیا۔

اس نے کہا :۔

وہ تھیلی کہاں ہے ؟

میں نے کہا :۔

وہ خطلخ تاش کے پاس ہے۔ خطلخ تاش امیر ابو نصر کا بہت پسندیدہ غلام تھا۔

ابو نصر نے پوچھا :۔

تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تھیلی خطلخ تاش کے پاس ہے ؟

میں نے کہا :۔

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم خواب میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے روضۂ اقدس کے اندر بتایا ہے ۔

یہ سن کر وہ کانپنے لگا اور حکم دیا کہ خطلخ تاش کو بلاؤ۔

خطلخ تاش کی آمد پر ابونصر نے اس سے کہا:۔

وہ تھیلی کہاں ہے جو تم چوری کر کے لے گئے ہو؟

اس نے انکار کیا۔

ابو نصر نے حکم دیا کہ اس کی پٹائی کی جائے تب یہ بتائے گا۔

میں نے کہا:۔

ایہاالامیر! پٹائی کی ضرورت نہیں۔ جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس نے وہ تھیلی کہاں رکھی ہے۔

امیر ابو نصر نے پوچھا:۔

اس نے وہ تھیلی کہاں رکھی ہے؟

میں نے کہا:۔

وہ تھیلی اس کے مکان کے اندر آتشدان کے نیچے مدفون ہے جس پر امیر کی مہر بھی ثبت ہے۔

اس نے اپنے ایک موثق آدمی کو خطلخ تاش کے گھر بھیجا اور کہا کہ آتشدان کی جگہ کو کھود کر دیکھو۔

اس شخص نے جا کر وہ جگہ کھودی اور وہ مہر شدہ تھیلی نکال کر لایا اور امیر ابو نصر کے سامنے رکھ دی۔

جب امیر ابو نصر نے تھیلی کو دیکھا اور اس پر اپنی مہر دیکھی تو مجھ سے کہا:۔

اے محمد بن احمد سنانی! میں آج تک تمہارے فضل اور مرتبہ کو نہیں پہچان سکا تھا۔ اب تمہارے تقرب و مرتبہ میں اور اضافہ کروں گا۔

محمد بن احمد نیشاپوری کا بیان ہے:۔

اس واقعے کے بعد میں ان ترکوں سے ڈرا کہ کہیں یہ ہمیں کسی اور مصیبت

میں نہ پھنسا دیں۔ اس لیئے میں نے امیر سے اجازت لی اور نیشاپور آگیا اور وہاں دوکان لے کر لنک وہیں بیٹھ کر بھوسہ فروخت کرتا ہوں۔

ضامن آہو

اا۔ ابوالفضل محمد بن احمد بن اسماعیل سلیطی رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو جعفر عتبی کے مصاحب حاکم رازی کو کہتے ہوئے سنا ہے :۔

"مجھے انہوں نے اپنا پیامبر (قاصد) بنا کر ابو منصور بن عبدالرزاق کے پاس بھیجا۔ چونکہ پنجشنبہ کا دن تھا۔ میں نے ان سے روضہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کی اجازت چاہی تو انہوں نے کہا :۔

"تم اس روضہ اقدس کی بات مجھ سے سنو! میں اپنے ایامِ جوانی میں اس روضہ مقدس کے ساتھ عقیدت رکھنے والوں کے ساتھ بہت تعصب رکھتا تھا۔ یہاں آنے والے زائرین کو راہ میں روک کر ان کے لباس اور ان کا سامان وغیرہ سب چھین لیا کرتا تھا۔

ایک دن میں شکار کی تلاش میں نکلا اور ایک چیتے کو ایک ہرن کے پیچھے چھوڑا۔ اس چیتے نے ہرن کا پیچھا کیا۔ اس ہرن نے مسجد کے احاطے میں پناہ لی اور کھڑا ہو گیا۔ اور چیتا بھی باہر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کے قریب نہیں گیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ چیتا آگے بڑھے مگر وہ آگے نہیں بڑھا۔

جب بھی ہرن اس احاطے سے باہر نکلتا تو وہ چیتا اس کا پیچھا کرتا اور جب وہ اس احاطے میں داخل ہو جاتا تو چیتا باہر کھڑا ہو جاتا اندر نہیں جاتا تھا۔

بالآخر وہ ہرن اس روضے کے احاطے کے اندر ایک حجرے میں داخل ہوا تو میں نے اندر داخل ہو کر ابو نصر سقری سے پوچھا کہ ابھی ابھی ایک ہرن اندر داخل ہوا ہے۔ وہ کہاں ہے ؟

اس نے جواب دیا کہ میں نے یہاں کسی ہرن کو نہیں دیکھا۔

پھر میں اس حجرے میں داخل ہوا جہاں ہرن داخل ہوا تھا تو اس حجرے

میں ہرن کی مینگنی اور پیشاب کے علاوہ کچھ بھی دکھائی نہیں دیا اور ہرن کا کہیں نام و نشان تک موجود نہ تھا۔

اس کے بعد میں نے اللہ سے عہد کیا کہ آج کے بعد میں کسی زائر کو نہیں ستاؤں گا اور جب بھی کوئی زائر ملے گا ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤں گا اور آئندہ جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میں اس روضے پر حاضری دیتا ہوں اور اللہ سے دعا کر کے طلب حاجت کرتا ہوں۔ اللہ میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔

ایک مرتبہ میں نے اس روضے میں اللہ سے دعا کی کہ مجھے ایک فرزند عطا فرما۔ اس نے مجھے فرزند عطا فرمایا لیکن جب وہ لڑکا بالغ ہوا تو قتل ہو گیا۔ میں دوبارہ روضۂ اقدس میں اس مقام پر آیا جہاں پہلے میں نے دعا مانگی تھی۔ میں نے پھر دعا مانگی کہ پروردگار مجھے ایک فرزند عطا فرما۔

میری دعا قبول ہوئی۔ اللہ نے مجھے دوبارہ فرزند عطا کیا اور میں نے اس روضۂ اقدس میں جب بھی کوئی دعا مانگی تو اللہ نے میری وہ دعا قبول فرمائی۔

تو یہ ہے وہ فیض و برکات جو اس روضۂ اقدس سے مجھے حاصل ہوئیں"۔

ایک سائل کو خراسان کی حکومت دے دی

۱۲۔"ابو طیب محمد بن ابی الفضل سلیطی کا بیان ہے کہ ایک دن لشکر خراسان کا سردار حمویہ نیشاپور شہر میں میدان حسین بن زید پر آیا تا کہ وہ ان سرداروں کے مکانات کو دیکھے جو اس کے ساتھ باب عقیل پر تھے اور جس کی تعمیر کا اس نے حکم دیا تھا اور اس نے وہاں ایک شفاخانہ تعمیر کرنے کا حکم بھی دیا تھا۔

الغرض وہ گھوم پھر کر دیکھ ہی رہا تھا کہ اس کے سامنے سے ایک شخص گزرا۔

حمویہ نے اپنے غلام سے کہا:۔

اس شخص کو میرے گھر لے چلو۔ میں تھوڑی دیر میں آنے والا ہوں۔

جب حمویہ اپنے گھر واپس آیا اور اپنے ساتھی سرداروں کے ساتھ دستر خوان

پر بیٹھا تو غلام سے پوچھا:۔ وہ شخص کہاں ہے ؟

غلام نے بتایا کہ وہ دروازے پر ہے۔

حمویہ نے کہا :۔

اس کو بھی اندر بلا لو۔ جب وہ اندر آیا تو کہا ،اس کے ہاتھ دھلاؤ اور اسے بھی دستر خوان پر بٹھاؤ۔

جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو حمویہ نے اس شخص سے پوچھا:۔

کیا تمہارے پاس سواری کے لیئے گدھا ہے ؟

اس نے کہا:۔ نہیں !

اس نے حکم دیا:۔ اسے ایک گدھا دے دو ۔

پھر پوچھا۔ کیا تمہارے پاس اخراجات کے لیئے کچھ نقد رقم ہے ؟

اس نے کہا:۔ نہیں !

حمویہ نے حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار درہم اور دو عدد خوزستانی ٹوکرے اور ایک دسترخوان اور دیگر فلاں فلاں چیزیں دے دو ۔

وہ سب لا کر اس کو دے دیا گیا ۔

اس کے بعد حمویہ نے اپنے سرداروں کی طرف دیکھا اور کہا :۔

جانتے ہو یہ شخص کون ہے ؟

انہوں نے کہا:۔ نہیں !

حمویہ نے کہا:۔

اچھا ! سنو ! جب میں جوان تھا تو میں امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کو گیا ۔ میرے جسم پر بے حد بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑے تھے۔ میں نے روضۂ اقدس میں اس شخص کو اس وقت دیکھا جب میں قبر اطہر کے پاس کھڑا ہو کر یہ دعا مانگ رہا تھا:۔

"پروردگار ! تو مجھے خراسان کی حکومت عطا فرما"۔

اور میں نے سنا یہ شخص ان چیزوں کے لیئے دعا مانگ رہا تھا جو ابھی میں نے اسے دینے کا حکم دیا ہے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ اللہ نے میری دعا اس روضۂ اقدس کی برکت سے قبول کی تو میں نے بھی یہ چاہا کہ اس کی دعا بھی میرے ہاتھوں اللہ قبول کرے۔ مگر اس شخص کے ذمہ میرا ایک قصاص ہے۔

لوگوں نے پوچھا :۔ کیسا قصاص ؟

حمویہ نے کہا :۔

اس شخص نے جب مجھے پھٹے پرانے کپڑوں میں خراسان کی حکومت کی دعا کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے مجھ پر نفرت کی نگاہ ڈالی اور میری کمر پر اس نے ایک لات رسید کی اور کہا :۔

اپنی حالت نہیں دیکھتے اور خراسان کی حکومت اور فوج کی سالاری کی دعا مانگ رہے ہو ؟

سرداروں نے کہا :۔

امیر ! آپ اسے معاف کر دیں اور اسے چھوڑ دیں تاکہ آپ کے حسن سلوک کی تکمیل ہو جائے۔

حمویہ نے کہا :۔ اچھا ! میں نے اسے اپنا قصاص معاف کیا۔

اس کے بعد حمویہ برابر اس روضۂ اقدس کی زیارت کرتا رہا اور اس نے اپنی دختر کا عقد زید بن محمد بن زید علوی سے کر دیا اور یہ نکاح جرجان میں ان کے والد کے قتل کے بعد ہوا تھا اور حمویہ نے ان کو اپنے قصر میں منتقل کر لیا اور ان کے سپرد بہت کچھ نعمت اور دولت کی اور یہ سب اس روضۂ اقدس کی برکات سے متاثر ہو کر اس نے کیا۔

علاوہ ازیں جب ابوالحسن محمد بن زیاد علوی رحمۃ اللہ علیہ نے خروج کیا اور نیشاپور میں بیس ہزار افراد نے ان کی بیعت کر لی تو خلیفہ نے ان کو گرفتار کر

کے مخارا بھیج دیا۔ حمویہ وہاں پہنچے اور ان کی سفارش کی اور امیر خراسان سے کہا:۔
یہ لوگ اولادِ رسولؐ ہیں اور بھوکے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ ان کے اخراجات پورے کیئے جائیں تاکہ یہ لوگ فکر معاش سے آزاد ہو جائیں۔
اس کے بعد ہر ماہ ان کا وظیفہ مقرر ہوگیا اور وہ چھوڑ دیئے گئے اور انہیں واپس نیشاپور بھیج دیا گیا۔ سادات مخارا کو جو وظیفہ ملتا تھا وہ بھی اسی بنا پر تھا اور یہ سب کچھ اس روضۂ اقدس کی وجہ سے ہوا"۔

گمشدہ فرزند کی بازیابی

۱۳۔ ابوالعباس احمدبن محمد بنَ احمد بن حسین الحاکم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ابو علی عامر بن عبداللہ بیوردی مرورود کے حاکم سے سنا اور وہ اصحاب حدیث میں سے تھے۔

"میں نے طوس میں امام علی رضا علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر حاضری دی تو دیکھا کہ ایک ترکی شخص قبۂ اقدس میں داخل ہوا اور حضرتؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر رونے لگا اور دعا مانگنے لگا۔

" پروردگار! اگر میرا فرزند زندہ ہے تو مجھے اس سے ملادے اور اگر انتقال کر گیا ہے تو مجھے اس کا صحیح علم عطا فرما"۔

راوی کہتا ہے:۔ میں ترکی زبان جانتا تھا۔ اس لیئے میں نے اس کی دعا سمجھ لی۔
پھر میں نے اس سے پوچھا:۔ تمہارا کیا معاملہ ہے؟
اس نے بتایا کہ میرا ایک فرزند تھا جو جنگ اسحاق میں لا پتہ ہو گیا تھا۔ اور مجھے آج تک اس کی خبر نہیں ملی کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے اور اس کی والدہ اس کی جدائی کی وجہ سے مسلسل روتی رہتی ہے۔
میں اس کے لیئے یہاں دعا مانگ رہا ہوں۔ اس لیئے کہ سنا ہے کہ اس روضۂ

راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے ضیافت کے لیئے اس کا ہاتھ پکڑا۔ جونہی روضۂ اقدس سے ہم باہر نکلے تو ایک طویل القامت نوجوان ملا جس کی مسیں بھیگ رہی تھیں اور اس نے بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

جب مرد ترکی نے اس نوجوان کو دیکھا تو فوراً اس کی طرف بڑھا۔ اسے گلے لگا کر رونے لگا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔

یہ اس کا وہی فرزند تھا جس کے لیئے وہ روضۂ اقدس میں دعا مانگ رہا تھا۔ میں نے اس نوجوان سے پوچھا کہ تم یہاں تک کیسے پہنچے ؟

اس نوجوان نے مجھے بتایا کہ جنگ اسحاق آباد کے بعد وہ طبرستان پہنچ گیا تھا۔ جہاں اس کی پرورش ایک حبشی دیلمی نے کی۔ اور جب وہاں بڑا ہوا تو اپنے والدین کی تلاش میں نکلا۔ اس لیئے کہ مجھے ان دونوں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ میں وہاں ڈاکوؤں اور رہزنوں کے گروہ میں شامل تھا اور انہیں کے ساتھ یہاں پہنچا۔

یہ سن کر اس کے والد مرد ترکی نے کہا:۔

"اس روضۂ اقدس کی برکات و کرامات ظاہر ہوگئیں اور میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا اس روضۂ اطہر کی دہلیز کو نہیں چھوڑوں گا"۔

والحمد لله اولا و اخرا و ظاهرا و باطنا۔ والصلوٰة والسلام على محمد المصطفى و اٰله و سلم تسليمًا كثيرا ۔

الذكرىٰ:۔ ولقد فرغت من ترجمته يوم السبت بتاريخ ١٥ من شهر ربيع الثاني سنة ١٤٢١ من الهجرة و على مهاجرها الاف التحية و اسئل الله ان يوفقني لمزيد مرضاته و ان يعفو عني و عن والدي فانه رحيم ودود ۔

اللهم صل على محمد و اٰل محمد۔

راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے ضیافت کے لیئے اس کا ہاتھ پکڑا۔ جونہی روضہٗ اقدس سے ہم باہر نکلے تو ایک طویل القامت نوجوان ملا جس کی مسیں بھیگ رہی تھیں اور اس نے بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

جب مرد ترکی نے اس نوجوان کو دیکھا تو فوراً اس کی طرف بڑھا۔ اسے گلے لگا کر رونے لگا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔

یہ اس کا وہی فرزند تھا جس کے لیئے وہ روضہٗ اقدس میں دعا مانگ رہا تھا۔ میں نے اس نوجوان سے پوچھا کہ تم یہاں تک کیسے پہنچے ؟

اس نوجوان نے مجھے بتایا کہ جنگ اسحاق آباد کے بعد وہ طبرستان پہنچ گیا تھا۔ جہاں اس کی پرورش ایک حبشی دیلمی نے کی۔ اور جب وہاں بڑا ہوا تو اپنے والدین کی تلاش میں نکلا۔ اس لیئے کہ مجھے ان دونوں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ میں وہاں ڈاکوؤں اور رہزنوں کے گروہ میں شامل تھا اور انہیں کے ساتھ یہاں پہنچا۔

یہ سن کر اس کے والد مرد ترکی نے کہا:۔

"اس روضہٗ اقدس کی برکات و کرامات ظاہر ہوگئیں اور میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا اس روضہٗ اطہر کی دہلیز کو نہیں چھوڑوں گا"۔

والحمد لله اولا و اخرا و ظاهرا و باطنا۔ والصلوٰة والسلام علی محمد المصطفی و اٰله و سلم تسليمًا كثيرا ۔

الذکریٰ :۔ ولقد فرغت من ترجمته يوم السبت بتاريخ ١٥ من شهر ربيع الثانی سنة ١٤٢١ من الهجرة و علی مهاجرها الاف التحية و اسئل الله ان يوفقنی لمزيد مرضاته و ان يعفو عنی و عن والدی فانه رحيم ودود ۔

اللهم صل علی محمد و اٰل محمد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نزدیک مومنین میں سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اپنے نبی کی امت کو نصیحت کرے اور اپنے عیوب میں خود فکر کرے اور ان کی اصلاح کرے اور علم حاصل کرے اور اس پر عمل کرے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے — رسول اللہ

لوگ تین قسم کے ہیں

ایک تو عالم، دوسرے طالب علم تیسرے کوڑا کرکٹ

میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی جوان دو حالتوں کے علاوہ صبح کرے وہ عالم ہو یا طالب علم ہو اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس نے کوتاہی کی، اور جس نے کوتاہی کی اس نے خود کو تباہ کیا۔ جس نے خود کو تباہ و ضائع کیا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے — امام جعفر صادقؑ

جان لو کہ دین کا کمال علم کا طلب کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے — حضرت علیؑ

شریف وہ ہے جسے علم و حکمت نے شریف بنایا ہو۔ (علیؑ)

جس نے زندگی کو نیک علم کی طلب میں صرف نہیں کیا تو اس کی زندگی ضائع ہو گئی۔

جو علم کو دوست رکھے اس پر جنت واجب ہو گئی (رسول اللہ)

میری نصیحتوں پر عمل کر کے دیکھو کہ میں تمہاری بھلائی کہا چاہتا ہوں (علیؑ)

اللہم صل علی محمد و آل محمد کی اس دعا کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین